اشاعت خصوصی برموقع خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی
(۱۹۰۸ء-۲۰۰۸ء)

ماھنامہ

انصاراللہ





بیاد حضرت مولانا حکیم نورالدین

خلیفة المسیح الاوّل نوراللہ مرقدہ

مئی جون ۲۰۰۸ء

مدیر: نصیر احمد انجم

اشاعت خصوصی برموقع خلافت احمدیہ صدسالہ جوبلی
ماھنامہ انصاراللہ مئی جون ۲۰۰۸ء

احمدی انصار کی تعلیم و تربیت کیلئے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نمبر

ماہنامہ

انصار اللہ

ہجرت، احسان 1387 ہش مئی، جون 2008ء

جلد ---------------------- 49

شمارہ ---------------------- 1

فون نمبر 047-6212982 فیکس نمبر 047-6214631

ای میل: ansarullahpakistan@gmail.com

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

نائبین

- ریاض محمود باجوہ
- صفدر نذیر گولیکی
- محمود احمد اشرف

پبلشر:

عبدالمنان کوثر

پرنٹر:

طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائیننگ:

فخر احمد

اس پرچہ کی قیمت ایک صد روپے ہے۔ سالانہ خریداران کو اُسی قیمت میں ملے گا۔

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ دار الصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)، مطبع: ضیاء الاسلام پریس

اس شمارہ میں

منظومات

ادا ریہ

دعائے مسیحا کا شیریں ثمر

خدا تعالیٰ کے مامورین دنیا میں آ کر جب رشد و ہدایت کا کام شروع کرتے ہیں تو بشری تقاضوں کے تحت اپنے معاون و مددگار کی تلاش کرتے ہیں۔ وہ ایسے وجود کے ملنے کے لئے خدا کے حضور دعائیں بھی کرتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون کے متعلق خدا سے التجا کی۔

اشْدُدْ بِهٖ أَزْرِيْ ٥ وَأَشْرِكْهُ فِيْ أَمْرِيْ ٥ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْراً (طٰہٰ ۳۲ تا ۳۵)

مولا کریم میرے بھائی کے ذریعہ میری کمر مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر تا ہم تیری تسبیح اور تیرا ذکرِ خیر بڑھ چڑھ کر کریں۔

اللہ نے حضرت موسیٰ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور حضرت ہارون آپ کو عطا ہوئے۔

ہمارے ہادی و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مولا سے یوں عرض کیا

اللھم ایدالاسلام بعمرین

باری تعالیٰ۔ اسلام کو دو عمر (عُمر بن خطاب اور عمر بن ھشام) میں سے کسی کے ذریعہ مدد دے۔

خدائے رحیم و رحمان نے آپ کی گریہ وزاری سُنی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مامور کیا تو آپ نے بھی ایک پُر از نور یقین دوست عطا ہونے کے لئے اپنے رب کے حضور صدائیں اور التجائیں کیں۔

آپ نے فرمایا: ''میں خدا تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کیا کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ الٰہی میرا ناصر و مددگار کون ہے۔ میں تنہا اور بے حقیقت ہوں۔ پس جب دعا کا ہاتھ مسلسل اُٹھا اور آسمانی فضا میری دعاؤں سے معمور ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دُعا قبول کر لی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق دیا ......اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۸۲-۵۸۱ ترجمہ از عربی)

اللہ کی شان دیکھئے ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے صدیق کی تلاش میں تھے تو دوسری طرف حضرت مولانا نور الدین ایک محیِ دین کے لئے دست بدعا رہتے تھے۔ فرماتے ہیں:

''میں شوق رکھتا تھا اور دُعا کیا کرتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایسا شخص دکھائے جو دین کی تجدید کرے اور معاندین اور شیاطین پر روحانی سنگباری کرے...... اِس مقصد کی خاطر میں نے حق و یقین کے انوار کے مہبط یعنی بیت اللہ الحرام کا قصد کیا۔ میں

جنگلوں کو عبور کرتا تھا اور صحراؤں میں سے گزرتا تھا اور ربانی بندوں میں سے اس بندے کو تلاش کر رہا تھا۔'' (کرامات الصادقین صفحہ ۱۴۹)

الفت کا تب مزا ہے کہ دونوں ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

دونوں خدا رسیدہ روحیں ایک دوسرے کی تلاش میں تھیں۔ خدا نے جب دونوں کی ملاقات کا انتظام کیا تو عجب واردات ہوئی۔ دونوں کی کیفیت پہلی نظر میں ہی دیدنی تھی۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری اِسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۳)

دوسری طرف پہلی نظر میں حضرت مولانا کا کیا عالم تھا۔

''آپ اس وقت سیڑھیوں سے اُترے تو میں نے دیکھتے ہی دِل میں کہا کہ یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں۔''

سبحان اللہ...... سارا ہی قربان ہو جاؤں

(الحکم ۲۲؍اپریل ۱۹۰۸ء)

یہ الفاظ یقیناً آپ کے دِل کی گہرائیوں سے نکلے تھے۔ کیونکہ آپ کی بعد کی زندگی ثابت کرتی ہے کہ آپ نے خدا اور رسول کے بعد اپنے تئیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق میں گم کر رکھا تھا۔

یہ آپ ہی تھے جنہوں نے فرمایا:

اگر مرزا صاحب کہیں تو میں اپنی بیٹی امۃ الحیٔ کا رشتہ نہالی (جو ایک مہترانی تھی) کے بیٹے سے کر دوں۔

یہ آپ ہی تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کمسن بیٹی کے سامنے اپنے بچے سے کہلوایا کہ کہو کہ میں آپ کا نوکر ہوں۔ (حیاتِ نور صفحہ ۲۸۷)

یہ آپ ہی تھے جنہوں نے اپنا وطن، اپنی جائیداد، گھر بار، چلتا ہوا کاروبار۔ سب کچھ حضرت مسیح پاک کے ایک اشارے پر قربان کر دیا اور اپنے معشوق کے قدموں میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔

یہ آپ ہی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ہونے والی ہر تحریک میں ہراول دستے کے سرخیل ہوا کرتے تھے۔

غرضیکہ آپ نے واقعتاً اپنا تن من دھن حضرت مسیح موعودؑ پر نچھاور کیا ہوا تھا۔

قارئین کرام- آپ کی ان حسین اداؤں اور قربانیوں کی شان ہزاروں چند بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسیحا کا یہ عاشق عامۃ الناس میں سے کوئی مرید نہ تھا۔ کوئی ان پڑھ، مجذوب نہ تھا، کوئی غیر معروف شخص نہ تھا۔ بلکہ یہ وجود وہ تھا جس کا شہرہ چاردانگ ہند میں تھا۔ جو ایک طرف اپنے عہد کا بے بدل مفسر اور محدث اور متکلم شمار کیا جاتا تھا۔ تو دوسری جانب آپ کی طبابت کا ڈنکا ملک کے طول وعرض میں بجتا تھا۔ طب میں آپ کی مہارت محض کسبی نہ تھی بلکہ خدا کی طرف سے بعض اوقات موہبت کے طور پر بھی آپ کو علاج سمجھایا جاتا تھا۔ اس خدا رسیدہ طبیب کا یہ حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ فرمائیں جو طب کی مشہور کتاب زبدۃ الحکماء میں درج ہوا ہے۔

’’مریض کوئی ہے دوائی کسی کو دی جارہی ہے‘‘

اس شہ سرخی کے نیچے اس مریض کا حیرت انگیز علاج درج تھا جو آپ نے ایک ایسی دوائی سے کیا جو خدا تعالیٰ نے آپ کو سمجھائی۔ مریض دس بارہ سال کی عمر کا لڑکا تھا جس کا تعلق ایک ایسے گھرانے سے تھا جو قادیان سے چودہ پندرہ میل دور تھا۔ نامعلوم وجہ کے باعث بچے کا جبڑا اس طرز پر بند ہوگیا کہ وہ کھل نہیں رہا تھا۔ اس کے والدین اور رشتہ دار اس کو بٹالہ اور گورداسپور کے ہسپتالوں میں لیکر گئے لیکن کسی ڈاکٹر سے اس کا علاج نہ ہوسکا۔ ایک ہفتہ گزر گیا۔ بچہ نہ کچھ کھا سکتا تھا نہ پی سکتا تھا۔ دن بدن کمزور ہوتا جارہا تھا۔ تمام عزیزان نے مل کر فیصلہ کیا کہ بچے کو قادیان میں موجود حکیم نورالدین صاحب کے پاس لیجایا جائے۔ چنانچہ ایک صبح وہ بچے کو چارپائی پر ڈال کر حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کے مطب میں لے آئے اور درخواست کی کہ فوری طور پر حکیم صاحب بچے کو دیکھ لیں کیونکہ اس کی حالت بہت خراب ہے لیکن بیماری کا سن کر آپ نے فرمایا کہ مریض کو باری پر ان کے پاس لایا جائے۔ بچے کے لواحقین نے اس بات کا بہت برا منایا اور کسی عزیز نے یہاں تک کہہ دیا کہ بچے کو واپس لے چلیں لیکن کسی عقلمند ساتھی نے انہیں سمجھایا کہ اب اتنی دور سے آئے ہیں باری کا انتظار کرنے میں کیا حرج ہے۔ جب بچے کو اس کی باری پر آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اس کے ساتھ آنے والے عزیزان میں سے تین کو اپنے داہنے ہاتھ اور تین کو اپنے بائیں طرف بٹھالیا اور مریض بچے کو اپنے سامنے بٹھالیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ہر ایک کے سامنے ایک ایک پلیٹ رکھ دو جو رکھ دی گئیں آپ کے حکم پر بچے کے سامنے سے پلیٹ اٹھالی گئی۔ اس کے بعد خادم کو فرمایا کہ ہر پلیٹ میں کالی مرچ (پسی ہوئی) اور نمک تھوڑی تھوڑی مقدار میں ڈال دی جائے۔ جو ڈال دی گئی۔ پھر فرمایا کہ لیموں کی ایک ایک قاش رکھ دی جائے چنانچہ وہ بھی رکھ دی گئی۔ آپ نے اپنی دونوں اطراف پر بیٹھے اشخاص سے فرمایا کہ نمک مرچ کے ساتھ لیموں کو چاٹنا شروع کردیں ہر ایک نے اس ہدایت کی تکمیل کی۔ سب نے انہیں چاٹنا شروع کردیا۔ تین چار منٹ

کے بعد مریض بچے کے منہ سے رال بہنا شروع ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ پیک دان بچے کے سامنے رکھ دیا جائے اور لیموں چاٹنے والوں سے فرمایا کہ آپ لیموں چاٹتے رہیں۔ بچے کے منہ سے رال تیزی سے بہنے لگ گئی آٹھ دس منٹ کے بعد بچے کا جبڑا کھل گیا۔ بچے کے عزیزان نے جواب خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے آپ سے پوچھا کہ یہ معجزہ کیسے رونما ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بچے کو صبح لایا گیا تو اسی وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے کشفی طور پر یہ علاج مجھ پر ظاہر کیا گیا۔ اسی کے مطابق بازار سے لیموں منگوائے گئے جس میں ضروری تھا کہ قدرے وقت لگتا۔ اسی لئے متعلقہ عزیزان کو کہا گیا کہ وہ بچے کو اپنی باری پر لائیں تا کہ اس وقت تک ضروری انتظام کرلیا جائے۔ بچے کی تکلیف کے متعلق فرمایا کہ بچے کے منہ کا لعاب کسی وجہ سے جم گیا تھا۔ جو ڈاکٹر یا حکیم کسی طریقہ سے حرارت دے کر اس جمے ہوئے لعاب کو پگھلا دیتا وہ جبڑے کو کھولنے میں کامیاب ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ نے کشفاً یہ علاج میرے ذہن میں ڈالا جس کو میں نے عملی جامہ پہنایا جس سے خدا تعالیٰ نے مجھے کامیابی عطا فرمائی۔

آپ جہاں مادی طور پر نافع للناس تھے وہیں آپ روحانیت کے شہسوار بھی تھے لیکن روحانی علوم کی جولان گاہ بے انت ہوتی ہے۔ اسی لیئے آپ میں یہ تڑپ تھی کہ اس زمانے میں کوئی ایسا امام آئے جو روحانی پیاسوں کے لئے آب بقا ہوجائے۔ چنانچہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود میں اپنی منزل مل گئی۔ اس منزل پر پہنچ کر آپ کو کیا ملا۔ کسی نے ایک مرتبہ یہی سوال آپ سے کیا کہ آپ خود اتنے علّامہ فہامہّ تھے۔ آپ کو مرزا صاحب کی بیعت سے کیا ملا؟

آپ نے جواباً فرمایا:

آپ سے پہلے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوتی تھی اب بیداری کے عالم میں بھی ہوجاتی ہے۔

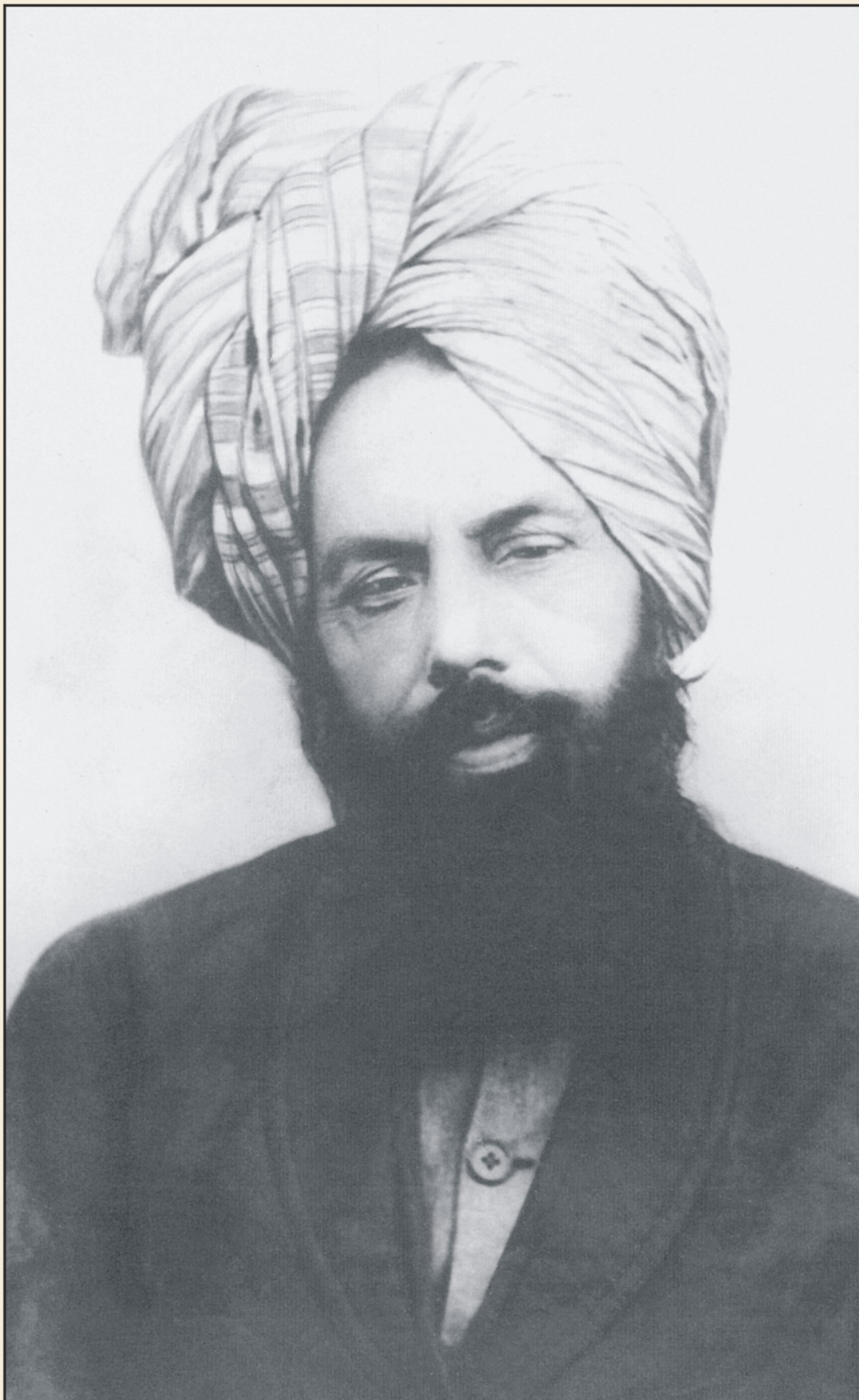
صد سالہ جوبلی کے مبارک موقعہ پر ماہنامہ انصار اللہ کو یہ توفیق مل رہی ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کی سیرت وسوانح پر ایک خصوصی نمبر شائع کرے۔

اس اشاعت خصوصی میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کے نمایاں پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ ہماری کوشش کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

خاکسار اس نمبر کی تیاری میں اور پھر اشاعت میں ہر مرحلہ پر کسی بھی رنگ میں تعاون کرنے والے تمام احباب کا ممنونِ احسان اور دُعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو اِس کی بہترین جزا دے۔ آمین۔

اور آخر پر یہی عرض کروں گا کہ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور ہمیں آپ کے اسلوبِ حیات اپنانے کی توفیق بخشے۔ آمین

نصیر احمد انجم



حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

خلافت علیٰ منہاج النبّوت

ازافاضات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل......

اقتباس ازخطبہ عیدالفطر 19راکتوبر1909ء

بمقام قادیان

چودہ سو سے چار لاکھ:

حضرت صاحب کے زمانے میں مَیں نے چودہ سو کارڈ چھپوائے تھے کہ ۱۴۰۰ آدمیوں کی جماعت ہوکر ہم حضرت صاحب سے بیعت کریں گے اوراس فضل سے حصہ لیں گے جو جماعت سے مختص ہے خدا نے خلوص نیت کونوازا اور چودہ سو سے کئی لاکھ اس جماعت کو بنادیا اب ضرورت ہے اس جماعت میں اتفاق، اتحاد اور وحدت کی اور وہ موقوف ہے خلیفہ کی فرمانبرداری پر۔

خلفاء کِس طرح بنے

ایک خلیفہ آدم تھا اس کی نسبت فرمایا ہے انی جاعل فی الارض خلیفة اب خود ہی اس کے بارے میں ارشاد ہے عصیٰ اٰدم ربه فغویٰ لیکن جب فرشتوں نے کہامن یفسد فیها و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک توان کوڈانٹ بتائی کہ تم کون ہوتے ہوایسا کہنے والے۔پس فاسجدوا لاٰدم تم آدم کوسجدہ کرو۔ چنانچہ ان کوایسا کرنا پڑا دیکھوخودتو عاصی اورغوی تک کہہ لیامگرفرشتوں نے چوں کی تو اس کو ناپسند فرمایا۔ میں نے کسی زمانے میں تحقیقات کی ہے کہ نبی کے لئے لازم نہیں کہ اس کے لئے پیشگوئی ہو اور خلیفہ کے لئے تو بالکل ہی لازمی نہیں۔ دیکھو آدم پھر داؤد کے لئے کیا کیا مشکلات پیش آئے میں اس قسم کا قصہ گو واعظ نہیں کہ تمہیں عجیب عجیب قصّے ان کے متعلق سناؤں مگر فاستغفر ربهٗ و خرّ راکعاً و اناب سے یہ تو پایا جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ تو تھا۔ جس کے لئے یہ الفاظ آئے تیسرا خلیفہ ابوبکر ہے۔ اس کے مقابلہ میں شیعہ جو کچھ اعتراض کرتے ہیں وہ اتنے ہیں کہ ۱۳۰۰ برس گزر گئے مگر وہ اعتراض ختم ہونے میں نہیں آئے۔ ابھی ایک کتاب نئی نئی میں نے منگوائی ہے جس کے ۷۴۰ صفحات میرے پاس پہنچے ہیں اس میں صرف اتنی بات پر بحث ہے کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہٗ بہتر ہے یا ابوبکر رضی اللہ عنہٗ۔ پھر شیعہ کہتے ہیں کہ ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پیشگوئی نہیں فرمائی۔

چوتھا خلیفہ تم سب ہو چنانچہ خداتعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ جعلنا کم خلائف فی الارض۔ اگلی قوموں کو ہلاک کر کے تم کوان کا خلیفہ بنادیا۔ لننظر کیف تعملون۔ اب دیکھتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ چار کا ذکر تو ہو چکا۔ اب میں تمہارا خلیفہ ہوں اگر کوئی کہے کہ الوصیت میں حضرت صاحب نے نورالدین کا ذکر نہیں کیا تو ہم کہتے ہیں ایسا ہی آدم

اور ابوبکرؓ کا ذکر بھی پہلی پیشگوئی میں نہیں۔

الوصیت کی تفہیم:

حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سنا تا ہوں جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کا خلاف کرنے والا ہے وہ خدا کا مخالف ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

و من یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی و نصلہ جھنم و ساء ت مصیرا۔

میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا اب دیکھو کہ انہی متقیوں نے جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کے لئے منتخب فرمایا اپنی تقویٰ کی رائے سے اپنی اجماعی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزار ہا ہزار لوگوں کو اسی کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے تو کیا خدا تعالیٰ ساری قوم کا بیڑا غرق کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ پس تم کان کھول کر سنو! اگر اب اس معاہدہ کے خلاف کرو گے تو **اعقبھم نفاقاً فی قلوبھم** کے مصداق بنو گے۔ میں نے تمہیں یہ کیوں سنایا اس لئے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔

خدا پر بھروسہ:

خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اُتار سکتا اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پروا نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔ خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے عجائبات قدرت بہت عجیب ہیں اور اس کی نظر بہت وسیع ہے۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو۔ میرا ایک دوست مجھے کہتا تھا کہ تم آگوں کو دباتے ہو بجھاتے نہیں۔ میں نے کہا کہ جلد باز بھلا میرا وزیر ہو سکتا ہے۔ ہم نے آگوں کو دبا کر بھی بجھاتے دیکھا ہے۔ میری ماں دہکتے ہوئے کوئلے ایک گڑھے میں ڈال کر بند کر دیتی تھی۔ تھوڑی دیر میں سب بُجھ جاتے۔ دیکھو میں نے پانی کے لحاظ سے تو وعظ کیا ہے اور دبانے کے لئے کوشش میں ہوں۔ ہم اور تم سب مر جائیں گے اگر کچھ نقار ہم میں باقی ہیں تو پچھلی قوموں میں تفرقہ پڑ جائے گا اور وہ ہم پر لعنتیں کریں گی۔ مجھے کہیں گے کہ کس خبیث نے یہ گندہ بیج بو دیا۔ دیکھو تم میرے حق کو بجا لاؤ۔ **میں نے کبھی اپنی بڑائی نہیں کی۔ مجھے ضرورتاً کچھ کہنا پڑا ہے۔ اس کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔**

مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں۔تم اپنے پہلے معاہدہ پر قائم رہو۔ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج دیکھو تو اس کی استقامت کی دُعا سے کوشش کرو۔مگر یہ گمان نہ کرو کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھا لوگے۔اگر میں گندہ ہوں **تو یوں دعا مانگو کہ خدا مجھے دنیا سے اُٹھا لے پھر دیکھو کہ دُعا کس پر اُلٹی پڑتی ہے۔**

توبہ کرو:

توبہ کرو اور دُعا کرو اور پھر دُعا کرو۔میں فروری گویا نو ماہ سے اس دکھ میں مبتلا ہوں۔اب تم اس بڈھے کو تکلیف میں نہ ڈالو اس پر رحم کرو اگر میں نے کسی کا مال کھایا تو میں دس گنا دینے کی طاقت رکھتا ہوں۔اگر میں نے کسی سے طمع کیا ہے تو میں لعنت کر کے کہوں گا کہ ایسا آدمی ضرور بول اُٹھے۔میں اپنے آپ کو لعنتی سمجھوں گا اگر میں نے تمہارے مالوں میں سے کچھ لینے کا خیال کیا ہو۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان سے پہلوں کو بھی امیر بنایا ہے۔حضرت مجدّد الف ثانی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، فریدالدین شکر گنج میرے خاندان کے لوگ ہیں اور اب پھر بھی اس نے وعدہ کیا ہے کہ میں تیری اولاد پر فضل کروں گا۔

طاعت در معروف:

ایک اور غلطی ہے وہ طاعت درمعروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں طاعت نہ کریں گے یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے **ولا یعصینک فی معروف**.اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہؐ کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت درمعروف لکھا ہے۔اس میں ایک سرّ ہے۔میں تم میں سے کسی پر ہرگز بدظن نہیں۔میں نے اس لئے ان باتوں کو کھولا تا تم میں سے کسی کو اندر ہی اندر دھوکہ نہ لگ جائے۔

وجہ اختلاط

پھر مجھے کہتے ہیں کہ لوگوں سے اختلاط کرتا ہے۔اس کا جواب تمہارے لئے جو میرے مرید ہیں یہی کافی ہے کہ تم میرے آمر نہیں بلکہ مامور ہو۔کیا مجھ پر بال بچے کی پرورش فرض نہیں؟ بے شک وہ مجھے مخفی طور پر رزق دیتا ہے۔مگر اس ستار نے پردہ پوشی کا رنگ بھی رکھا ہے۔میں اُس ستاری کی شان کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

کہتے ہیں امام حسن بصریؒ اور حبیب عجمیؒ ایک دفعہ سیر کو نکلے راستہ میں دریا آ گیا۔حبیب نے کہا چلو۔حسنؒ نے جواب دیا ٹھہرو وہ کشتی آلے۔اس پر حبیبؒ نے کہا حسنؒ! ابھی تک تم مشرک ہی ہو؟ یہ کہہ کر وہ تو چلتے ہوئے۔اس زمانے کے نیچری تو نہیں مانتے مگر میں مانتا ہوں کہ وہ کنارے پہنچ گئے۔ادھر حسنؒ جب کشتی آئی تو پیسہ دے کر سوار ہوئے اور دیر کے بعد پہنچے تو حبیبؒ بولے۔تُرا کشتی آورد مارا خدا۔حسنؒ نے فرمایا سنو! دونوں کو خدا ہی لایا کشتی کو

خدا تعالیٰ چاہتا تو غرق کر دیتا۔تو نے صرف اپنا بچاؤ ڈھونڈا۔مگر میرے ساتھ کئی اور آدمی بھی آئے۔تیرا ایمان ناقص ہے تو خدا کی صفت ستاری کا عالم نہیں۔

نصیحت:

پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، پھر نصیحت کرتا ہوں، پھر نصیحت کرتا ہوں، پھر نصیحت کرتا ہوں، پھر کرتا ہوں، پھر کرتا ہوں، پھر کرتا ہوں، پھر پھر پھر کرتا ہوں کہ آپس کے تباغض وتحاسد کو دور کر دو۔ یہ مجتہدانہ رنگ چھوڑ دو جو مجھے نصیحت کرنے میں وقت خرچ کرنا ہے وہ دُعا میں خرچ کرو اور اللہ سے اس کے فضل چاہو۔ تمہارے وعظوں کا اثر مجھ بڈھے پر نہیں ہوگا۔ادب کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کام کو کرو اور یہ میں اپنی بڑائی کے لئے نہیں کہتا بلکہ تمہارے ہی بھلے کے لئے کہتا ہوں جس طرح دکاندار صبح اپنی دکان کو کھولتا ہے اسی طرح میں بھی اپنی دکان کھولتا ہوں اور بیماروں کو دیکھتا ہوں۔میں تمہارے ابتلاء سے بہت ڈرتا ہوں اس لئے مجھے کمانے کا زیادہ فکر ہوتا ہے۔بمب کے گولے اور زلزلے سے بھی زیادہ خوفناک یہ بات ہے کہ تم میں وحدت نہ ہو۔

جلد بازی سے کوئی فقرہ منہ سے نکالنا بہت آسان ہے مگر اس کا نگلنا بہت مشکل ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں ہم **تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفے کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکر اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے۔** میں تم پر بڑا احسن ظن رکھتا ہوں۔میں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کبھی تمہارے محرروں سے بھی دریافت نہیں کیا کہ تم لوگ کس طرح کام کرتے ہو مجھے یقین ہے کہ تم تقویٰ سے کام کرتے ہو۔باقی رہا مَیں سو میری نسبت تحقیق کرلو جس طرح چاہو نگرانی کرلو۔مخفی در مخفی راہوں سے کرلو۔مجھے ایک دفعہ شیخ صاحب نے کہا تھا کہ اب میں نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہے۔میں تمہاری نگرانی کروں گا تو میں نے کہا تھا بسم اللہ۔دو فرشتے میرے نگہبان پہلے ہی سے مقرر ہیں۔ایک تم آ گئے میں آج کے دن ایک اور کام کرنے والا تھا مگر خدا تعالیٰ نے مجھے روک دیا ہے اور میں اس کی مصلحتوں پر قربان ہوں۔تم میں جو نقص ہیں ان کی اصلاح کرو۔**عورتوں سے جن کا سلوک اچھا نہیں قرآن کے خلاف ہے وہ خصوصیت سے توجہ کریں۔میں ایسے لوگوں کو اپنی جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ شاید وہ سمجھیں۔پھر سمجھ جائیں پھر سمجھ جائیں۔ایسا نہ ہو کہ میں ان کو ٹھوکر کا باعث بنوں۔میں اخیر میں پھر کہتا ہوں کہ آپس میں تباغض وتحاسد کا رنگ چھوڑ دو کوئی امر امن یا خوف کا پیش آ جاوے عوام کو نہ سناؤ۔ہاں** جب کوئی امر طے ہو جائے تو پھر بے شک اشاعت کرو۔

اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ یہ باتیں تمہیں ماننی پڑیں گی۔طوعاً وکرہاً اور آخر کہنا پڑے گا۔اتینا طائعین جو کچھ میں کہتا ہوں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں راہ ہدایت پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر کرے۔آمین

(بدر۔۲۱/اکتوبر ۱۹۰۹ء)

اقتباس از تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1911ء

بمقام قادیان

میں خلیفۃ المسیح ہوں اور خدا نے مجھے بنایا ہے

میری کوئی خواہش اور آرزو نہ تھی اور کبھی نہ تھی۔ اب جب خدا تعالیٰ نے مجھے یہ ردا پہنا دی ہے میں ان جھگڑوں کو ناپسند کرتا ہوں اور سخت ناپسند کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ تم میں ایسی باتیں پیدا ہوں جو تنازع کا موجب ہوں۔ اس لئے میں اس خیال سے کہ

سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل   چو پُرشد نشاید گزشتن بہ پیل

اس قسم کے نکمّے جھگڑوں کو روکنا چاہتا ہوں۔ تم کو کیا معلوم ہے کہ قوم میں تفرقہ کے خیال سے بھی میرے دل پر کیا گزرتی ہے؟ تم اس درد سے واقف نہیں تم اس تکلیف کا احساس نہیں رکھتے جو مجھے ہوتی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں اور خدا ہی کے فضل سے یہ ہوگا کہ میں تمہارے اندر کسی قسم کے تنازع اور تفرقہ کی بات نہ سنوں۔ بلکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا عملی نمونہ ہو۔ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا** دیکھو ایسے چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر یقین کے ساتھ پہنچنا تم میں سے بہتوں کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کے آثار پڑھو کم از کم موطا امام محمد اور آثار امام محمد ہی کو پڑھ لو۔ صحابہ ایسے مسائل جزویہ میں اپنے ذوق کے موافق ترجیح دیتے تھے مگر یہ مسائل ان میں اختلاف کا باعث نہ ہوتے تھے۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں جو سنتا ہے وہ سن لے اور دوسروں کو پہنچا دے کہ

''جھگڑا مت کرو ہم مرجائیں گے پھر تمہیں بہت سے موقع جھگڑنے کے ہیں!!!''

تم سمجھتے ہو میں حضرت ابوبکرؓ کی طرح آسانی سے خلیفہ بن گیا ہوں؟ تم اس حقیقت کو سمجھ نہیں سکتے اور نہ دُکھ کا اندازہ کر سکتے ہو اور نہ اس بوجھ کو سمجھ سکتے ہو جو مجھ پر رکھا گیا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ میں اس بوجھ کو برداشت کرسکا۔ تم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس کو برداشت تو ایک طرف محسوس بھی کرسکے۔ کیا وہ شخص جس کے ساتھ لاکھوں انسانوں کا تعلق ہو آرام کی نیند سو سکتا ہے؟ اتنے بڑے کنبہ کے آدمی کی جو حالت ہوسکتی ہے اس کا قیاس تو کرو۔ پھر میری حالت کو دیکھو اور سمجھ لو کہ مجھے تمہاری بھلائی کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت صاحب توبہ کی بیعت لیتے تھے میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ بیعت ارشاد کیوں نہیں لیتے فرمایا:

''میں شکر کرتا ہوں کہ توبہ ہی کرلیتے ہیں''

پس تم میری اس نصیحت کو یاد رکھو میں تمہارے بھلے کے لئے کہتا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے ذرا بھی تفرقہ کا احتمال ہوسکے میری توجہ اور عقد ہمت کو اسی میں لگا رہنے دو۔ دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دو اس میں تمہارا بھلا ہوگا۔

خلیفۃ المسیح کا اعلانِ خلافت

میں اس...... میں قرآن مجید ہاتھ میں لے کر اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے پیر بننے کی ہرگز خواہش نہیں اور نہ تھی اور قطعاً خواہش نہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کو کون جان سکتا ہے۔ اس نے جو چاہا کیا تم سب کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا اور اُس نے آپ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کُرتہ پہنا دیا۔ میں اس کی عزت اور ادب کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے میں تمہارے مال اور تمہاری کسی بات کا بھی روادار نہیں اور میرے دل میں اتنی بھی خواہش نہیں کہ کوئی مجھے سلام کرتا ہے یا نہیں۔ تمہارا مال جو میرے پاس نذر کے رنگ میں آتا تھا۔ اس سے پہلے اپریل تک میں اسے مولوی محمد علی کو دے دیا کرتا تھا۔ مگر کسی کو غلطی میں ڈالا اور اس نے کہا کہ یہ ہمارا روپیہ ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں۔ تب میں نے محض خدا کی رضا کے لئے اس روپیہ کو دینا بند کر دیا کہ میں دیکھوں یہ کیا کر سکتے ہیں؟ ایسا کہنے والے نے غلطی کی نہیں بے ادبی کی اسے چاہیئے کہ وہ توبہ کر لے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ وہ توبہ کر لے۔ اب بھی توبہ کر لیں۔ ایسے لوگ اگر توبہ نہ کریں گے تو ان کے لئے اچھا نہ ہوگا۔

ایک وقت کسی نے مجھ سے جھگڑا کیا۔ اس وقت کے بعد سے میں ایسے اموال ان کو دیتا نہیں جو بخصوص مجھے ہی دیئے جاتے ہیں۔ ہاں میں اُنہیں ایک مد میں رکھتا ہوں اور اسے ایسی جگہ خرچ کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہ ہو۔ میں اپنی ذات اور اپنے متعلقین کے لئے تمہارے کسی روپیہ کا محتاج نہیں ہوں اور کبھی بھی خدا تعالیٰ نے مجھے کسی کا محتاج نہیں کیا۔ وہ اپنے غیب کے خزانوں سے مجھے دیتا ہے اور بہت دیتا ہے اور میں اب تک وہ کسب کر لیتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے یاد رکھو میں پھر کہتا ہوں کہ میں تمہارے اموال کا محتاج نہیں ہوں اور نہ تم سے مانگتا ہوں۔ تم میرے پاس اگر کچھ بھیجتے ہو تو اسے اپنے فہم کے موافق خدا کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں۔ پھر وہ کونسی بات ہوسکتی تھی کہ میں پیر بننے کی خواہش کرتا۔ اب خدا تعالیٰ نے جو چاہا کیا اس میں نہ تمہارا کچھ بس چلتا ہے اور نہ کسی اور کا۔ اس لئے تم ادب سیکھو کیونکہ یہی تمہارے لئے بابرکت راہ ہے۔ تم اس حبل اللہ کو آپ مضبوط پکڑ لو۔ یہ بھی خدا ہی کی رسن ہے جس نے تمہارے متفرق اجزا کو اکٹھا کر دیا ہے۔ پس اسے مضبوط پکڑے رکھو۔ تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں تم مجھ میں عیب دیکھو آگاہ کر دو۔ مگر ادب کو ہاتھ سے نہ دو۔ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار خلیفے بنائے ہیں۔ آدم کو، داؤد کو اور ایک وہ خلیفہ ہوتا ہے جو **لیستخلفنّھم فی الارض** میں موعود ہے اور تم سب کو بھی خلیفہ بنایا۔ پس مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہاں تمہاری بھلائی کے لئے بنایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اس لئے تم میں سے کوئی مجھے معزول کرنے کی قدرت اور طاقت نہیں رکھتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دے گا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو۔ تم معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں تم میں سے کسی کا بھی شکر گزار نہیں ہوں۔ جھوٹا ہے وہ شخص

جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔ مجھے یہ لفظ ہی دُکھ دیتا ہے جو کسی نے کہا کہ پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے دستوری حکومت ہے۔ ایران اور پرتگال میں بھی دستوری ہوگئی ہے۔ ٹرکی میں پارلیمنٹ مل گیا۔ میں کہتا ہوں وہ بھی توبہ کرلے جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ اور دستوری سمجھتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ایران کو پارلیمنٹ نے کیا سُکھ دیا اور دوسروں کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟ ترکوں کو پارلیمنٹ کے بعد کیا نیند آتی ہے؟ ایرانیوں نے کیا فائدہ اُٹھایا؟ محمد علی شاہ کے سامنے کتنوں کو غارت کرایا اور اب پچھلوں کو الٹی میٹم آتے ہیں۔ ادھر انجمن ترقی واتحاد جو دکھا رہی ہے اس کا اندازہ ان خبروں سے کرلو جو طرابلس سے آئی ہیں۔ تم دستوری کو کیا سمجھتے ہو۔ خدا ہی کے فضل اور اس کے رسن کو مضبوط پکڑے رہنے سے کچھ بنتا ہے۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا۔

میں تمہیں پھر یاد دلاتا ہوں کہ قرآن مجید میں صاف طور پر لکھا ہے کہ اللہ ہی خلیفے بنایا کرتا ہے۔ یاد رکھو آدم کو خلیفہ بنایا تو کہا انی جاعلٌ فی الارض خلیفة۔ فرشتے اس پر اعتراض کر کے کیا خمیازہ اٹھائے۔ تم قرآن میں پڑھو جب فرشتوں کی یہ حالت ہے اور انہیں بھی سبحانک لا علم لنا کہنا پڑا تو تم جو مجھ پر اعتراض کرتے ہو اپنا منہ دیکھ لو۔ مجھے وہ لفظ خوب یاد ہیں کہ ایران میں پارلیمنٹ ہوگئی اور دستوری کا زمانہ ہے۔ اُنہوں نے اس قسم کے الفاظ بول کر جھوٹ بولا۔ بے ادبی کی۔ خدا تعالیٰ کی غیرت نے انہیں دستوری کے نتیجے ایران ہی میں دکھا دی۔ میں پھر کہتا ہوں وہ اب بھی توبہ کرلیں۔ میں دوستوں کو کہتا ہوں ما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی اللّٰہ۔ میرا مولیٰ مجھے سب کچھ دیتا ہے اگر وہ نہ چاہتا تو جب میں گھوڑے سے گرا تھا تو اس صدمہ سے مر جاتا مگر اسی نے میری حفاظت کی اور جہاں پچھلے سال مجھے بولنے کی طاقت نہ تھی آج خدا کے فضل سے میں اس سے بھی بلند آواز سے بول سکتا ہوں۔ پس ایسے خیالات کو چھوڑ دو پھر جو اخباروں میں بعض مضامین دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آگے ڈرو۔ ورنہ تم پر الزام قائم ہوگا۔ خوب یاد رکھو اور سُن رکھو۔ میری امانت دیانت کی حفاظت تم سے نہیں ہو سکتی اور کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ کل ایک بیوی نے مجھے سو روپیہ دیا۔ اس کے بیٹے نے ایک مصیبت سے مخلصی پائی۔ اس نے نذر مانی تھی مجھے وہ روپیہ دیا۔ کیا کوئی جان سکتا تھا میری بیوی میرے پاس بیٹھی تھی۔ میں نے سمجھا کہ شائد اس کا دل للچایا ہو۔ اس واسطے میں نے اس دینے والی سے پوچھا کہ کہاں خرچ کریں۔ وہ بولی کہ کسی اچھی جگہ خرچ کردو۔ ہم نے وہ جمع کر کے گھر بھی نہیں رکھے۔ میرے پاس تین قسم کی رقوم آتی ہیں۔ کچھ کپڑے آتے ہیں یتامیٰ اور مساکین کے لئے اور ایسا ہی روپیہ بھی آتا ہے۔ کوئی روپیہ دیتا ہے کہ جہاں آپ چاہیں خرچ کردیں۔ ایک کہتا ہے جہاں میرے مردے کو ثواب پہنچے وہاں خرچ کردو اور کچھ خیرات بھی آتی ہے۔ بعض لوگ مخصوص کر دیتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے خاص منشاء کے ماتحت ہوتا ہے کہ یہ تمہاری ذات کے لئے ہے۔ ان تمام اموال میں سے یتامیٰ کے اموال کو تو میں لا تقربوا مال الیتیم پر عمل کرنے کے لئے مولوی محمد علی صاحب کے حوالہ کر دیتا ہوں اور ایسا ہی ان کے کپڑے بھی۔ جو اموال میرے پاس آتے ہیں میری حفاظت کرنے والوں کو تو میرے گوہ کی بھی خبر نہیں تو اموال کی کیا

خبر ہو؟ (**یہ سخت لفظ میں نے ایک خاص وجہ سے بولا ہے**) پھر جو کپڑے ہوتے ہیں بعض وقت ان میں قیمتی کپڑے ہوتے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو کہا کہ ان کو بیچ کر اوسط درجہ کے کپڑے بنا دیا کرو تا کہ وہ زیادہ کے کام آ سکیں۔اس نے کہا کہ اگر میں خود لینا چاہوں تو میں نے اسے جواب دیا کہ ہرگز نہیں۔اگر کوئی اور بی بی ہو جو ہماری رشتہ دار نہ ہو وہ چاہے تو لے سکتی ہے۔تو ایسے کپڑے بعض وقت ہم بیچ دیتے ہیں گو بہت ہی کم موقعہ ملتا ہے۔ مجھے یہاں شادیاں کرانی پڑتی ہیں اور وہ مسکین ہوتے ہیں۔ابھی آٹھ دس نکاح ان دنوں میں ہوئے ہیں اور بجز میری ایک نواسی کے سب مساکین تھے۔ان کو کپڑے اور مختصر سے زیور دینے پڑتے ہیں۔ایسے اموال سے جو مساکین کے لئے آتے ہیں اس قسم کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔

میں یہ واقعات اپنی برأت کے لئے نہیں کہتا۔اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ **میں تمہاری مدح، مذمت انکار کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اس لئے سناتا ہوں کہ تم میں سے کوئی بدگمانی کر کے گنہگار نہ ہو جائے**۔ایک عورت نے ایک مرتبہ کہا کہ کپڑوں کے کوٹھے بھر لئے ہیں کوئی حساب تو نہیں لیتا۔ مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے اس قسم کا وہم مردوں میں بھی ہو۔پس ایسے لوگ اگر ہوں تو توبہ کر لیں۔ ؎ عشق است و ہزار بدگمانی

میں تمہارے روپیہ کا محتاج نہیں۔حضرت صاحب کے وقت میں بھی ایسے اموال میرے پاس آتے تھے اور میں لے لیتا تھا۔ میں تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں۔ **مجھے تم میں سے کسی کا خوف نہیں اور بالکل نہیں ہاں میں صرف خدا ہی کا خوف رکھتا ہوں**۔پس تم ایسی بدگمانی نہ کرو اور توبہ کرو۔اگر ہمارا گناہ ہے ہمارے ہی ذمہ رہنے دو۔اگر میں غلطی کرتا ہوں اس بڑھاپے اور اس عمر میں قرآن مجید نے نہیں سمجھایا تو پھر تم کیا سمجھاؤ گے؟ میری حالت یہ ہے کہ بیٹھتا ہوں تو پیر دُکھی ہوتے ہیں، کھڑا ہوتا ہوں تو **محض اس نیت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے**۔ میں نہیں جانتا میرا کتنا وقت ہے۔ میں اس راہ سے ناواقف ہوں **نحن امة امية لا نكتب و لا نحسب**۔ میں نے ملازمت بھی کی ہے مگر اس میں بھی گھڑی نہیں رکھی۔ میں نے روٹی بھی نہیں کھائی اور اگر چاء کی پیالی بھی نہ آتی تو اس کا بھی محتاج نہ تھا۔تمہاری بھلائی کے جوش میں مَیں ان چیزوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ پھر کہنے کا موقع ملے گا یا نہیں۔موقع ہوا تو توفیق ہو یا نہ ہو اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ تم کو حق پہنچا دوں۔**پس میری سُنو اور خدا کے لئے سُنو۔اسی کی بات ہے جو میں سُناتا ہوں**۔میری نہیں کہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَ لَا تَفَرَّقُوْا

غرض تفرقہ نہ کرو۔ **واذكروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداءً فالّف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخواناً** اللہ کا فضل یاد کرو جب کہ تم باہم اعدا تھے۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم باہم بھائی بھائی ہو گئے۔ (بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

تقریر 16، 17 جون 1912ء

بمقام احمدیہ بلڈنگز لاہور

بحثِ خلافت

تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک کیا۔ پھر اس کے مرنے کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو تفرقہ سے بچایا۔ اس نعمت کی قدر کرو اور نکمی بحثوں میں نہ پڑو۔ میں نے دیکھا ہے کہ آج بھی کسی نے کہا کہ خلافت کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی اور کو۔ میں نے کہا کہ کسی رافضی کو جا کر کہہ دو کہ علیؓ کا حق تھا ابوبکرؓ نے لے لیا۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی یا رُوحانی فائدہ پہنچتا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر حماقت کرو تو سخت حماقت ہے۔

میں نے تمہیں بار ہا کہا ہے اور قران مجید سے دکھایا ہے کہ **خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔** آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا! **انی جاعلٌ فی الارض خلیفة۔ اس خلافت آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ حضور وہ مفسد فی الارض اور مسفک الدم ہے۔ مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا۔ تم قرآن مجید میں پڑھ لو کہ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے** اور اگر وہ ابیٰ کو اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ **میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے اسجدو لأدم کی طرف لے آئے گی اور اگر ابلیس ہے تو وہ اس دربار سے نکل جائے گا۔** پھر دوسرا خلیفہ داؤد تھا۔ **یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض** ۔ داؤد کو بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا۔ ان کی مخالفت کرنے والوں نے تو یہاں تک ایجی ٹیشن کی کہ وہ انارکسٹ لوگ آپ کے قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور کود پڑے مگر جس کو خدا نے خلیفہ بنایا تھا کون تھا جو اس کی مخالفت کر کے نیک نتیجہ دیکھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔ رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے کروڑوں انسان ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ:

مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے

یہ وہ...... ہے جس نے میرے دل کو بہت خوش کیا اس کے بانیوں اور امداد کنندوں کے لئے میں نے بہت دُعا کی ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میری دُعائیں عرش تک پہنچی ہیں۔ پس اس...... میں کھڑے ہو کر جس نے مجھے بہت خوش کیا اور اس شہر میں آ کر اس...... ہی میں آنے سے خوشی ہوتی ہے۔ میں اس کو ظاہر کرتا ہوں کہ جس طرح پر آدم و داؤد اور ابوبکر وعمر کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ پھر سُن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔

اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے۔ جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خاں کو کہہ دیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے۔ یا............ کا حق ہے۔ جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا۔ وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ ان کے سامنے پیش نہیں کیا۔ مجھے بدر کے ایک فقرہ سے بہت رنج ہوا کہ کوئی مرزا صاحب کا رشتہ دار نور الدین کا مرید نہیں۔ یہ سخت غلطی ہے جو کی گئی ہے۔ **مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خاں کرتا ہے۔ تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان کو خدا کی رضاء کے لئے محبت ہے۔ بیوی صاحب کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سُنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔** ایڈیٹر بدر کا فرض تھا کہ وہ ایسی تحریر کی فوراً تردید کرتا اور لکھ دیتا کہ یہ جھوٹ ہے۔ میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم (میں سے) بھی ایک نہیں جس طرح پر علی، فاطمہ، عباس نے ابوبکر کی بیعت کی تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کے خاندان نے میری فرمانبرداری کی ہے اور ایک ایک ان میں سے مجھ پر فدا ہے کہ مجھے کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا کہ میرے متعلق انہیں کوئی وہم آتا ہو۔

سنو! میرے دل میں کبھی یہ غرض نہ تھی کہ میں خلیفہ بنتا۔ میں جب مرزا صاحب کا مرید نہ تھا تب بھی میرا یہی لباس تھا۔ میں امرا کے پاس گیا اور معزز حیثیت میں گیا۔ مگر تب بھی یہی لباس تھا۔ مرید ہو کر بھی میں اسی حالت میں رہا۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد جو کچھ کیا۔ خدا تعالیٰ نے کیا۔ میرے وہم وخیال میں بھی یہ بات نہ تھی **مگر اللہ تعالیٰ**

کی مشیّت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا۔ مجھے تمہارا امام و خلیفہ بنا دیا اور جو تمہارے خیال میں حقدار تھے۔ ان کو بھی میرے سامنے جھکا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ۔ خدا پر اعتراض کرو۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے وبال سے بھی آگاہ رہو۔ اس اخبار کو جس نے ایسا غلط واقعہ لکھا ہے اب بھی تلافی کرنی چاہیئے اور ایسے طور کہ ہمارے پیارے محمود اور اس کے بھائیوں سے پوچھ کر تلافی کرے۔ میں کسی کا خوشامدی نہیں۔ مجھے کسی کے سلام کی بھی ضرورت نہیں اور نہ تمہاری نذور اور پرورش کا محتاج ہوں اور خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ ایسا وہم بھی میرے دل میں گزرے۔

اللہ تعالیٰ نے مخفی در مخفی خزانہ مجھے دیا ہے۔ کوئی انسان اور بندہ اس سے واقف نہیں۔ میری بیوی میرے بچے تم میں سے کسی کے محتاج نہیں اللہ تعالیٰ آپ ان کا کفیل ہے۔ تم کسی کی کیا کفالت کرو گے۔ واللہ الغنی و انتم الفقراء۔

جو سُنتا ہے وہ سُن لے اور خوب سُن لے اور جو نہیں سُنتا اس کو سننے والے پہنچا دیں کہ:

یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اس سے توبہ کر لو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔

مسئله اکفار

دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ اکفار کا مسئلہ ہے۔ اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہیئے؟ اس مسئلہ کے متعلق تم آپس میں جھگڑتے ہو۔ ہمارے بادشاہ ہمارے آقا مرزا صاحب نے اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مگر تم پھر بھی جھگڑتے ہو۔ سُنو! ایک امام مثنوی کے مصنف ہیں وہ علم کلام کی کتاب ہے۔ مگر وحدت وجود والے ان کے ہر قول کو وحدت وجود میں لے آتے ہیں۔ اس نے ایک جگہ مذاہب کے اختلاف کو بیان کر کے کہا ہے۔

وحدۃ اندر وحدۃ است ایں مثنوی

کیا مطلب مثنوی ایک راہ بتائے گی اور یہ مثنوی وحدۃ سے باہر نہیں جائے گی۔ آگے اس کے کوئی اور کرے یہ اس کا اختیار ہے۔ ایک جگہ وہ کہتا ہے ؎

بشنو از نے چوں حکایت مے کند

وز جدائیہا شکایت مے کند

نَے میں کوئی بولتا ہے تو وہ بھی بولتی ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی شان ہے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے

بلکہ خداوندتعالیٰ کے بلانے سے بولتے ہیں۔اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطا ع اللہ

خدا کے رسولوں کی اتباع خدا تعالیٰ کی اتباع ہے اوران کی اتباع سے منحرف ہونا اورانکار کرنا اللہ تعالیٰ کا انکار ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار بھی مکمل اور مؤثر نہیں ہوتا جب تک انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر یقین اور ایمان نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کا پتہ لگ جاوے اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے وقت لوگ خدا تعالیٰ سے غافل اور دور ہوتے ہیں اورانہیں اورخدا تعالیٰ میں ایک تفرقہ اورجدائی ہوتی ہے اس لئے

وز جدائیہا شکایت مے کند

وہ نبوی نَے ان کے تفرقہ اورجدائی کی شکایت کرتی ہے۔ یہ بہت دقیق اورطویل مضمون ہے۔اس وقت اس پر زیادہ نہیں کہتا۔انبیاء کی ضرورت اوران پر ایمان کے متعلق قرآن مجید نے کھول کر بیان کیا ہے۔

غرض مثنوی کے مصنف نے ایک حکایت لکھی ہے کہ پچھلی قوم کوایک ہادی کے ماننے میں سہولت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کس وقت آتے ہیں اُن کی آیات کرامات معجزات کیا ہوتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی ایک جماعت آ چکی ہوتی ہے۔مگر پہلوں کو مشکل ہوتی ہے۔ان کے مقابلہ میں پچھلوں کو سہولت اورآسانی ہوتی ہے وہ پہلوں کی تعلیم پیش کر دیتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ باوجودیکہ پہلے نبی پچھلوں کے لئے راہ صاف کر جاتے ہیں مگر پھر بھی پیچھے آنے والوں پران کی قوم اعتراض کر دیتی ہے اوران کا انکار کردیتی ہے۔ پس یہ کیسی صاف راہ ہے ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفراورایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں۔ جب کوئی نبی آیا اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقّت رہ جاتی ہے؟

ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے کفر، ایمان اورشرک کوکھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے ان کے وقت میں دو ہی قومیں تھیں۔ ماننے والے اورنہ ماننے والے کیا ان کے متعلق کوئی شبہ تمہیں پیدا ہوا؟ اورکوئی سوال اُٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں جواب تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو کیا کہیں؟ قرآن مجید میں ایک مثال اللہ تعالیٰ نے دی ہے:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَفَرْعُھَافِی السَّمآءِ توتِیُ اکلھَا کُلّ حیْنٍ باذنِ رَبّھَا وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمثَالَ لِلنَّاسِ لعلّھم یَتَذکرُوْنo

فرمایا ایمان ہو یا کفر ہو، شرک ہو، فسق ہو، نفاق ہو۔ ان کی مثال ایک درخت کی سی ہے۔ایمان کی مثال ایک پاک درخت کی سی ہے اورکفر، شرک، فسق، نفاق وغیرہ کی مثال ایک خبیث درخت کی سی ہے جب زمین میں بویا جاوے تو ایک لَو نکلتی کوئی اس کو دیکھ کر نہیں کہہ سکتا کہ گھاس جتنا ہوگا یا بڑ کے درخت جتنا ہوگا۔ پھر وہ بڑھتے بڑھتے ایک زمانہ

میں اپنی حقیقت خود بتا دے گا۔ جب وہ بڑ کا درخت ہوگا تو بڑ کی طرح بڑھے گا اور پھیلے گا اور آخر بڑ ہی کہلائے گا۔ اب اگر اس کے ایک دو پتہ توڑ ڈالو تو کیا کہہ دو گے کہ بڑ سوکھ گیا؟ جب ہزار دو ہزار پتہ توڑ کر لے آوٴ گے تو اس درجہ تک کی اس کی حیثیت کم ہو جائے گی۔ پھر جب لاکھ دو لاکھ پتے اُتار لو گے تو اور بھی گھٹے گا۔ پھر جب اس کی ڈالیاں اور شاخیں کاٹ دو گے تو اور بھی۔

دیکھو اونٹوں والے پیپل کے درخت کو کاٹ لیتے ہیں۔ ڈالیاں کاٹنے سے ابھی درخت موجود ہوتا ہے اور جڑ کٹ جاوے تو کچھ نہیں رہتا۔ اسی طرح کفر، شرک، فسق اور نفاق ہے۔

ایک شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا، دوسرا کہے مانتا ہوں اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو ماننے والا مقدم ہے۔ اب ایک اور ہے جو اللہ تعالیٰ کو ماننے کے ساتھ کہتا ہے بُت کو بھی سجدہ کر لو۔ مگر دوسرا کہتا ہے بُت پرستی نہیں کرنی چاہیئے۔ اب یہ مؤحد اُس مشرک کے مقابلہ میں مقدم ہے۔ پر ایک ہیں جو نبیوں کو مانتے ہیں اور دوسرے نہیں مانتے۔ اب نبیوں کو ماننے والا اُمنکر سے مقدم ہوگا۔ ایک قوم ہے جو ادریس یحییٰ کو مانتی ہے۔ قرآن شریف ان کو صابی کہتا ہے۔ یہ قوم اب بھی ہے۔ یہود بہت سے نبیوں کو مانتے ہیں مگر یہ مسیح کا انکار کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو مسیح کا بھی اقرار کرتے ہیں پس جو مسیح کو مانتے ہیں وہ ان کے منکروں سے قریب ہو گئے۔ پھر عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اقرار کر دیا۔ ابو بکرؓ ان سب سے افضل ہو گیا۔ اب صحابہ تابعینؒ تبع تابعین، اولیاء اللہ چشتی، قادری، سہروردی ہوں یا نقشبندی ہوں، رفاعی ہوں یا احمدی (مرزائی) ہوں۔ ان میں راستبازوں کے ماننے والے اور ٹھٹھے کرنے والے اپنے اپنے مراتب رکھیں گے۔ جو انکار راستباز کا کرتا جاوے گا وہ گرتا جاوے گا۔

یہ بُنیاد رافضیوں نے رکھی۔ ایک رافضی نے مجھے ایک رسالہ دکھایا جس کا نام طریق نجات تھا۔ اس میں تمام اولیاء اللہ پر ایک لعنت کا باب الگ رکھا ہے تمام محدثین پر لعنت کا باب الگ۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ تم نے حد کر دی ہے تمہیں کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ وہ جھوٹا ہی مر گیا۔ جیسا میں نے ابھی کہا ہے یہ رفض کا شبہ ہے جو خلافت کی بحث تم چھیڑتے ہو یہ تو خدا سے شکوہ کرنا چاہیئے کہ بھیرہ کا رہنے والا خلیفہ ہو گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ خلیفہ کرتا ہی کیا ہے؟ لڑکوں کو پڑھاتا ہے کوئی کہتا ہے کہ کتابوں کا عشق ہے۔ اسی میں مبتلا رہتا ہے۔ **ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی۔ جس نے مجھے خلیفہ بنایا۔** یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسے رافضی ہیں جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرتے ہیں۔

غرض کفر و ایمان کے اصول تم کو بتا دیئے گئے ہیں۔

حضرت صاحب خدا کے مرسل ہیں۔ **اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنے والے کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔**

اب ان کے ماننے اور انکار کا مسئلہ صاف ہے۔عربی بولی میں کفر انکار ہی کو کہتے ہیں۔ایک شخص اسلام کو مانتا ہے اسی حصہ میں اس کو (اپنا) قریبی سمجھ لو۔جس طرح پر یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو۔اسی طرح پر یہ مرزا صاحب کا انکار کر کے ہمارے قریبی ہو سکتے ہیں اور **پھر مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ کا کرتے ہیں۔**

ایسا صاف مسئلہ ہے مگر نکمّے لوگ اس میں بھی جھگڑتے رہتے ہیں۔ نکمّے لوگ ہیں اور کام نہیں ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں۔ایک تو وہ ہیں جو قلعے فتح کرتے ہیں اور ایک یہ ہیں۔

کیا کوئی خلافت کے کام میں روک ہے

تیسری بات یہ ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے اور وہ میرے دوست کہلاتے ہیں اور میرے دوست ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ خلافت کے کام میں روک لاہور کے لوگ ڈالتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور حدیث کو اُستاد سے پڑھا ہے اور میں دل سے انہیں مانتا ہوں۔میرے دل میں قرآن اور حدیث صحیح کی محبت بھری ہوئی ہے۔سیرۃ کی کتابیں ہزاروں روپیہ خرچ کر کے لیتا ہوں۔ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اور یہی میرا ایمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

آدم اور داؤد کا خلیفہ ہونا میں نے پہلے بیان کیا اور پھر اپنی سرکار کے خلیفہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔ اب اور سنو:

انا جعلنا کم خلائف فی الارض

تم سب کو بھی زمین میں اللہ تعالیٰ نے ہی خلیفہ کیا۔ یہ خلافت اور رنگ کی ہے۔ **پس جب خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے تو کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے کام میں روک ڈالے۔**

لاہور میرا گھر نہیں میرا گھر بھیرہ میں تھا۔ یا اب قادیان میں ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لاہور کا کوئی آدمی نہ میرے امر خلافت میں روک بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔پس تم ان پر بدظنی نہ کرو۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے:

یَاایّھَاالذیْن اٰمَنُوْا اجتنبوا کثیراً مَنَ الظنِ اِنَّ بعضَ الظن اثم

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایا کم و الظن فان الظن اکذب الحدیث

اللہ تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے۔ بدظنی سے ہٹ جاؤ، یہ بدکار کر دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدظن بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔ پس تم بدظنی نہ کرو۔ اب بھی میرے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے وہ لکھتا ہے کہ لاہور کی جماعت خلافت میں روک ہے۔ میں ایسا اعتراض کرنے والوں کو کہتا ہوں کہ یہ بدظنی ہے اس کو چھوڑ دو۔ تم پہلے ان جیسے اپنے آپ کو مخلص بناؤ۔ لاہور کے لوگ مخلص ہیں حضرت صاحب سے انہیں محبت ہے۔ غلطی انسان کا کام ہے۔ اس سے ہو جاتی ہے ان سے بھی غلطی ہوتی ہے یہ جُدی بات ہے مگر ان لوگوں نے جو کام کئے ہیں تم بھی کر کے دکھاؤ۔

میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ جو لاہوریوں پر بدظن ہے کہ وہ خلافت میں روک ہیں۔ اسے یاد رہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بدظنی کرنے والے کو یہ سروپا ملتا ہے:

ان الظن اکذب الحدیث

اور اللہ جلشانہٗ نے فرمایا:

اجۡتَنبوا کثیراًمن الظن ان بعض الظن اثم

وہاں سے اثم کا خطاب ملتا ہے۔ بدظنی سے پھر غیبت نصیب ہوتی ہے اور اس کے متعلق فرمایا:

لا یغتب بعضکم بعضاً

پس مخلصوں پر بدظنی کرتے ہو اور میرا دل دکھاتے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ تمہارے لئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ ان سے محروم نہ بنو۔

اگر مان لیا ہے تو شکر کرو اور نہیں تو صبر کی دوا موجود ہے۔ میں باوجود اس بیماری کے جو مجھے کھڑا ہونا تکلیف دیتا ہے اس رقعہ کو دیکھ کر سمجھا تا ہوں کہ **خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔**

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ **مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہوسکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔**

دیکھو! میری دُعائیں عرش میں بھی سُنی جاتی ہیں۔ میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ تم ایسی باتوں کو چھوڑ دو اور توبہ کر لو۔

وہ اخبار نویس جو لکھتا ہے کہ کوئی رشتہ دار میرا معتقد نہیں۔ وہ توبہ کرلے وہ مرزا صاحب کے رشتہ داروں سے پوچھ لے **مرزا سلطان احمد صاحب کی بیوی اور بچے تک تو میرے مرید ہیں اور وہ آپ حضرت صاحب کی زندگی میں بھی میرا معتقد تھا۔** پس جو ایسا کہتے ہیں کہ رشتہ دار میرے مرید نہیں جھوٹ کہتے ہیں۔ کیا کفر کا لفظ یہاں تک معنے رکھتا

ہے اور کفر بمعنی انکار نہیں؟

اگر کہو کہ لاہور کے لوگ خلافت میں روک ہیں تو میرے مخلص دوستوں پر بدظنی ہوتی ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ جو شخص کسی پر بدظنی کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اس میں مبتلا نہ ہو۔ میں سُنتا ہوں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ اختلاف انسان کی فطرت میں ہے یہ ہٹ نہیں سکتا مگر اس کو شغل نہ بناؤ۔ جس امر پر اللہ تعالیٰ نے تم کو جمع کر دیا ہے اس وحدۃ کے مرکز کو نہ چھوڑو۔

کبھی کبھی مجھے ان حالتوں کو دیکھ کر بددُعا کا جوش آتا ہے۔ مگر پھر رحم سے کام لیتا ہوں۔ توبہ کر لو ہماری زندگی میں چھوڑ دو۔

تھوڑے دن صبر کرو پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔

سنو! تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں اوّل اُن امور اور مسائل کے متعلق ہیں جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے۔ **جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں۔ جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں جب تک ہمارے دربار سے تم کو اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا۔ ان پر رائے زنی نہ کرو۔**

جن پر ہمارے امام اور مقتدا نے قلم نہیں اُٹھایا تم اُن پر جرأت نہ کرو۔ ورنہ تمہاری تحریریں اور کاغذ ردی کر دیں گے۔ تم میں کوئی تصنیف کرتا ہے اور اگر کہو کہ تمہارا قلم نہیں لکھ سکتا تو کیا ہم بھی نہ لکھیں تو نورالدین تصدیق، فصل الخطاب، ابطال الہیت مسیح کو پڑھ لو۔ مجھے لکھنا آتا ہے اور خوب آتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ایک مصلحت نے روک رکھا ہے اور ہاں خدا نے روکا ہے۔

اب بھی تمہارے رسائل میں غلطیاں ہوتی ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں غلطیاں ہوتی ہیں مگر خدا نے چاہا ہے کہ خاموش رہوں تم کیا ہستی رکھتے ہو کہ **جو نہ میرے دربار سے اجازت ہوتی ہے نہ خدا کی طرف سے تمہیں امر ہوتا ہے اور تم جرأت کرتے ہو۔** دیکھو یاد رکھو تمہاری کوئی جماعت نہ بنے گی۔ تم لکھ رکھو کوئی ایسی جماعت نہ بنا سکو گے۔

پس میری بات کو یاد رکھو اور بدظنی چھوڑ دو، تفرقہ نہ کرو۔ حضرت صاحب نے جو فیصلہ جس امر میں کر دیا ہے اس کے خلاف نہ کہو نہ کرو ورنہ احمدی نہ رہو گے۔ یہ خیال چھوڑ دو کہ لاہور کے لوگ خلافت کے امر میں روک ہیں۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو پھر خدا مسیلمہ کا سا معاملہ کرے گا۔

جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھو، درود اور استغفار پڑھو۔ حلال طیّب کماؤ اور کھاؤ۔ ان بیہودہ باتوں سے کوئی نفع نہیں اُٹھا سکتے۔ خُدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان نکمّا نہیں بیٹھ سکتا۔ میں نئے تجربہ کی سپارش نہیں کرتا بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ حالت ایسی ہی ہے کہ اگر بیوی اچھی خوبصورت مل گئی تو صرف شہوانی کام رہ گیا۔ اسی شہر میں ایک بڑا آدمی گزرا ہے۔ ایک انگریز اس سے ملنے کو آیا۔ اس کو اُس نے اپنی افواج کا معائنہ کرایا۔ رسالے، پیادے، توپ خانہ وغیرہ دکھا کر

پوچھا کہ کیسی فوج ہے۔اُس نے شکریہ ادا کیا اور اظہار مسرت کیا۔فوج سامنے کھڑی تھی مگر حکم دیا کہ خاصہ کی فوج لاؤ۔ اندر سے بڑی خوبصورت عورتیں ہتھیار لگائے ہوئے آ گئیں۔اس انگریز سے پوچھا کہ ایسی فوج بھی دیکھی ہے۔اس نے کہا کبھی نہیں۔اس پر اس رئیس نے کہا کہ پہلی فوج میری ہے۔اگر وہ بغاوت کر دے تو میں اکیلا اسے تباہ کر سکتا ہوں مگر اس فوج کے مقابلہ میں ہمیشہ شکست کھاتا ہوں۔

غرض کچھ مسلمان تو اس کام میں لگے ہوئے ہیں اور تیار ہیں اور کچھ وہ ہیں جو نکمے ہیں سارا دن مباحثات کرتے ہیں۔ان سے پوچھو۔فرشتوں نے اعتراض کر کے کیا لیا تھا۔پس تم ان جھگڑوں کو چھوڑ دو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر

تم میں ایسے لوگ ہوں جو خیر مسلّم کی طرف بلانے والے ہوں۔پسندیدہ اور بھلائی کے کاموں کا امر کریں اور ناپسندیدہ باتوں کو روکیں۔وہ مظفر و منصور ہوں گے۔اب میں پھر نصیحت کرتا ہوں۔میرے بڑھاپے اور بیماری کو دیکھ لو۔اپنے اختلافوں کو دیکھ لو۔کیا یہ تمہیں خدا سے ملا دیں گے؟ اگر نہیں تو پھر ہماری بات مانو اور محبت سے رہو اور اس طرح پر رہو کہ میں تمہیں دیکھ کر اسی طرح خوش ہو جاؤں جس طرح پر......کو دیکھ کر خوش ہوا۔جس طرح شہر میں داخل ہو کر......کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔خدا کرے کہ جاتے ہوئے مجھے یہ آواز آوے کہ تم باہم ایک ہو اور تم محبت سے رہتے ہو۔تم بھی دعاؤں سے کام لو۔میں بھی تمہارے لئے دُعا کروں گا۔وباللہ التوفیق۔ (بدر قادیان۴،۱۱/جولائی ۱۹۱۲ء)

وصیت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل......

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم مع التسلیم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ...... میرا جانشین متقی ہو ہر دلعزیز عالم باعمل ہو۔حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگذر کو کام میں لاوے۔میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔قرآن وحدیث کا درس جاری رہے۔

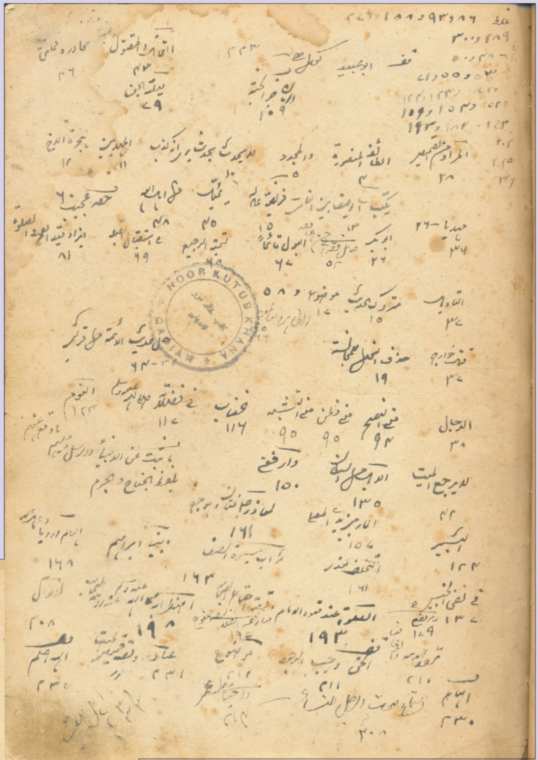
والسلام

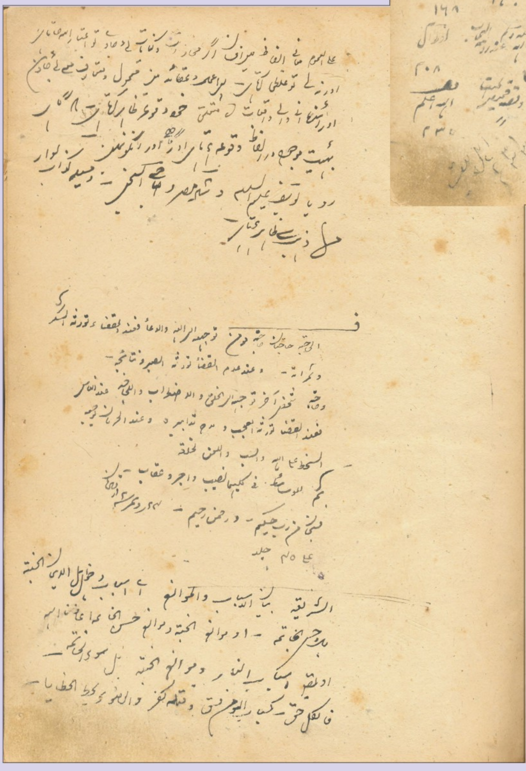
نورالدین ۴/مارچ ۱۹۱۴

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
محمد علی خاں	مرزا محمود احمد	مرزا یعقوب بیگ	محمد علی
	4/3/14	4/3/14	4/3/14

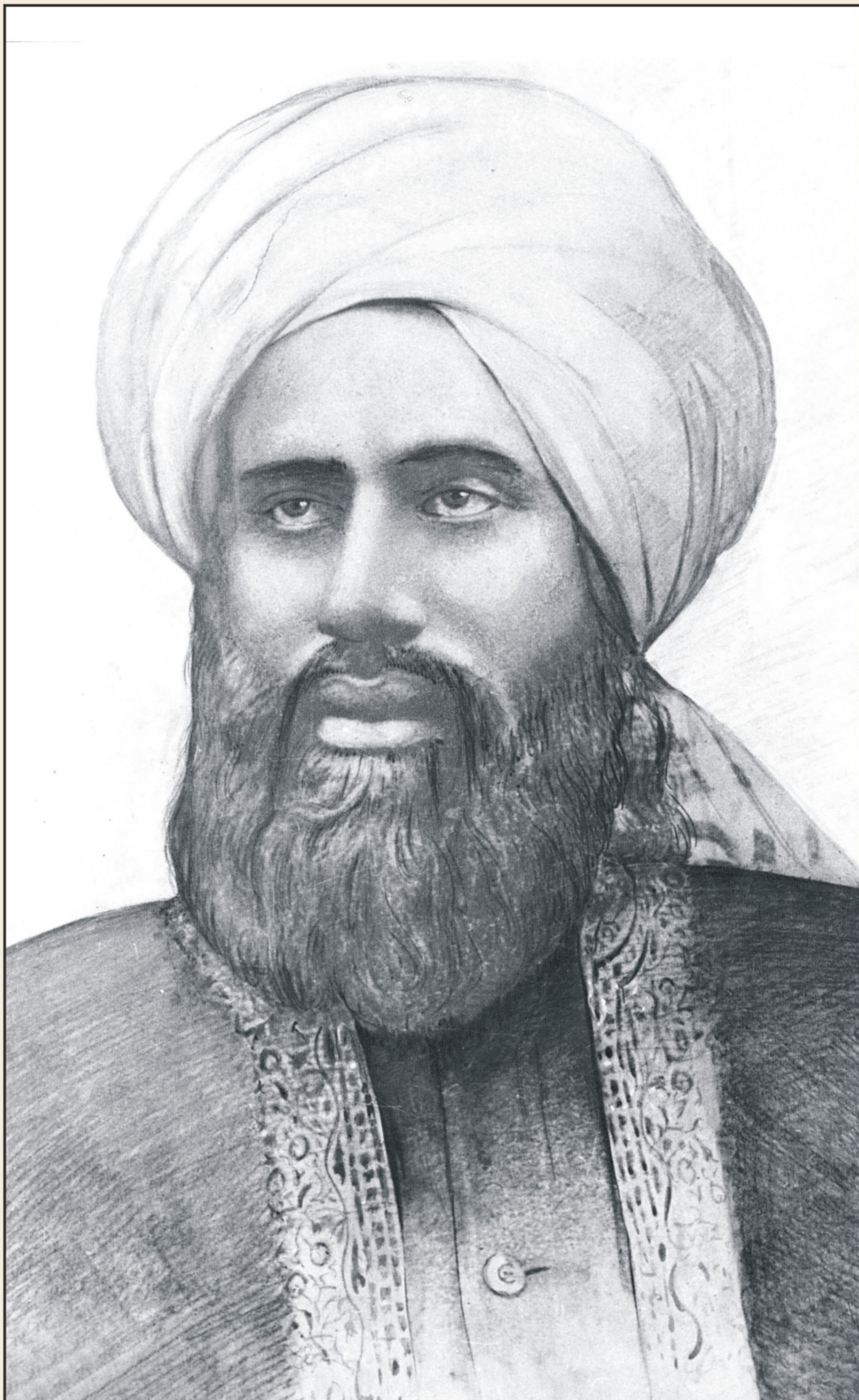
چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا نمونہ تحریر





حضرت خلیفہ اوّل کتب کی جلد بنواتے تو شروع میں نوٹس کے لئے خالی کاغذ لگواتے تھے اور ان پر نوٹس اپنے دست مبارک سے لکھتے۔ یہ نوٹس حدیث کی کتاب سنن ابی ماجہ سے متعلق ہیں



’’قدرتِ ثانیہ‘‘ کے مظہرِ اوّل ۔۔ سیّدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل

حضرت حکیم مولانا نورالدین کا حضرت مسیح موعودؑ سے ابتدائی تعارف اور وارفتگی

(مکرم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد - امام بیت الفضل لندن)

''وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے۔''
''مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا۔''

یہ بابرکت الفاظ جو سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی قلم مبارک سے نکلے ان کا مصداق وہ بابرکت وجود ہے جو برصغیر کی تاریخ میں حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نورالدین کے نام سے خوب متعارف ہے۔ آپ کی سعادت اور خوش بختی ہے کہ آپ کے بارہ میں حضرت امام الزمان مہدی دوراں علیہ السلام کی زبان وقلم سے وہ کلمات جاری ہوئے جو واقعی بے مثال اور انتہائی قابلِ رشک ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز اور سعادت بھی عطا فرمائی کہ آپ کو مسیح الزمان کے خلیفۂ اوّل کے طور پر چھ سال تک جماعت احمدیہ عالمگیر کی قیادت اور راہنمائی کی توفیق ملی **و ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء۔**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کا ابتدائی تعارف اور تعلق کیسے پیدا ہوا یہ ایک بہت ہی ایمان افروز داستان ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے احیائے دین حق کے لئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو چن لیا اور آپ کو ایک خوبصورت باغ دکھایا گیا کہ تو اس باغ کا مالی ہے۔ یہ وہ دور تھا جس میں آپ نے خدمت دین حق پر کمربستہ ہوتے ہوئے دین حق کے دفاع میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ شائع فرمائی جس نے دردمندان دین حق کے دل میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی اب اس کی حفاظت اور دفاع کا انتظام کرنے والا وجود سامنے آ گیا ایک طرف خدا تعالیٰ نے اس محی کو پیدا کیا اور دوسری طرف سعید فطرت لوگوں کے دلوں میں اس محافظِ دین حق کی محبت پیدا کرنی شروع کر دی۔ جو ابھی اس مبارک وجود کے ظہور سے بے خبر تھے ان کے دلوں میں تجسس اور تلاش کی لو لگا دی گئی۔ وہ ہر طرف تلاش کرنے لگے کہ وہ موعود وجود جس کے ہاتھ پر دین حق کا غلبہ دَورِ آخرین میں مقدر ہے۔ کون ہے اور کہاں ہے؟

سچائی کی فطرت رکھنے والے ان محبان دین حق میں ایک مبارک وجود حضرت مولانا حکیم نورالدین کا تھا۔ جو اس بات کی سچی تڑپ رکھتے تھے اور اس کے لیے دعا گو تھے کہ خدا تعالیٰ انہیں ایسا شخص دکھا دے۔ جو دین حق کی تجدید کرنے اور اُس کی طرف سے دشمنوں کے حملوں کا دفاع کرنے والا ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

''مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت السیّد الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد مہدی الزماں مسیح دوران اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا تا حقیقت کا مشاہدہ کروں۔ میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی موعود حکم وعدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا۔ اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔ اے ارحم الراحمین خدا! تیری حمد، تیرا شکر اور تیرا احسان ہے۔ پھر میں نے مہدی الزمان کی محبت کو اختیار کر لیا اور آپ کی بیعت صدقِ دل سے کی یہانتک کہ مجھے آپ کی مہربانی اور لُطف وکرم نے ڈھانپ لیا اور میں دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرنے لگا۔ میں نے انہیں اپنی جائیداد اور اپنے سارے اموال پر ترجیح دی بلکہ اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور اپنے والدین اور اپنے سب عزیز واقارب پر انہیں مقدم جانا۔ ان کے علم وعرفان نے میرے دل کو والہ وشیدا بنا لیا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے لیے ان کی ملاقات مقدر فرمائی۔ اور یہ میری خوش بختی ہے کہ میں نے انہیں باقی سب لوگوں پر ترجیح دی اور میں ان کی خدمت کے لیے اس جان نثار کی طرح کمر بستہ ہو گیا جو کسی میدان میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ پس اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ پر احسان فرمایا اور وہ بہتر احسان کرنے والا ہے۔''

(حیات نور صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو کر آپ نے کیا پایا؟ اس کا مختصر ذکر آپ کے ایک عربی قصیدہ سے ملتا ہے جس کی دو سطروں کا ترجمہ یہ ہے:

''بخدا جب سے میں نے حضرت اقدسؑ سے ملاقات کی ہے آپ کے فیض کی برکت سے میں نے رشد وہدایت میں بہت ترقی حاصل کی ہے اور اِس احمد (یعنی مسیح موعود) کو پہچان کر مجھے اُس احمد (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کا پتہ لگا اور قرآن شریف کے کئی مشکل مقامات تھے جو مجھ پر واضح نہ تھے لیکن آپ نے مجھ پر ان کو روشن کر دیا اور اس وجہ سے میں روحانی طور پر بیدار ہو گیا'' (حیات نور صفحہ ۱۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس زندگی بخش اور انقلاب آفریں رابطہ کا پس منظر یہ ہے کہ مسیح پاک علیہ السلام نے پہلی مرتبہ 1884ء میں مخالفین ...... کے لیے نشان نمائی کی دعوت پر مشتمل اشتہار عام شائع فرمایا تو خدائی نصرت سے ایک اشتہار حضرت مولانا نورالدین صاحب کو بھی ریاست جموں وکشمیر کے وزیراعظم کے ذریعہ سے مل گیا۔ اس اشتہار نے عملاً آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس کی پُرلطف اور ایمان افروز تفصیل حضرت مولانا نورالدین صاحب کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''فوراً اس اشتہار کے مطابق ...... تحقیق کے واسطے قادیان کی طرف چل پڑا۔ اور روانگی سے پہلے اور دورانِ سفر میں اور پھر قادیان کے قریب پہنچ کر قادیان کو دیکھتے ہی نہایت اضطراب اور کپکپا دینے والے دل سے دعائیں کیں۔ جب میں قادیان پہنچا تو جہاں میرا یکہ ٹھہرا۔ وہاں ایک بڑا محراب دار دروازہ نظر آیا۔ جس کے اندر چارپائی پر ایک بڑا ذی وجاہت آدمی بیٹھا نظر آیا۔ میں نے یکہ بان سے پوچھا کہ مرزا صاحب کا مکان کونسا ہے؟ جس کے جواب میں اس نے اس رشائل مشبّہ داڑھی والے کی طرف جو اس چارپائی پر بیٹھا تھا، اشارہ کیا کہ یہی مرزا صاحب ہیں۔ مگر خدا کی شان! اس کی شکل دیکھتے ہی میرے دل میں ایسا انقباض پیدا ہوا کہ میں نے یکے والے سے کہا کہ ذرا ٹھہرو میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا اور وہاں میں نے تھوڑی دیر کے واسطے بھی ٹھہرنا گوارا نہ کیا۔ اس شخص کی شکل ہی میرے واسطے ایسی صدمہ دہ تھی کہ جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ آخر طوعاً وکرہاً میں اس (مرزا امام الدین) کے پاس پہنچا۔ میرا دل ایسا منقبض اور اس کی شکل سے متنفر تھا کہ میں نے اسلامُ علیک تک بھی نہ کہا کیونکہ میرا دل برداشت ہی نہیں کرتا تھا۔ الگ ایک خالی چارپائی پڑی تھی۔ اس پر میں بیٹھ گیا۔ اور دل میں ایسا اضطراب اور تکلیف تھی کہ جس کے بیان کرنے میں وہم ہوتا ہے کہ لوگ مبالغہ نہ سمجھیں۔ بہرحال میں وہاں بیٹھ گیا۔ دل میں سخت متحیر تھا کہ میں یہاں آیا کیوں؟ ایسے اضطراب اور تشویش کی حالت میں اس مرزا نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے نہایت روکھے الفاظ اور کبیدہ دل سے کہا کہ پہاڑ کی طرف سے آیا ہوں۔ تب اس نے جواب میں کہا کہ آپ کا نام نورالدین ہے؟ اور آپ جموں سے آئے ہیں؟ اور غالباً آپ مرزا صاحب کو ملنے آئے ہوں گے؟ بس یہ لفظ تھا جس نے میرے دل کو کسی قدر ٹھنڈا کیا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ شخص جو مجھے بتایا گیا ہے مرزا صاحب نہیں ہے۔ میرے دل نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ میں اس سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا ہاں اگر آپ مجھے مرزا صاحب کے مکانات کا پتہ دیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ اس پر اس نے ایک آدمی مرزا

صاحب کی خدمت میں بھیجا اور مجھے بتایا کہ ان کا مکان اس مکان سے باہر ہے۔ اتنے میں حضرت اقدسؑ نے اس آدمی کے ہاتھ لکھ بھیجا کہ نماز عصر کے وقت آپ ملاقات کریں۔ یہ بات معلوم کر کے میں معاً اُٹھ کھڑا ہوا۔''

''چنانچہ آپ اس وقت سیڑھیوں سے اُترے تو میں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں۔''

''حضرت اقدس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میں ہوا خوری کے واسطے جاتا ہوں کیا آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ چنانچہ آپ دور تک میرے ساتھ چلے گئے اور مجھے یہ بھی فرمایا امید ہے کہ آپ جلد واپس آجاویں گے۔ حالانکہ میں ملازم تھا اور بیعت وغیرہ کا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پھر میں آگیا اور ایسا آیا کہ یہیں کا ہو رہا۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

روایت میں آتا ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے اپنی اس پہلی ملاقات میں ہی حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری بیعت قبول فرمائیں۔ حضرت اقدس نے جواباً فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت اور حکم نہ ہو میں اس بارہ میں کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتا۔ اس پر آپ نے بصد ادب عرض کیا کہ پھر حضور یہ منظور فرمالیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آیا تو سب سے پہلے اس عاجز کو بیعت کرنے کا شرف عطا فرمائیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا ٹھیک ہے انشاء اللہ وقت آنے پر آپ کو ہی سب سے پہلے بیعت کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔

وقت آنے پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے اس وعدہ کو خوب یاد رکھا اور حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نورالدین کو یہ تاریخی شرف نصیب ہوا کہ آپ نے دورِ آخرین میں حضرت امام مہدی اور مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر سب سے پہلے بیعت کر کے اوّل المبایعین کا تاریخ ساز اعزاز پایا۔

الغرض اس پہلی ملاقات کے بعد حضرت مولانا واپس جموں چلے گئے۔ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ دلوں کا ربط دمبدم بڑھتا چلا گیا۔ باہم ایسے گہرے تعلقات پیدا ہوئے کہ حضرت اقدسؑ کے خاص معتمدین میں شامل ہو گئے اور ہر اہم معاملہ کی آپ کو اطلاع دی جاتی اور مشورہ بھی لیا جاتا دوسری طرف حضرت مولانا نے اپنے آپ کو حضرت اقدسؑ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اور جانی و مالی ولسانی خدمات میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ حضرت اقدسؑ نے باقی افراد جماعت کے لیے ان کو ایک مثال کے طور پر پیش کرتے ہوئے اس دلی خواہش کا اظہار فرمایا کہ کاش کہ جماعت کا ہر فرد اس نورالدین کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

؎ چہ خوش بودے اگر ہر یک زِامت نوردیں

بودے!

ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہونے پر حضرت مولانا کی قلبی کیفیت اور خوشی کا کسی قدر ذکر آ چکا ہے۔اس جگہ یہ امر بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جب حضرت مسیح الزمان علیہ السلام کو نور الدین جیسا گوہر آبدار ملا تو آپ کے قلب اطہر کے جذبات کا کیا عالم تھا۔آپ نے فرمایا:

''جب سے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حیّ اور قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب! میرا کون ناصر و مددگار ہے۔میں تنہا اور حقیر ہوں پس جب کہ دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا۔اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو کہ (دین حق) کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا ہو اور ایسا سرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۱، ۵۸۲)

''اور جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیت ہے۔اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری اُسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔''

(ترجمہ از آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ طبع اوّل صفحہ ۵۸۳)

پھر فرماتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل

القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس، اللہ تعالیٰ کے لیے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لیے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محب اس سے سبقت نہیں لے گیا۔''

(ترجمہ از حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۸۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا نورالدین ...... کے مناقب اور خدمات کے بارہ میں اپنی متفرق کتب میں جو کلمات تحریر فرمائے ہیں ان کو پڑھ کر دل رشک کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ مختصر مضمون میں ان سب کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا تاہم حضرت مولانا کی اپنے آقا و مطاع حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ محبت اور وارفتگی سے متعلق چند امور کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مولانا صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت، محبت، فدائیت اور وارفتگی میں عدیم النظیر مقام رکھتے تھے۔ مسیح پاکؑ کے ایک اشارہ پر اپنا شہر، اپنا وطن، کاروبار اور تمام املاک چھوڑ کر قادیان میں آ بسے اور پھر کبھی بھی اپنے وطن کا خیال تک دل میں نہ آنے دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

اگر کوئی شخص ہزار روپیہ روزانہ بھی مجھے دے تو پھر بھی میں حضرت صاحب کی صحبت چھوڑ کر قادیان سے باہر جانے کے لئے تیار نہیں۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب ......کی مبارک عادت تھی کہ آپ کمال ادب اور احترام سے حضرت اقدسؑ کی مجلس میں آتے اور خاموشی سے اکتساب فیض فرماتے۔

حضرت مولوی صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے جو کچھ پایا ہے جو کچھ سیکھا ہے اپنے پیارے مطاع و امام سے سیکھا اور پایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ''لوگ اکسیر اور سنگ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے۔ میرے لئے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے۔ میں نے ان کو چھوا تو بادشاہ بن گیا۔''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہر ارشاد بلکہ اشارہ اور خواہش کی فی الفور تعمیل آپ کا نمایاں وصف تھا۔ آپؑ نے حضرت مولانا کے بارہ میں فرمایا ہے:

''وہ ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔''

آپ کی اس والہانہ اطاعت اور وارفتگی کی ایک مثال فی الفور دہلی کے سفر پر روانہ ہو جانا ہے۔

۲۲/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس علیہ السلام حضرت اماں جانؓ کو آپ کے خویش و اقارب سے ملانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ ابھی دہلی پہنچے چند ہی دن ہوئے تھے کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے۔ اس پر حضور کو خیال آیا کہ اگر مولوی نورالدین صاحب کو بھی دہلی بلا لیا جائے بہتر ہو گا چنانچہ حضرت مولوی صاحب کو تار دلوا دیا۔

جس میں تار لکھنے والے نے امیجی ایٹ (Immediate) یعنی بلاتوقف کے الفاظ لکھ دیئے۔ جب یہ تار قادیان پہنچا تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس خیال سے کہ حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔ اسی حالت میں فوراً چل پڑے۔ نہ گھر گئے نہ لباس بدلا نہ بستر لیا۔ اور لُطف یہ ہے کہ ریل کا کرایہ بھی پاس نہ تھا۔ گھر والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے پیچھے سے ایک آدمی کے ہاتھ کمبل تو بھجوادیا مگر خرچ بھجوانے کا انہیں بھی خیال نہ آیا اور ممکن ہے کہ گھر میں اتنا روپیہ ہو بھی نہ۔ جب آپ بٹالہ پہنچے تو ایک متمول ہندو رئیس نے جو گویا آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا، عرض کی کہ میری بیوی بیمار ہے۔ مہربانی فرما کر اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیجئے۔ فرمایا میں نے اس گاڑی پر دہلی جانا ہے۔ اس رئیس نے کہا۔ میں اپنی بیوی کو یہاں ہی لے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ لے آیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ وہ ہندو چپکے سے دہلی کا ٹکٹ خرید لایا۔ اور معقول رقم بطور نذرانہ بھی پیش کی۔ اور اس طرح سے آپ دہلی پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آپ کی غیر معمولی بے لوث ارادت اور وارفتگی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ماسٹر اللہ دتہ صاحب سیالکوٹی کا بیان ہے کہ

''1900ء یا 1901ء کا واقعہ ہے کہ میں دارالامان میں موجود تھا۔ ان دنوں ایک نواب صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں علاج کے لئے آئے ہوئے تھے جن کے لئے ایک الگ مکان تھا۔ ایک دن نواب صاحب کے اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے جن میں ایک مسلمان اور ایک سکھ تھا اور عرض کیا کہ نواب صاحب کے علاقہ میں لاٹ صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے تعلقات کو جانتے ہیں۔ اس لیے نواب صاحب کا منشا ہے کہ آپ ان کے ہمراہ وہاں تشریف لے جائیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی جان کا مالک نہیں۔ میرا ایک آقا ہے۔ اگر وہ مجھے بھیج دے تو مجھے کیا انکار ہے۔ پھر ظہر کے وقت وہ اہلکار بیت الذکر میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔ حضور نے فرمایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں تو وہ انکار نہ کریں گے لیکن مولوی صاحب کے وجود سے ہزاروں لوگوں کو ہر وقت فیض پہنچتا ہے۔ قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں بیماروں کا ہر روز علاج کرتے ہیں ایک دنیاداری کے کام کے لیے ہم اتنا فیض بند نہیں کر سکتے۔

اس دن جب عصر کے بعد درس قرآن مجید دینے لگے تو خوشی کی وجہ سے منہ سے الفاظ نہ نکلتے تھے۔ فرمایا۔ مجھے آج اس قدر خوشی ہے کہ بولنا محال ہے اور وہ یہ کہ میں ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ میرا آقا مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ میرے آقا نے میری نسبت اس قسم کا خیال ظاہر کیا کہ اگر ہم

نورالدین کو آگ میں جلائیں یا پانی میں ڈبودیں تو پھر بھی وہ انکار نہیں کرے گا۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۱۸۶،۱۸۷)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا بیان ہے کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے جس قدر آدمی ہیں۔سب کو حضور علیہ السلام سے اپنے اپنے طریق پر محبت تھی مگر جس قدر ادب و محبت حضور سے حضرت خلیفہ اوّل کو تھی اس کی نظیر تلاش کرنی مشکل ہے۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۱۸۷-۱۸۸)

یہ چند نمونے، سینکڑوں مثالوں میں سے منتخب کر کے اس جگہ درج کئے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا نورالدین......کو ایسا صدق و وفا عطا فرمایا تھا جو اپنے عہد میں یقینا بے مثال اور سب پر فائق تھا۔خود حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''صدق و صفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں میں سے وہ اوّل نمبر پر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ مسیح پاک علیہ السلام کے اس عاشقِ صادق کو آخرت میں بھی آپؑ کے قدموں میں جگہ نصیب ہو اور آپ کا جذبہ صدق اور وفا اور اطاعت و وارفتگی کے یہ شاندار نمونے ہمیشہ ایمانوں کو تازگی عطا کرتے رہیں۔آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیا کشوف والہامات درباره حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل

(از: محترم مرزا خلیل احمد صاحب قمر)

''مولوی نورالدین صاحب بے تاب تھے کہ کس طرح قرآن کی دعوت کو عام کریں وہ خود اس دعوت کے امام بننے کی ہمت نہ رکھتے تھے حسن اتفاق سے ان کو مرزا صاحب جیسی جرأت مند اولوالعزم اور اپنے اوپر اعتماد رکھنے والی شخصیت مل گئی ...... چنانچہ مرزا صاحب کو پیشوا اور امام ماننے میں مولوی صاحب کو مطلق کوئی تأمل نہ ہوا کیونکہ وہ ان کی قیادت میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق قرآنی دعوت کو عام اور دین حق کی خدمت کر سکتے تھے اور اس کام کے لئے جن اوصاف کی وہ اپنے اندر کمی پاتے تھے مرزا صاحب کی شخصیت میں وہ خوبیاں انہیں بدرجہ اتم مل گئی تھیں''

(مولانا عبیداللہ سندھی افادات وملفوظات از پروفیسر محمد سرور صفحہ ۴۰۲)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل مولانا حکیم نورالدین صاحب کے بارے میں برصغیر پاک وہند کے نامور سیاسی اور مذہبی راہنما، ریشمی رومال تحریک کے بانی مولانا عبیداللہ سندھی کی بصیرت افروز مندرجہ بالا رائے بہت سے امور کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ گویا حضرت مولوی صاحب کی مثال اس چراغ سی تھی جو اپنے نور سے جلنے کے قریب تھا اس کو ایک حرارت درکار تھی۔ جس سے وہ فوراً جل اٹھا اور مہدی دوراں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی قدسی نگاہ نے اس کے نور فراست کو وہ مہمیز بخشی کہ اس کے نور سے روشنی پاکر اپنے نور سے ایک جہاں کو منور کرنے لگا۔

نورالدین نے اپنے امام کی اس طرح اطاعت کی کہ جس کو امام نے ان الفاظ میں سراہا کہ مولوی صاحب میری اس طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح نبض دل کی۔ اس نورالدین نے اپنا سب کچھ اس کے سامنے قربان کر دیا اس نے دامے درمے سخنے اپنے امام کی مدد کی۔ جہاں اطاعت اور قربانی کی نئی مثالیں قائم کیں وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عزیز مخلص فدائی کو بہت سے القابات سے نوازا اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی یہ اطاعت اور محبوبیت اس قدر پسند آئی کہ اس نے بھی اپنے مسیح موعود کے الہام، رؤیا کشوف میں حضرت مولوی نورالدین کا ذکر فرمایا ذیل میں حضرت مولوی صاحب سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیا کشوف درج کئے جاتے ہیں۔

عبدالباسط

۱۳رفروری ۱۸۸۷ء: ’’آج مجھے فجر کے وقت یوں القاہوا یعنی بطور الہام

عبدالباسط

معلوم نہ تھا کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔آج آپ کے خط میں عبدالباسط دیکھا۔شاید آپ کی طرف اشارہ ہو۔واللہ اعلم۔‘‘

(مکتوب ۱۳رفروری ۱۸۸۷ء بنام حضرت مولانا نورالدین صاحب مکتوبات جلد پنجم نمبر۲ صفحہ۲۰)

(نوٹ از عرفانی صاحب) حضرت حکیم الاُمّت نے بارہا فرمایا کہ میرا الہامی نام عبدالباسط ہے۔(مکتوبات جلد پنجم نمبر۲ صفحہ ۲۰)

اپریل ۱۸۸۷ء: ’’چندروز ہوئے میں نے اس قرضہ کے تردّد میں خواب میں دیکھا تھا کہ میں ایک نشیب گڑھے میں کھڑا ہوں اور اُوپر چڑھنا چاہتا ہوں مگر ہاتھ نہیں پہنچتا۔اتنے میں ایک بندۂ خدا آیا اُس نے اُوپر سے میری طرف ہاتھ لمبا کیا اور میں اُس کے ہاتھ کو پکڑ کر چڑھ گیا اور میں نے چڑھتے ہی کہا کہ خدا تجھے اس خدمت کا بدلہ دیوے۔

آج آپ کا خط پڑھنے کے ساتھ میرے دل میں پُختہ طور پر یہ جم گیا کہ وہ ہاتھ پکڑنے والا جس سے رفع تردّد ہوا آپ ہی ہیں۔کیونکہ جیسا کہ میں نے خواب میں ہاتھ پکڑنے والے کے لئے دعا کی ایسا ہی برقّتِ قلب خط کے پڑھنے سے آپ کے لئے مُنہ سے دِلی دعا نکل گئی۔مُستَجَابٌ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔‘‘

(مکتوب ۲رمئی ۱۸۸۷ء بنام حضرت مولانا نورالدین صاحب۔مکتوبات جلد پنجم نمبر۲ صفحہ ۲۷)(تذکرہ صفحہ ۱۱۷ ایڈیشن چہارم)

ایک متوحش خواب

ماہِ اگست ۱۸۹۲ء: ’’مجھے تین چار روز ہوئے ایک متوحّش خواب آئی تھی جس کی یہ تعبیر تھی کہ ہمارے ایک دوست پر دشمن نے حملہ کیا ہے اور کچھ ضرر پہنچا تا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کا بھی کام تمام ہوگیا۔‘‘

(مکتوب بنام حضرت مولانا نورالدین صاحب مورخہ ۲۶راگست ۱۸۹۲ء۔مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ صفحہ ۱۲۲)

(نوٹ از مرتّب) یہ متوحّش خواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے متعلق تھی اور اس میں ایک دوست سے مراد بھی آپ ہی ہیں۔چنانچہ حضرت اقدسؑ اسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’کل کی ڈاک میں آں مکرم کا محبت نامہ پہنچ کر بوجہ بشریت اس کے پڑھنے سے ایک حیرت دل پر طاری ہوئی مگر ساتھ ہی دِل پھر کھل گیا۔یہ خداوند حکیم وکریم کی طرف سے ایک ابتلاء ہے۔انشاء اللہ القدیر کوئی خوف کی جگہ نہیں...... مجھے معلوم نہیں کہ ایسا پُر اشتعال حکم کسی اشتعال کی وجہ سے دیا گیا ہے۔کیا بدقسمت وہ ریاست ہے جس سے ایسے مبارک قدم نیک بخت اور سچے خیر خواہ نکالے جائیں اور معلوم نہیں کہ کیا ہونے والا ہے۔‘‘

(مکتوب مذکور۔مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ صفحہ ۱۲۱-۱۲۳)

حضرت مولانا یعقوب علی صاحب عرفانی اِس پُر اشتعال حکم کے سبب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت حکیم الامّت اور مولوی محرّم علی چشتی مرحوم پر ایک سیاسی الزام آپ کے دشمنوں نے لگایا تھا۔ راجہ امر سنگھ صاحب کو حضرت حکیم الأمّت سے بہت محبت تھی اور وہ آپ کی عملی زندگی اور صداقت پسندی کا عاشق تھا اور وہ ایک مدبّر اور صائب الرائے نوجوان تھا۔ وہ سیاسی جماعت جو مہاراجہ پرتاب سِنگھ کی حالت سے واقف اور ان پر قابو یافتہ تھی اُنہیں یہ شُبہ تھا کہ کسی بھی وقت مہاراجہ پرتاب سنگھ کو معزول کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ مہاراجہ امر سنگھ ہو جائیں گے۔ یہ دراصل سیاسی اور اقتداری جنگ تھی اور اس کو مذہب کا رنگ دیا گیا کہ حضرت مولوی صاحب راجہ امر سنگھ کو جب وہ مہاراجہ ہو جائیں گے مسلمان کرلیں گے۔ اس قسم کی سازش کر کے آپ کو اور مولوی محرم علی چشتی کو جموں سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ آپ نے حضرت اقدس کو اطلاع دی۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس نے...... خط لکھا۔''

(حیاتِ احمد جلد چہارم صفحہ ۴۲۳) (تذکرہ صفحہ ۱۵۹-۱۶۰)

اولاد کے بارے میں

۱۸۹۳ء: مکرم میاں محمد عبدالرحمٰن خان صاحب و مکرم میاں محمد عبداللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہماری پھوپھیوں کے ہاں اولاد نہ تھی۔ اُنہوں نے والد صاحب سے کہا کہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دُعا کے لئے عرض کریں۔ نواب صاحب نے عرض کیا۔ بعد ازاں حضورؑ نے فرمایا کہ:

''میں نے دیکھا کہ مجھے گولیاں ملی ہیں۔ کچھ میں نے مولوی نورالدین صاحب کو دے دیں کچھ آپ (یعنی نواب محمد علی خان صاحب) کو لیکن میں نے نواب عنایت علیخان صاحب کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملے۔''

(اصحابِ احمد حصہ دوم صفحہ ۱۹۷)(تذکرہ صفحہ ۶۵۵)

چنانچہ نواب صاحب کے ہاں اس رؤیا کے بعد نرینہ اولاد ہوئی۔ اس سے پہلے دو لڑکیاں ہی تھیں اسی طرح حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کے ہاں بھی اُس وقت تک کئی لڑکے ہو کر فوت ہو چکے تھے اَب اس کے بعد آپ کو زندگی پانے والی نرینہ اولاد عطا ہوئی لیکن نواب عنایت علی خان صاحب کے ہاں ایک بیوی سے تو کوئی اولاد نہ ہوئی البتہ ایک دوسری بیگم کے بطن سے دو لڑکیاں ہوئیں۔

نورالدین کو دو گلاس دودھ کے پلائے

مارچ ۱۸۹۳ء: ''نورالدین کو دو گلاس دودھ کے پلائے۔ ایک ہم نے خود دیا اور دوسرا اُس نے مانگ کر لیا اور کہا سرد ہے۔ پھر دُودھ کی ندی بن گئی اور ہم اُس میں نبات کی ڈلی ہلاتے جاتے ہیں۔''

- ’’کشف میں دیکھا۔ تفسیر حسینی ۵۰ اور ۵۱ صفحہ پر

وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا ثُمَّ نَکْسُوْھَا لَحْمًا ط فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . فَسَّرَہٗ نُوْرُ الدِّیْنِ بِالْمَعَارِفِ الْغَرِیْبَةِ۔‘‘

(جیبی بیاض حضرت خلیفۃ المسیح صفحہ ۱۴۹) (تذکرہ صفحہ ۶۵۲-۶۵۳)

(ترجمہ از مرتّب) اور تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں اور اُن ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم انہیں کیسے اُبھارتے، پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس پر واضح ہوگیا تو کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نورالدین نے اس کی عجیب وغریب معارف کے ساتھ تفسیر کی۔ (جیبی بیاض حضرت خلیفۃ المسیح اوّل) (تذکرہ ۶۵۲)

وطن سے ہجرت کے بارہ میں الہام

۲/اپریل ۱۸۹۳ء: ’’حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب ...... نے بھیرہ میں ایک عظیم الشان مکان بنوایا تھا ...... ابھی پُورے طور پر وہ مکان تیار نہ ہوا تھا...... جاڑہ کا موسم تھا۔ مولوی صاحب چلتی ہوئی ملاقات کو آئے تھے۔ رات کو حضرت امام کو وحی ہوئی کہ مولوی صاحب کو ہجرت کرنی چاہیئے۔ چنانچہ صبح کو مولوی صاحب کو سُنایا کہ ہجرت کرو اور وطن نہ جاؤ۔ یہ صدّیق کا فرزند کوئی چگونگی درمیان نہ لایا۔ مکان خراب ہوا مگر یہ مرد خدا نہیں گیا۔‘‘

(از خطبہ مولانا عبدالکریم صاحب الحکم جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۰/ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱)

اس وحی کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنی سوانح حیات میں جو اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی کو لکھوائی، یوں فرمایا:

’’مولوی عبدالکریم صاحب سے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے) فرمایا کہ مجھ کو نورالدین کے متعلق الہام ہوا ہے اور وہ شعر حریری میں موجود ہے لا تصبون الی الوطن۔ فیه تهان و تمتحن۔‘‘

(ترجمہ از مرتّب) تو وطن کی طرف ہرگز رُخ نہ کرنا۔ اس میں تیری اہانت ہوگی اور تجھے تکلیفیں اُٹھانی پڑیں گی۔ (تذکرہ صفحہ ۱۹۰)

۲/اپریل ۱۸۹۳ء: ’’مولوی عبدالکریم صاحب سے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے:

لَاتَصْبُوَ نَّ اِلَی الْوَطَنْ۔ فِیْهِ تُھَانُ وَتُمْتَحَنْ

یہ الہام نورالدین کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔‘‘

(ترجمہ از مرتّب) تُو وطن کی طرف ہرگز توجہ نہ کر۔ اس میں تیری اہانت ہوگی اور تکلیفیں اُٹھانی پڑیں گی۔

(نوٹ از مرتّب) یہ الہام حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی بیاض جیبی صفحہ ۱۴۹ میں یوں درج ہے لَاتَصْبُوَ نَّ اِلَی الْوَطَنْ۔ فِیْهِ تُضَامُ وَتُمْتَھَنْ اور اس کے ساتھ ہی حریری کا دوسرا شعر بھی درج ہے

؎ فَاعْلَمْ بِاَنَّ الْحُرَّ فِیْ اَوْطَانِهٖ یَلْقَی الْغَبَنْ

(ترجمہ) اپنے وطن کی طرف راغب مت ہو اس میں تجھ پر ظلم کیا جائے گا اور ذلیل کیا جائے گا اور یاد رکھ کہ آزاد انسان اپنے وطن میں خسارہ پاتا ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۶۵۲)

مولوی صاحب شعائر اللہ میں سے ہیں

۵/اپریل ۱۸۹۳ء: بعد ظہر کے فرمایا بعد دُعا بہ نسبت خاکسار راقم الہام:

''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ''

(ترجمہ از مرتّب) یقیناً صفا اور مرْوہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۶۵۳)

مولوی صاحب کو دو جوڑا کپڑے دیئے

۱۱/ستمبر ۱۸۹۳ء: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ والدہ محمود خوش لباس کے ساتھ ایک جگہ آئی ہے جہاں مولوی نوردین بیٹھے ہیں اور آکر دو جوڑا کپڑا مولوی صاحب کو دیئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ وہ کھانا تیار کر رہی ہیں اور منشی جلال الدین بیٹھے ہیں اور پھر ایک عورت آئی ہے جس کا نام اغلباً بھاگ بھری (ہے) جوان عورت ہے جس نے مجھ کو بُلایا ہے۔''

(رجسٹر متفرق یادداشتیں از حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۲۱۶) (تذکرہ صفحہ ۲۰۱)

ایک بیٹے کی بشارت

۱۸۹۴ء: اس تحریر کے لکھنے کے بعد مجھ پر نیند غالب ہوگئی اور میں سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب ایک جگہ لیٹے ہوئے ہیں اور اُن کی گود میں ایک بچہ کھیلتا ہے جو اُنہیں کا ہے اور وہ بچہ خوش رنگ خوبصورت ہے اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا نے بعوض محمد احمد آپ کو وہ لڑکا دیا کہ رنگ میں، شکل میں، طاقت میں اُس سے بدرجہا بہتر ہے اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تو اَور بیوی کا لڑکا معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلا لڑکا تو ضعیف الخلقت، بیمار سا اور نیم جان سا تھا اور یہ تو قوی ہیکل اور خوشرنگ ہے اور پھر میرے دل میں آیت گذری جس کا زبان سے سُنانا یاد نہیں اور وہ یہ ہے:

مَانَنْسَخ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اور میں جانتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس عَدُوّ الدین کا جواب ہے کیونکہ اس نے عیسائیوں کا حامی بن کر اسلام پر حملہ کیا اور وہ بھی بے جا اور بے ایمانی سے بھرا ہوا حملہ اور ایک جُزو اس خواب کی رہ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس بچہ کے بدن پر کچھ پھُنسی یا ثُوْلُوْل کے مشابہ بخارات نکل رہے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا علاج ہلدی اور ایک اور چیز ہے۔ واللہ اعلم۔''

(انوار اِسلام صفحہ ۲۶ بقیہ حاشیہ در حاشیہ۔ روحانی خزائن ۹ صفحہ ۲۷، ۲۸ بقیہ حاشیہ در حاشیہ)

حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل فرماتے ہیں:

''میرا لڑکا عبدالحیؑ آیۃ اللہ ہے۔محمد احمد مَر گیا تھا۔لودھیانہ کے ایک معترض نے اس پر اعتراض کیا...... میں نے اس لودھیانوی معترض کی تحریر کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور اُس پر کوئی توجہ نہ کی مگر میرے آقا وامام نے اس پر توجہ کی تو اس کو وہ بشارت ملی جو انوار اسلام کے صفحہ ۲۶ (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۷) پر درج ہے اور پھر اس کے چند برس بعد یہ بچہ جس کا نام عبدالحیؑ ہے پیدا ہؤا۔کشف کے مطابق اس کے جسم پر بعض پھوڑے نکلے جن کے علاج میں میری طبابت گرد تھی۔عبدالحیؑ کو ان پھوڑوں کے باعث سخت تکلیف تھی اور وہ ساری رات اور دن بھر تڑپتا اور بے چین رہتا جس کے ساتھ ہم کو بھی کرب ہوتا مگر ہم مجبور تھے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ان پھوڑوں کے علاج کی طرف بھی اس کشف میں ایما تھا اور اُس کی ایک جز وہلدی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور دوائی تھی جو یاد نہ رہی تھی۔ہم نے اس کے اضطراب اور کرب کو دیکھ کر چاہا کہ ہلدی لگائیں۔آپ نے کہا میں جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا دوسرا جُز و یاد نہیں۔مگر ہم نے غلطی کھائی اور ہلدی لگا دی جس سے وہ بہت ہی تڑپا اور آخر ہم کو وہ دھونی پڑی۔اس سے ہمارا ایمان تازہ ہوگیا کہ ہم کیسے ضعیف اور عاجز ہیں کہ اپنے قیاس اور فکر سے اتنی بات نہیں نکال سکے اور یہ ماموراور......کی جماعت ایک مشین اور کَل کی طرح ہوتے ہیں جس کے چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔اس کے بلائے بغیر یہ نہیں بولتے۔غرض میرا ایمان ان نشانوں سے بھی پہلے کا ہے اور یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو نشان کے بغیر نہ چھوڑا اسینکڑوں نشان دکھا دیئے۔''

(رسالہ تفسیر سورۂ جمعہ صفحہ ۴۸، ۴۹)(تذکرہ صفحہ ۲۱۳-۲۱۴)

یہ لڑکا اس پیشگوئی کے پانچ سال بعد ۱۵ر فروری ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوا جس کا نام عبدالحیؑ رکھا گیا۔(مرتب)

بیماری سے شفا کے لئے دعا

نومبر ۱۹۰۰ء: حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں:

''میں کئی روز بہت بیمار رہا۔صحت خراب ہوگئی ہے۔تین روز ہوئے بشیر محمود کو سخت بخار ہوا۔فرمایا میں نے دُعا کرنے کا ارادہ کیا تو میرے دل میں آیا کہ آپ (مجھے مخاطب کر کے فرمایا) بیمار ہیں اور مولوی نورالدین صاحب بھی بیمار ہیں۔پھر تینوں کے لئے دُعا کی۔الہام ہوا:

''لِلْاَتْبَاعِ وَالْاَوْلَادِ''

یعنی تیری اولاد اور تیرے پَیروؤں کے حق میں دُعا سُنی گئی۔

(ذکرِ حبیبؑ صفحہ ۲۳۸ مصنفہ حضرت مُفتی محمد صادق صاحب خط حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ۶ر نومبر)(تذکرہ صفحہ ۶۶۴)

۱۹۰۲ء: حضرت مولوی نورالدین صاحب کی طبیعت کل ناساز تھی......فرمایا......
''میں نے دُعا کی کہ بدوں دوا کے شفا دے۔ تو پھر اِذن ہوا کہ ہم نے شفا دی اور شفا ہوگئی۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)(تذکرہ صفحہ ۳۵۵)

۴/نومبر ۱۹۰۴ء: ''۲۵/شعبان ۱۳۲۲ھ بروز جمعہ مقام سرائے بٹالہ بوقت واپسی از سیالکوٹ۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ راجہ گلاب سنگھ راجہ وفات (یافتہ) کشمیر میرے پَیر دبا رہا ہے اور پھر دیکھا کہ بہت سے زیورات سونے کے جمع ہو رہے ہیں اور مولوی نورالدین صاحب نے پوچھا ہے یہ کیسے زیورات ہیں۔ میں نے کہا گوالیار کے راجہ نے خیرات کے لئے بھیجے ہیں اور گوالیار کا راجہ بھی ملنے کے لئے آتا ہے۔''

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۳۱)(تذکرہ صفحہ ۴۳۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے گھوڑے سے گرنے کے بارہ میں رؤیا

۱۹۰۵ء (تقریباً): حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحریر فرمایا:
''عرصہ قریباً پانچ سال یا اس سے زیادہ عرصہ گذرا کہ حضرت صاحب نے اپنا ایک خواب شائع کیا تھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر رہے ہیں جو کہ ۱۸/نومبر ۱۹۱۰ء کو بعینہٖ پوری ہوگئی۔''

(تشحیذ الاذہان جلد ۵ نمبر ۱۱ ماہ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۳۹۹)(تذکرہ صفحہ ۶۷۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جب کہ حضور اُن دنوں تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر تھے اس پیشگوئی کے متعلق لکھا:

''پیشگوئی کا ایسے وقت میں ہونا جب آپ کے پاس کیا، قادیان کے احمدیوں میں سے کسی کے پاس بھی گھوڑا نہ تھا۔ پھر اس عرصہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا فوت بھی ہو جانا اور اس پیشینگوئی کا بالکل ظہور نہ ہونا۔ پھر کسی شخص کا عزیزم عبدالحیٔ سلمہ اللہ تعالیٰ کو گھوڑا ہدیۃً پیش کرنا اور خریدا ہوا نہ ہونا۔ نواب صاحب کے خود آکر ملنے کے باوجود حضرت مولوی صاحب کا وہاں تشریف لے جانا۔ رکابوں کا چھوٹا ہونا اور باوجود کہنے کے آپ کا بچوں کی تکلیف کے خیال سے اُن کے لمبے کرنے سے منع کرنا۔ احباب کا ساتھ چلنے کی خواہش کرنا اور آپ کا روک دینا۔ گھوڑے کا بِدک کر تیز ہو جانا اور دونوں ساتھیوں کا پیچھے رہ جانا اور پھر آپ کا خاص اُس جگہ پر گرنا جہاں پتھر تھے، ایسے عجیب واقعات ہیں کہ سوائے اس کے کہ یقین کیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے خاص ارادے کے ماتحت حضرت صاحب کی پیشینگوئی کو پورا کرنے کے لئے ہوئے ہیں اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔'' (تشحیذ الاذہان جلد ۵ نمبر ۱۱ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۴۰۴)(تذکرہ صفحہ ۶۷۱)

۶/جنوری ۱۹۰۵ء: ''حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب کی طبیعت بہت علیل رہی۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو

درسِ قرآن ملتوی رکھنا پڑا۔آپ کی طبیعت کی ناسازی دیکھ کرحضرت مسیح موعودعلیہ السّلام نے آپ کی صحت کے لئے کثرت سے دعا شروع کی ،تو۶رجنوری کوآپ نے تشریف لاکرفرمایا کہ میں دعا کررہا تھا کہ یہ الہام ہوا:

اِنْ کُنْتُمْ فِی رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِ نَا فَاْتُوْا بِشِفَآءٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ۔‘‘

(ترجمہ از مرتّب)جو کچھ ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہوتواس شفا کی مثل کوئی شفا پیش کرو۔

(البدرجلد۴نمبر۲مورخہ۱۰رجنوری۱۹۰۵ءصفحہ۵)(تذکرہ صفحہ۴۴۰)

۳۰راگست ۱۹۰۵ء:’’مولوی عبدالکریم صاحب کی گردن کے نیچے پُشت پرایک پھوڑا ہے جس کو چیرادیا گیا ہے۔فرمایا: میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی ۔رؤیا میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں۔

فرمایا:ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے۔‘‘

(بدرجلد۱نمبر۲۲مورخہ۳۱راگست ۱۹۰۵ءصفحہ۲۔الحکم جلد۹نمبر۳۱مورخہ۳۱راگست ۱۹۰۵ءصفحہ۱۰)(تذکرہ صفحہ۲ ۴۷-۴۷۳)

۸رستمبر۱۹۰۶ء: رؤیا۔دیکھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ایک کاغذ بھیجا ہے جو پروف کی طرح ہے جو لڑکا لے کرآیا ہے۔وہ کہتا ہے کہ اس کے حاشیہ پرسطر ہے ذرا پڑھ لینا۔اُس کاغذ کے دائیں طرف کے حاشیہ پرلکھا ہے:
دشمن نہایت اضطراب میں ہے۔

(بدرجلد۲نمبر۳۷مورخہ۱۳رستمبر۱۹۰۶ءصفحہ۶۔الحکم جلد۱۰نمبر۳۲مورخہ۱۷رستمبر۱۹۰۶ءصفحہ۱)(تذکرہ صفحہ۵۶۹)

۲۰رجولائی ۱۹۰۷ء:’’حضرت نے ایک خواب میں دیکھا کہ ہمارے مکان میں ایک بکرا ذبح کیا گیا ہے۔ان ایّام میں حضرت مولوی نورالدین صاحب علیل تھے چنانچہ اسی واسطے مولوی صاحب کودوسرے مکان پررکھا گیا۔‘‘

(بدرجلد۶نمبر۳۸مورخہ۱۹رستمبر۱۹۰۷ءصفحہ۵۔الحکم جلد۱۱نمبر۳۳مورخہ۱۷رستمبر۱۹۰۷ءضمیمہ’’ب‘‘)(تذکرہ صفحہ۶۱۴)

ایک شخص دیوانہ وارحملہ کرنے لگا

۱۹۰۸ء:(رؤیا)حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی مندرجہ ذیل رؤیا اپنی تقریر میں بیان فرمائی:

’’چھوٹی......کے اُوپر تخت بچھا ہوا ہے اور میں اُس پر بیٹھا ہوا ہوں اور میرے ساتھ ہی مولوی نورالدین صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ایک شخص (اس کا نام ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں)دیوانہ وارہم پرحملہ کرنے لگا۔میں نے ایک آدمی کو کہا کہ اس کو پکڑ کربیت الذکر سے نکال دواوراس کوسیڑھیوں سے نیچے اُتار دیا۔وہ بھاگتا ہوا چلا گیا اور یادرہے کہ بیت الذکر سے مراد جماعت ہوتی ہے۔‘‘ (برکاتِ خلافت تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صفحہ۳۱)(تذکرہ۶۷۵)

حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل کے بارہ میں

حضرت مصلح موعودؓ کی ایمان افروز روایات

(از: مکرم فضل احمد شاہد صاحب مربی سلسلہ)

قدرت ثانیہ کے مظہر ثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نوراللہ مرقدہٗ کی زندگی کئی پہلوؤں سے منفرد اور مبارک ہے اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے عاشق صادق اور کامل محب اور اطاعت گزار حضرت مولانا حکیم نورالدین کو اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کے حسنِ کردار کا مشاہدہ کیا اور اس کی بہت ہی حسین انداز میں منظرکشی کی۔ ذیل میں وہ مبارک روایات درج کی جاتی ہیں جن میں مختلف انداز سے اس منظرکشی کی تفصیل ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا سب سے پیارا مرید

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے مخلص مریدوں اور رفقاء سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کے خلوص کی بناء پر ان سے پیار کا تعلق رکھتے تھے اس ضمن میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں عام طور پر یہ چرچا رہتا تھا کہ آپ کو زیادہ پیارا کون ہے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ بڑے مولوی صاحب یعنی (حضرت خلیفہ اوّل۔ ناقل) ...... اور بعض چھوٹے مولوی صاحب یعنی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا نام لیتے تھے ہم اس پارٹی میں تھے جو حضرت (خلیفہ اوّل۔ ناقل) کو زیادہ محبوب سمجھتی تھی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ دوپہر کے قریب کا وقت تھا...... میں گھر میں آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے یا حضرت اماں جان بھی شائد وہیں تھیں ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہم پر جو احسانات ہیں ان میں سے ایک حکیم صاحب کا وجود ہے آپ بالعموم حضرت (خلیفہ۔ ناقل) اوّل کو حکیم صاحب کہا کرتے تھے۔ کبھی بڑے مولوی صاحب اور کبھی مولوی نورالدین صاحب بھی کہا کرتے تھے۔ آپ اس وقت کچھ لکھ رہے تھے اور فرمایا کہ ان کی ذات بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے اور یہ ہمارا ناشکرا پن ہوگا۔ اگر اس کو تسلیم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک ایسا عالم دیا ہے جو سارا دن درس دیتا ہے۔ پھر طب بھی کرتا ہے اور جس کے ذریعے سے ہزاروں جانیں بچ جاتی ہیں۔''

(الفضل ۱۰؍ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۶)

مندرجہ بالا روایت سے ملتے جلتے الفاظ دو اور جگہوں پر بھی ہیں ۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :

’’مجھے خوب یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر میں بیٹھے ہوئے تھے ۔حضرت والدہ مکرمہ تھیں اور میں تھا کوئی بات شروع ہوئی ۔آپ نے فرمایا مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اوّل) کا وجود خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے ۔اگر مولوی صاحب اپنی جگہ پر ہوتے تو لوگوں کے لئے مرجع کے طور پر ہوتے ۔کیونکہ بڑے بھاری طبیب اور مخلوق کے بڑے بڑے خیر خواہ ہیں ۔مگر باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں یہ عزت اور یہ رتبہ دیا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں آ گئے اور سلسلہ کا کام اور غریبوں کا علاج کرنے لگے ۔‘‘ (خطبات محمود جلد ۸ صفحہ ۵۲۷)

اسی طرح فرمایا:

’’ایک دفعہ گھر میں حضرت مولوی صاحب کا ذکر آیا تو آپ ان کا نام لے کر دیر تک الحمد للہ! الحمد للہ کرتے رہے اور فرمایا مولوی صاحب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں ان کے ذریعے کئی غریبوں کا علاج ہو جاتا ہے ۔‘‘

(انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۳۵)

حضرت مسیح موعود کا دایاں فرشتہ

وہ دور وہ گھڑیاں کس قدر مبارک تھیں جب خدا کا پیارا مسیح بنفسِ نفیس لوگوں کو برکت بخش رہا تھا اور اس کے عاشق پروانوں کی طرح اس کے گرد جمع ہو رہے تھے ۔اس دور کا تصور کر کے آج بھی دل میں ایک عجیب لذت اور سرور محسوس کیا جا سکتا ہے ۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مقرب رفقاء کا ان الفاظ میں بھی تذکرہ فرمایا:

’’اُن دنوں میں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں فرشتہ کون سا ہے اور بایاں کون سا ہے ۔بعض کہتے مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں اور بعض حضرت اُستاذی المکرم (خلیفہ) اوّل کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں ۔علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت ہی نہ تھی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت (خلیفہ) اوّل مجھ سے کیا کرتے تھے میں نور الدینیوں میں سے تھا۔ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کیا اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی ۔‘‘

(انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۳۶۷)

غیرت ایمانی

سیرت کے ہر واقعہ سے ایک سے زیادہ نتائج اخذ ہوتے ہیں ۔خاکسار ایک روایت ایسی درج کر رہا ہے جس میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ۔’’حضرت خلیفہ اوّل کے متعلق مجھے یاد ہے کہ وہ عبدالحکیم ...... پٹیالوی سے جب وہ احمدی تھا بہت محبت کیا کرتے تھے اور وہ بھی آپ سے بہت تعلق رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اُس نے حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی مخالفت کی تو اس وقت بھی اُس نے یہی لکھا کہ آپ کی جماعت میں سوائے حضرت مولوی نور الدین صاحب کے اور کوئی نہیں جو (رفقاء) کا نمونہ ہو۔ یہ شخص بے شک ایسا ہے جو جماعت کے لئے قابل فخر ہے عبدالحکیم پٹیالوی نے ایک تفسیر بھی لکھی اور اس میں بہت کچھ حضرت خلیفہ اوّل سے پوچھ کر لکھا تھا۔ لیکن جب عبدالحکیم نے اپنے ...... کا اعلان کیا تو میں نے دیکھا آپ نے گھبرا کر اپنے شاگردوں کو بلایا اور ان سے فرمایا۔ جاؤ اور جلدی میرے کتب خانہ میں سے عبدالحکیم کی تفسیر نکال دو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے مجھ پر خدا کی ناراضگی نازل ہو۔ حالانکہ وہ قرآن کریم کی تفسیر تھی اور اس کی بہت سی آیات کی تفسیر اس نے خود آپ سے پوچھ کر لکھی تھی مگر اس وجہ سے ......اس کی لکھی ہوئی تفسیر کو بھی آپ نے اپنے کتب خانہ سے نکلوا دیا۔'' (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۰۷-۵۰۸)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر غیر متزلزل ایمان

مندرجہ بالا روایت جہاں غیرت ایمانی کے مضمون کو بیان کرتی ہے وہاں آپ کے تقویٰ اور خشیت اللہ پر کس قدر حیرت انگیز روشنی ڈالتی ہے۔

حضرت مولانا حکیم نور الدین کو آغاز سے لے کر انجام تک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر ایک ایسا ایمان تھا جسے کوئی زلزلہ جنبش نہ دے سکا اسی تعلق میں ایک روایت درج ذیل ہے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امرتسر میں عیسائیوں سے جو مباحثہ ہوا اور ''جنگ مقدس'' کے نام سے شائع ہوا...... حضرت خلیفہ اوّل فرماتے تھے ایک دفعہ میں گاڑی میں بیٹھا کہیں جا رہا تھا کہ ایک عیسائی نے مجھ سے کہا میں نے مرزا صاحب کا امرتسر والا مباحثہ دیکھا مگر مجھے تو کوئی فائدہ نہ ہوا آپ کے پاس ان کی صداقت کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا یہی مباحثہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی اور آپ کی سچائی کی دلیل ہے۔ عیسائی نے کہا وہ کس طرح آپ نے فرمایا اس طرح کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کو کہا تھا کہ اپنا دعویٰ اور اس کے دلائل اپنی الہامی کتاب سے پیش کرو۔ مگر عیسائی اس کا کوئی جواب نہ دے سکے اگر میں ہوتا تو اُٹھ کر چلا آتا۔ مگر میرا مرزا پندرہ دن تک عیسائیوں کی بیوقوفی کی باتیں سنتا رہا اور ان کو سمجھاتا رہا یہ حضرت مرزا صاحب کا ہی حوصلہ تھا۔''

(انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۴-۱۵۵)

اُس زمانہ کے پیر اور گدی نشین آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے مگر اُن کی بالکل پیش نہ جاتی اس سلسلہ میں یہ روایت بھی دلچسپ ہے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ ایک صوفی طرز کے پیر نے جب سنا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی ہے تو اس نے اپنے ایک مرید کے ذریعہ مجھے کہلا بھیجا کہ مرزا صاحب کو مان کر اور ان کی بیعت کر کے کیا حاصل ہو سکتا ہے اگر آپ میری بیعت کر لیں تو مجھے اتنا کمال حاصل ہے کہ میں آپ کا پہلا سجدہ ہی عرش پر کروا دوں۔ جب اُس کے مرید نے مجھے صوفی کا یہ پیغام سنایا تو میں

نے کہلا بھیجا کہ مجھے عرش پر سجدہ کرنے سے جوتیاں نہ پڑیں گی؟ خدا تعالیٰ کہے گا میں نے زمین پر سجدہ کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور تو آسمان پر سجدہ کرنے آ گیا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۳۲-۳۳)

حضرت مصلح موعودؓ براہین احمدیہ کے اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اور یہ براہین احمدیہ ہی تھی جسے پڑھ کر وہ عظیم الشان انسان جس کی لیاقت اور علمیت کے دوست دشمن قائل تھے اور جس حلقہ میں وہ بیٹھتا تھا خواہ یورپینوں کا ہو یا دیسیوں کا اپنی لیاقت کا سکہ ان سے منواتا تھا آپ کا عاشق وشیدا ہو گیا۔ اور باوجود خود ہی ہزاروں کا معشوق ہونے کے آپ کا عاشق ہونا اس نے اپنا فخر سمجھا۔ میری مراد اُستاذِی المکرم حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سے ہے۔ جو براہین احمدیہ کی اشاعت کے وقت جموں میں مہاراجہ صاحب کے خاص طبیب تھے۔ انہوں نے وہاں ہی براہین احمدیہ پڑھی اور ایسے فریفتہ ہوئے کہ تادم مرگ حضرت صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔'' (انوار العلوم جلد ۳ صفحہ ۳۴۹)

جب کسی سلسلہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے تو اس کے ابتدائی ایام بہت ہی مشکل ہوتے ہیں کسی دعویٰ کا مدعی بہت محتاط ہوتا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ مریدوں کو ٹھوکر نہ لگے مگر حضرت مولانا حکیم نورالدین کو یہ عجیب شرف حاصل ہے کہ ہمیشہ اپنے پختہ ایمان پر قائم رہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

''حضرت خلیفہ اوّل خود سنایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں جموں میں تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس وقت توضیح مرام اور فتح اسلام رسائل چھپوا رہے تھے۔ ان کا کوئی پروف کسی غیر احمدی نے چرایا اور جموں لے آیا۔ وہاں اپنے دوستوں سے کہا کہ میں نے اب نوردین کو قابو کرنے کا سامان کر لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کس طرح قابو کر لیا ہے۔ اس نے کہا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں یہ جانتا ہوں کہ اس کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ضرور ہے۔ اور اب میں نے ایک ایسی بات مرزا صاحب کی پکڑی ہے کہ جس شخص کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہو وہ انہیں کبھی نہیں مان سکتا۔ آخر کچھ لوگ ایک دن اکٹھے ہو کر آئے اور اس شخص نے خلیفہ اوّل سے دریافت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یا نہیں؟ آپ نے کہا ہیں۔ اس نے پوچھا آپ کے بعد کوئی رسول آ سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے کہا نہیں اس نے کہا اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھوں گا اس نے غلطی کی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بے نظیر اطاعت

اس پر اس نے وہ پروف نکال کر سامنے رکھ دیا اور کہا دیکھو! مرزا صاحب ایسا دعویٰ کرتے ہیں خلیفہ اوّل نے کہا کہ اگر مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے تو میں سمجھوں گا میرے معنی غلط ہیں کیونکہ جب آپ کو مامور مان لیا تو پھر میں ہی غلطی پر ہو سکتا ہوں وہ نہیں ہو سکتے۔ یہ سن

کر اس کا رنگ زرد ہو گیا اور اس نے کہا چلو اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔''

(خطبات محمود جلد ۱۴ صفحہ ۲۸۱-۲۸۲)

حضرت مولانا نورالدین حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بیعت سے قبل بھی بہت بڑے عالم تھے۔ اپنے علم اور تقویٰ کے باوجود انہوں نے وقت کے امام کو پہچانا اور پھر بے نظیر اطاعت کے نمونے قائم کئے اس تعلق میں بعض روایات پیش ہیں۔ حضرت مصلح موعود ایک مخلص احمدی کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ''حضرت خلیفہ اوّل کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ ایسی حالت میں آواز دی جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے بھی نماز توڑ دی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔''

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۹)

اسی تعلق میں حضرت مصلح موعود کی یہ روایت بھی بہت دلچسپ ہے۔ فرمایا:

''مجھے یاد ہے 1903ء میں جب ایک شخص عبدالغفور نے جو...... آریہ ہو گیا تھا اور اس نے اپنا نام دھرم پال رکھ لیا تھا ''ترک اسلام'' نامی کتاب لکھی تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس کا جواب لکھا۔ جو ''نورالدین'' کے نام سے شائع ہوا یہ کتاب روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنائی جاتی تھی۔ جب دھرم پال کا یہ اعتراض آیا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ ٹھنڈی ہوئی تھی تو دوسروں کے لئے کیوں نہیں ہوتی اور اس پر حضرت خلیفہ اوّل کا یہ جواب سنایا گیا کہ اس جگہ ''نار'' سے ظاہری آگ مراد نہیں بلکہ مخالفت کی آگ مراد ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس تاویل کی کیا ضرورت ہے مجھے بھی خدا تعالیٰ نے ابراہیم کہا ہے اگر لوگوں کو سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کس طرح ٹھنڈی ہوئی تو وہ مجھے آگ میں ڈال کر دیکھ لیں کہ آیا میں اس آگ میں سے سلامتی کے ساتھ نکل آتا ہوں یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی کتاب ''نورالدین'' میں یہی جواب لکھا اور تحریر فرمایا ''تم ہمارے امام کو آگ میں ڈال کر دیکھ لو۔ یقیناً خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اسے اس آگ سے اُسی طرح محفوظ رکھے گا جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محفوظ رکھا تھا۔'' (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۶۱۴)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی شفقت اور تربیت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حضرت مولانا نورالدین پر شفقت کی بعض مثالیں پیش ہیں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح (الاوّل) میں جس قدر اخلاص تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن انہیں تیز چلنے کی عادت نہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت خلیفہ اوّل بھی ساتھ ہوتے مگر

تھوڑی دور چل کر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیز قدم کر لینے تو حضرت خلیفہ اوّل نے قصبہ کے مشرقی طرف قصبہ کے باہر ایک بڑ کا درخت ہے اس کے نیچے بیٹھ جانا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیر سے واپس آنا تو پھر آپ کے ساتھ ہولینا۔ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ حضرت مولوی صاحب سیر کے لئے نہیں جاتے آپ نے فرمایا وہ تو روز جاتے ہیں۔ اس پر آپ کو بتایا گیا کہ وہ سیر کے لئے ساتھ تو چلتے ہیں لیکن پھر بڑ کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں اور واپسی پر پھر ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ حضرت خلیفہ اوّل کو اپنے ساتھ سیر میں رکھتے اور جب آپ نے تیز ہو جانا اور حضرت خلیفہ اوّل نے بہت پیچھے رہ جانا تو آپ نے چلتے چلتے ٹھہر جانا اور فرمانا مولوی صاحب فلاں بات کس طرح ہے مولوی صاحب تیز تیز چل کر آپ کے پاس پہنچتے اور ساتھ چل پڑتے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے نکل جاتے۔ تھوڑی دور جا کر پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹھہر جاتے اور فرماتے مولوی صاحب! فلاں بات اس اس طرح ہے۔ مولوی صاحب پھر تیزی سے آپ کے پاس پہنچتے اور تیز تیز چلنے کی وجہ سے ہانپنے لگ جاتے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تیس چالیس گز چل کر پھر مولوی صاحب پیچھے رہ جاتے اور آپ پھر کوئی بات کہہ کر مولوی صاحب کو مخاطب فرماتے اور وہ تیزی سے آپ سے آکر مل جاتے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ اس طرح مولوی صاحب کو تیز چلنے کی عادت ہو جائے۔''

(انوار العلوم جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷)

حضرت مولانا نورالدین کا توکّل

حضرت مولانا حکیم نورالدین کا ذکر توکل کے بغیر نامکمل ہے۔ جب بھی آپ کا ذکر آئے گا فوراً آپ کے توکل کے واقعات دماغ میں آنا شروع ہو جائیں گے اور ایک عارف باللہ اور صاحب ایمان لازماً ان واقعات کے ذکر سے جھوم اُٹھے گا۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ ''ہم نے دیکھا ہے حضرت خلیفہ اوّل کے پاس اکثر لوگ اپنی امانتیں رکھواتے تھے اور آپ اس میں سے ضرورت پر خرچ کرتے رہتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اس طرح رزق دیتا رہتا ہے بعض دفعہ ہم نے دیکھا کہ امانت رکھوانے والا آپ کے پاس آتا اور کہتا کہ مجھے روپیہ کی ضرورت ہے میری امانت مجھے واپس دی جائے آپ کی طبیعت بڑی سادہ تھی اور معمولی سے معمولی کاغذ کو بھی آپ ضائع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب کسی نے مطالبہ کرنا تو آپ نے ردی سا کاغذ اُٹھانا اور اس پر اپنے گھر والوں کو لکھ دینا کہ امانت میں سے دوسو روپیہ بھجوا دیا جائے۔ اندر سے بعض دفعہ جواب آتا کہ روپیہ تو خرچ ہو چکا ہے یا اتنے روپے ہیں اور اتنے روپوں کی کمی ہے آپ نے اسے فرمانا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ ابھی روپیہ آجاتا ہے اتنے میں ہم نے دیکھنا

کہ کوئی شخص دھوتی باندھے ہوئے جونا گڑھ یا بمبئی کا رہنے والا چلا آ رہا ہے اور اس نے آ کر اتنا ہی روپیہ آپ کو پیش کر دینا۔ ایک دن تو لطیفہ ہوا۔ کسی نے اپنا روپیہ مانگا اس دن آپ کے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ مگر اسی وقت ایک شخص علاج کے لئے آ گیا اور اس نے ایک پُڑیہ میں کچھ رقم لپیٹ کر آپ کے سامنے رکھ دی حافظ روشن علی صاحب کو علم تھا کہ روپیہ مانگنے والا کتنا روپیہ مانگتا ہے آپ نے حافظ صاحب سے فرمایا دیکھو اس میں کتنی رقم ہے انہوں نے گنا تو کہنے لگے بس اُتنی ہی رقم ہے جتنی رقم کی حضور کو ضرورت تھی آپ نے فرمایا یہ اُس کو دے دو۔'' (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۷۹-۵۸۰)

☆ اسی طرح آپ فرماتے ہیں ''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے ایک دفعہ کوئی شخص اپنا قرضہ لینے آیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اس نے جانے کے لئے اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو تب ایک مریض باہر سے آیا اور ایک تھیلی ساتھ لایا۔ وہ تھیلی بند کی بند لے کر قرض خواہ چلا گیا۔ کسی نے پوچھا۔ کیا ان روپوں کو تم نے گن لیا ہے اس نے کہا اس میں پورے ہی روپے ہیں میں نے دیکھ لئے تھے۔'' (انوار العلوم جلد ۱۴ صفحہ ۳۰۱)

☆ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سخت تنگی کے حالات میں بھی خدا تعالیٰ پر توکل کرتے تھے چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ سے عاشقانہ تعلق

''حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں ایک دفعہ ...... قحط کی وجہ سے مالی کمزوری تھی۔ منتظمین نے فیصلہ کیا کہ جلسہ تین دن کی بجائے دو دن کیا جائے۔ حضرت خلیفہ اوّل کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مجھے لکھا اگرچہ میرا اس انتظام سے تعلق نہ تھا لیکن آپ کا طریق تھا کہ جب دیکھتے جس شخص سے کوئی معاملہ تعلق رکھتا ہے وہ براہ راست ملامت کا متحمل نہیں ہوسکتا تو کسی اور کو مخاطب کر کے سنا دیتے۔ آپ نے مجھے لکھا لَا تَخْشِ عَنْ ذِی الْعَرْشِ اَقْلَالًا یعنی عرش کے مالک سے یہ امید نہ رکھ کہ وہ رزق میں کمی کر دے گا۔ میں نے اس پر ایک نوٹ لکھ کر انجمن میں بھجوا دیا کہ ہمیں اپنا پورا زور لگا دینا چاہئے اللہ تعالیٰ خود برکت ڈالے گا اور میں نے خود چند ایک دوستوں کو ساتھ لے کر یہاں قادیان سے چندہ اکٹھا کیا باہر بھی تحریک کی گئی اور تمام اخراجات پورے ہو گئے۔'' (خطبات محمود جلد ۱۲ صفحہ ۱۹۷-۱۹۸)

حضرت مصلح موعودؓ حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں۔

''میں نے ان لوگوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اندازہ لگایا ہے جو آپ کی صحبت میں رہے۔ میں نے سالہا سال ان کے متعلق دیکھا کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کی وجہ سے اپنی زندگی میں کوئی لطف محسوس نہ ہوتا تھا اور دنیا میں کوئی رونق نظر نہیں آتی تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل جن کے حوصلہ کے متعلق

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے للّٰھی محبت

جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ کتنا مضبوط اور قوی تھا۔ وہ اپنے غموں اور فکروں کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے مگر انہوں نے کئی دفعہ جب کہ آپ اکیلے ہوتے اور کوئی پاس نہ ہوتا مجھے کہا میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی معلوم ہوتا ہے۔ اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔'' (خطبات محمود جلد ۱ صفحہ ۱۴۴-۱۴۵)

حضرت مولانا نورالدین کی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات کے فوراً بعد کیا کیفیت تھی اس کا نقشہ حضرت مصلح موعودؓ نے یوں کھینچا۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو حضرت خلیفہ اوّل کو اس قدر صدمہ ہوا کہ شدت غم کی وجہ سے آپ کے منہ سے بات تک نہیں نکلتی تھی اور ضعف اس قدر تھا کہ کبھی کمر پر ہاتھ رکھتے اور کبھی ماتھے پر ہاتھ رکھتے''

(انوار العلوم جلد ۱۸ صفحہ ۲۴۱)

حضرت مولانا حکیم نورالدین کی عملی زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے محض اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر تعلق قائم کیا اور اس تعلق کی وجہ سے آپ حضرت مسیح موعود کی اولاد سے بھی درجہ بدرجہ محبت رکھتے تھے اس تعلق میں بعض روایات پیش خدمت ہیں۔

☆ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں: ''حضرت خلیفہ اوّل بعض اوقات کوئی بات کہہ دیتے مگر پھر خیال ہوتا کہ وہ شاید مجھے بُری لگی ہے مجھ سے پوچھتے تو میں انکار کرتا مگر آپ فرماتے میاں مجھے خیال تھا کہ شاید بُری لگی ہو۔ عشق است و ہزار بدگمانی مجھے چونکہ آپ سے بہت محبت ہے اس لئے مجھے شبہ رہتا ہے کہ کہیں ناراض تو نہیں ہو گئے۔''

(انوار العلوم جلد ۱۵ صفحہ ۳۷۲)

☆ کہتے ہیں کہ پیاروں کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز ہی پیاری لگتی ہے اس تعلق میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''حضرت (خلیفہ اوّل - ناقل) کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبارک احمد سے بہت پیار رکھتے ہیں اس لئے آپ نے جب دیکھا کہ مبارک احمد فوت ہو رہا ہے تو آپ کو اتنی گھبراہٹ ہوئی کہ آپ کھڑے بھی نہ رہ سکے۔ زمین پر بیٹھ گئے'' (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

لِلّٰہی محبت کے تعلق میں ایک اور ایمان افروز روایت پیش خدمت ہے۔ ''حضرت خلیفہ اوّل جب گھوڑے سے گر کر سخت بیمار ہو گئے اور آپ کی حالت ایسی نازک ہو گئی کہ خیال کیا جاتا تھا شاید آپ جانبر نہ ہو سکیں۔ تو ایک دن جب کہ

آپ کی حالت سخت نازک تھی میں آیا اور سارا دن آپ کے پاس بیٹھا رہا انہی دنوں میرا بیٹا ناصر احمد بھی سخت بیمار تھا۔ شدید قسم کی اسے پیچش تھی بار بار خون آتا......اور اس کی یہ تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ اس کی والدہ نے یہ خیال کیا کہ اب شاید مرنے والا ہے۔ چنانچہ عصر کے قریب ایک آدمی میرے پاس گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ ناصر احمد کی حالت سخت نازک ہے۔ آپ جلدی گھر چلیں میں نے اسے اشارہ کیا کہ واپس چلے جاؤ چنانچہ وہ واپس چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر آدمی آیا اور کہنے لگا کہ جلدی چلیں ناصر احمد کی حالت سخت خراب ہوگئی ہے۔ میں پھر بھی نہ اُٹھا اور اسے اشارہ کر کے واپس کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر آیا اس وقت حضرت خلیفہ اوّل ہوش میں آ چکے تھے۔ اس نے کہا کہ ناصر احمد کی حالت خطرناک ہے جلد آئیں۔ مگر میں پھر بھی نہ اُٹھا اور وہیں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت خلیفہ اوّل نے میری طرف منہ پھیرا اور فرمایا میاں تم گئے نہیں اور پھر کہا تم جانتے ہو وہ کس کی بیماری کی اطلاع دے کر گیا ہے وہ تمہارا بیٹا ہی نہیں وہ حضرت مسیح موعودؑ کا پوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس نکتہ نگاہ سے پیغام پر غور نہیں کیا۔ چنانچہ مَیں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اٹھا اور گھر چلا آیا۔ تو جہاں محبت ہوتی ہے وہاں بعض دفعہ ایک بڑی نسبت کو انسان مدنظر رکھ لیتا ہے۔'' (انوار العلوم جلد ۱۵ صفحہ ۴۱۳-۴۱۴)

☆ حضرت مولانا نور الدین کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اولاد سے اور بالخصوص اُس لڑکے سے خاص محبت تھی جس نے آئندہ مصلح موعود بننا تھا اس کی ایک جھلک اس روایت میں نظر آتی ہے۔ فرمایا۔ ''جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد میں نے ''صادقوں کی روشنی کو کون دور کرسکتا ہے'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تو حضرت خلیفہ اوّل نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب مسیح موعود کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب حضرت مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں؟ محمد حسین صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے اس لئے یہ کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحب نے ان کو لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں تمہاری اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔''

(انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۴۱۲-۴۱۳)

☆ حضرت خلیفہ اوّل حضرتِ محمود سے بڑی توقعات رکھتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ...... تھے مگر دیکھو خیرخواہوں کی نسبت کیسی ہوتی ہے۔ جب میں نے تشحیذ نکالا تو ایک دفعہ ......خلیفہ اوّل کو کہا گیا۔ آپ نے تشحیذ پڑھا ہے؟ انہوں نے کہا پڑھا ہے اچھا لکھا ہے مگر مجھے پسند نہیں آیا کیونکہ

ہمارے ہاں ٹوڈا ۴۲ کی مثال مشہور ہے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ ٹوڈا کیا ہوتا ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا ٹوڈا اونٹ کا بچہ ہوتا ہے اور مثل ہے کہ اونٹ کی قیمت ۴۰ ہو تو اس کے بچے کی قیمت ۴۲ ہونی چاہئے۔ ہم تو تب سمجھتے جب تم مرزا سے بڑھ کر لکھتے۔'' (انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۴۵۶)

☆ حضرت مولانا حکیم نور الدین کو حضرت میاں محمود کی صحت کا خاص خیال رہتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں ماش کی دال کھا رہا تھا کہ مجھے دال کھاتے ہوئے حضرت خلیفہ اوّل نے دیکھ لیا اور فرمانے لگے۔ میاں! دال بھی کوئی کھانے کی چیز ہوتی ہے۔ خبردار پھر کبھی دال نہ کھانا۔'' (سیر روحانی صفحہ ۷۵۵)

حضرت مولانا نورالدین کا بحیثیت استاد تذکرہ

☆ حضرت مصلح موعود حضرت مولانا نور الدین کی شفقتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''حضرت خلیفہ اوّل بہت بڑے عالم تھے اور آپ ساری عمر ہی درس و تدریس میں مشغول رہے اور پھر مجھے بھی آپ نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ پڑھایا اور میری تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھا لیکن اصل سبق جو انہوں نے مجھے دیا اور جس کو میں آج تک نہیں بھولا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے انسان کو اُسی سے علوم سیکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ اپنی ذات میں ایک ایسا نکتہ ہے کہ اس کے لئے میں ان کا جتنا بھی ممنون ہوں کم ہے اور جتنا بھی اس نصیحت پر عمل کیا جائے تھوڑا ہے۔''

(انوار العلوم جلد ۱۸ صفحہ ۲۵۶)

حضرت مولانا نور الدین نے حضرت میاں محمود کو بچپن میں گھوڑے کی سواری کا طریق بتایا۔ فرمایا ''میں بچپن میں جب گھوڑے کی سواری سیکھنے لگا تو حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا میاں! یوں سواری نہیں آتی گھوڑے کی سواری سیکھنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ انسان پہلے گدھے پر بغیر پالان کے چڑھے جب گدھے کی سواری آ جائے تو پھر گھوڑے کی سواری خود بخود آ جاتی ہے اس کے بعد فرمانے لگے ہم نے بھی اسی طرح سواری سیکھی تھی ہم گدھے پر سوار ہوتے تھے تو وہ دولتیاں مارتا تھا اور اچھلتا کودتا تھا ہم بھی خوب اچھلتے اور اُسے مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کی کوشش کرتے اس طرح لاتیں موڑ توڑ کر بیٹھنے کی عادت ہوگئی کہ گدھا لاکھ اُچھلتا کودتا ہم وہیں بیٹھے رہتے۔'' (انوار العلوم جلد ۱۶ صفحہ ۱۳۲-۱۳۳)

حضرت مصلح موعودؓ حضرت مولانا نور الدینؓ کا اس پہلو سے بار بار ذکر فرماتے ہیں کہ وہ آپ کے استاد تھے۔ اس ذکر سے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کی محبت اور تعلیم کے طریق کار کا بھی پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا ہے۔ آپ چونکہ طبیب بھی

تھے اور اس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں۔ اس لئے آپ کا طریق تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے میاں میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔''

(الموعود صفحہ ۷۷)

اسی تسلسل میں آپ فرماتے ہیں: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام بار ہا مجھے صرف یہی فرماتے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب سے پڑھ لو۔ اس کے علاوہ آپ نے مجھے کچھ اور پڑھنے کے لئے کبھی کچھ نہیں کہا۔ ہاں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے۔'' (الموعود صفحہ ۷۸)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ اوّل ہمیشہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میاں تمہاری صحت ایسی نہیں کہ تم خود پڑھ سکو۔ میرے پاس آجایا کرو۔ میں پڑھتا جاؤں گا اور تم سنتے رہا کرو۔ چنانچہ انہوں نے زور دے دے کر پہلے قرآن پڑھایا اور پھر بخاری پڑھادی۔ یہ نہیں کہ آپ نے آہستہ آہستہ مجھے قرآن پڑھایا ہو بلکہ آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ قرآن پڑھتے جاتے۔ اور ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ کرتے جاتے کوئی بات ضروری سمجھتے تو بتا دیتے۔ ورنہ جلدی جلدی پڑھاتے جاتے۔ آپ نے تین مہینہ میں مجھے سارا قرآن پڑھا دیا تھا۔ اس کے بعد پھر کچھ ناغے ہونے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپ نے پھر مجھے کہا کہ میاں مجھ سے بخاری تو پوری پڑھ لو۔ دراصل میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب سے قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی میں نے آپ سے قرآن اور بخاری پڑھنی شروع کر دی تھی گو ناغے ہوتے رہے۔ اسی طرح طب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے ماتحت میں نے آپ سے شروع کر دی تھی......غرض میں نے آپ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ قرآن کریم کی تفسیر آپ نے دو مہینے میں ختم کرا دی۔ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کبھی نصف اور کبھی پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سنا دیتے۔ کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کر دیتے۔ اسی طرح بخاری آپ نے دو تین مہینہ میں مجھے ختم کرا دی۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں آپ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں بھی میں شریک ہو گیا۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔''

(الموعود صفحہ ۸۲ تا ۸۴)

تفسیر کبیر میں آپ نے اپنے عظیم اُستاد کا محبت سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اُستاذی المکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب اللہ ان کے مدارج بلند کرے قرآن انہوں نے ہی مجھے پڑھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اب مجھے بہت علم بخشا ہے بلکہ وہ خود فرماتے تھے کہ میں نے تم سے ایسے ایسے معارف قرآن

کے سنے ہیں جو نہ مجھے معلوم تھے اور نہ پہلی کتب میں درج ہیں لیکن اس کتاب کی چاٹ انہوں نے ہی مجھے لگائی اور اس کی تفسیر کے متعلق صحیح راستہ پر ڈالا اور وہ بنیاد ڈالی جس پر میں عمارت تعمیر کر سکا۔ اس لئے دل ہمیشہ اُن کے لئے دعا گو رہتا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۳۸)

اس مضمون کو دوسری جگہ یوں بیان فرمایا:

''مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں۔ وہ صرف اس کے فضل سے ہے مگر اس فضل کے جذب کرنے میں اُستاذی المکرم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کا بہت سا حصّہ ہے میں چھوٹا تھا اور بیمار رہتا تھا۔ وہ مجھے پکڑ کے اپنے پاس بٹھا لیتے تھے اور اکثر یہ فرماتے تھے کہ میاں تم کو پڑھنے میں تکلیف ہوگی۔ میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ اور اکثر اوقات خود ہی قرآن پڑھتے خود ہی تفسیر بیان کرتے۔ اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی اور اس کی محبت کا شکار بانی سلسلہ احمدیہ نے بنایا۔ بہر حال وہ عاشق قرآن تھے اور ان کا دل چاہتا تھا کہ سب قرآن پڑھیں۔ مجھے قرآن کا ترجمہ پڑھایا اور پھر بخاری کا اور فرمانے لگے۔ لو میاں سب دنیا کے علوم آ گئے۔ ان کے سوا جو کچھ ہے یا زائد یا ان کی تشریح ہے۔ یہ بات ان کی بڑی سچی تھی۔'' (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ج)

مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی کی وجہ سے حضرت مولانا نور الدین جانتے تھے کہ میاں محمود ایک دن اس عظیم پیشگوئی کے مصداق بنیں گے اس لئے آپ نے اس عظیم شاگرد کی شروع سے ہی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ اس ضمن میں یہ روایت بہت دلچسپ اور طالب علموں کے لئے ایک بہت بڑا سبق بھی رکھتی ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے حافظ روشن علی صاحب اور میں دونوں حضرت خلیفہ اوّل سے پڑھا کرتے تھے۔ بعض اور دوست بھی ہمارے اس سبق میں شریک تھے۔ حافظ صاحب کی عادت تھی کہ وہ بات بات پر بال کی کھال اتارنے کی کوشش کرتے اور بڑی سختی سے جرح کرتے تھے۔ ابھی ہم نے بخاری کا سبق شروع ہی کیا تھا اور صرف دو چار سبق ہی ہوئے تھے کہ حضرت خلیفہ اوّل اُن کے سوالوں سے تنگ آ گئے وہ سبق کو چلنے ہی نہیں دیتے تھے۔ پہلے ایک اعتراض کرتے اور جب حضرت خلیفہ اوّل اس کا جواب دیتے تو وہ اس جواب پر اعتراض کر دیتے۔ پھر جواب دیتے تو جواب الجواب پر اعتراض کر دیتے اور اس طرح اُن کے سوالات کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ کہتے ہیں خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ میری عمر اس وقت بیس اکیس سال کی تھی اور طبیعت بھی تیز تھی۔ حافظ صاحب کو سوالات کرتے دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ میں کیوں پیچھے رہوں چنانچہ چوتھے دن میں نے بھی سوالات شروع کر دیئے۔ ایک دن تو حضرت

خلیفہ اوّل چپ رہے مگر دوسرے دن جب میں نے بعض سوالات کئے تو آپ نے فرمایا۔ حافظ صاحب کے لئے سوالات کرنے جائز ہیں تمہارے لئے نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا دیکھو تم بڑی مدت سے مجھ سے ملنے والے ہو اور تم میری طبیعت سے اچھی طرح واقف ہو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں بخیل ہوں۔ یا کوئی علم میرے پاس ایسا ہے جسے میں چھپا کر رکھتا ہوں میں نے کبھی کوئی بات دوسروں سے چھپا کر نہیں رکھی۔ جو کچھ آتا ہے وہ بتا دیا کرتا ہوں۔ اب خواہ تم کتنے اعتراض کرو۔ میں نے تو بہرحال وہی کچھ کہنا ہے جو میں جانتا ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ بتا نہیں سکتا۔ اب کسی بات کے متعلق دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو جو بات میں نے بتائی ہے وہ معقول ہے تم اسے سمجھتے نہیں۔ یا پھر جو بات میں نے بتائی ہے وہ غلط ہے اور تمہارا اعتراض درست ہے۔ اگر جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ غلط ہے تو یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں بددیانتی سے تم کو دھوکہ دینے کے لئے کوئی بات نہیں کہتا۔ جو کچھ کہتا ہوں اسے صحیح سمجھتے ہوئے ہی کہتا ہوں اس صورت میں خواہ تم کتنے اعتراض کرو میں تو وہی کہتا چلا جاؤں گا جو میں نے ایک دفعہ کہا۔ اور اگر میں نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے تو اُس پر اعتراض کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔ ایسی حالت میں اگر تم اعتراض کرو گے تو اس سے تمہاری طبیعت میں ضد پیدا ہوگی فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔ اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ تم سوالات نہ کیا کرو۔ بلکہ خود سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اگر کوئی بات تمہاری سمجھ میں آجائے تو اسے مان لیا کرو۔ اور اگر سمجھ میں نہ آئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ خود تمہیں سمجھائے اور اپنے پاس سے علم عطا فرمائے۔

افضالِ الٰہیہ کے حصول کی کوشش

اس نصیحت کے بعد میں نے پھر حضرت خلیفہ اوّل سے کبھی کوئی سوال نہیں کیا۔ کچھ دن گزرے تو آپ نے حافظ صاحب کو بھی ڈانٹ دیا کہ وہ دوران سبق میں سوالات نہ کیا کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے روزانہ بخاری کا آدھا پارہ پڑھنا شروع کر دیا۔ بے شک اور علوم بھی ہم پڑھتے تھے لیکن بہرحال آدھ پارہ روزانہ تبھی ختم ہوسکتا ہے جب طالب علم اپنے منہ پر مہر لگالے اور وہ فیصلہ کرلے کہ میں نے اُستاد سے کچھ نہیں پوچھنا۔ جو کچھ وہ بتائے گا اسے سنتا چلا جاؤں گا۔ بہرحال حضرت خلیفہ اوّل کے اس روکنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے خود قرآن کریم پر غور کرنا شروع کر دیا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ میں ابھی طالب علم ہی تھا کہ میں نے خود درس دینا شروع کر دیا۔ گویا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے سوالات سے روک کر میرے ذہن کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ مجھے خود بھی قرآن کریم پر غور کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔'' (تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ ۱۰۹-۱۱۰)

حضرت مصلح موعود نے گزشتہ زمانہ کی تعلیم اور دورِ حاضر کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

''آج سے پچاس سال پہلے کی تعلیم نہایت ادنیٰ تھی مگر آج نہایت اعلیٰ تعلیم ہے۔ یہ اعلیٰ تعلیم کس نے بنائی؟ اسی ادنیٰ تعلیم نے بنائی ہے کیونکہ جو پہلے لوگ تھے انہوں نے اپنے شاگردوں کو ایسے اعلیٰ مشورے دیئے کہ وہ ان سے اعلیٰ قابلیت کے مالک ہوئے انہوں نے آگے اپنے شاگردوں کو ایسی قابلیت سے پڑھایا کہ وہ ان سے بھی اعلیٰ قابلیت کے

مالک ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُستاد ادنیٰ اور شاگرد اعلیٰ۔ اگر قانون قدرت یہ ہوتا کہ جتنی قابلیت کا اُستاد ہو اتنی قابلیت کا شاگرد ہوگا تو دنیا کبھی بھی ترقی نہ کرتی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا ترقی کر رہی ہے اُستاد میں نقص ہوتا ہے مگر وہ اپنے شاگردوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ دیکھنا تم میں نقص نہ آئے۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایک دفعہ کوئی بات کہہ رہے تھے کہ دوران گفتگو آپ کی زبان سے ایک سخت لفظ گالی کی قسم کا نکل گیا معاً اسی وقت آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا۔ میاں! ہمیں ایسے اُستاد میسر نہیں آئے جیسے تمہیں ملے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں گالیاں عام تھیں اس لئے کوئی کوئی سخت لفظ ہماری زبان پر اس وقت کا چڑھا ہوا ہے۔ دیکھنا تم ایسا لفظ کبھی زبان سے نہ نکالنا۔'' (خطبات محمود جلد ۱۶ صفحہ ۶۴۶)

وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے قرب کی بلندیوں کو چھونا چاہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے قرب اس کی محبت اور اس کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے ہر موقع پر نئی راہیں تلاش کرتے ہیں اور کسی موقع کو ضائع نہیں کرتے اس سلسلہ میں حضرت مولانا حکیم نورالدین کے متعلق درج ذیل واقعات پیش خدمت ہیں۔

☆ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں ''حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے حج کیا تو میں نے ایک حدیث پڑھی ہوئی تھی کہ جب پہلے پہل خانہ کعبہ نظر آئے تو اس وقت جو دعا کی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے فرمانے لگے اُس وقت میرے دل میں کئی دعاؤں کی خواہش ہوئی لیکن میرے دل میں فوراً خیال پیدا ہوا کہ اگر میں نے یہ دعائیں مانگیں اور قبول ہوگئیں۔ اور پھر کوئی اور ضرورت پیش آئی تو پھر کیا ہوگا۔ پھر تو نہ حج ہوگا اور نہ یہ خانہ کعبہ نظر آئے گا۔ کہنے لگے تب میں نے سوچ کر یہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں کہ یا اللہ میں تو جو دعا کیا کروں وہ قبول ہوا کرے تا کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

☆ افضال الٰہیہ کو جذب کرنے کی ایک کوشش کا ذکر حضرت مصلح موعود کی زبانی سنیئے آپ فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ طالب علمی کے زمانہ میں میرے پاس دو اچھی صدریاں تھیں۔ ان میں سے ایک صدری چوری ہوگئی اور میرے دل کو بڑی تکلیف ہوئی میں نے فوراً دوسری صدری بھی نکال کر خدا کی راہ میں دے دی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مہینہ کے اندر اندر خدا تعالیٰ نے مجھے اتنا روپیہ دیا کہ مجھ پر حج فرض ہو گیا اور کئی سال مکہ میں رہ کر میں نے اسی سے تعلیم پائی۔'' (المصلح۔ کراچی یکم مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۵)

☆ افضالِ الٰہیہ کے حصول کا طریق۔ صدقات فی سبیل اللہ بھی ہیں۔ نیز قرآن کریم میں سورۃ بقرہ کی آیت 178 میں متقیوں کی تعریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ غلام آزاد کرتے ہیں۔ اس تعلق میں حضرت مصلح موعود کی یہ روایت بہت ایمان افروز ہے فرمایا ''حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہر قسم کے صدقات دیئے لیکن غلام آزاد کرنے کا موقعہ نہیں ملا میں جب حج کے لئے مکہ گیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ اگر سو دو سو روپیہ میں کوئی غلام مل جائے تو میری طرف سے

آزاد کر دینا۔ مگر مجھے کوئی غلام نہ ملا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی بھی توفیق عطا فرما دی۔ چنانچہ مرزا محمد اشرف صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ کی روایت ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے دو غلام آزاد کروا دیئے تھے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۵۵)

لوگوں کی تربیت کا انداز

☆ وہ لوگ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں وہ معمولی کام کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں مگر حضرت مولانا نورالدین کی ذات مجسم انکسار اور سادگی کا نمونہ تھی اور جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو انکسار پسند ہے اس تعلق میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت خلیفہ اوّل جب درس دے کر واپس آتے تو اُن دنوں جلانے کے لئے گڈوں پر اُپلے آیا کرتے تھے مجھے دو تین مواقع ایسے یاد ہیں کہ چھوٹی بیت کی سیڑھیوں کے پاس چوک میں وہ اُپلے پڑے ہوتے۔ بارش کے آثار ہوتے تو خادم ان سے کہتا کہ دو چار آدمی دے دیں تا کہ ان کو اندر رکھ لیں۔ آپ فرماتے کہ چلو ہم آدمی بن جاتے ہیں اور قرآن شریف کسی کے ہاتھ میں دے کر اُپلے اُٹھانے لگ جاتے اور پھر دوسرے لوگ بھی شامل ہو جاتے۔''

(انوار العلوم جلد ۱۵ صفحہ ۳۷۶)

☆ ایک عارف باللہ نیکی کو اُس وقت نیکی سمجھتا ہے جب وہ خدا کے فضلوں کو ساتھ ساتھ نازل ہوتے دیکھ رہا ہوتا ہے اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود حضرت مولانا نورالدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ اوّل کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے بیماری کی حالت میں روزہ رکھ لیا تو اس سے شہوانی طاقت کو بہت ضعف پہنچ گیا۔ بیسیوں لوگوں کو میرے علاج سے فائدہ ہوتا تھا مگر مجھے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر میں نے سوچا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر شروع کرنا چاہئے چنانچہ میں نے کثرت سے تسبیح وتحمید کی تو شفا ہو گئی۔''

(انوار العلوم جلد ۱ صفحہ ۶۰۰)

☆ خدا تعالیٰ کی شکر گزاری بھی ایک ایسا وصف ہے جس کے ذریعہ انسان خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرتا ہے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ لوگ موٹے ہونٹوں کو ناپسند کرتے ہیں مگر میرے لئے تو موٹے ہونٹ خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی رحمت کا موجب بن گئے ہیں۔ میرے دانت سب گر چکے ہیں مگر موٹے ہونٹوں کی وجہ سے میں اب بھی خوب اونچی آواز سے بول سکتا ہوں۔'' (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۱۸-۶۱۹)

انبیاء اور ان کے جانشینوں کا انداز تربیت بھی لطیف اور نرالا اور موقع ومحل کے مطابق ہوتا ہے اس سلسلہ میں دو

روایات پیش ہیں۔

☆ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''میرے اُستاد حضرت خلیفہ اوّل اپنے جود وسخا کی وجہ سے مشہور تھے اور لوگ آپ کے پاس اس غرض کے لئے آتے رہتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص دہلی سے آیا کہ میری لڑکی کی شادی ہے آپ نے فرمایا کہ میں اس قدر روپیہ تمہاری لڑکی کی شادی کے لئے دوں گا جس قدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی پر خرچ کیا۔ اس نے کہا کہ میری تو ناک کٹ جائے گی حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو نہ کٹی اور تمہاری باوجود کٹ جانے کے کہ تم مانگنے کے لئے یہاں آئے ہو ایسی شادی کرتے ہوئے کٹتی ہے۔'' (انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۳۲)

انوار و برکات کا نزول

☆ جماعت کے افراد کی تربیت کے حوالہ سے درج ذیل روایت بہت ایمان افروز ہے۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل کے وقت میں جب میر محمد اسحاق صاحب کی تعلیم کا زمانہ آیا......تو ہمارے نانا جان مرحوم نے حضرت خلیفہ اوّل سے مشورہ لیا کہ اسے کیا پڑھایا جائے۔ آپ نے فرمایا اس کو دینی تعلیم دلوایئے۔ ایک بیٹے کو تو آپ نے دنیا پڑھائی ہے اس کو دینی تعلیم دلواویں۔ اس پر نانا جان مرحوم نے اپنی طرف سے یا نانی اماں کی طرف سے کہا کہ پھر تو یہ اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پلے گا۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا خدا بعض دفعہ ایک شخص کو دوسرے کی خاطر روٹی دیتا ہے آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ اگر یہ دینی خدمت میں مشغول رہا تو اپنے بھائی کے ٹکڑوں پر پلے گا۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ دین کی خدمت کرے گا تو اس کے طفیل اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کی روزی میں بھی برکت پیدا کر دے گا۔'' (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۶)

☆ تیمار داری کے بھی آداب ہیں حضرت مصلح موعود حضرت مولانا نور الدین کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ جب تیمار داروں سے تکلیف محسوس کرتے تو کس طرح سمجھاتے۔ فرمایا:

''میں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے حضرت خلیفہ اوّل بیماری کی حالت میں بیٹھے بیٹھے جب لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے تو فرماتے۔ دوست اب تشریف لے جائیں اس پر پچاس فیصدی کے قریب لوگ تو چلے جاتے اور باقی بیٹھے رہتے۔ پانچ دس منٹ انتظار کرنے کے بعد جب آپ زیادہ تکلیف محسوس کرتے تو فرماتے آپ سب لوگ چلے جائیں مجھے تکلیف ہے اس پر پھر کچھ چلے جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے مجھے یاد ہے ہمیشہ تیسری بار ایسے موقع پر حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے اب نمبر دار بھی چلے جائیں کیونکہ نمبر دار وہی ہوتے ہیں جو سمجھتے

بھیرہ کا ایک واقعہ

ہیں کہ ہم مخاطب نہیں تو آپ ہمیشہ یہ فقرہ کہا کرتے تھے۔''

(خطباتِ محمود جلد ۴ صفحہ ۲۰۲)

☆ حضرت مصلح موعود احساس ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا حکیم نورالدین کے بارہ میں ایک روایت یوں بیان فرماتے ہیں ''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک دفعہ کسی شخص کو ایک رقعہ دیا کہ فلاں جگہ پہنچادو مگر کچھ دیر کے بعد آپ نے اسے وہیں پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا کیا ہوا رقعہ پہنچا آئے اس نے جواب دیا حضور ابھی کوئی آدمی نہیں ملا آپ نے فرمایا۔ تھوڑی دیر کے لئے تم خود ہی آدمی بن جاتے تو کیا حرج تھا۔ غرض کام اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ہر انسان یہ سمجھ لے کہ میں ہی وہ آدمی ہوں جس کے سپرد یہ کام ہے اگر اکیلا ہے تو اسے تو اور بھی زیادہ خوش ہونا چاہئے کہ مجھے ثواب کا موقع مل گیا۔'' (خطباتِ محمود جلد ۱۲ صفحہ ۴۰۵)

حضرت مصلح موعود نے انوار و برکات کے نزول کے بارہ میں اپنا ایک تجربہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقررہ سنت ہے اور اس نے خود اس کا تجربہ کیا ہے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھا ہے کہ خود بخود سوال حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے وجودوں میں وہ برکات اور انوار الٰہی ہوتے ہیں جن کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔'' (انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۳۸)

☆ فتنہ منافقین کے ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے ایک دفعہ فجر کی نماز پڑھائی جس میں سورۃ بروج کی تلاوت کی اس موقع پر نمازیوں کی کیفیت کا نقشہ حضرت مصلح موعود نے یوں کھینچا۔

''اس وقت تمام جماعت کا عجیب حال ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہے (آیت 11 مراد ہے جس میں فتنہ کرنے والوں کا ذکر ہے۔ ناقل) اور ہر ایک شخص کا دل خشیۃ اللہ سے بھر گیا...... باوجود سخت ضبط کے بعض لوگوں کی چیخیں اس زور سے نکل جاتی تھیں کہ شاید کسی ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر بھی اس طرح کرب کا اظہار نہ کیا ہوگا۔ اور رونے سے تو کوئی شخص بھی خالی نہیں تھا۔ خود حضرت کی آواز بھی شدت گریہ سے رُک گئی اور کچھ اس قسم کا جوش پیدا ہوا کہ آپ نے پھر ایک دفعہ اس آیت کو دہرایا اور تمام جماعت نیم بسمل ہوگئی اور شاید ان لوگوں کے سوا جن کے لئے ازل سے شقاوت کا فیصلہ ہوگیا تھا۔ سب کے دل دھل گئے اور ایمان دلوں میں گڑ گیا اور نفسانیت بالکل نکل گئی وہ ایک آسمانی نشان تھا جو ہم نے دیکھا اور تائید غیبی تھی جو مشاہدہ کی''

نواسی سے شفقت

ایک دلچسپ روایت

(انوار العلوم جلد ۶ صفحہ ۱۹۱)

حضرت مصلح موعود نے حضرت مولانا نورالدین کا ایک واقعہ اُس زمانے کا لکھا ہے جب آپ تعلیم سے فارغ ہوکر بھیرہ میں تشریف لائے فرماتے ہیں ''حضرت خلیفہ اوّل سنایا کرتے تھے کہ جب آپ تعلیم سے فارغ ہوکر نئے نئے بھیرہ میں آئے تو بعض مولویوں نے شور مچانا شروع کردیا کہ یہ وہابی ہیں اور بعض نے آپ کے خلاف کفر کے فتوے کی تحریک شروع کردی۔ اُس وقت اس علاقہ میں ایک معزز پیر صاحب تھے جن کا بھیرہ اور اس کے نواح میں بہت اثر تھا فتویٰ کفر شائع کرنے والے اُن کے پاس بھی گئے کہ دستخط کردیں۔ باقی مولویوں سے تو حضرت...... کے دوست نہ ڈرتے تھے مگر ان پیر صاحب کے متعلق انہیں ضرور خیال تھا کہ اگر یہ بھی مولویوں کے ساتھ مل گئے تو فساد بڑھ جائے گا اس لئے آپ کے دوستوں میں سے ایک زیرک دوست پیر صاحب کے پاس پہنچے اور کہا سنا ہے مولوی لوگ آپ سے فتویٰ لینے آئے تھے پیر صاحب نے کہا کہ ہاں آئے تھے اور جو باتیں وہ کہتے تھے ٹھیک ہیں اور میرا ارادہ ہے کہ فتویٰ دے دوں۔ اس پر اُس دوست نے کہا کہ آپ تو پیر ہیں اور سب نے آپ کو سلام کرنا ہے نورالدین خواہ کچھ ہو آپ کو سلام تو ضرور کرتا ہے اور اگر آپ نے فتویٰ دے دیا تو وہ اور ان کے دوست آئندہ آپ کو سلام نہیں کریں گے اس پر پیر صاحب گھبرا گئے اور کہنے لگے بھلا ہم پیروں کا فتووں سے کیا تعلق۔ آپ مولوی صاحب سے کہہ دیں کہ سلام نہ چھوڑیں اُس دوست نے آکر حضرت خلیفہ اوّل سے کہا کہ میں اس طرح کر آیا ہوں اور اب پیر صاحب چاہیں گے کہ آپ اُن کو سلام کریں۔ آپ نے فرمایا ہمارا کیا حرج ہے کہ کردیں گے۔ چنانچہ وہ دوست پھر پیر صاحب کے پاس گئے اور پیر صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پیر صاحب بڑے آدمی ہیں ہم ان کو سلام کیوں نہ کریں گے اس پر پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اچھا ہم فلاں روز اس طرف سے گزریں گے مولوی صاحب سے کہنا کہ ضرور سلام کریں۔ چنانچہ پیر صاحب مولوی صاحب کے مطب کے سامنے سے گزرے اور حضرت مولوی صاحب نے اپنے دوستوں سمیت باہر نکل کر ان کو سلام کیا۔ پیر صاحب نے گھوڑا کھڑا کرلیا اور حضرت مولوی صاحب سے باتیں کرنے لگے کہ دیکھو ہمارے پاس مولوی لوگ فتویٰ کے لئے آئے تھے مگر ہم نے انکار کردیا کہ ہم کو ان باتوں سے کیا تعلق ہے ہمیں سب نے سلام کرنا ہوا۔ یہ واقعہ شہر میں پھیل گیا اور پیر صاحب کے مرید اس تحریک سے الگ ہوگئے اور مخالفت کا زور ٹوٹ گیا۔''

قبض و بسط کا ایک واقعہ

(تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۵۴-۱۵۵)

عظیم طبیب

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں ''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نواسی ہاجرہ فوت ہوئی ہیں حضرت خلیفہ اوّل کو ان سے خاص اُنس تھا۔ میں نے دیکھا اپنے بچوں کی طرح رکھتے اور جب اپنے بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو اُن کے لئے بھی بناتے'' (انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۱۷)

حضرت مصلح موعود حضرت مولانا نورالدین کی ایک دلچسپ روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں ایسی پہنچی ہیں جن کا سلسلہ اسناد بغیر کسی وقفہ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔'' (انوار العلوم جلد ۱۵ صفحہ ۴۲۲)

قبض اور بسط دو روحانی اصطلاحیں ہیں بسط کی حالت میں انسان کو اعمال صالحہ اور خدا کی محبت میں غیر معمولی لذت اور جوش محسوس ہوتا ہے جب کہ قبض میں بہت بے ذوقی کی کیفیت ہوتی ہے یہ حالت عام اور خاص مومنوں پر آتی ہے مگر مقربین کی قبض عام مومنوں سے مختلف ہوتی ہے اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں ''حضرت خلیفہ اوّل قبض اور بسط کی ایک عجیب حالت کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ پہلی بیوی سے آپ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو آپ کو بہت پیارا تھا۔ اس وقت آپ اچھے عہدہ پر تھے آسودگی تھی اس بچہ کی بہت خاطر کی جاتی تھی جب وہ کچھ بڑا ہوا تو ایک دن اس نے کہا گھوڑا لے دیں میں اس پر سوار ہوا کروں گا وہ کچھ بیمار تھا آپ اُسے دوائی دے کر مکان سے باہر آئے اور ایک آدمی کو بلا کر سمجھا رہے تھے کہ اس قسم کا گھوڑا خرید لاؤ کہ ایک لڑکی اندر سے آئی جس نے کہا لڑکا فوت ہو گیا ہے آپ نے جو دوائی اسے دی اس سے اسے اچھو آ گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی جان نکل گئی۔ آپ فرماتے اس وقت مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ دماغ کی حالت مختل سی ہو گئی اور جب نماز کا وقت آیا، غالباً مغرب کی نماز کا وقت تھا کہ اس وقت طبیعت پر بڑا بوجھ تھا کہ اتنی دعائیں کیں مگر بچہ فوت ہو گیا آخر جب نماز کے لئے کھڑا ہوا اور سورۃ فاتحہ پڑھنے لگا تو سخت قبض کی حالت تھی۔ میں نے سمجھا خدا تعالیٰ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین کہو مگر میں کس منہ سے کہوں۔ ایک ہی بچہ تھا وہ بھی مر گیا ایسی حالت میں اگر میں الحمد للہ کہوں گا تو یہ منافقت ہو گی۔ اس وجہ سے میں خاموش کھڑا رہا اور مقتدی حیران کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد یک دم زور سے میں نے الحمد للہ رب العالمین کہہ کر سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی نماز کے بعد مقتدیوں نے پوچھا آج کیا ہوا۔ پہلے تو آپ خاموش کھڑے رہے پھر جھٹکا کے ساتھ سورۃ فاتحہ شروع کی۔ اس پر آپ نے ان کو وہ کیفیت بتائی جس کی وجہ سے خاموش رہے پھر فرمایا آخر مجھے خیال آیا نور الدین تجھے کیا معلوم یہ لڑکا بڑا ہو کر چور ہوتا یا فریبی ہوتا اس طرح تیرے لئے دکھ اور رنج کا موجب بنتا یہ خیال آتے ہی بے اختیار زبان سے الحمد للہ نکل گیا۔'' (انوار العلوم جلد ۱۴ صفحہ ۵۳۵)

حضرت مولانا حکیم نور الدین بہت ہی مشہور طبیب تھے اور آپ کی دعاؤں نے آپ کی طب کو چار چاند لگا دیئے اس پہلو سے حضرت مصلح موعود کی بعض روایات پیش ہیں۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے درمیان آپس میں اسی بات پر بحث چھڑ گئی حضرت خلیفہ اوّل فرماتے کہ خوبصورتی کا پہچاننا آسان نہیں۔ ہر شخص کی نگاہ حسن کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتی یہ صرف طبیب ہی پہچان سکتا ہے کہ کون خوبصورت ہے اور کون بد

صورت مگر مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے تھے کہ یہ کون سی مشکل بات ہے ہر آنکھ انسانی خوبصورتی کو پہچان سکتی ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل کا نقطہ نگاہ یہ تھا کہ بے شک ہر نگاہ حسن کو اپنے طور پر پہچان لیتی ہے مگر اس شناخت میں بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور طبیب ہی سمجھ سکتا ہے کہ کون واقعہ میں خوبصورت ہے اور کون محض اوپر سے خوبصورت نظر آرہا ہے اسی گفتگو میں حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کیا آپ کے نزدیک یہاں کوئی مرد خوبصورت بھی ہے انہوں نے ایک نوجوان کا نام لیا جو اتفاقاً اُس وقت سامنے آ گیا تھا کہنے لگے میرے خیال میں یہ خوبصورت ہے حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا آپ کی نگاہ میں تو یہ خوبصورت ہے مگر دراصل اس کی ہڈیوں میں نقص ہے پھر آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا۔ میاں ذرا قمیض تو اُٹھانا۔ اس نے قمیض اُٹھائی تو ٹیڑھی ہڈیوں کی ایسی بھیانک شکل نظر آئی کہ مولوی عبدالکریم صاحب کہنے لگے۔ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ**۔ مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ اس کے جسم کی بناوٹ میں یہ نقص ہے میں اس کا چہرہ دیکھ کر ہی اسے خوبصورت سمجھتا تھا۔''

حضرت مولانا نورالدین کے اخلاق وعادات

(خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۴-۱۵۵)

☆ حضرت مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے وسیع تجربات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے سنا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا علاج پیسہ دھیلہ یا دمڑی سے نہ ہو سکتا ہو آپ ایک بزرگ صوفی کا ذکر کرتے تھے جنہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے کہ انسانی بیماریوں کا علاج انسان کے جسم کے اندر ہی موجود ہے بعض بیماریوں کا علاج بال ہیں اور بعض کا علاج کان کی میل ہی ہے۔ آنکھ کی بعض بیماریوں میں کان کی میل بہت فائدہ دیتی ہے لیکن آج کل ڈاکٹر مریضوں کا بہت سا روپیہ علاج پر خرچ کراتے ہیں۔'' (خطباتِ محمود جلد ۱۵ صفحہ ۴۲۰)

☆ حضرت مصلح موعود نے ایک دلچسپ روایت یہ بیان فرمائی ''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ ایک امیر نے آپ کے پاس شکایت کی کہ مجھے بھوک نہیں لگتی۔ معدہ خراب ہے اور بہت دوائیاں استعمال کی ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تم کیا کھاتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں ہر طرح کوشش کرتا ہوں کہ کوئی چیز میری طبیعت کے موافق ہو تو میں پیٹ بھر کر کھاؤں اور اسی غرض سے میرے دسترخوان پر تیس چالیس کھانے آتے ہیں اور میں سب کو چکھتا ہوں کہ کونسا مزیدار ہے تا اسے کھاؤں مگر باوجود اعلیٰ سے اعلیٰ کھانوں کی موجودگی کے کسی چیز کے کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ حالانکہ بات یہ تھی کہ اتنے کھانے چکھنے سے ہی اس کا پیٹ بھر جاتا تھا۔ اگر ہر ایک کھانے سے چکھنے کے لئے دو دو لقمے بھی لے تو اسّی لقمے ہو گئے اور اسّی لقمے کھانے کے بعد انسان اور کیا کھائے گا آپ فرماتے تھے کہ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ تمہاری سوء ہضمی کا علاج بہت مشکل ہے اور میرے پاس اس کا کوئی

علاج نہیں اس چکھنے کو آپ چکھنا کہتے ہیں حالانکہ سو کے قریب لقمے اس طرح کھا جاتے ہیں۔‘‘ (خطباتِ محمود جلد ۱۵ صفحہ ۴۷۶)

طبابت کے ذکر میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعودؑ کو بھی بہت سے اسی قسم کے لوگوں نے مانا ہے جو اپنے حلقہ میں خاص عزت و احترام رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت مولوی نورالدین صاحب ایک ایسے شخص تھے جن کو تمام ہندوستان میں کم و بیش لوگ خوب جانتے اور آپ کی قابلیت کو تسلیم کئے ہوئے تھے۔ اور خصوصاً آپ علم طب میں ایسے شہرہ آفاق تھے کہ جس کی نظیر نہیں۔ اور طبّ وہ علم ہے کہ جس سے جنون کو خوب پہچانا جاسکتا ہے۔ پس آپ کا حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کو تسلیم کرنا ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ مجنون نہ تھے۔ کیونکہ اگر مجنون ہوتے تو وہ شخص جس کی طبّی قابلیت خاص طور پر مشہور تھی اور جو اپنے پیشہ میں فرد تھا اس کو وہ تسلیم نہ کرتا لیکن اس نے ایسا تسلیم کیا کہ سب کچھ چھوڑ کر اس کے پاس آ بیٹھا اور یہیں اپنی زندگی کو ختم کر دیا۔‘‘ (خطباتِ محمود جلد ۵ صفحہ ۳۴۷-۳۴۸)

بعض باتیں بظاہر چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان سے بہت اہم نتائج اخذ ہوتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت مولانا نورالدین کی ایسی باتیں درج کی جاتی ہیں جن سے آپ کے اخلاق و عادات پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

’’میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کتنا ہی کوئی دکھ ہو یا تکلیف ہو آپ گھبراتے نہ تھے اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح (خدا کی آپ پر ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں) کو میں نے دیکھا ہے آپ بھی کبھی کسی مشکل اور کسی دکھ سے گھبراتے نہیں تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ دنیاوی دکھ اور مصیبتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔‘‘

(خطباتِ محمود خطبات جمعہ جلد اوّل صفحہ ۵۵)

☆ تقویٰ کا اعلیٰ مقام رکھنے والے ہر معاملہ میں محتاط، سادہ اور کفایت شعار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’حضرت خلیفہ اوّل مستعمل لفافوں سے ہی بہت سے کام لے لیا کرتے تھے اور انہی پر رقعہ جات وغیرہ لکھ دیا کرتے تھے اس زمانہ کے نوتعلیم یافتہ لوگ تو اُسے شاید خِسّت کہیں مگر قومی کاموں کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے یہ خِسّت نہیں بلکہ دردِ دلی پر دلالت کرنے والی بات ہے۔ یہ خدائی روپیہ ہے کیونکہ ثواب کے لئے دیا جاتا ہے اس لئے اپنے روپیہ سے بہت زیادہ حفاظت اس کی کرنی چاہئے اور ہر شعبہ میں کفایت سے کام لینا چاہئے۔‘‘ (خطباتِ محمود جلد ۱۲ صفحہ ۵۱۵)

حضرت خلیفہ اوّل کی یاد میں

تبحرّ۔ تصوّف۔ توکّل اور تواضع کا بلند مقام

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

نومبر 1950ء کا دن بہت مبارک دن تھا اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بھیرہ تشریف لے گئے تھے اور وہاں جا کر احبابِ جماعت کی کثیر تعداد کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (......) کے مکان اور بیت الذکر میں اجتماعی دعا فرمائی۔ یہ ایک خاص موقع تھا۔ اور گو یہ خاکسار بعض مجبوریوں کی وجہ سے اس مبارک تقریب میں شامل نہیں ہو سکا۔ مگر جس طرح بعض مدینہ میں رُک جانے والے اصحاب ثواب کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفروں میں آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ اسی طرح میری روح بھی محسوس کرتی تھی کہ میں بھی اس دن لاہور میں رکے ہوئے ہونے کے باوجود اس تقریب میں شرکت کا ثواب پا رہا ہوں میں نے اس دن حضرت خلیفہ اوّل (......) کے لئے بہت دعا مانگی۔ آپ کے تصور سے قرآن شریف کی تلاوت کی اور دن کے بیشتر حصوں میں آپ کے اوصاف حسنہ پر غور کرتا رہا۔

اس تقریب نے میرے دل میں حضرت خلیفہ اوّل (......) کی یاد تازہ کر کے مجھے تحریک کی ہے کہ میں آپ کے اوصاف حمیدہ کے متلعق ایک مختصر سا مضمون لکھ کر ہدیہ ناظرین کروں تا اگر خدا چاہے تو یہ مضمون دوستوں کے دل میں نیکی کا محرک بن کر ان کے لئے موجب سعادت اور میرے لئے باعث ثواب ومغفرت ہو۔ **و انما الاعمال باالنیّات و کل امرءٍ مانویٰ۔**

جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اوّل (......) بھیرہ ضلع شاہ پور کے رہنے والے تھے آپ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام علم دین اور علمِ طب کے سیکھنے میں خرچ کئے۔ اور انہی ایام میں حج بیت اللہ کا شرف بھی حاصل کیا اور چونکہ طبیعت نہایت درجہ نیک اور سادہ تھی اور ذہن انتہائی طور پر زیرک اور رسا پایا تھا اس لئے ظاہری علم نے باطنی جوہر کے ساتھ مل کر آپ میں ایک خاص قسم کی شان پیدا کر دی تھی۔ میں اپنے ذوق کے مطابق آپ کی اس شان کو مربع ت کے ذریعہ ظاہر کیا کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے کسبی اور وہبی اور دلی اور دماغی کمالات کا خلاصہ ان چار قسم کے ت میں آ جاتا ہے۔ یعنی تبحر۔ تصوف۔ توکل اور تواضع۔

ظاہری علم کی تحصیل سے فارغ ہو کر حضرت خلیفہ اوّل نے ریاست جموں کشمیر میں شاہی طبیب کے طور پر ملازمت

اختیار کی اور اس خدمتِ خلق میں وہ شان پیدا کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے راجہ اور پرجا ہر دو کے دل میں گھر کر لیا۔ حتیٰ کہ کشمیر کے موجودہ راجہ کے والد (جو اپنے زمانہ کے راجہ صاحب کے بھائی تھے) کے ساتھ حضرت خلیفہ اوّل ...... کے تعلقات تو گویا بالکل دوستوں کی طرح ہو گئے اور یہی دوستی بالآخر اندرونی رقابتوں کی وجہ سے حضرت خلیفہ اوّل کے اخراج از کشمیر کا باعث بنی۔ مگر آپ کا یہ اخراج قدرت کی ایک مخفی تار تھی جس نے آپ کو کشمیر سے نکال کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور اس کے بعد آپ ہمیشہ کے لئے قادیان ہی کے ہو گئے۔ اور ایک پاک مٹی کا دوسری پاک مٹی سے جوڑ مل گیا۔ حضرت خلیفہ اوّل (......) اپنے زمانۂ کشمیر کے واقعات درس وغیرہ کے موقعہ پر اپنے مخصوص انداز میں اکثر سنایا کرتے تھے۔

ابھی آپ کشمیر میں ہی تھے کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ غائبانہ تعارف حاصل ہوا جس کا موقعہ غالباً براہین احمدیہ کے ابتدائی حصہ کی اشاعت کے ذریعہ میسر آیا تھا اور اس کے بعد غائبانہ رنگ میں ہی خط و کتابت کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ جو مزید حسنِ ظن اور جذب و کشش کا باعث بنا۔ اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف مجدّد ہونے کا دعویٰ تھا۔ اور ابھی سلسلہ بیعت بھی شروع نہیں ہوا تھا اور نہ کوئی جماعت تھی۔ اسی زمانہ میں حضرت خلیفہ اوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ یہ اس روحانی استاد و شاگرد کی پہلی ملاقات تھی اور حضرت خلیفہ اوّل اپنے درسوں وغیرہ میں اس ملاقات کا ذکر بڑی محبت اور شوق کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جب میں پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کی غرض سے قادیان گیا تو بٹالہ سے یکہ میں بیٹھ کر قادیان پہنچا۔ جب میں ...... مبارک والے چوک میں پہنچا تو میں نے یکہ سے اترتے ہی ایک شخص سے پوچھا کہ ''مرزا صاحب کہاں ہیں۔''؟ اس وقت چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گویا گمنامی کی حالت میں تھے۔ اور مقامی طور پر تو بہت ہی کم لوگ حضور کو جانتے تھے۔ اور قادیان میں حضور کے چچا زاد بھائی مرزا امام دین صاحب اور مرزا نظام دین صاحب ہی مشہور و معروف تھے اس لئے اس شخص نے یہ سمجھ کر کہ یہ نو وارد انسان غالباً ان مرزا صاحبان کے متعلق پوچھتا ہوگا ان کے دیوان خانہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اندر چلے جاؤ مرزا صاحب یہیں بیٹھے ہوں گے۔ حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو آگے بڑھ کر دیوان خانہ میں جھانکا تو وہاں صحن میں یہ ہر دو ''مرزئے''، مجلس جمائے بیٹھے تھے اور پرانے زمیندارہ طریق پر ان کے ارد گرد بعض دوسرے لوگ بھی جمع تھے۔ اور حقہ کا دور چل رہا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل ......فرماتے تھے کہ اس نظارہ کو دیکھ کر مجھے ایسا دھکا لگا کہ میں نے فوراً پلٹ کر یکہ والے کو آواز دی کہ تم ابھی ٹھہرو میں بھی شاید تمہارے ساتھ ہی واپس چلا جاؤں گا۔ اس کے بعد میں مزید تسلی کی غرض سے دیوان خانہ کے اندر گیا اور حاضرینِ مجلس کو بلند آواز سے سلام کہا۔ فرماتے تھے کہ خدا نے مجھے اس قلبی دکھ سے کہ میں کہاں آ گیا ہوں جلدی نجات دینے کے لئے ایسا فضل فرمایا کہ میرا سلام سُنتے ہی مرزا امام دین صاحب

اور مرزا نظام دین صاحب میں سے کسی نے یا شاید کسی اور شخص نے کہا کہ آپ نے غالباً مرزا صاحب سے ملنا ہے فرماتے تھے کہ یہ الفاظ سُن کر میری جان میں جان آئی کہ یہاں کوئی اور مرزا بھی ہے (یہ خود حضرت خلیفہ اوّل کے الفاظ ہیں) اور میں نے جھٹ کہا کہ ہاں ہاں میں مرزا صاحب سے ہی ملنے کے لئے آیا ہوں اس پر انہوں نے ایک آدمی میرے ساتھ کر کے مجھے ...... مبارک میں پہنچا دیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے اندر اطلاع بھجوائی۔ تو چونکہ نماز کا وقت قریب تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اندر سے کہلا بھیجا کہ آپ ...... میں تشریف رکھیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ...... میں تشریف لائے اور جیسا کہ حضورؑ نے ایک جگہ فرمایا ہے حضرت خلیفہ اوّل کو دیکھتے ہی حضورؑ نے دل میں کہا ھٰذا دعائی۔ (یعنی یہ شخص تو میری دعا کا ثمرہ ہے۔) کیونکہ حضورؑ نے اپنی خداداد فراست سے فوراً پہچان لیا کہ خدمتِ دین کے کام کے لئے میں جس قسم کا مددگار اپنے خدا سے مانگا کرتا ہوں وہ مجھے آج مل گیا ہے۔ اور دوسری طرف حضرت خلیفہ اوّل بھی حضورؑ کو دیکھ کر ہمیشہ کے لئے اسی دامن سے لپٹ کر رہ گئے۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف مجددیت کا دعویٰ تھا اور ابھی تک بیعت کا سلسلہ بھی شروع نہیں ہوا تھا اور نہ کوئی جماعت تھی۔ مگر حضرت خلیفہ اوّل نے اپنے ایمان کی روشنی سے پہچان لیا۔ اور جان لیا کہ اگر موجودہ زمانے کے طوفانِ ضلالت میں کوئی شخص ...... کی کشتی کو بچانے کی اہلیت رکھتا ہے تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے باصرار عرض کیا کہ اگر خدا تعالیٰ نے آپ کو بیعت لینے کی اجازت اور ہدایت فرمائی تو میری درخواست ہے کہ سب سے پہلے میری بیعت قبول فرماویں آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی تک بیعت کا حکم نہیں ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا حکم ملا تو انشاء اللہ آپ کی خواہش کا خیال رکھا جائے گا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا۔ اور حضورؑ نے ۱۸۸۹ء کے شروع میں لدھیانہ کے شہر میں پہلی بیعت لی تو سب سے اوّل نمبر پر حضرت خلیفہ اوّل ...... نے ہی بیعت کی اور اس طرح آپ خدا کے فضل سے قرآنی اصطلاح کے مطابق اوّل بھی ہو گئے۔ اور سابق بھی بن گئے۔ اوّل اس لئے کہ وقت کے لحاظ سے آپ احمدیت کے قبول کرنے والوں میں اوّل نمبر پر آ گئے۔ اور سابق اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں آپ اپنے علمی تبحر اور روحانی مقام کے لحاظ سے بھی سب سے آگے تھے۔

اس کے بعد جب حضرت خلیفہ اوّل ریاست کشمیر کی ملازمت سے فارغ ہوئے تو اس وقت کے خیال کے ماتحت اپنے آبائی وطن بھیرہ میں واپس جا کر درس تدریس اور طب کے ذریعہ خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کا سلسلہ شروع کرنا چاہا اور اپنے سابقہ مکان کو ناکافی خیال کرتے ہوئے ایک نئے اور وسیع مکان کی تعمیر بھی شروع کرا دی۔ اسی تعلق میں

آپ غالباً کچھ سامانِ عمارت کی خرید کے واسطے لاہور تشریف لائے اور لاہور پہنچ کر خیال آیا کہ اب قادیان کے قریب آیا ہوا ہوں۔ حضرت صاحب سے بھی مل آؤں۔ چنانچہ دو دن کی فرصت نکال کر قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مولوی صاحب اب تو آپ فارغ ہیں۔ قادیان میں کچھ ٹھہریں گے نا؟ آپ نے اپنے خاص عاشقانہ انداز میں عرض کیا۔ ''ہاں حضور ٹھہروں گا۔'' اس کے چند دن بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ کو اکیلے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اپنے گھر سے بھی بلا لیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فوراً بیوی کو خط لکھ دیا کہ قادیان آجاؤ۔ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ کو کتابوں کے مطالعہ کا شوق ہے بہتر ہوگا کہ آپ اپنا کتب خانہ بھی قادیان منگوا لیں۔ حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھیرہ خط لکھ دیا کہ مکان کی تعمیر بند کر دو اور میرا کتب خانہ قادیان بھجوا دو کچھ عرصہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ مولوی صاحب اب آپ بھیرہ کا خیال جانے دیں اور اسے بھول جائیں۔ حضرت خلیفہ اوّل ...... فرمایا کرتے تھے اور محبت اور فخر کے ساتھ فرماتے تھے کہ اس کے بعد مجھے کبھی خیال تک نہیں آیا کہ بھیرہ بھی میرا وطن ہوتا تھا اور آپ نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قادیان میں ہی ہمیشہ کے لئے دھونی رما دی اور لطف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ میں بھیرہ میں ایک مکان بنتا چھوڑ آیا ہوں۔ یہ وہ اخلاص ومحبت کا ماحول تھا جس میں جماعت کی خشتِ اوّل قائم ہوئی۔

چونکہ حضرت خلیفہ اوّل کو قرآن شریف سے انتہاء درجہ کا عشق تھا جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اس لئے آپ نے قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے قرآن شریف کا درس شروع کر دیا۔ یہ درس ...... اقصیٰ میں ہوا کرتا تھا اور اوائل زمانہ میں کبھی کبھی خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس درس میں چلے جایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل ...... کے درس میں اعلیٰ درجہ کی علمی تفسیر کے علاوہ واعظانہ پہلو بھی نمایاں ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ کا قاعدہ تھا کہ رحمت والے واقعات کی تشریح کر کے نیکی اور انابت الی اللہ کی رغبت دلاتے اور عذاب والے واقعات کے تعلق میں دلوں میں خشیت اور خوف پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے اور آپ کا درس بے حد دلچسپ اور ہر طبقہ کے لئے موجبِ جذب وکشش ہوا کرتا تھا یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ کے علم التفسیر کا ایک کثیر حصہ بلا واسطہ یا بالواسطہ آپ ہی کی تشریحات اور انکشافات پر مبنی ہے اور آپ کے درس میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک وسیع سمندر ہے جس کا ایک حصہ موجزن ہے اور دوسرا ساکن اور عمیق اور اس سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق پانی لے رہا ہے۔ درس کے دوران میں بعض دفعہ لوگ سوال بھی کیا کرتے تھے اور حضرت خلیفہ اوّل ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ ہر سوال کا جواب دیتے تھے اور جواب میں مخاطب کے مذاق اور حالات کے پیشِ نظر کبھی کبھی کوئی نہ کوئی لطیفہ بھی بیان کرتے تھے۔

مگر بعض اوقات جب آپ کو سوال کرنے والے میں بلاوجہ سوال پوچھنے کا میلان محسوس ہوتا تھا یا آپ خیال

کرتے تھے کہ یہ سوال ایسا ہے کہ وہ خود توجہ دے کر اس کا جواب سوچ سکتا ہے تو ایسے موقعہ پر یا تو خاموشی کے ساتھ گزر جاتے تھے اور یا کہہ دیتے تھے کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے خود سوچو۔ افسوس ہے کہ اس وقت کے نوٹ لینے والوں نے پوری احتیاط سے آپ کے اس درس کے نوٹ قلمبند نہیں کئے اور آپ کی تفسیر کا متعد بہ حصہ ضبطِ تحریر میں نہیں آ سکا۔

ہاں سننے والوں کے سینے اب تک اس بیش بہا خزانہ کے امین ہیں اور ہر احمدی تفسیر میں حضرت خلیفہ اوّل کے علم کی روشنی نظر آتی ہے۔ خاکسار راقم الحروف نے بھی جب کہ میں بی اے میں پڑھتا تھا تعلیم کا سلسلہ درمیان میں چھوڑ کر حضرت خلیفہ اوّل سے قرآن شریف پڑھا اور پورا قرآن شریف ختم کر کے پھر اپنی تعلیم کی طرف لوٹ آیا۔ یہ بھی گویا ایک پبلک درس تھا جس میں بہت سے دوسرے دوست بھی شریک ہوتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل کے قرآن کے درس کا نمایاں رنگ یہ ہوتا تھا کہ گویا ایک عاشق صادق اپنے دلبر و معشوق کو سامنے رکھ کر اس کے دلربا حسن و جمال اور دلکش خدوخال کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ اللہ اللہ! کیا مجلس تھی اور اس مجلس کا کیا رنگ تھا۔!!

حضرت خلیفہ اوّل ......کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور اس شوق میں آپ نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اپنی ذاتی لائبریری بنائی تھی جس میں تفسیر۔ حدیث۔ اسماء الرجال۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ کلام۔ تاریخ تصوف۔ سیاست منطق۔ فلسفہ صرف نحو ادب کیمیا طب علم جراحی علم ہیئت اور دیگر مذاہب وغیرہ کی نادر کتابیں موجود تھیں جن میں کئی قلمی نسخے بھی تھے اور آپکے شوق کا یہ عالم تھا کہ خود اپنے خرچ پر مولوی غلام نبی صاحب مصری کو مصر بھجوا کر وہاں کی بعض قلمی کتابوں کی نقول منگوائیں اور حق یہ ہے کہ اب تک حضرت خلیفہ اوّل ......کا یہ ذاتی کتب خانہ ہی زیادہ تر جماعتی ضرورتوں میں کام آتا رہا ہے۔ کئی سیاح اور زائرین قادیان میں اس کتاب خانہ کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے تھے کہ اس چھوٹے سے قصبہ میں علوم کا یہ نادر خزانہ کہاں سے آ گیا ہے۔ سر شاہ محمد سلیمان جو فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے ایک نہایت بلند پایہ علم دوست جج تھے انہیں ایک دفعہ سپین کی ایک نادر کتاب کی ضرورت پیش آئی جو سارے ہندوستان میں تلاش کرنے کے باوجود کہیں نہیں ملی۔ آخر انہیں پتہ لگا کہ اس کا ایک قلمی نسخہ قادیان میں موجود ہے چنانچہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی اجازت سے اس کا یہ نسخہ عاریۃً حاصل کیا اور پھر بحفاظت واپس بھجوا دیا۔ لاریب کئی لحاظ سے حضرت خلیفہ اوّل کی یہ ذاتی لائبریری ہندوستان میں عدیم المثال تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی بعض تحریروں میں آپ کے کتب خانہ کی بہت تعریف فرمائی ہے اور یہ سب کچھ ایک نہایت محدود ذرائع والے انسان کے ذاتی ذوق و شوق کا ثمرہ تھا۔ اور پھر یہ کتابیں محض جمع کرنے کے جذبہ کے ماتحت نمائشی رنگ میں اکٹھی نہیں کی گئیں بلکہ اس وسیع کتب خانہ کی ہر کتاب حضرت خلیفہ اوّل کے ذاتی مطالعہ میں آتی تھی اور جا بجا کتابوں کے حاشیہ پر آپ کے قلمی نوٹ پائے جاتے ہیں۔ اگر ایسے شخص کو بھی خصوصاً جب کہ وہ انتہا درجہ کا ذہین اور محنتی ہو علم کے میدان میں تبحّر کا مقام حاصل نہیں

ہوگا تو اور کس کو ہوگا؟ باوجود اس کے حضرت خلیفہ اوّل ...... بار بار فرمایا کرتے تھے کہ کئی قرآنی آیتیں جو مجھے کسی اور طرح حل نہیں ہوتی تھیں وہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اور برکت سے حل ہوئیں۔

حضرت خلیفہ اوّل کو ایک خدائی بشارت کی بناء پر یہ دعویٰ تھا کہ میں خدا کے فضل سے ہر دشمن ......اور ہر دشمنِ صداقت کے ہر قسم کے اعتراض پر اس کا منہ بند کر سکتا ہوں۔ فرمایا کرتے تھے کہ تسلی دینا میرا کام نہیں مگر معترض کے منہ بند کرنے کا میں ذمہ دار ہوں چنانچہ......اور احمدیت کے خلاف ہر اعتراض کرنے والا آپکے برجستہ جواب سے خاموش ہو کر رہ جاتا تھا خود سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ ایک مخالف...... نے غالباً تناسخ کے عقیدہ کے تعلق میں آپکے سامنے......کی تعلیم پر کوئی اعتراض کیا کہ ترجیح بلا مرجح ناممکن ہے آپ نے جھٹ اپنی جیب میں سے دو روپے نکال کر اس کے سامنے کر دیئے کہ ان میں ایک اٹھا لو۔ وہ آدمی بھی کچھ سمجھ دار تھا تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا کہ آپ نے مجھے لاجواب تو کر دیا مگر میری تسلی نہیں ہوئی آپ نے فرمایا تسلی دینا خدا کا کام ہے مگر میں تمہیں ...... کے خلاف ایک قدم بھی چلنے نہیں دوں گا امرتسر میں عبداللہ آتھم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پندرہ دن تک مناظرہ رہا اور آتھم نے بیسیوں میدان بدلے مگر اس نے جس جھاڑی میں بھی پناہ لی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی جھاڑی میں اس کا پیچھا کر کے اس پر ضرب لگائی اور اسے کھلی رسی دی کہ جدھر چاہے بھاگ کر دیکھ لے اسے کہیں پناہ نہیں ملے گی مناظرہ کا یہ طریق حضرت خلیفہ اوّل...... کے طریق سے بالکل مختلف تھا۔ اس لئے کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صبر اور ہمت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرت صاحب ہی کی ہمت تھی کہ آتھم کو پندرہ دن کی طویل مہلت دے کر اس کا رستہ کھلا چھوڑ کر ہر وادی اور ہر گھاٹی میں اس کا پیچھا کیا۔ اگر میں ہوتا تو خواہ آتھم کا دل مانتا یا نہ مانتا اسے چند منٹ میں خاموش کرا کے بحث ختم کر دیتا۔ نظریوں کا یہ دلچسپ اختلاف اسی نکتہ پر مبنی تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدا داد منصب ...... کی بنا پر ہر جہت سے دشمن کی تسلی کرانے کی کوشش فرماتے تھے مگر حضرت خلیفہ اوّل ...... اپنی طبیعت کے لحاظ سے دو منٹ میں خاموش کرا کے میدان صاف کر دینے کے مویّد تھے خواہ تسلی ہو یا نہ ہو دونوں روحانیت کے میدان کے آزمودہ کار شکاری تھے۔ مگر ایک شکاری اپنے شکار کے لئے کھلا رستہ چھوڑ کر اور ہر رستہ میں اس کا پیچھا کر کے اسے تھکا تھکا کر گراتا تھا تا وہ یہ محسوس کرلے کہ میں نے ہر جتن کر دیکھا مگر اس خدائی شکاری سے بچ کر نہ نکل سکا۔ لیکن دوسرا شکاری اپنے شکار کے سامنے کھڑا ہو کر اس کا رستہ بند کر دیتا تھا۔ اس فرق کی وجہ سے ایک شکاری کا شکار بسا اوقات اپنی بے بسی محسوس کر کے اپنی مغلوبیت پر تسلی پا جاتا تھا لیکن دوسرے شکاری کا شکار اپنا رستہ مسدود پا کر کڑھتا اور تلملاتا تو بہت تھا مگر ساتھ ہی خیال کرتا تھا کہ اگر ذرا راستہ مل جائے تو میں اب بھی بھاگنے کی ہمت رکھتا ہوں لاریب روحانی اصلاح کے اصول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق ہی بہتر تھا لیکن حضرت خلیفہ اوّل کے شکار کی مذبوحی کیفیت بھی بس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی یہ وہ دلچسپ فرق ہیں جو......تک میں چلتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے حضرت خلیفہ اوّل کا جذبہ اطاعت واحترام کمال کا پہنچا ہوا تھا اور آپ کو اس جذبہ میں اس قدر غلو تھا کہ بسا اوقات ظاہری سامانوں کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر کے خالص توکل الٰہی پر ایک قدم اٹھا لیتے تھے چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۴ء میں دہلی تشریف لے گئے تو اس سفر میں حضرت خلیفہ اوّل ساتھ نہیں تھے دہلی میں غالباً حضرت نانا جان مرحوم کی بیماری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ اوّل کو تار دلوائی کہ فوراً دہلی پہنچ جائیں تار لکھنے والے نے تار میں امیجی ایٹ (یعنی بلا توقف) کے الفاظ لکھ دیئے حضرت خلیفہ اوّل کو جب یہ تار پہنچی تو اس وقت آپ اپنے مطب میں تشریف رکھتے تھے تار کے ملتے ہی یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہو گئے کہ حضرت صاحب نے بلا توقف بلایا ہے میں جاتا ہوں اور گھر میں قدم تک رکھنے کے بغیر سیدھے اڈہ خانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیفیت یہ تھی کہ اس وقت نہ جیب میں خرچ تھا اور نہ ساتھ کوئی بستر وغیرہ۔ گھر والوں کو اطلاع ملی تو پیچھے کمبل تو کسی شخص کے ہاتھ بھجوا دیا۔ مگر خرچ کا انہیں بھی خیال نہیں آیا اور شاید اس وقت گھر میں کوئی رقم ہو گی بھی نہیں۔ اڈہ خانہ پہنچ کر حضرت خلیفہ اوّل نے یکہ لیا اور بٹالہ پہنچ گئے مگر ٹکٹ خریدنے کا کوئی سامان نہیں تھا چونکہ گاڑی میں کچھ وقت تھا آپ خدا پر توکّل کر کے اسٹیشن پر ٹہلنے لگے اتنے میں غالباً ایک ہندو رئیس آیا۔ اور حضرت خلیفہ اوّل کو دیکھ کر عرض کی کہ میری بیوی بہت بیمار ہے آپ تکلیف فرما کر میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور اسے میرے گھر پر دیکھ آئیں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ میں امام کے حکم پر دِلی جا رہا ہوں اور گاڑی کا وقت ہونے والا ہے میں اس وقت نہیں جا سکتا۔ اس نے بمنّت عرض کیا کہ میں اپنی بیوی یہیں اسٹیشن پر لے آتا ہوں۔ آپ اسے یہیں دیکھ لیں آپ نے فرمایا اگر یہاں لے آ ؤ اور گاڑی کا وقت ہوا تو میں دیکھ لوں گا۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو اسٹیشن پر لایا اور آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ اور یہ ہندو رئیس چپکے سے گیا اور دلی کا ٹکٹ لا کر حضرت خلیفہ اوّل ...... کے حوالے کیا اور ساتھ ہی معقول نقدی بھی پیش کی حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے رب پر بھروسہ کر کے کوئی قدم اٹھاتا ہوں تو خدا میرے کام رکنے نہیں دیتا۔ بہر حال اسی ایک واقعہ سے (جس کی تفصیل میں ممکن ہے مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو مگر بنیادی حقیقت یقینا یہی ہے۔) آپ کے مقامِ اطاعت اور مقامِ توکّل کی غیر معمولی شان ظاہر ہے اور اس کے ساتھ ہی خدا کی اس شفقت کی شان بھی عیاں ہے جو اسے اپنے اس اطاعت شعار اور متوکّل بندے کے ساتھ تھی۔

ایک دفعہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کے رشتہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشورہ پوچھا حضور نے ایک رشتہ کی سفارش فرمائی لیکن اس شخص کو کسی وجہ سے اس پر تسلی نہ ہوئی۔ حضرت خلیفہ اوّل (......) کے پاس حاضر ہو کر اس نے عرض کیا کہ حضرت صاحب نے فلاں رشتہ تجویز فرمایا ہے مگر میرا دل تسلی نہیں پاتا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا۔ خدا کی قسم اگر حضرت صاحب میری اکلوتی بیٹی امۃ الحی کے متعلق فرمائیں کہ اسے فلاں چوہڑے سے بیاہ دو تو مجھے ایک سیکنڈ کے لئے بھی تأمل نہ ہو۔ ہمارا خدا بھی کتنا نکتہ نواز ہے اس نے حضرت خلیفہ اول کی اس بات کو زمین سے اٹھا کر

اپنی رحمت کے دامن میں جگہ دی اور بالآخر آپ کی یہی لڑکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیوی بن کر دارالمسیح میں داخل ہوگئی۔ بعض اوقات ہمارے خدا کا بھی نقد بنقد سودا ہوتا ہے۔

ادب اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا اور اسی بیماری میں وہ فوت ہوگیا اور اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ہاتھ ہی حضرت خلیفہ اوّل ......کو بلا بھیجا۔ اس وقت مبارک احمد کی چارپائی دارالمسیح کے صحن میں بچھی ہوئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل تشریف لائے مبارک احمد کو دیکھا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بات کرنے کے لئے ایک سیکنڈ کی جھجک اور تامل کے بغیر چارپائی کے ساتھ صحن میں ننگی زمین یعنی فرشِ خاک پر بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شفقت سے فرمایا۔ مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں اس وقت بس یہی ایک چارپائی تھی جس پر مبارک مرحوم لیٹا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل سرک کر چارپائی کے قریب ہوگئے اور ایک ہاتھ چارپائی کے کنارے پر رکھ کر بدستور فرش پر بیٹھے بیٹھے عرض کیا۔ حضرت میں ٹھیک بیٹھا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر محبت کے ساتھ فرمایا اور اس دفعہ غالباً حضرت خلیفہ اوّل کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا۔ مولوی صاحب یہاں میرے ساتھ چارپائی پر بیٹھیں حضرت خلیفہ اول ناچار اٹھے اور چارپائی کے ایک کنارے پر اس طرح جھک کر بیٹھ گئے کہ بس شاید چارپائی کے ساتھ آپ کا جسم چھوتا ہی ہوگا۔ یہ نظارہ میری آنکھوں دیکھے کا ہے اور ترتالیس سال گزر جانے کے باوجود میرا دل ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بے نظیر شفقت اور حضرت خلیفہ اوّل (......) کے اس بے نظیر ادب و تواضع سے اس درجہ متاثر ہے کہ گویا یہ کل کا واقعہ ہے اور دراصل یہ ادب اور تواضع ہی حقیقی تصوف کی جان ہے۔

حضرت خلیفہ اول...... کے انہی اوصافِ حمیدہ اور کمالاتِ علمی اور روحانی کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی بے حد قدر فرماتے تھے اور آپ کے ساتھ انتہا درجہ محبت رکھتے تھے ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بیویوں میں یہ دلچسپ اختلاف ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان میں سے کس کے خاوند کے ساتھ زیادہ محبت ہے۔ آخر ہماری والدہ صاحبہ حضرت (''اماں جان'') اطال اللہ ظلہا تک معاملہ پہنچا اور ان کی رائے پوچھی گئی۔ حضرت اماں جان نے فرمایا کہ میرے علم میں تو بڑے مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفہ اوّل ......) کے ساتھ زیادہ محبت ہے مگر ابھی اس کا امتحان کئے لیتے ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے سب سے زیادہ پیارے رفیق ......ابھی وہ اس فقرہ کو پورا نہیں کرنے پائی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلدی سے فرمایا کیوں مولوی نورالدین صاحب کی کیا بات ہے؟ اور اس طرح یہ حل شدہ مسئلہ دوبارہ حل ہو گیا۔ مگر کیا حضرت خلیفہ اوّل کی تعریف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمانا کسی اور شہادت کی گنجائش چھوڑتا ہے

کہ

؎ چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نورِ دیں بودے   ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بودے

پھر خدا نے بھی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد احمدیت کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے...... کے منصب پر نوازا اور مرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلو میں جگہ عنایت کی۔

میرا مضمون کچھ لمبا ہو گیا اس لئے اب آخری واقعہ جو میری ذات سے تعلق رکھتا ہے بیان کر کے اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ جب حضرت خلیفہ اوّل کی حالت آخری بیماری میں نازک ہوئی اور بظاہر ناامیدی کی حالت پیدا ہو گئی تو مجھے لاہور سے تار کے ذریعہ بلایا گیا۔ جہاں میں بی اے کے امتحان کی تیاری کے لئے آیا ہوا تھا۔ میں جب قادیان گیا تو حضرت خلیفہ اوّل حضرت نوب محمد علی خاں صاحب مرحوم کی کوٹھی کے مردانہ کمرے میں بیمار پڑے تھے اور کمزوری انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنا نحیف ہاتھ آگے بڑھا کر شفقت اور محبت کے ساتھ میرے سر پر رکھ دیا۔ یہ جمعرات کا دن تھا اور حضرت خلیفہ اوّل کے ساتھ میری یہ آخری ملاقات تھی کیونکہ دوسرے دن جمعہ کے روز آپ کی روح آسمانی آقا کے حضور پہنچ گئی اور جس بات کا مجھے آج تک دکھ ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ ان ایام میں غیر مبایعین کا فتنہ انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور جماعت دو ٹکڑے ہوتی نظر آتی تھی۔ اس لئے ہم لوگ ہر دوسری بات کی طرف سے خیال ہٹا کر کلیۃً اس فتنہ کے سدّ باب کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور ہمارے اوقات کی ہر گھڑی اسی فکر اور اسی جدوجہد میں گزر رہی تھی جس کی وجہ سے میں حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد آپ کا چہرہ تک نہیں دیکھ سکا۔ جماعتی ضرورت کے ماتحت اس وقت یہ انہماک مقدم تھا مگر باوجود اس کے جذباتی رنگ میں میرے دل میں آج تک اس محرومی کا قلق ہے۔ لیکن اب اس قلق کا علاج (چوں علاجِ مے زمے) اس کے سوا کچھ نہیں کہ۔

؎ زندہ خواہی داشتن گرداغ ہائے سینہ را   گاہے گاہے باز خواں آں قصۂ پارینہ را

بالآخر میں اپنے عزیزوں اور دوستوں سے عرض کروں گا کہ حضرت خلیفہ اوّل ......کی سوانح عمری حیات نورالدین کا ضرور مطالعہ کریں جس کا بیشتر حصہ خود حضرت خلیفہ اوّل کا املاء کروایا ہوا ہے اور لاریب یہ کتاب تصوف اور توکّل اور تواضع کے موتیوں سے اس طرح مزیّن ہے کہ کوئی صاحب دل شخص اس کے مطالعہ کے بعد آپ کے ان روحانی کمالات کا گہرا نقش لئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خدا نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیسے کیسے باکمال حواری عطا کئے تھے جو ہر دشمن کے لئے شکست کا پیغام اور ہر دوست کے لئے علم و معرفت اور برکت اور رحمت کا سلام بن کر آئے تھے۔ خدا کرے کہ ہم ان بزرگوں کے روحانی ورثہ کو زندہ رکھ سکیں۔ آمین یا ارحم الراحمین **و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب**

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور آپ کا عہدِ خلافت

(حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب سابق صدر عالمی اسمبلی)

تاریخ احمدیت جلد چہارم کا دیباچہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے رقم فرمایا۔ اس میں آپ نے حضرت خلیفہ اوّل ...... کی حیاتِ طیّبہ پر نہایت دل آویز رنگ میں روشنی ڈالی ہے۔ یہ دیباچہ افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی زیارت کا شرف اوّل مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف آوری کے موقع پر حاصل ہوا۔ والد صاحب مرحوم کو تو پہلے سے شرف نیاز حاصل تھا گو والد صاحب نے ابھی بیعت نہیں کی تھی دل میں فیصلہ کر چکے تھے۔ ان کے ایک ہم پیشہ چوہدری محمد امین صاحب کو بھی حسن ظن تھا اور والد صاحب کی خواہش تھی کہ اگر وہ بھی بیعت کا فیصلہ کر لیں تو دونوں ایک ہی وقت میں سلسلہ میں شامل ہو جائیں۔ چوہدری محمد امین صاحب کی پوری تسلی کے لئے یہ طے ہوا کہ دونوں صاحب نماز مغرب کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جایا کریں اور چوہدری محمد امین صاحب حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں اپنے سوال پیش کر کے اپنے شبہات کا ازالہ کر لیں چنانچہ یہ مجلس تین چار روز تک جاری رہی۔ خاکسار بھی ان دونوں بزرگوں کے ہمراہ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ خاکسار کی عمر اس وقت ساڑھے گیارہ سال تھی اور اس واقعہ پر اب ساٹھ سال گزرنے کو ہیں اس لئے اوّل تو خاکسار اس وقت بھی اس گفتگو کے موضوع کو اپنے ذہن سے بالا تصور کرتا تھا اور دوسرے اگر کوئی تفصیل ذہن میں آئی بھی تو افسوس ہے کہ اب وہ محفوظ نہیں رہی۔

فقط اتنا یاد ہے کہ آخری مجالس سے واپسی پر والد صاحب نے چوہدری محمد امین صاحب سے دریافت کیا اب آپ کی کیا رائے ہے تو انہوں نے کہا میرے اعتراضات کا جواب تو آ گیا ہے والد صاحب نے کہا پھر کل بیعت کر لیں! چوہدری صاحب نے کہا اچھی بات صبح جب آپ بیعت کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں تو مجھے بھی ساتھ لیتے چلیں۔ دوسری صبح نماز فجر سے قبل ہی والد صاحب گھر سے روانہ ہوئے خاکسار بھی ہمراہ تھا رستے میں چوہدری صاحب کے مکان پر رک کر چوہدری صاحب کو آواز دی۔ انہوں نے دوسری منزل پر سے اپنی کھڑکی کھول کر کہا میرے دل کو ابھی اطمینان نہیں اس لئے میں آپ کے ہمراہ نہیں جا سکتا چنانچہ والد صاحب گئے اور بعد نماز فجر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں گزارش ارسال کی کہ بیعت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حضور اقدس نے اپنی جائے قیام پر فخر بازیابی بخشا اور والد صاحب نے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی خاکسار بھی موجود تھا اور جماعت سیالکوٹ کے چند بزرگ بھی موجود تھے۔

اس کے بعد والد صاحب کا معمول تھا کہ ستمبر کی تعطیلات میں اور جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان حاضر ہوا کرتے تھے اور خاکسار کو بھی ہمراہ لے جاتے تھے ان ایام میں خاکسار کو حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے، مثنوی مولانا روم کے درس میں جو آپ اپنے مطب میں قبل دوپہر دیا کرتے تھے شامل ہونے اور قرآن کریم کے درس میں جو بعد نماز عصر بیت اقصیٰ میں ہوا کرتا تھا شامل ہونے کا فخر حاصل ہوتا رہتا تھا اور بعض نصائح جو ان دنوں خاکسار نے سنیں وہ اب تک یاد میں محفوظ ہیں۔

آپ قبل دوپہر احمدیہ چوک کے شمال مشرقی کونے میں ایک لمبے دالان کے ایک حصے میں مطب کیا کرتے تھے اور مثنوی مولانا روم کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ حضورؑ دس بجے کے قریب سیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت مولوی صاحب سیر میں حضورؑ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے آپ نے ایک خادم کو مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ حضورؑ کے دروازے کے باہر کھڑا رہے اور جونہی حضور دروازے کے باہر قدم رنجہ فرمائیں جلدی سے آپ کو مطب میں پہنچ کر اطلاع کر دے جیسے ہی یہ خادم دالان کے دروازے پر پہنچتے ہی اطلاع کرتا حضور تشریف لے آئے ہیں حضرت مولوی صاحب دالان کے دوسرے سرے پر فوراً جو فقرہ منہ میں ہوتا وہیں ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور دستار سنبھالتے اور پاپوش گھسیٹتے ہوئے دروازے کی طرف لپک پڑتے کہ جلد سے جلد حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔

حضورؑ کی مجلس میں آپ نہایت مؤدبانہ سر جھکائے خاموش بیٹھے رہتے صرف حضورؑ کے مخاطب فرمانے پر سر اٹھاتے اور حضور کے مبارک چہرے کی طرف نگاہ اٹھا کر نہایت ادب کے لہجے میں مختصر جواب عرض کر دیتے۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں خاکسار نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور والد صاحب نے خاکسار کو گورنمنٹ کالج لاہور میں مزید تعلیم کے لئے بھیج دیا گرمیوں کی تعطیلات میں خاکسار گھر آیا ہوا تھا ان دنوں حضرت مولوی صاحب کا ایک کارڈ والد صاحب کے نام آیا جس کا مضمون بس اتنا ہی تھا اب آپ اپنے بچے کی بیعت کرا دیں۔ اس سے خاکسار کو یہ احساس ہوا کہ حضرت مولوی صاحب خاکسار کو پہچانتے ہیں ستمبر میں خاکسار والد صاحب کے ہمراہ قادیان گیا تو کچھ عرصہ اس انتظار میں رہا کہ والد صاحب بیعت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں لیکن جب مہینے کا وسط آ گیا اور والد صاحب نے کچھ نہ فرمایا تو خاکسار نے خود ہی ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بعد نماز ظہر بیت مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کر لیا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل تھا کہ حضرت مولوی صاحب کے دل میں یہ تحریک

پیدا ہوئی کہ وہ والد صاحب کو اس ناچیز کی بیعت کے متعلق یاد دہانی فرمائیں اور اگرچہ والد صاحب نے اس بارے میں خاکسار کو کوئی ارشاد نہیں فرمایا لیکن خاکسار نے حضرت مولوی صاحب کا کارڈ پڑھ لیا تھا اور آپ کی یہ توجہ خاکسار کے متعلق اس امر کا موجب ہوئی کہ خاکسار کو ستمبر ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ دل سے تو خاکسار اس لحظہ سے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں داخل ہو چکا تھا۔ جب کمال خوش قسمتی سے ۳؍ستمبر ۱۹۰۴ء کے دن لیکچر لاہور کے موقع پر خاکسار کو حضورؑ کا دیدار اوّل مرتبہ نصیب ہوا تھا لیکن اگر حضرت مولوی صاحب کی توجہ نہ ہوتی تو قیاس یہی ہے کہ خاکسار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل نہ ہوتی اور خاکسار ان برکات سے محروم رہتا جو اس ذاتی عہد و پیمان کے ساتھ وابستہ تھیں کیونکہ ۱۹۰۷ء میں خاکسار کی عمر ابھی ساڑھے چودہ سال کی تھی اور مئی ۱۹۰۸ء میں مشیت ایزدی کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال وقوع میں آیا حضرت مولوی صاحب کا یہ ایک احسان عظیم خاکسار پر ہوا اور پھر اس کے بعد تو ایک لمبا سلسلہ شفقت و رأفت اور ذرہ نوازیوں کا شروع ہو گیا جو آپ کے وصال تک بہم جاری ہوا۔

۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کے قیامت خیز روحانی زلزلے کے دن خاکسار لاہور میں موجود تھا اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازے کے ہمراہ قادیان حاضر ہونے کی سعادت میں شریک ہوا۔ اندازہ ہے کہ بعض احباب نے لاہور سے بٹالہ تک کا وہ غمناک سفر دوسرے درجے میں طے کیا لیکن یہ خوب یاد ہے کہ حضرت مولوی صاحب ہم سب کے ساتھ تیسرے درجے میں تشریف فرما تھے اور آپ کی موجودگی ہمارے لئے بہت ڈھارس کا موجب تھی اکثر حصہ سفر آپ سر جھکائے خاموش بیٹھے رہے اور دعاؤں اور ذکر الٰہی میں یہ عرصہ صرف ہوا۔ امرتسر پہنچنے پر آپ نے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ہی مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھائیں دوسرے دن صبح طلوع آفتاب پر تھوڑا ہی وقت گزرنے پر یہ حزیں قافلہ قادیان وارد ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد اطہر کو حضورؑ کے باغ والے مکان کے دالان میں نماز جنازہ کی انتظار میں رکھ دیا گیا اس اثنا میں بعد مشورہ طے پایا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب (......) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے جماعت کی بیعت لی اور جماعت کو نہایت قیمتی نصائح فرمائیں اور خلیفۃ المسیح اوّل کی حیثیت سے جماعت کی باگ ہاتھ میں لی اور شکستہ اور زخم خوردہ دلوں کے لئے سہارا اور مرہم اور غم گسار بنے۔ خاکسار نے بھی اس موقعہ پر بیعت کی سعادت حاصل کی اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ باغ کے آموں والے حصہ میں پڑھا گیا اور حضور کی تدفین عمل میں آئی۔

خلافتِ اولیٰ کے دوران میں اگست ۱۹۱۱ء تک خاکسار کا یہ معمول رہا کہ گرمیوں کی تعطیل میں اور سالانہ جلسے پر تو بالالتزام قادیان حاضر ہوتا اور درمیان میں جب موقعہ مل جاتا مئی ۱۹۱۱ء میں بی اے کا امتحان دینے کے بعد خاکسار قادیان حاضر ہو گیا اور چند ہفتے متواتر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں حاضر رہنے اور آپ کے چشمۂ فیض سے

متمتع ہونے کا موقع ملا۔کم وبیش دو ماہ قبل گھوڑے پر سے گرنے سے آپ کو چوٹیں آئی تھیں اوران سے ایک جو کنپٹی کے قریب تھی ناسور کی صورت اختیار کرگئی تھی جب خاکسار حاضر ہوا تو آپ بیٹھ تو جاتے تھے لیکن ابھی چلتے پھرتے نہیں تھے آپ کے پلنگ کے ساتھ ہی آپ کی نشست کا انتظام تھا آپ تکیوں کے سہارے بیٹھے ہوئے درس بھی دیتے تھے مریضوں کو بھی دیکھتے تھے۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی بھی فرماتے تھے اور منصبِ خلافت سے متعلقہ احکام اور ہدایات بھی جاری فرماتے تھے۔

نماز کے لئے آپ ...... میں تشریف نہیں لے جا سکتے تھے اس لئے جب ...... سے اذان کی آواز آتی تو آپ حاضرین سے ارشاد فرماتے جاؤ...... میں نماز ادا کرو اور خود نماز کی تیاری فرماتے اور اپنی نشست پر ہی قبلہ رو ہو جاتے۔ چند شاگردوں اور خادموں کو ہدایت تھی کہ وہ آپ کے ساتھ نماز ادا کریں۔ شیخ تیمور صاحب ایم۔اے جن کی تربیت آپ کی نگرانی میں ہوئی تھی امام ہوا کرتے تھے خاکسار کی حاضری کے پہلے دن جب آپ نے فرمایا جاؤ بیت الذکر میں نماز پڑھو تو خاکسار بھی دوسرے حاضرین کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ خاکسار کو یاد تھا کہ کئی دفعہ آپ فرما چکے تھے کہ جب عام ہدایت دی جاتی ہے کہ یوں کرو تو اکثر لوگ تو فوراً مستعدی سے اس کے مطابق عمل شروع کر دیتے ہیں لیکن جو اپنے تئیں نمبردار شمار کرتے ہیں حرکت نہیں کرتے۔ گویا کہ وہ مخاطب ہی نہیں تھے۔ آپ کے اس ارشاد کے پیش نظر خاکسار فوراً چستی سے بیت الذکر جانے کے لئے کھڑا ہو گیا تو آپ نے نگہ بلند کر کے فرمایا میاں تم یہیں نماز پڑھا کرو۔ خاکسار نے یوں محسوس کیا کہ دنیا کے سب سے بڑے روحانی دربار سے خلعت فاخرہ عطا ہوئی ہے اس وقت خاکسار کی عمر ۱۸ سال تھی۔

جب آپ قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاتے اور نماز کے لئے صف بنتی تو آپ کے بائیں طرف تو آپ کا پلنگ ہوتا اور دائیں طرف خاکسار کھڑا ہو جاتا اور اس خیال سے کہ آپ کے بالکل قریب کھڑا ہونا آپ کی طبیعت پر گراں نہ ہو اور پاس ادب سے بھی خاکسار چند انچ کا فاصلہ درمیان میں چھوڑ کر کھڑا ہوتا لیکن آپ اپنے دائیں دست مبارک سے خاکسار کو بالکل قریب کر لیتے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عصر کی نماز کے وقت شیخ تیمور صاحب موجود نہیں تھے۔ جب آپ نماز کے لئے تیار ہو گئے تو آپ نے ادھر اُدھر نگہ دوڑائی اور پھر خاکسار کو کمال شفقت سے فرمایا میاں تم نے بھی قرآن پڑھا ہے تم نماز پڑھاؤ۔ تعمیل ارشاد کے سوائے چارہ نہ تھا!

امتحان کے بعد قادیان حاضر ہونے سے پہلے خاکسار والد صاحب کے استفسار پر ان کی خدمت میں گزارش کر چکا تھا کہ خاکسار کو قوی امید بفضل اللہ امتحان میں کامیابی کی ہے۔ قادیان کے قیام کے دوران میں والد صاحب کا ارشاد موصول ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ گزارش کرو کہ امتحان میں کامیابی کی بفضل اللہ امید ہے اور بصورت کامیابی اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو میرے والد صاحب کی خواہش ہے کہ وہ مجھے مزید تعلیم کے لئے

انگلستان بھیجیں اس لئے حضور کی خدمت میں اجازت کی درخواست پیش ہے۔ زبانی تو عرض کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ خاکسار نے ایک رقعہ جس میں علاوہ اس گزارش کے امتحان میں کامیابی کی دعا کی اور بعض دیگر امور کے متعلق گزارشات تھیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ پڑھتے گئے اور ساتھ ساتھ حاشیئے پر اپنے ارشادات عالیہ مختصر الفاظ میں رقم فرماتے گئے اور پھر رقعہ خاکسار کو معہ اپنے ارشادات کے واپس کر دیا۔ جن فقروں میں دعا کی گزارش تھی ان کے مقابل پر دعا کریں گے ثبت تھا اور باقی فقروں کے مقابل مناسب احکام و ہدایات تھیں۔ انگلستان جانے کی اجازت طلبی کے متعلق ارشاد تھا۔ استخارہ کریں آپ بھی اور آپ کے والد صاحب بھی۔ پھر اگر اطمینان ہو تو اجازت ہے خاکسار نے اسی دن اس ارشاد کی تعمیل میں استخارہ شروع کر دیا اور چند دن کے اندر واضح اشارہ والد صاحب کی خواہش کی تائید میں پایا۔ انہی دنوں میں دو تین اور طلباء نے بھی ایسی ہی اجازت حاصل کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں گزارش کی تھی لیکن آپ نے عطا نہیں فرمائی۔ خاکسار کو تو کوئی خاص شوق بھی انگلستان جانے کا نہیں تھا۔ بلکہ والدہ صاحبہ کی پریشانی کے پیش نظر طبیعت رکتی تھی لیکن آپ نے استخارے کے نتیجہ میں اطمینان ہونے کی شرط پر اجازت مرحمت فرما دی۔ آپ کی مجلس تو ہر لحظہ سبق آموز تھی لیکن ایک دن دو واقعات تھوڑے سے وقفے پر ایسے پیش آئے جن کا خاکسار کی طبیعت پر گہرا اثر ہوا۔ آپ درس تدریس میں مشغول تھے۔ نظر اٹھا کر کمرے کے نچلے حصے کی طرف جو توجہ فرمائی تو دیکھا کہ آپ کے شاگرد مولوی غلام نبی صاحب مصری مرحوم جو کمرے میں کوئی کتاب یا کاغذ ایک الماری سے لینے کے لئے داخل ہوئے تھے اب واپس لوٹ رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہا تھا۔ جو خاکسار نے بھی سنا تھا لیکن چونکہ آپ کی توجہ کسی اور طرف تھی آپ نہ سن پائے ہوں گے چنانچہ مسکرا کر فرمایا۔ مولوی صاحب السلام علیکم مولوی صاحب نے بڑے انکسار سے وعلیکم السلام عرض کیا اور کہا حضور میں نے السلام علیکم تو عرض کیا تھا لیکن حضور تک پہنچا نہیں سکا۔

ان دنوں آپ بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے شیخ تیمور صاحب پڑھتے جاتے تھے اور باقی شاگرد سنتے تھے کہیں کہیں شیخ صاحب یا کوئی اور شاگرد سوال کرتے اور آپ وضاحت فرماتے یا خود ہی کوئی نکتہ بیان فرما دیتے۔ اس دن شیخ صاحب نے ایک حدیث پڑھی اور اس کے متعلق کوئی سوال کیا اتنے میں کسی نے کوئی رقعہ پیش کر دیا تھا یا کسی محکمے سے کوئی کاغذ آ گیا تھا اور آپ کی توجہ ادھر ہو گئی تھی۔ آپ نے شیخ صاحب کا سوال نہ سنا۔ جب آپ دوسری طرف سے فارغ ہوئے اور توجہ درس کی طرف لوٹی تو شیخ صاحب نے اگلی حدیث پڑھ دی۔ آپ نے پہلی حدیث کی طرف توجہ لا کر فرمایا۔ فلاں بات رہ گئی۔ شیخ صاحب نے کچھ ناز سے کچھ دق ہونے کے لہجے میں کہا۔ میں نے پوچھا تو تھا آپ نے توجہ نہیں کی میں نے خیال کیا کہ آپ کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ آپ مسکرائے اور نظر اٹھا کر باقی شاگردوں کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا شیخ خفا ہو گیا۔

عصر کی نماز کے بعد جب صحن میں سایہ ہو جاتا تو آپ کی مجلس صحن میں منتقل ہو جاتی۔ جب تک آپ مجلس میں جلوہ افروز رہتے خاکسار بالالتزام حاضر رہتا۔ ایک دن کچھ تعجب کے لہجے میں فرمایا میاں اس وقت سب لڑکے تفریح کے لئے کھیل کود میں حصہ لیتے ہیں تمہارا دل نہیں چاہتا؟ خاکسار نے عرض کیا حضور مجھے شوق نہیں۔ آپ مسکرا دیئے ایک دن آپ صحن میں تشریف فرما تھے گھر میں استعمال کے لئے ایندھن آیا اور باہر کی ڈیوڑھی میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں سے ایندھن باورچی خانے کے ساتھ کی کوٹھڑی میں منتقل کرنے کے لئے صحن میں سے گزرنا پڑتا تھا کچھ لڑکے ایندھن اٹھا کر ڈیوڑھی سے کوٹھڑی کو لے جا رہے تھے خاکسار بھی شوق خدمت میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا میاں تم چھوڑ دو یہ تمہارا کام نہیں۔

دوپہر کے وقت ڈاکٹر صاحبان آپ کی کنپٹی والے زخم کی مرہم پٹی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے ان کے آنے پر مجلس برخاست ہو جاتی اور شیخ تیمور صاحب، چوہدری فتح محمد صاحب سیال مرحوم اور ایک دو شاگرد حاضر خدمت رہ جاتے۔ ڈاکٹر صاحبان کے چلے جانے کے بعد آپ کچھ دیر استراحت فرماتے اور جو خدام حاضر ہوتے ان میں سے کوئی آہستہ آہستہ بدن دباتا۔ ایک دن اتفاق سے ڈاکٹر صاحبان کے چلے جانے پر فقط خاکسار ہی حاضر تھا چنانچہ اس خدمت کی سعادت خاکسار کے حصے میں آئی۔ چند منٹ دبانے کے بعد خاکسار کو خیال ہوا کہ شاید آپ سو گئے ہوں اور مزید دبانے سے آپ کے آرام میں خلل آئے اس لئے خاکسار نے ایک لحظہ کے لئے اپنے ہاتھ تھام لئے۔ آپ سوئے نہیں تھے اور یہ محسوس کر کے کہ خاکسار اٹھنے کو ہے آپ نے اپنا بازو واٹھا کر خاکسار کے گلے میں ڈالا اور خاکسار کے چہرے کو نیچا کر کے اپنے مبارک چہرہ کے ساتھ لگا لیا۔ دو تین منٹ اسی حالت میں گذرے خاکسار نے اندازہ کیا کہ آپ دعا فرما رہے ہیں۔ پھر اپنا بازو ہٹا لیا اور لیٹے لیٹے ہی فرمایا میاں ہم نے تمہارے لئے بہت دعائیں کی ہیں۔

غرض خاکسار کے قیام دارالامان کا وہ عرصہ اسی کیفیت میں گزرا کہ تمام دن آپ کی مجلس میں گزرتا اور خاکسار پیہم آپ کی محبت وشفقت اور ذرہ نوازیوں سے بہرہ ور ہوتا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اسی اثناء میں امتحان کا نتیجہ نکل آیا۔ خاکسار آپ کی مجلس برخاست ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (**غفر اللہ و جعل اللہ الجنۃ العلیا مثواہ**) کے دولت کدے پر دوپہر کے کھانے کے لئے گیا۔ وہاں پہنچنے پر محترمی جناب مبارک اسمٰعیل صاحب کا کارڈ لاہور سے لکھا ہوا ملا جس میں یہ خبر درج تھی کہ بی اے کے امتحان کا نتیجہ نکل آیا ہے اور تم بفضل اللہ اوّل درجہ میں پاس ہو گئے ہو۔ خاکسار کارڈ ہاتھ میں لئے الٹے پاؤں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور خاموشی سے کارڈ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پڑھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور خاکسار کو مبارکباد اور دعا دی۔ اس دن سہ پہر کی مجلس میں جو صاحب بھی حاضر ہوتے آپ انہیں مخاطب کر کے فرماتے آج ہمیں ایک بہت خوشی کی خبر ملی ہے اور خاکسار کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ امتحان میں اوّل درجے میں پاس ہو گئے ہیں اور تعجب ہے

کہ انہیں پہلے ہی معلوم تھا کہ پاس ہو جائیں گے۔ یہ آخری جملہ بھی اظہار خوشنودی کا ایک طریق تھا ورنہ خاکسار نے تو اپنے رقعے میں صرف اتنا گذارش کیا تھا کہ پرچے بفضل اللہ اچھے ہو گئے ہیں اور امید ہے کہ خاکسار پاس ہو جائے گا۔

ایک دن آپ نے فرمایا ہمیں بار بار پیاس محسوس ہوتی ہے ڈاکٹروں نے جو کچھ تجویز کیا ہم نے کر دیکھا ہے۔ کچھ افاقہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹروں کی تجویزیں تو الگ رہیں آپ خود ملک بھر میں چوٹی کے صاحب تجربہ حاذق طبیب تھے اور یہ خاکسار ایک نادان بچہ تھا۔ آج تک یہ بات یاد آنے پر پریشانی عرق انفعال سے نم ہو جاتی ہے کہ کیسی احمقانہ جرأت کا ارتکاب خاکسار سے ہوا کہ وفور محبت میں سب کچھ بھول گیا اور عرض کی کہ اگر حضور چائے الائچی کی آمیزش کے ساتھ نوش فرمائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تکلیف کا ازالہ فرمائے۔ کیا ہی دل لبھانے والی وہ مسکراہٹ تھی اور کسی قدر پُرشفقت وہ نگہ تھی اور کیا ہی دلنواز وہ انداز تھا۔ جس میں آپ نے فرمایا میاں ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ ہمیں دودھ کی ملاوٹ کی وجہ سے چائے کے استعمال کے نتیجے میں اسہال کی تکلیف ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی کسی خادم کو ارشاد فرمایا ہمارے ایک پیارے نے یہ تجویز کی ہے اندر کہہ دو الائچی ڈال کر چائے تیار کریں اور ہمیں بھیج دیں ہم اسے استعمال کریں گے۔

امتحان کا نتیجہ معلوم ہو جانے کے چند دن بعد، خاکسار سفر انگلستان کی تیاری کرنے کے لئے دارالامان سے سیالکوٹ چلا گیا اور تیاری مکمل ہو جانے پر والد صاحب، والدہ صاحبہ، ماموں جان، میاں جماں (جو ہمارے دادا جان کے وقت سے ہماری زمینوں کا انتظام کیا کرتے تھے) اور خاکسار دارالامان حاضر ہوئے تا خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے بعد دعا سفر پر روانہ ہو۔ اس دفعہ دارالامان میں قیام کا عرصہ بہت مختصر تھا۔ غالباً ایک دن رات ہی میسر آ سکے۔ میاں جماں اپنے کام میں تو خوب ہوشیار تھے لیکن لکھے پڑھے نہ تھے اور روحانی مجالس کے آداب سے بھی چنداں واقف نہیں تھے پہلی دفعہ انہیں قادیان حاضر ہونے کا موقعہ ملا تھا۔ گھر سے فیصلہ کر کے روانہ ہوئے تھے کہ دارالامان پہنچ کر بیعت کا شرف حاصل کریں گے۔ چنانچہ بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں بیعت قبول کئے جانے کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کچھ دن ٹھہریں۔ میاں جماں نے کمال سادگی سے عرض کیا حضور مجھے تو کل چوہدری صاحب (والد صاحب مرحوم) کے ہمراہ جانا ہے آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا تو آپ چوہدری صاحب کی بیعت کریں۔ ہماری بیعت کیوں کرتے ہیں۔ کیسے مختصر الفاظ میں آپ نے عہد بیعت کی حقیقت اور اس کا مفہوم واضح فرما دیئے۔ بیعت کے معنے تو ہیں بک جانا۔ جب آپ ہمارے ہاتھ پر بک گئے تو ہماری اطاعت لازم ہوگئی۔ چوہدری صاحب کا یا کسی اور کا پھر کیا دخل باقی رہ گیا۔ دنیا جانتی ہے کہ آپ نے اپنے عہد بیعت کو کس طور پر اور کسی خوبی سے نباہا تھا۔ تبھی تو اپنے محبوب آقا کے دربار سے یہ سنہری سندِ خوشنودی پائی ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نورِ یقیں بودے

خاکسار کو پاس بٹھا کر کمال شفقت سے چند نصائح لکھوائیں جن پر بفضل اللہ خاکسار عمل پیرا رہنے کی توفیق پاتا رہا ہے اور بڑے بڑے فوائد ان سے حاصل کئے ہیں۔

فرمایا جب سفر ختم ہونے کے قریب منزل مقصود نظر آنے لگے تو **اَللّٰھم رَبُّ السمٰوت السبع و ما اظللن و ربّ الارضین السبع و ما اقللن و ربّ الریاح و ما ذرین و ربّ الشیاطین و ما اَظْلَلْنَ انی اسئلک خیر ھٰذہ القریۃِ و خیر اھلھا و خیر مافیھا و اعوذبک من شرّ ھٰذہِ القریۃ و شر اھلھا و شرّ ما فیھا اللّٰھم ارزقنا حُبَّھَا ھا و اعذنا من وباھا اللّٰھم حَبِّبْنَا الیٰ اھلھا و حبب صالحی اھلھا الینا** مسنون دعا پڑھا کرنا **اللّٰھم ارزقنی جلیساً صالحاً** کا ورد رکھنا۔قرآن کریم جس قدر میسر ہو روزانہ پڑھنا ہمیں خط لکھتے رہنا تا دعا کی تحریک ہوتی رہے۔ ہر ملک میں شرفاء کا طبقہ ہوتا ہے وہاں شرفاء سے میل جول رکھنا۔ اپنے ہم ملک طلبہ کے ساتھ زیادہ روابط نہ بڑھانا۔

وہ ملک سرد ہے لوگ کہتے ہیں کہ سردی کی مدافعت کے لئے شراب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ہم طبیب ہیں اور ہم کہتے ہیں یہ بات غلط ہے۔ اگر سردی سے بچاؤ کے لئے کچھ پینے کی ضرورت محسوس کرو تو کوکو استعمال کرو۔ یہ آخری ملاقات تھی لیکن خط و کتابت کے ذریعے نصف ملاقات کا شرف انگلستان بیٹھے ہوئے نصیب ہوتا رہا۔ ہر عریضے کا جواب بالالتزام آپ دست مبارک سے رقم فرماتے اور خطاب بدلتے رہتے کبھی تو صرف پیارے السلام علیکم پر اکتفا فرماتے۔ کبھی ارشد وارجمند باشی۔السلام علیکم۔کبھی ظفر اللہ باشی السلام علیکم وغیرہ۔

خاکسار اگر تعطیل کے ایام میں انگلستان سے باہر جانے کا ارادہ کرتا تو پہلے آپ کی خدمت میں اجازت کی درخواست ارسال کرتا اور اجازت ملنے پر سفر اختیار کرتا۔ چنانچہ ایک بار اجازت کی درخواست کے جواب پر ارشاد تحریر فرمایا کوئی دینی یا دنیوی مقصد سامنے رکھ لو۔ اجازت ہے۔

آخری بیماری میں بھی خاکسار کا عریضہ اجازتِ سفر کے بارے میں خدمت اقدس میں پہنچا تو دست مبارک سے اجازت تحریر فرمائی اور خاکسار کو آپ کا ارشاد آپ کے وصال سے چند دن قبل وصول ہو گیا۔ ان دنوں قادیان سے لندن خط پہنچنے میں ۱۷-۱۸ دن صرف ہوا کرتے تھے۔

۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین انگلستان تشریف لے گئے تھے۔لندن پہنچنے پر انہوں نے اسی مکان میں قیام پسند فرمایا جس میں خاکسار ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک دن شام کے وقت سیر کے دوران میں خواجہ صاحب نے اپنے دو خواب خاکسار سے بیان کئے جن کا ذکر یہاں غیر متعلق نہ ہوگا۔

خواجہ صاحب نے بیان کیا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری بار لاہور میں تشریف فرما تھے میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی محمد علی صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور تین چار ہمارے اور دوست اور میں گرفتار ہو گئے ہیں اور ہم پر الزام یہ ہے کہ ہم نے بغاوت کی ہے چنانچہ ہمیں عدالت میں حاضر کیا گیا۔ میں نے

خواب میں خیال کیا کہ ہمیں بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا تم نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے۔ میں نے کہا اب آپ کا راج ہے آپ جو چاہیں حکم صادر فرمائیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا ہم تمہیں ملک بدر کرتے ہیں۔ بیدار ہونے پر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضری کا موقعہ ملا تو میں نے اپنا خواب حضور کی خدمت میں گزارش کیا۔ آپ نے فرمایا شاہی قیدی ہونا کوئی بری بات نہیں پھر میں حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اپنا خواب سنایا۔ وہ سن کر چند منٹ تو سر جھکائے خاموش رہے پھر کہا کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔ چند دن بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہو گیا۔ میں حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ حضرت میرا وہ خواب پورا ہو گیا میری بیعت قبول فرمایئے۔ آپ نے کہا نہیں نہیں قادیان چل کر مشورہ کریں۔ حضرت اماں جان سے دریافت کریں۔ میاں محمود سے مشورہ کریں۔ نواب محمد علی خاں، میر ناصر نواب سے مشورہ کریں۔ قادیان پہنچنے کے بعد فوراً مشورہ ہوا اور حضرت مولوی صاحب کا انتخاب بطور خلیفۃ المسیح الموعودؑ عمل میں آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے پھر خواب میں دیکھا کہ ہم وہی لوگ پھر گرفتار ہو کر مولوی صاحب کے روبرو پیش کئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں نے پھر ہمارے خلاف بغاوت کی ہے ہم حکم دیتے ہیں کہ تمہارے سر کاٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ ہمیں مقتل میں لے جایا گیا اور جب بھی اس نظارے کو یاد کرتا ہوں جب جلاد نے ایک ہیبت ناک کلہاڑے کے وار سے میرا سر میرے تن سے جدا کر دیا تو مجھ پر ویسی ہی وحشت طاری ہو جاتی ہے جیسی خواب میں طاری ہوئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات سے چند دن پیشتر شیخ نور احمد صاحب نے جو خواجہ صاحب کے منشی رہ چکے تھے اور بعد میں انگلستان پہنچ کر خواجہ صاحب کے مددگار کے طور پر ان کے ساتھ ووکنگ میں رہائش رکھتے تھے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضورؐ کے خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔ شیخ نور احمد صاحب نے خود ہی اس خواب کی تعبیر بیان کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ...... کی وفات قریب ہے اور ان کے بعد جناب صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ومتعنا اللہ بطول حیاتہٖ، خلیفہ ہونگے۔

آپ کی وفات پر جماعت میں اختلاف ہو گیا۔ والد صاحب کا خط خاکسار کو ملا کہ یہ دین کا معاملہ ہے اس بارے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دیتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جلدی نہ کرنا۔ غور و فکر اور دعاؤں میں ہدایت طلب کرنے کے بعد فیصلہ کرنا۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے خط ملا کہ جماعت میں بہت فساد پیدا کر دیا گیا ہے میں نے اپنی طرف سے اور تمہاری بہن اور بھائیوں کی طرف سے بیعت کا خط لکھوا دیا ہے تم میرا یہ خط ملتے ہی فوراً بیعت کا خط لکھ دینا۔ خاکسار کی طبیعت پہلے ہی تیار تھی خاکسار نے اسی دن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ ومتعنا اللہ بطول حیاتہٖ کی خدمت میں

بیعت کا عریضہ ارسال کر دیا۔ انگلستان سے خاکسار کی واپسی شروع نومبر ۱۹۱۴ء میں ہوئی خاکسار سیالکوٹ اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے سفر کے دوران ہی میں قادیان حاضر ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی خدمت اقدس میں باریابی اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کے شرف سے مشرف ہوا۔

خاکسار کی واپسی پر عزیز عبدالحی مرحوم نے بتایا کہ جس دن تمہارا عریضہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں پہنچتا تھا آپ کو بہت خوشی ہوتی تھی اور آپ گھر میں پیغام بھیج دیا کرتے تھے آج ہمارا کوئی مرغوب کھانا تیار کرنا ہمیں اپنے پیارے کا خط ملا ہے اور ہمیں بھوک محسوس ہوتی ہے اس کے بعد جب جمعہ کا دن آتا اور آپ جمعہ کی نماز کے لئے بیت الذکر کو جانے کے لئے تیار ہو جاتے تو فرماتے اس کا خط ہماری جیب میں رکھ دو ہم اس کے لئے دعا کریں گے۔

اللہ اللہ کس قدر شفقت اور رافت آپ کے وسیع اور پُر درد دل میں ایک نادان ناچیز حقیر خادم بچے کے لئے تھی اور آپ کی کریمانہ توجہ سے وہ بچہ باوجود اپنی بے شمار کوتاہیوں اور کمزوریوں کے کس قدر نازاں تھا۔

اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

خاکسار ظفر اللہ خان نیویارک ۱۳ ستمبر ۱۹۶۳ء

خلافتِ حقّہ ......

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نظر میں

(رقم فرمودہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمدؒ صاحب)

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو استحکام خلافت کے سلسلہ میں غیر معمولی جدوجہد کرنے کا موقع ملا اور بے شمار مسائل اور مشکلات کا مقابلہ کر کے بالآخران پر فتح یاب ہونے کی توفیق ملی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل (......) کو بھی استحکام خلافت کے سلسلہ میں غیر معمولی خدمت دین کی توفیق عطا ہو۔

حضور (......) کے مختلف ارشادات اور اس دور کے تاریخ احمدیت کے اوراق کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے اپنے مختصر دورِ خلافت میں خلافت کے صحیح اسلامی تصور کو ذہنوں میں راسخ کرنے اور خلافت حقہ راشدہ پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات کے سلسلہ میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے اور ہمیشہ کے لئے معترضین خلافت کے منہ بڑے مسکت دلائل سے بند کر دیئے۔اس سلسلہ میں حضرت اقدس کی تحریرات کی روشنی میں اس مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اوّل ''خلافت حقّہ ......حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نظر میں''۔

دوم: ''خلیفہ راشد پر کئے جانے والے اعتراضات''

خلافت حقّہ ......حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نظر میں:

قیام خلافت کو قیام توحید کے ساتھ گہرا بنیادی تعلق ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حقیقی توحید خلافت کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی خواہ یہ خلافت نبوت کی صورت میں براہ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کی گئی ہو یا الٰہی منشاء کے مطابق نبوت کے بعد جاری ہونے والی خلافت ہو۔قیامِ توحید کا قیام خلافت کے ساتھ ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اسی کی طرف اشارہ آیت استخلاف میں فرماتا ہے کہ خلافت کی برکت سے **یعبدو ننی لایشر کُونَ بی شیئا** یعنی تم خلافت پر متمکن ہونے کے نتیجہ میں توحید خالص پر قائم ہو جاؤ گے اور کسی غیر اللہ کو میرا شریک نہیں ٹھراؤ گے۔مؤحدین کامل کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ مؤحدین کی جماعت دنیا میں بھی وحدت کا ایک بے مثل منظر پیش کرتی ہے اور زبان حال سے یہ اعلان کر رہی ہوتی ہے کہ ہم ایک خدا کے عبادت کرنے والے ایک ہی نظام کی کڑیوں میں پروئے ہوئے مؤحدین ہیں۔ چنانچہ اسی وحدت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

فرماتے ہیں:

’’تفرقہ نہ کرو تم اعداء تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ایک ہوئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آگ کے کنارے سے نکلے ہو آئندہ اس آگ سے بچو تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک کیا پھر اس کے مرنے کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو تفرقہ سے بچایا اس نعمت کی قدر کرو اور نکمی بحثوں میں نہ پڑو۔‘‘ (بدر ۴؍جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:

’’خدا نے خلوص نیت کو نوازا اور چودہ سو سے کئی لاکھ اس جماعت کو بنا دیا۔ اب ضرورت ہے اس جماعت میں اتفاق، اتحاد اور وحدت کی اور وہ موقوف ہے خلیفہ کی فرمانبرداری پر۔‘‘

(خطباتِ نور صفحہ ۴۱۷، ۴۱۸)

خلیفہ خدا بناتا ہے:

انبیاء علیہم السلام کے بعد جاری ہونے والی خلافت میں چونکہ بظاہر انسانوں کی پسند کا دخل نظر آتا ہے اس لئے بعض نادان اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ خلیفہ راشد کو چننے والی مومنوں کی جماعت ہی دراصل خلیفہ بنانے والی جماعت ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اٹل وعدہ کے مطابق یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کے تصرف کے تحت عمل میں لایا جاتا ہے اور عین الٰہی منشاء کے مطابق ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ کہنا سراسر ناجائز اور خلاف قرآن ہے کہ مومنوں کی وہ جماعت جس نے خلیفہ کا انتخاب کیا۔ خلیفہ بنانے والی جماعت تھی۔ ہرگز نہیں بلکہ خلیفہ خدا اور صرف خدا ہی بناتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

’’میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ فرمایا۔ **انیّ جاعلٌ فی الارض خلیفۃ**‘‘ (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:

’’دوسرا خلیفہ داوٗد تھا **یا داؤد انّا جعَلْنٰک خلیفۃ فی الارض**۔

داوٗد کو بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ان کی مخالفت کرنے والوں نے یہاں تک ایجی ٹیشن کی کہ وہ انارکسٹ لوگ آپ کے قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور کود پڑے مگر جس کو خدا نے خلیفہ بنایا تھا کون تھا جو

اس کی مخالفت کر کے نیک نتیجہ دیکھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنایا۔ رافضی اب تک اس خلافت کا ماتم کر رہے ہیں مگر کیا تم نہیں دیکھتے کروڑوں انسان ہیں جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود پڑھتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے۔'' (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:

''جس طرح آدم و داؤد اور ابو بکر و عمر کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔'' (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

یہ بحث فاسقانہ ہے کہ خلافت کس کا حق تھا یا ہے:

جب یہ امر خوب کھل گیا کہ قرآنی تعلیم کے مطابق انبیاء علیہم السلام کی اقتداء میں قائم کی جانے والی خلافت بھی خدا تعالیٰ ہی کی قائم کردہ ہوتی ہے اور خلیفہ کو خدا خود ہی اپنی مرضی سے چنتا اور منصب خلافت پر فائز فرماتا ہے تو ظاہر ہے یہ بحث لغو اور فاسقانہ ہے کہ خلافت کس کا حق تھا یا ہے اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل.....فرماتے ہیں:

''آج بھی کسی نے کہا کہ خلافت کے متعلق بڑا اختلاف ہے حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی اور کو۔ میں نے کہا کسی رافضی کو جا کر کہہ دو کہ علی کا حق تھا ابو بکر نے لے لیا۔'' (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:

''یہ میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی یا روحانی فائدہ پہنچتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فضل کے بعد بھی تم اس پر بحث کرو تو سخت حماقت ہے۔'' (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

حضور کا ایک اور ارشاد بھی جاننے کے لائق ہے:

''یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حق دار کو نہیں پہنچی رافضیوں کا عقیدہ ہے اس سے توبہ کر لو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حق دار سمجھا خلیفہ بنا دیا جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو۔'' (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

پھر فرماتے ہیں:

''اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت کس کا حق ہے؟ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے

آقا اور محسن کا بیٹا ہے پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خان کو کہہ دیں پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے یا...... کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حق دار ہو سکتے ہیں مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ ان کے سامنے پیش نہیں کیا۔''

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

پھر فرماتے ہیں:

''مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں ان کو خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت ہے بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔ ایڈیٹر بدر کا فرض تھا کہ وہ ایسی تحریر کی فوراً تردید کرتا اور لکھ دیتا کہ یہ جھوٹ ہے۔

میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں **جس طرح پر علی، فاطمہ، عباس نے ابوبکر کی بیعت کی تھی اس سے بھی بڑھ کر مرزا صاحب کے خاندان نے میری فرمانبرداری کی ہے اور ایک ایک ان میں سے مجھ پر فدا ہے کہ مجھے کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا کہ میرے متعلق انہیں کوئی وہم آتا ہو۔** سنو میرے دل میں کبھی یہ غرض نہ تھی کہ میں خلیفہ بنتا۔ میں جب مرزا صاحب کا مرید نہ تھا۔ تب بھی میرا یہی لباس تھا میں امراء کے پاس گیا اور معزز حیثیت میں گیا مگر تب بھی یہی لباس تھا مرید ہو کر بھی میں اسی حالت میں رہا مرزا صاحب کی وفات کے بعد جو کچھ کیا خدا تعالیٰ نے کیا۔ میرے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا مجھے تمہارا امام و خلیفہ بنا دیا اور جو تمہارے خیال میں حق دار تھے۔ ان کو بھی میرے سامنے جھکا دیا۔ اب تم اعتراض کرنے والے کون ہو۔ اگر اعتراض ہے تو جاؤ خدا پر اعتراض کرو۔ مگر اس گستاخی اور بے ادبی کے وبال سے بھی آگاہ رہو۔''

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

خلیفہ اپنے وقت کا آدم ہوتا ہے:

صرف یہی نہیں کہ خلیفہ کا انتخاب دراصل خدا تعالیٰ ہی کا انتخاب ہوتا ہے بلکہ حضور کی نظر میں تو خلیفہ کا مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت کا آدم ہوتا ہے اور اس کے دشمنوں اور نافرمانوں سے اللہ تعالیٰ ایسا ہی سلوک فرماتا ہے جیسے آدمِ اوّل کے دشمن ابلیس سے فرمایا۔ حضور اس حقیقت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''اس خلافتِ آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ حضور وہ **مُفسد فی الارض** اور **منسفک الدم** ہے مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا۔ تم قرآن مجید میں پڑھ لو کہ آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے مسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے اگر وہ اِبٰی استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادت مند فطرت اسے **اسجدوا الآدم** کی طرف لے آئے گی اور اگر ابلیس ہے تو وہ اس دربار سے نکل جائے گا۔''

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

خلیفہ کا انکار بھی کفر کی ایک قسم ہے:

اس حیثیت سے کہ خلیفہ راشد خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ ہوتا ہے تمام قوم کا اس کے ہاتھ پر جمع ہونا ضروری ہے اور یہ خیال کر لینا کہ خلیفہ چونکہ نبی یا مامور نہیں اس لئے اس کی بیعت کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ محض ایک جاہلانہ خیال ہے اور حقیقت (دین حق) سے لاعلمی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عقیدہ کے مطابق جو یقیناً قرآن وحدیث پر مبنی تھا خلیفہ کا انکار بھی انسان کو ایک قسم کے کفر دون کفر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضور کے مسئلہ کفر و (دین حق) کے متعلق ارشادات پیش ہیں۔ جن سے اس مسئلہ کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:

''دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ اکفار کا مسئلہ ہے اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہئے؟ اس مسئلہ کے متعلق تم آپس میں جھگڑتے ہو۔ ہمارے بادشاہ ہمارے آقا مرزا صاحب نے اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مگر تم پھر بھی جھگڑتے ہو...... حضرت صاحب خدا کے مرسل ہیں۔ اگر وہ نبی کا لفظ اپنی نسبت نہ بولتے تو بخاری کی حدیث کو نعوذ باللہ غلط قرار دیتے جس میں آنے والے کا نام نبی اللہ رکھا ہے۔ پس وہ نبی کا لفظ بولنے پر مجبور ہیں۔ اب ان کے ماننے اور انکار کا مسئلہ صاف ہے عربی بولی میں کفر انکار ہی کو کہتے ہیں ایک شخص (دین حق) کو مانتا ہے اسی حصہ میں اس کو اپنا

قریبی سمجھ لو جس طرح پر یہود کے مقابلہ پر عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو۔اسی طرح پر یہ مرزا صاحب کا انکار کر کے ہمارے قریبی ہو سکتے ہیں اور پھر مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہؓ کا کرتے ہیں۔ایسا صاف مسئلہ ہے مگر نکمّے لوگ اس میں بھی جھگڑتے رہتے ہیں۔ نکمّے لوگ ہیں اور کام نہیں ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو قلعے فتح کرتے ہیں اور ایک یہ ہیں۔'' (بدر ۴/جولائی و ۱۱/جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۴)

خلیفہ کے مقابل پر انجمن کی حقیقت:

بعض نادان یا شریر لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ الوصیت کی بعض عبارتوں سے یہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل جانشین انجمن تھی اور اس نے اپنے اختیارات وقتی طور پر خلیفۃ المسیح الاوّل کو سونپے تھے۔اس کا جواب خود حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے الفاظ میں سنیئے۔فرماتے ہیں:

> ''حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے۔وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے خلیفہ مانو اور اس طرح ہمیں اکٹھا کر دیا۔پھر نہ چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔اب جو اجماع کا مخالف ہے وہ خدا کا مخالف ہے۔'' (خطباتِ نور ۴۱۹)

عزل خلیفہ کا مسئلہ:

ظاہر بات ہے کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے جیسا کہ ثابت ہے وہی بناتا ہے۔تو پھر غیر اللہ کی مجال کیا ہے کہ وہ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو معزول کر سکے خواہ وہ کوئی شخص ہو یا جماعت یا انجمن ۔ چنانچہ اسی کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

> ''پھر سُن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔'' (بدر ۴/جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

اسی سلسلہ میں حضور کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے:

''خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۴۱۹)

خلافت احمدیہ خلافت راشدہ اولیٰ کے مسلک پر ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے نزدیک خلافت احمدیہ انہی خطوط پر جاری ہے جس پر خلافت راشدہ اولیٰ جاری ہوئی تھی۔ اسی طرح خلافتِ احمدیہ کا سلسلہ بھی خدا تعالیٰ کے منشاء اور تصرف کے تحت جاری ہوا ہے یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں جو صرف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی تک محدود ہو بلکہ ایک الٰہی سلسلہ ہے جو خلافتِ راشدہ اولیٰ کی مطابقت میں جاری کیا گیا۔ اس مضمون کو حضور ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''آدم اور داؤد کا خلیفہ ہونا میں نے پہلے بیان کیا اور پھر اپنی سرکار کے خلیفہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ جس طرح ابو بکر اور عمر خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔'' (بدر ۱۱؍جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۴)

اب رہا یہ سوال کہ کیا یہ مماثلت حضور کی زندگی تک تو محدود نہیں اور کیا بعد میں علیٰ منہاج نبوت اس خلافت نے جاری رہنا ہے یا نہیں تو اس کا جواب بھی حضور ہی کے الفاظ میں سن لیجئے۔

''خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے میں جب مر جاؤں گا (**اللھم متعنا بطولِ حیاتہٖ**) تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی سزا دیں گے۔''

(بدر ۱۱؍جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۴)

اس کے بعد ایک موقعہ پر واضح طور پر ایک اور خلیفہ...... کے آنے کی خبر دیتے ہیں جو جلالی شان کا مالک ہوگا چنانچہ فرمایا:

''تھوڑے دن صبر کرو پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔''

(بدر ۱۱؍جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۵)

اس پیچھے آنے والے کے متعلق واضح طور پر لفظ خلیفہ استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بعض لوگ کہتے ہیں ہم تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفہ کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکر اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۴۲۲)

خلیفہ وقت کا علم قرآن وحدیث:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نظر میں خدا تعالیٰ جسے منصب خلافت کے لئے چنتا ہے اس کے مقابل پر کسی قسم کی علمی برتری کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس سے بڑھ کر قرآن وحدیث کا فہم اس زمانہ میں اور کسی کو عطا نہیں کیا جاتا۔

''سنو تمہاری نزاعیں تین قسم کی ہیں اوّل ان امور اور مسائل کے متعلق ہیں جن کا فیصلہ حضرت صاحب نے کر دیا ہے جو حضرت صاحب کے فیصلہ کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی نہیں جن پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی ان پر بولنے کا تمہیں خود کوئی حق نہیں۔ جب تک ہمارے دربار سے تم کو اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا یا خلیفہ کا خلیفہ دنیا میں نہیں آتا ان پر رائے زنی نہ کرو۔''

پھر فرمایا:

''خدا نے چاہا ہے کہ خاموش رہوں تم کیا ہستی رکھتے ہو کہ جو نہ میرے دربار سے اجازت ہوتی ہے نہ خدا کی طرف سے تمہیں امر ہوتا ہے اور تم جرأت کرتے۔'' (بدر ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۵)

خلیفہ کا تعلق باللہ:

اللہ تعالیٰ جس انسان کو رسول کی نیابت کے لئے چن لے اور دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کرے اس کے لئے وہ بڑی غیرت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا ایک خاص وراء الورا تعلق ہوتا ہے جو اس زمانے کے کسی اور انسان کو نصیب نہیں ہوتا عموماً خلفاء اس تعلق کے اظہار سے گریز کرتے ہیں لیکن بعض اوقات وقت کی مصالح انہیں اس کے اظہار پر مجبور کر دیتی ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے بھی ایک موقع پر اپنے اس مقام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''دیکھو میری دعائیں عرش میں بھی سنی جاتی ہیں۔ میرا مولا میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے تم ایسی باتوں کو چھوڑ دو اور توبہ کر لو۔''

(بدر ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۴)

اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام...... یوں بیان فرماتے ہیں:

''مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے''

خلیفۂ وقت اور مقام عدل:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نظر میں خلافت کا مقام جس شان کا حامل ہے اس کی کچھ جھلکیاں گزر چکی ہیں۔ ان پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے عظیم وجود کے مقابل پر زبان اجتہاد دراز کرنا یا اس زعم میں مبتلا ہونا کہ خلیفہ ہماری نصائح کا محتاج ہے ایک ردی اور نکما خیال ہے اسی سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بعض ایسے ہی غلطی خوردہ ناصحین اور مجتہدین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، پھر نصیحت کرتا ہوں، پھر نصیحت کرتا ہوں، پھر کرتا ہوں، پھر کرتا ہوں، پھر کرتا ہوں، پھر کرتا ہوں، پھر پھر پھر کرتا ہوں کہ آپس کے تباغض اور تحاسد کو دور کر دو یہ مجتہدانہ رنگ چھوڑ دو۔ جو مجھے نصیحت کرنے میں وقت خرچ کرتے ہو وہ دعا میں خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل چاہو تمہارے وعظوں کا اثر مجھ بڈھے پر نہیں ہوگا۔ ادب کو ملحوظ رکھ کر ہر ایک کام کرو۔''
(بدر ۲۱/ اکتوبر ۱۹۰۹ء، خطباتِ نور صفحہ ۴۴۱)

دوم: خلیفہ...... پر کئے جانے والے اعتراضات:

مقام خلافت کی اس وضاحت کے بعد جو گزر چکی ہے ایک صحیح العقل انسان یہ وہم بھی دل میں نہیں لاسکتا کہ خدا کے قائم کردہ کسی خلیفہ پر زبان طعن واعتراض دراز کی جاسکتی ہے لیکن ایسے بدقسمت انسان بھی ہمیشہ ہوتے ہیں جو مغلوب الحسد ہونے کی وجہ سے چاند پر تھوکنے میں عمر گنوا دیتے ہیں اور خدا کے پاک اور مقرب بندوں پر طرح طرح کے ظالمانہ اعتراض کرتے ہیں۔ نہ تو خدا کے انبیاء علیہم السلام کبھی ان ناپاک زبانوں کے چرکوں سے بچ سکے ہیں اور نہ ہی ان کے خلفاء کے دلوں کو یہ زخمی کرنے سے چوکی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (......) پر جو اعتراض کئے گئے اور اب بھی بعض بدبختوں کی طرف سے کئے جارہے ہیں۔ بعینہٖ ایسے اعتراضات قبل ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر بھی کئے جاچکے ہیں۔ گومن وعن تو وہ اعتراضات یہاں پیش نہیں کئے جاسکتے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خود مختلف مقامات پر بڑے دُکھ کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''توبہ کرو اور دعا کرو اور پھر دعا کرو میں فروری گویا نو ماہ سے اس دکھ میں مبتلا ہوں اب تم اس بڈھے کو تکلیف میں نہ ڈالو اس پر رحم کرو اگر میں نے کسی کا مال کھایا تو میں دس گنا دینے کی طاقت رکھتا ہوں۔ اگر میں نے کسی سے طمع کیا ہے تو میں لعنت کر کے کہوں گا کہ ایسا آدمی ضرور بول اٹھے میں اپنے آپ کو لعنتی سمجھوں گا اگر میں نے تمہارے مالوں میں کچھ لینے کا خیال کیا ہو۔''
(بدر ۴/ جولائی ۱۹۰۹ء، خطباتِ نور صفحہ ۴۲۰)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ بعض بد بخت حضور پر دینی اموال پر ناجائز تصرف کا الزام لگاتے تھے لیکن ایسے بدفطرت لوگ کسی پہلو سے بھی اعتراض سے نہیں چوکتے اگر خلیفہ وقت کوئی ذریعہ معاش اختیار نہ کرے تو دینی اموال کھانے اور غبن کا الزام لگ جاتا ہے اگر وہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے تو اسے دنیا کمانے والا کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ یہ دوسرا الزام بھی حضور پر لگایا گیا اور اس کے لئے

'' نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ''

والی کیفیت ہو جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پر دوسری قسم کا الزام بھی لگایا جاتا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

''جس طرح دکاندار صبح اپنی دکان کھولتا ہے اسی طرح میں بھی اپنی دکان کھولتا ہوں اور بیماروں کو دیکھتا ہوں میں تمہارے ابتلاء سے بہت ڈرتا ہوں اس لئے مجھے کمانے کا زیادہ فکر ہوتا ہے بم کے گولے اور زلزلے سے بھی زیادہ خوفناک یہ بات ہے کہ تم میں وحدت نہ ہو۔''

(خطباتِ نور صفحہ ۴۲۲)

اگر خلیفۂ وقت علیحدگی اختیار کرے تو کہنے والے اسے متکبر اور عوام الناس سے بے تعلق محلوں میں رہنے والے بتاتے ہیں اور اگر وہ سب سے مل جُل کر اختلاط کے ساتھ رہے تو ان کی نظر میں یہ بھی قابل اعتراض ٹھہرتا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس بارہ میں فرماتے ہیں:

''پھر مجھے کہتے ہیں کہ لوگوں سے اختلاط کرتا ہے اس کا جواب تمہارے لئے جو میرے مرید ہیں یہی کافی ہے کہ تم میرے آمر نہیں بلکہ مامور ہو'' (بدر ۲۱/اکتوبر ۱۹۰۹ء، خطباتِ نور صفحہ ۴۲۱)

اگر خلیفہ وقت فتنہ پردازوں سے نرمی اور پردہ پوشی کا سلوک کرتا ہے تو معترضین اسے انتظامی لحاظ سے نااہل اور بے نظمی پھیلانے والا قرار دیتے ہیں اور اگر وہ قوم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے فتنہ پردازوں کو سختی سے دبائے تو کہتے ہیں کہ وجہ فتنہ دور کرنے کی بجائے یہ زبردستی لوگوں کی زبان بندی کر رہے ہیں۔ اس قسم کے ایک اعتراض کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا:

''ہم نے آگوں کو دبا کر بھی بجھاتے دیکھا ہے۔ میری ماں دہکتے ہوئے کوئلے گڑھے میں ڈال کر بند کر دیتی تھی تھوڑی دیر میں سب بجھ جاتے تھے دیکھو میں نے پانی کے لحاظ سے تو وعظ کیا (یعنی سمجھا کر وجہ فتنہ دور کرنے کی سعی بھی کی - ناقل) اور دبانے کے لئے کوشش میں ہوں ہم اور تم سب مر جائیں گے اگر کچھ نقار ہم میں باقی ہیں تو پچھلی قوموں میں تفرقہ پڑ جائے گا اور وہ ہم پر لعنتیں کریں گی مجھے کہیں گے کس خبیث نے یہ گندہ بیج بو دیا۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۴۲۰)

بعض اوقات معترض خلیفہ وقت پر علم کی تلوار سے حملے کی کوشش کرتا ہے اور عوام کو بتا تا ہے کہ فلاں آیت یا فلاں حدیث سمجھنے میں خلیفہ وقت نے غلطی کی اور بعض اوقات اس پر کجروی اور اخلاقی گندگی کا الزام لگانے سے بھی باز نہیں آ تا چنانچہ ایسے ہی معترضین کو جواب دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

''اس کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تمہارا ساتھ دوں گا مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں تم اپنے پہلے معاہدہ پر قائم رہو ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔ اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج۔ (کجروی۔ٹیڑھا پن ناقل) دیکھو تو اس کی استقامت کی دعا سے کوشش کرو مگر یہ گمان نہ کرو کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھا لو گے۔ اگر میں گندہ ہوں تو یوں دعا مانگو کہ خدا مجھے دنیا سے اٹھالے پھر دیکھو کہ دعا کس پر الٹی پڑتی ہے۔''

(بدر۲۱؍اکتوبر۱۹۰۹ء،خطباتِ نور صفحہ۴۲۰)

درحقیقت خلیفہ وقت پر اعتراضات محض بغض اور حسد کی بنیاد پر قائم کئے جاتے ہیں۔ اس لئے اس امر سے بے نیاز ہو کر کہ خلیفہ وقت کیا کرتا ہے ہر کام جو وہ کرتا ہے حاسد کی نظر میں قابلِ اعتراض ٹھہرتا ہے نہ اس کا اٹھنا اسے ایک آنکھ بھاتا ہے نہ بیٹھنا نہ سونا نہ جاگنا دراصل خلیفہ کا وجود ہی اس کے نزدیک قابل اعتراض ہوتا ہے چنانچہ ایسے ہی بدباطنوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو بھی واسطہ پڑا تو آپ نے بہت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''جیسا میں نے ابھی کہا ہے یہ رفض کا شبہ ہے جو خلافت کی بحث تم چھیڑتے ہو یہ تو خدا سے شکوہ کرنا چاہیئے کہ بھیرہ کا رہنے والا خلیفہ ہو گیا کوئی کہتا ہے کہ خلیفہ کرتا ہی کیا ہے؟ لڑکوں کو پڑھاتا ہے......کوئی کہتا ہے کہ کتابوں کا عشق ہے اسی میں مُبتلا رہتا ہے۔ ہزار نالائقیاں مجھ پر تھوپو مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی جس نے مجھے خلیفہ بنایا یہ لوگ ایسے ہی ہیں جیسے رافضی ہیں جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرتے ہیں۔ غرض کفر وایمان کے اصول تم کو بتادیئے گئے ہیں۔''

(بدر۱۱؍جولائی۱۹۱۲ء صفحہ۳)

بعض اوقات یہ معترضین جو درحقیقت باغی اور طاغی ہوتے ہیں خلیفہ وقت کے ارشادات کا انکار کرنے پر یہ بہانہ ڈھونڈ لیتے ہیں کہ ہم نے تو صرف معروف کاموں میں آپ کی اطاعت کرنے کا عہد باندھا ہے اور فلاں فلاں کام ہماری نظر میں معروف نہیں ایسے لوگ خود اپنے نفس کو بھی دھوکہ دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اس دھوکے کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک اور غلطی ہے جو طاعت درمعروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں اطاعت نہ کریں گے یہ لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے

ولا یعصینک فی معروفٍ اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں
طاعت درمعروف لکھا ہے اس میں ایک سر ہے۔'' (بدر۲۱/اکتوبر۱۹۰۹ء،خطباتِ نورصفحہ۴۴۰،۴۴۱)

اگرچہ اس میں شک نہیں کہ خلیفہ ایک انسان ہوتا ہے اور کلیۃً غلطی سے پاک نہیں لیکن مطیع کا یہ مقام ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ مطاع پر کسی قسم کی گرفت کرے اور ادنیٰ کا یہ کام نہیں کہ وہ اعلیٰ کی عیب جوئی کرے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جوابدہ ہیں اور صرف اور وہی پاک ذات ہے جو درحقیقت محاسبہ کرنے کے اہل اور حق دار ہے اس لطیف نکتے کو بیان کرتے ہوئے معترضین کے لئے تنبیہہ کے طور پر حضور نے فرمایا:

''ایک خلیفہ آدم تھا اس کی نسبت فرمایا **انی جاعلٌ فی الارض خلیفة** اب خود ہی اس کے بارے میں ارشاد ہے **عصیٰ ادم ربه فغویٰ** لیکن جب فرشتوں نے کہا **من یُفسد فیھا و یسفک الدما و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** تو ان کو ڈانٹ پلائی کہ تم کون ہوتے ہو ایسا کہنے والے پس **فاسجدوا لادم** تم آدم کو سجدہ کرو چنانچہ ان کو ایسا کرنا پڑا دیکھو خود تو عاصی اور غوی تک کہہ لیا مگر فرشتوں نے چوں کی تو اس کو ناپسند فرمایا...... پھر داؤد کے لئے کیا کیا مشکلات پیش آئے...... **فستغفر ربه و خرراکعًا و اناب** سے یہ تو پایا جاتا ہے کہ کچھ نہ کچھ تو تھا۔ جس کے لئے یہ الفاظ آئے تیسرا خلیفہ ابوبکر ہے اس کے مقابلہ میں شیعہ جو کچھ اعتراض کرتے ہیں وہ اتنے ہیں کہ ۱۳۰۰ برس گزر گئے مگر وہ اعتراض ختم ہونے کو نہ آئے۔''

(خطباتِ نور صفحہ ۴۱۸)

حیاتِ نوردین پر سرسری نظر

(از: حضرت مرزا سلطان احمد صاحب)

؎ بیانِ شوق چہ حاجت کہ حالِ آتشِ دل   تواں شناخت ز سوزیکہ درسخن باشد

ہم جس دنیا جس کائنات میں رہتے ہیں وہ مختلف سانحات اور واقعات کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ جسے ایجازاً کیا تفصیلاً بھی بیان کرنا ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہی روزمرہ کیا ہر ساعت اور ہر منٹ اور سیکنڈ ایسے ایسے واقعات گزر جاتے ہیں جو اپنی دلچسپی دلاویزی اور ندرت کی وجہ سے اُس کائنات کے لئے جو کچھ بھی شعور اور فہم وفراست رکھتی ہے صدہا نکات اور ہزاروں عبرتوں کا زندہ مجموعہ ہوتے ہیں۔ شب وروز اگرچہ ہمارے مشاہدہ میں ایسے واقعات اور سانحات آتے رہتے ہیں لیکن ہم میں سے بہت تھوڑے ہیں جو انہیں ضمیری مشاہدہ اور عبرت کی نگاہوں سے دیکھنے کے عادی ہوں یا ان کے دلوں پر ان کا کوئی اثر پڑتا ہو۔ ہم اکثر سرسری رنگ میں واقعات اور سانحات کا مشاہدہ یا مطالعہ کرنے کے عادی ہیں۔ وہ لاپروائی اور وہ غفلت جو ہماری زندگی کا رفتہ رفتہ لازمہ ہوتی جاتی ہے ہمیں بسا اوقات ان واقعات اور ان سانحات سے محض خالی اور کورا واپس لے جاتی ہے جو ہماری زندگی کے واسطے ایک قیمتی سبق ہوتے ہیں۔ بعض وقت ہم کہا کرتے ہیں کہ ایسی غفلت نہ ہوتی تو ہماری چہیتی دنیا کا کام ہی نہ چلتا۔ شائد یہ کسی حد تک درست بھی ہو مگر اگر یوں کہا جاوے تو زیادہ تر درست ہوگا کہ ان حالات میں ہماری زندگیوں کی داغ بیل کی روش کچھ اور ہی ہوتی۔ انسان میں یہ طبعی یا فطرتی خاصہ ہے کہ وہ مختلف مشاہدات میں سے ایک حد تک انتخاب کرنے کا عادی ہے اور اکثر اوقات نظائر اور تماثیل سے اُس کا دل اور دماغ بہت کچھ حاصل کرتا ہے اسی خیال سے وہ چیدہ چیدہ مشاہدات اور واقعات کے جمع کرنے کا عادی ہے۔ تاریخ اور تذکرات کی یہیں سے بنیاد پڑی ہے۔ جب عام طور پر بعض واقعات کا بیان ہوتا ہے تو ایک تاریخ یا تذکرہ ہوتا ہے۔ تحریر ہی ان کی حامل نہیں ہوتی حافظہ بھی بہت کچھ محفوظ رکھتا ہے سوانح عمریوں کی بنیاد بھی یہی ہے۔ لوگ عموماً اس امر کے مشتاق ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ہی ابنائے جنس کی زندگی کے حالات سے واقفیت پیدا کریں اور دیکھیں کہ ان کی زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں کیا کچھ فرق ہے۔ اسی لئے اور اسی شوق میں ہر ایک اور ہر قوم میں صدہا سوانح عمریاں لکھی گئیں کچھ دوسروں نے لکھیں اور کچھ خود ہی لکھنے والے لکھ گئے۔ ہر سوانح عمری ایک خاص شخص کی زندگی اور رفتار زندگی کا ایک فوٹو ہوتا ہے ممکن ہے کہ اس

فوٹو کے کھینچنے یا کھنچانے میں کوئی خامی اور نقص ہی رہ گیا ہو اور اس وجہ سے اُس پر نکتہ چینی ہو سکتی ہو لیکن باوجود اس کے بھی اگر کوئی سوانح عمری نیک نیتی اور احتیاط سے لکھی گئی ہے تو اس سے دوسرے ابنائے جنس اخذ اور ترک کے سلسلہ یا شکل میں بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ بعض لوگ کبھی کبھی سوانح عمریوں کے پڑھنے سے اس واسطے اُکتاتے اور دل چراتے ہیں کہ ان کے خیال میں سوانح عمری وہی پڑھنے کے قابل ہوتی ہے جو کسی پہلو سے بھی نکتہ چینی کی زد میں نہ آ سکتی ہو۔ اُن کے خیالات کے موافق ہو۔ یہ خیال درست نہیں اختلافِ خیالات اور متضاد مذاق ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ایسی سوانح عمری نہیں مل سکتی ہے جو سب قسم کے خیالات کا مجموعہ ہو۔ اور جس کو سب لوگ ہی پسند کریں۔ سوانح عمری ایک خاص شخص کے چیدہ واقعات اور رفتار یا افتادِ زندگی کا ذکر ہوتا ہے وہ بجائے خود اس شخص کی زندگی کا ایک ریویو ایک تنقید ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنے مطبوعہ اور پرستیدہ خیالات یا عقیدت کو چھوڑ کر فطرت اور انسانیت کے اعتبار سے ان کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ باوجود تضادِ خیالات کے ایسے شخص کی زندگی اور زندگی کے کارنامے کیا کچھ کیفیت اور قیمت رکھتے ہیں پڑھنے سے پہلے ہی اپنے پرستیدہ خیالات کے ہجوم میں سے میخ نکالنا ہر تحقیق سے بعید ہے۔ انسانیت کا یہ فرض ہے کہ وہ پوری طمانیت سے حسنات کے اخذ کی کوشش کرے نکتہ چینی کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس سے انسانی ذات کیا ملکوتی ذات بھی نہیں بچ سکی۔

جو شخص کسی کی زندگی کا ریویو کرتا ہے وہ دراصل پیش کردہ معلومات کے مطابق ایسی زندگی کے مختلف واقعات کیفیات اور سانحات سے ایک مجموعی نتیجہ نکالتا ہے۔ یہ جُدا بات ہے کہ بعض لوگ اس سے اتفاق نہ کریں لیکن واقعات کے پیش کرنے میں بہت کم اختلاف کی نوبت آتی ہے اس میں کچھ بھی شک وشبہ نہیں کہ انسانوں کے مختلف واقعات ایک ہی خیال یا تنقید کے تابع نہیں رہ سکتے لیکن بایں ہمہ واقعات اور افتادِ زندگی خود ہی ایک فیصلہ کن فیصلہ ہوتا ہے۔

؎ معشوقہ عیاں مے گزرد بر تو ولیکن اغیار ہمے بینند ازاں بستہ نقاب است

زندگی یا زندگیاں جن جن خوفناک گردابوں میں سے گزرتیں اور جو جو طوفان ان کی راہ میں آتے ہیں اور جن جن آزمائشوں اور مشکلات میں ان کا امتحان ہوتا ہے وہ ایسی نہیں ہیں کہ ان کی واجبی قیمت نہ لگائی جائے۔ اگر کوئی زندگی کسی حد تک ایسے تلاطم اور ایسے گرداب سے محفوظ گزر گئی ہے تو وہ واقعی تعریف اور حوصلہ افزائی کے قابل ہے۔ جن لوگوں نے زندگی کے گردابوں اور تلاطموں کا خوفناک سماں دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ساحلِ مقصود پر پہنچنا کس قدر مشکل ہے۔

؎ شبِ تاریک وبیمِ موج وگردابِ چنیں حائل کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا

وہ لوگ جو زندگی کی ایسی مشکلات کا شعور اور احساس نہیں رکھتے وہ دراصل زندگی کے مفہوم اور زندگی کی مشکلات سے واقف ہی نہیں ہیں اور صرف نام کے انسان ہیں ورنہ ان میں انسانیت اور انسانی فطرت بوجوہ مردہ ہو رہی ہے۔ وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں۔

؎ خیال زلف تو پختن نہ کار خامان است — کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

وہ زندگیاں جو مشروط انسانیت اور قواعد فطرت کے ماتحت گزرتی ہیں۔ وہ زندگیاں جو اپنی راہ میں چپہ چپہ پر خار ہی نہیں بلکہ خارستان پاتی ہیں۔ جو پھونک کر قدم رکھنا زندگی کا پہلا اصول خیال کرتی ہیں ان کا صحیح وسالم اور مامون رہنا بہت ہی قیمت رکھتا ہے۔ اگر ہم فرائض کے ساتھ ساتھ تدیّن اور حزم واحتیاط بھی رکھنے کے عادی ہیں تو ہماری زندگیوں اور دوسروں کی زندگیوں میں ضرور فرق ہونا چاہئے ایک طرف ہمارے سامنے ہمارے ارد گرد لاکھوں قسم کی تحریکات کا ہجوم ہے اور دوسری طرف ہم سے یہ عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ ہمارا پاؤں نہ پھسلے اور ہم لغزش نہ کھائیں۔

؎ درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہٴ — باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

جو لوگ یہ ذمہ داری سمجھتے اور جو لوگ عہد و پیمان نباہنے والے ہیں وہی جانتے ہیں کہ اس گرد و غبار اور ان تحریکات میں سے صحیح وسالم نکلنا کیسا مشکل ہے۔

؎ بہ آستان تو مشکل تواں رسید آرے — عروج بر فلک سروری بدشواری است

لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں صرف زندہ رہنا ہی زندگی ہے۔ بول چال پھرنا چلنا اُٹھنا بیٹھنا ہی انسانیت اور زندگی کا بڑا کارنامہ ہے ایک دوسرے سے لڑائی شیخی تکبر و رعونت وغیرہ ہی سامان زندگی ہے۔ نہیں نہیں زندگی ہاں سچی زندگی کا سماں اور روپ ہی کچھ اور ہے۔ اگر زندگی میٹھی ہے تو ہم سے جانوروں کی زندگیاں سو درجہ اچھی ہیں۔ سانس اور دم تو وہ بھی لیتے ہیں۔ ان کی بعض طاقتیں ہم سے کہیں سبک دلچسپ اور بہتر ہیں۔ نہیں نہیں زندگی اس سامان کا نام نہیں وہ کچھ اور ہی ہے۔ اُسے صدہا میں کوئی ایک آدھ ہی حاصل کرتا ہے اور وہ بھی بصد مشکل اور فضل باری سے زندگی صادقہ یا حیاتِ نوری کی راہوں سے کوئی خاص بندے ہی بہ سلامت جاتے ہیں۔

؎ جمال شخص نہ چشم است نہ زلف و عارض وخال — ہزار نکتہ دریں کاروبار دلداری است

ایسی زندگیاں جو ان مشکلات اور ان خوفناک یورشوں سے کسی حد تک بھی صحیح وسالم اپنے تئیں لے نکلتی ہیں وہ اور ابنائے جنس کے واسطے ایک فخر اور ایک پاک نمونہ ہوتی ہیں۔ ایسا نمونہ جس پر اور زندگیوں کی رفتار رفتہ رفتہ اُسی راہ پر آسکتی ہے زندگیوں پر ریویو کرتے ہوئے وہ خیالات دماغ سے نکالنے ہی پڑیں گے جو بعض وجوہ سے پہلے سے متموج ہو رہے ہیں کیونکہ ریویو میں پرستیدہ خیالات دُور ہی رہنے چاہیئے۔ اگر پہلے خیالات کی پابندی سے ہم کسی زندگی اور اس کے واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اپنے تئیں ایک فریب دِہ راہ پر ڈالتے ہیں۔ اس صورت میں زندگیوں اور ان کے مختلف واقعات سے جو سبق ہمیں لینے چاہئے ان کی نوبت نہیں آتی۔ یہ تمام باتیں ایسی ضروری ہیں جنہیں ہمیں سوانح

عمریوں پر ریویو کرنے کے وقت یاد رکھنا چاہئے۔

؎ خموش حافظ وایں نکتہ ہائے چوں زر سرخ — نگاہ دار کہ قلاب شہر صراف است

جس سوانح عمری کا نام عنوان میں لکھا گیا ہے وہ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیحؓ کی سوانح عمری ہے۔ جو جلد اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے وہ پہلی جلد ہے یہ جلد اوّل بہ فضل خدائے کریم مولوی صاحب کی زندگی ہی میں لکھی گئی ہے۔ ہمیں حضرت اکبر نجیب آبادی کا بے حد مشکور ہونا چاہئے کہ ان کی بدولت یہ بے بہا سوانح عمری ہمارے ہاتھوں میں پھر رہی ہے۔ مولوی نور الدین صاحب کے انٹروڈیوس (کروانے) کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عرصہ دراز سے اپنی بعض خصوصیات علمی، طبی، مذہبی اتقاء کی وجہ سے کافی سے بھی زیادہ شہرت حاصل کر چکے ہیں بلکہ یہ کہ اُن کی شہرت اُن کے نام سے ایک ممتاز شہرت کا درجہ رکھتی ہے۔

ایسی ہی زندگیاں اپنے مختلف واقعات میں مختلف جذبات اور تصرفات رکھتی ہیں۔ اگر ہم چشمِ انصاف سے دیکھیں گے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اکثر مشاہیر اسلام کی زندگیاں اس نمونہ کی تھیں۔ جن پر ہمیں بہت کچھ فخر اور ناز ہے۔

؎ جاں پرور است قصۂ اربابِ معرفت — رمزے برو بہ پرس و حدیثے بیا بگو

سوانح عمری زیر ریویو میں صفحہ ۳۰ تا ۵۳ تک مولوی صاحب کے عقائد کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ ہمارا یہ کام نہیں کہ عقائد کی نسبت فروعی بحث کریں اصولی رنگ میں ناظرین بانصاف فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اُن کے عقائد باوجود احمدی کہلانے کے اسلاف اور مشاہیر اسلام سے کہاں تک ملتے ہیں۔ اگر بعض امور میں اعتقادی اور اجتہادی تفاوت ہے تو اُسی حد تک ہے جتنا اور مشاہیر اسلام کے عقائد میں پایا جاتا یا زیر بحث چلا آتا ہے۔ فروعی اجتہادات کی رَو ہم کبھی بند نہیں کر سکتے۔ اصولی عقائد کی اہم ضرورت ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد فروعات پر نہیں بلکہ اصول پر ہے۔ ۵۵ صفحہ سے لے کر ۱۴۱ صفحہ تک ولادت عنفوان شباب سیاحت طالب علمی تعلیم، سفر مکہ مدینہ حج وغیرہ وغیرہ کے حالات قلم بند ہوئے ہیں۔ ان حالات یا ان کیفیات کے پڑھنے سے پڑھنے والے پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی اور عجیب نکات سے آشنا ہونے کا موقعہ ملتا ہے۔ پڑھنے کے بعد یہ کہنا ہی پڑے گا کہ علامہ نور دین کی فطرت شروع ہی سے ایک انوکھا یا نرالا ڈھنگ یا سماں رکھتی تھی۔ طالب علمی کے زمانہ ہی میں مولوی صاحب کی طبیعت میں غیرت دینی محبت رسول اکرمؐ عزم راست گوئی صاف بیانی جرات کا پایا جانا زندہ دلیل اس امر کی ہے کہ قدرت نے ان کا وجود خاص اغراض اور خاص مقاصد کے تابع بنایا تھا ان سے وہ کام لینے تھے جو خواص ہی سے لئے جاتے ہیں۔ رام پور اور لکھنؤ کے سفر اوّلیہ میں مولوی صاحب نے ساتھیوں سے یہ ٹھہرا لیا کہ اسلامی شعائر کے مطابق سفر میں ضرور ایک امیرِ قافلہ ہونا چاہئے۔ یہ وہ تجویز اور وہ خیال تھا جو انضباط افراد مختلفہ کے واسطے ایک تمدنی گُر ہے۔ مسلمانوں نے جب سے یہ روش چھوڑی ان کی امارت اور تمکنت میں قریباً فرق ہی آتا گیا۔ جب طب پڑھنے کے واسطے حکیم علی حسین صاحب کے پاس شہر لکھنؤ میں

گئے تو ایک معترض کی نکتہ چینی پر اس جرأت اور اس صفائی سے ایسا خوش آیند اور مسکت جواب دیا جو (دینِ حق) کی تعلیم کا ایک جوہر بے بہا یا صرف اُسی کا خاصہ ہے۔ ہمیشہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ (دینِ حق) میں جس قدر جذب اور جس حد تک مساوات ہے وہ کسی اور مشرب یا مذہب میں نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے عملی رنگ میں اس کے ثبوت میں کمال ہی کِیا۔ کس خوبصورتی سے فرمایا۔ ''بے تکلفیاں اور السلامُ علیکم کی بے تکلف آواز وادی غیر ذی زرع کے اُمی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم فداہٗ ابی واُمّی''

یہ وہ جواب تھا جو ہزاروں دلائل اور صدہا براہین پر ایک عاملانہ زندگی کے رنگ میں برتری اور فوقیت رکھتا ہے۔ یہ وہ جواب تھا جو ہر منہ سے نہیں نکل سکتا۔ یہ وہ الفاظ تھے جن میں ...... جوش بھرا ہوا تھا۔ اس پُر جوش پُر صداقت جواب سے ثابت ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے باوجود فرق مراتب اور حالات ہم سرانہ یا آزادانہ گفتگو کرنے کی روح کہاں تک رکھتا ہے جو جذب اور مساوات کا ایک پہلا زینہ ہے روشن دل حکیم اس روشن فقرہ کے سننے سے وجد ہی میں تو آ گئے۔ ایک طالب علم وہ بھی صدہا کوس کا مسافر اور یہ جرأت اللہ اللہ اسلامی تعلیم کی کیسی اعلیٰ شان ہے یہ روشن فقرہ اُس جرأت حوصلہ اور عزم کا اثر تھا جو اسلام کی مقدس تعلیم سے اُن کی پاک طبیعت میں شروع شروع ہی سے منقوش ہو چکا تھا اور جو کبھی بھی جھلک مارنے سے نہیں رُک سکتا تھا۔

ما آبروئے فقروقناعت نہ مے بریم با پادشہ بگو کہ روزی مقدر است

اس عزم اور اس جرأت کے ساتھ بھی حکیم صاحب کو خدا پر جو اعتماد تھا اور دعا کی فلسفی جس رنگ میں اُن کے ذہن نشین تھی وہ ثابت کرتی ہے کہ اُن کی گھٹی ہی میں یہ باتیں رکھی گئی تھیں۔ مختلف مواقع پر اُنہیں اپنی دعاؤں کی قبولیت کا ثمرہ اُٹھانا پڑا ہے اور اس جرأت سے اُن کا اعلان اور اظہار کیا جاتا رہا ہے کہ کوئی کوئی ہی کر سکتا ہے۔ طالب علمی ہی میں اُن کا یہ خیال یا عقیدہ تھا کہ جب ہم قرآن مجید کو سمجھ سکتے ہیں تو اور علوم کیا ہیں۔ یہی ہمت اُنہیں بہت سی مشکلات سے نکال کر لے گئی اور اُستادوں کو بھی اُن کی ذہانت اور محنت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اُن کی اس ہمت نے آپ کی اکثر موقعوں پر بہت کچھ مدد بھی کی اور ان کی پارسایانہ زندگی بہتوں کے واسطے ایک نظیر ہو گئی۔ جب کبھی اُن کی کسی نے مخالفت کی تو خداوند کریم نے اُن کی مدد اور فتح کے واسطے غیب ہی سے سامان مہیا کر دیئے۔ دیکھو رام پور میں عبدالقادر خاں اور کلّن خاں کے درمیان کیا کچھ گزرا اور کلّن خاں کس طرح ایک مسافر طالب علم کا حامی بن گیا اور کس ہمت اور استقلال سے نورِدین کی کلّن خاں نے مدد کی اور اخیر تک کیسا مستقل رہا۔

نوردین کا یہ استقلال اور حمیّت یا غیرت مکتبوں ہی تک نہ رہی بلکہ راجوں اور نوابوں کے درباروں میں بھی اُس کے یہی دم خم رہے۔ مہاراجہ کشمیر کے روبروئے نذر دکھاتے وقت جو استقامت جو حوصلہ نوردین نے دکھایا وہ کوئی کوئی ہی دکھا سکنے کا دل وگردہ رکھتا ہے۔ یہ اسی راستبازی اور استقامت کا نتیجہ تھا کہ خدا اس کی وقت پر مدد کرتا رہا۔

رام پور میں ایک بیمار زیر علاج کے نا گہانی حادثہ نے جس کش مکش میں مولوی صاحب کو ڈالا اُن کی ہمت اور ان کا استقلال اور خدا پر توکل اُنہیں اس مخمصہ میں سے کس خوبصورتی سے نکال لے گیا۔ ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں ایسے وقتوں یا ایسی حالتوں میں قائم رہنا سوائے اس کے نہیں ہوسکتا کہ خدا پر بھروسہ اور یقین ہو ذٰلک فضل اللّٰہ یؤ تیہ من یشاء۔ استقامت اور بھروسہ اور بھی کرتے ہیں لیکن جو استقامت اور بھروسہ خدائی رنگ رکھتا ہو وہ کچھ اور ہی ہے۔ مکہ اور مدینہ کا سفر جس عقیدت سے مولوی صاحب نے کیا ہے وہ اُن کے حُسن عقیدت پر ایک نیک شہادت ہے۔ جس شخص کے دل و دماغ میں نام کو بھی فریب دہ فلسفہ کا غبار ہوتا ہے وہ سو سو باتیں نکالتا ہے۔ مولوی صاحب ایسا حکیم مزاج انسان جس عجز و نیاز سے باب اسلام پر جھکتا ہے وہ اللہ ہی کا فضل و کرم ہے۔ باوجود اس عقیدت کے بھی مولوی صاحب کی نظروں میں جو باتیں قابل جرح قدح معلوم ہوئیں ان پر نوٹس لینے سے اخیر تک نہیں چوکے۔ جب دوسری مرتبہ مکہ میں جا کر ایک عرب کو ننگے نہاتے دیکھا تو ٹوک ہی دیا۔ مذہب میں فضول اور تکلیف دہ بحثیں جب کبھی سُنیں ان سے نہ رہا گیا۔ مولوی صاحب کی کشادہ دلی اور حق پسندی ہمیشہ اُنہیں کامیاب بناتی رہی اور باوجود اس قدر پابند مذہب ہونے کے بھی کشادہ دل رہے۔ ان کے مباحثات نے کبھی بھی مجادلانہ رنگ اختیار نہیں کیا لطیفوں ہی میں وعظ و رشد کی لطیف راہ نکالتے رہے بڑے بڑے سخت دل باحث بھی حکمت نما بحث سے اُن کا لوہا مان گئے۔

مکہ جانے والے اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکہ والوں میں اُلفت اور محبت نہیں۔ مولوی صاحب نے کیا عمدہ نتیجہ نکالا ہے فرماتے ہیں جب ہر سال نئے حاجی آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں ان سے مکہ والوں کی محبت اور راہ رسم کیا ہو۔ چونکہ وہاں خدائی محبت کا زور ہے اس واسطے انسانی محبت قدم نہیں جما سکتی سچ ہے ایسے گھمسان میں کوئی کسی سے محبت کیا کرے پھر اُن لوگوں سے جو مختلف ملکوں کے رہنے والے اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے ہوں۔ اس حالت میں تو واقفیت بھی مشکل ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ٹرین میں اُترنے کے بعد کوئی کسی کا واقف اور رُوشناس بھی نہیں رہتا اور آپس میں مسافر محبت نہیں کرتے تو اس کو بھی وہی صورت ہوگی جو سفر مکہ کی ہے۔

طبیعت میں استقامت اور عزم اس قدر جس کی نظیر بہت کم صورت ہوگی بھیرہ میں کمیٹی کی حدود میں مکان بنانے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی ملاقات کی کیفیت استقامت اور بھروسہ خدا کا ایک زندہ نمونہ ہے اور اُس پر صحیح عزم دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ پھل بھی کیسا ملتا رہا ہے۔

؎ ہر دم چو بے وفایاں نہ تواں گرفت یارے ... مائیم و آستانش تاجاں زتن بر آید

اگر اس قسم کے واقعات اور تصرفات کو کم سے کم شرح صدر اور عزم ہی کہہ لو تو وہ بھی اپنی آپ ہی نظیر ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اعترافِ احسان شکریہ اظہارِ حق اعترافِ حسنات سے طبیعت مخمر ہے جس کے ساتھ کشادہ دلی درگزر اور ہی رنگ

پیدا کرتا ہے۔تھوڑی سی نیکی اور احسان بھی اعتراف اور شکریہ کے بغیر نہیں رہا بڑی بڑی باتوں کا ذکر ہی کیا اور پھر لُطف یہ ہے کہ احسان اور نیکی کو ہمیشہ بحیثیت احسان اور نیکی کے تسلیم کیا جاتا ہے مذہب اور قومیت کا شائبہ بھی نہیں اغیار کے صفات حسنہ اور احسان و مروت کو جس کشادہ دلی سے مانا ہے وہ ایک بڑے وسیع الظرف دل و دماغ کا ثبوت دیتا ہے۔ ملک فتح خاں پادری گوکل ناتھ اور بعض ہندو وآریہ دوستوں کی خوبیوں اور حسنات کا جن الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے وہ مولوی صاحب کی کشادہ دلی پر ایک زندہ نظیر ہے یہ وہ زندہ دلی ہے جو اسلام ہر مسلمان کو سکھاتا ہے۔غیروں اور دیگروں کی خوبیوں کا اسی رنگ میں تسلیم اور تصدیق کرنا بڑی خوبی اور بڑی جوانمردی کا کام ہے۔ یکم فروری ۱۹۱۴ء کا ذکر ہے کہ میں نے مولوی صاحب کی خدمت میں مولوی محرم علی چشتی صاحب کا السلامُ علیکم کہا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ چشتی میرے دیرینہ دوست ہیں وہ بڑی خوبیوں کے انسان ہیں اُن میں تین باتیں خاص ہیں اور میں ان کی بڑی قدر کرتا ہوں۔

(الف) اخفائے راز یا حفظ اسرار (ب) محبت و ہمدردی صادق (ج) استقلال

یہ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب اور چشتی صاحب کے عقائد فروعی یا اجتہادی میں ایک حد تک اختلاف ہے۔ باوجود ان اختلافات کے بھی مولوی صاحب کا اس وسعتِ قلبی اور اس کشادہ دلی سے چشتی صاحب کی ان خوبیوں کا اعتراف جو واقعی ان کی ذات میں پائی جاتی ہیں اُن کی روشن دماغی پر ایک عملی دلیل ہے اور اس بات کا سبق کہ اسی روشن دماغی اور کشادہ دلی سے ہم سب کو پیش آنا چاہئے۔ جیسے اور انسان ابتلاء اور تکلیف میں پڑتے ہیں ایسے ہی مولوی صاحب بھی مبتلا ہوتے رہے ہیں کبھی کسی تکلیف میں پڑے اور کبھی کسی میں کبھی قرضہ کی وجہ سے حیرانگی ہوئی۔کبھی دشمنوں نے گھیرا اور کبھی ماردینے کی خبریں اُڑیں یا اُڑائی گئیں۔ ان حالات میں بھی مولوی صاحب نے حوصلہ نہیں ہارا۔ وہی آن بان رہی جو تھی۔غیرت اور حمیت سے جَو بھر بھی نہ سرکے۔ ہمیشہ خدا ہی کا بھروسہ رہا۔

مسلماناں مرا وقتے ولے بود
کہ باوے گفتمے گر مشکلے بود

جب پہلے سفر کے وقت ۱۲ سو قرضہ ہو گیا دلی چل نکلے پانچ سو روپیہ ملنے پر دل میں یہ آیا کہ رقم پوری نہیں آئی ابھی وہاں جانا ہے جہاں یہ کمی پوری ہوگی۔بھیرہ میں تحصیل دار کو جب پچھاڑا! ایک بڑی کثیر جماعت میں جب جموں سے حکماً استعفا لیا گیا۔ایک مہاجن نے جو کچھ کہا اور جو کچھ کہتا تھا اس کے اعادہ سے طبیعت جس استقلال جس ہمت میں اور جس توکل پر رہی باوجودیکہ اس شہر میں ہزاروں روپیہ قرضہ بھی دینا تھا وہ اس استقلال اور توکل کا عملی ثبوت ہے جو بعض طبائع ہی رکھتی ہیں۔ یہ نوردین کی ہمت نہ تھی بلکہ اس توکل اُس خدا پرستی کا اثر جو نوردین کی فطرت عالیہ میں مودعہ ہے۔ نوردین باتیں نہیں کرتا بلکہ عمل بھی کرکے دکھاتا ہے اُس کی پاک فطرت میں جوہر عمل رکھا گیا ہے۔

؎ سخن عشق نہ آن است کہ آید بزباں ساقیا مے دہ و کوتاہ کن ایں گفت و شنود

چونکہ تدّین اور تجّر کے ساتھ طبیعت فلسفی رنگ میں بھی ڈوبی ہوئی ہے اس واسطے بعض وقت وعظ نصیحت میں اس قسم کے نکات فاضلہ سے کام لیا گیا ہے کہ منصف طبائع عش عش کر اُٹھتی ہیں۔ وزیر لعل دین کے مکان پر جا کر جس پیرایہ میں نصیحت کی اور جس جرأت کے ساتھ وہ خاص طبائع کا ہی حصہ ہوسکتا ہے کیا جامع نکتہ بیان ہوا ہے کہ ہر شخص کے واسطے اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی واعظ موجود ہوتا ہے۔ اگر ایک امیر کے گھر کے پاس۔ کسی دوسرے امیر کا اُجڑا ہوا گھر موجود ہے تو موجودہ امیر کے واسطے اس کا نظارہ بھی ایک واعظ ہی ہے۔ کیسا دل ہلا دینے والا نکتہ اور مسکت استدلال ہے اگر اسی پر انسان دھیان رکھے تو چند در چند منہیات سے باز رہ سکتا ہے۔

؎ چہ فرصت ہا کہ گم کردم دریں راہ زبخت خواب ناک غافل خویش

راست گوئی میں مولوی صاحب کی طبیعت بالکل نڈر واقع ہوئی ہے اور اب تک اسی پیمانہ پر چلی جاتی ہے باوجود یکہ ضعف و ناتوانی نے جسم میں گھر کر لیا ہے مگر روح اور حوصلہ ناتوان اور ضعیف نہیں ہوا ہے اسی آن بان میں ہے۔ صداقت کے اظہار میں صداقت ہی سے صادقانہ کام لیا جاتا ہے۔ کشمیر میں دیوان لچھمن داس صاحب ایسے جری افسر کو پشتونیوں کی دست برد سے جس ہمت اور جس حوصلہ سے روکا وہ مولوی صاحب کی جرأت کی ایک زندہ مثال ہے۔ اسی طرح صدہا امیروں، نوابوں اور راجوں سے یہ جرأت و ہمت خطاب اور سلوک رہا۔

صفحہ ۱۷۰ سے صفحہ ۲۶۹ تک عطر مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ یا یہ گلدستہ واقعی عطر بیز یا عطر فشاں ہے اور یہ مجموعہ نادرات اُن ہی الفاظ میں قلمبند ہوا ہے جو خود مولوی صاحب کی اپنی زبان کے ہیں۔ اس مجموعہ میں ناظرین کو بیسیوں ایسی باتیں ملیں گی جو بڑے بڑے حکیموں اور فلاسفروں کے حصہ میں بھی بمشکل آئی ہیں۔ یہ گراں بہا نکات یا قیمتی باتیں چند لفظوں میں بیان کر دی گئیں ہیں۔ ایسے روپ میں کہ غبی سے غبی طبیعت اور متعصب سے متعصب انسان بھی اثر کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ باتیں اور یہ نکات مشاہداتی ہی نہیں ہیں بلکہ تجربی بھی، فلسفی ہی نہیں ہیں بلکہ روحانی بھی، اخلاقی ہی نہیں بلکہ تمدنی بھی، تمدنی ہی نہیں ہیں بلکہ سوشل اور سیاسی بھی۔ ان نکات سے کیا نکلتا ہے؟

☆ مولوی صاحب کی زود رسی۔ توکل۔ خدا پر اعلیٰ بھروسہ۔ تدیّن۔

☆ ذہانت ☆ حاضر جوابی

☆ موقعہ شناسی ☆ حسن جواب حسن تبلیغ

☆ کشادہ دلی ☆ وسعت قلبی

یہ وہ باتیں اور یہ وہ نکات ہیں جو بعض ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ ع

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اس عطر مجموعہ سے ناظرین مندرجہ ذیل باتیں خصوصیت سے دیکھ سکتے ہیں کہ ان میں مولوی صاحب کی روش کیا رہی ہے۔ (الف) اہل خاندان کے ساتھ (ب) اہل وعیال کے ساتھ (ج) اپنے شباب کے ساتھ (د) احباب کے ساتھ (ہ) اہلِ وطن کے ساتھ۔ ان شعبوں میں آپ کو بہت سی اس مجموعہ میں سے ایسی باتیں ملیں گی جو ملکی اور قومی حمیّت غیرت اور دُور اندیشی کے گُر ہوں گے۔ ساتھ ہی اس کے آپ کو یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ مولوی صاحب کی پاک طبیعت بناوٹ تصنع فریب دہی خوشامد معیوب وجاہت جاہ طلبی خودغرضی خودپسندی سے کہاں تک نافر رہی ہے اور نافر ہے اور خدا کا فضل وکرم یہ ہے کہ وہی روش اب تک بھی چلی جاتی ہے۔ علم دوستی علم پروری علم پژدہی میں گویا اُن کی طبیعت اور ان کا مذاق اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ ہزاروں روپے کا کتب خانہ ان کی اپنی ہی خرید ہے اور اب تک وہ سلسلہ جاری ہے اور دوسری طرف کھانے پینے اور لباس کا یہ حال ہے کہ دیکھنے سے کوئی اجنبی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی نوردین ہے جو زمانہ بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ ان کی بیرونی وجاہت اندرونی وجاہت اور اندرونی عظمت اور علو شان کا عکس ہے کیونکہ بایں حالات رعب اور ہی شان لئے ہوئے ہے۔ ایک طرف احسان پروری کی کوئی حد نہیں اور دوسری جانب احسان فراموشی اور احسان خواہی سے طبیعت کوسوں بھاگتی ہے یہ بات کسی نمائش کی غرض سے نہیں بلکہ طبیعت بھی مستغنی واقع ہوئی ہے اور یہ کہ کوئی دوسرا کیوں تکلیف میں پڑے۔ یہ مورخہ ندارد ایک رقعہ مجھے لکھتے ہیں جس کی میں ذیل میں نقل دیتا ہوں۔

مکرم معظم مرزا

یہ کتاب خاکسار نے مرزا محمود احمد سے لے کر کسی مُلّا کو دی اُس نے وہ غیر ناقص کتاب گم کر دی اب مجھے محمود احمد سے حجاب آتا ہے ان کی کتاب کیوں گم ہوئی۔ لکھنؤ کانپور دہلی میں بہت جستجو کی مگر عمدہ بے نقص کتاب نہیں ملی بہاولپور میں شائد اس کا نسخہ مل سکے۔ ۱۰ روپے تک میں دے سکتا ہوں۔ آپ لاہور میں سیّد نادر شاہ کیور باسٹیز سے پتہ لگائیں کتاب بے نقص ملجائے۔ (نورالدین)

جس کتاب تہذیب النحو کا رقعہ بالا میں ذکر ہے وہ حجم میں ۱۴ صفحے کی ہے۔ میری رائے میں ۱/حد ۲/رے[ا] سے اُس کی قیمت زیادہ نہیں جس کے بدلہ میں مولوی صاحب ۱۰ عہ روپے تک میں خرید لینا چاہتے ہیں تا کہ میاں محمود احمد صاحب کو واپس دی جائے اللہ اللہ کیسی آزاد۔ کیسی غیرت پسند کیسی پُرحق کیسی خیر جُو طبیعت واقعہ ہوئی ہے اس رقعہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں ایسے شخص کی سوانح عمری دیکھوں۔ ایک فلاسفر کا قول ہے کہ بعض اوقات معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتیں اور چھوٹے چھوٹے واقعات ہی بڑی بڑی باتوں اور بڑے بڑے واقعات کی راہ دکھاتے ہیں۔ فتدبر۔

مشکل سے ایسے لوگوں کے ایسے افعال اور ضبط افعال کو کوئی خودغرضانہ نکتہ چینی سے بدنام کر سکتا ہے۔ اگر چہ

اے : ایک آنہ حد دو آنہ

نور دین بھی انسان ہے اور انسانوں میں سے ہے مگر ان انسانوں میں سے ہے جو جامہ انسانیت رکھتے ہیں یا جو انسانیت شناس اور انسانیت کے دلدادہ ہیں۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بین   کہ ناز برفلک و حکم برستارہ کنم

۲رفروری ۱۹۱۴ء کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہمارے بعد ہماری اولاد کی امداد چندوں۔ زکوٰۃ اور صدقات سے نہ کی جائے۔ جس طرح میرا حامی خود خدا رہا ہے اس طرح میری اولاد اور میرے وابستگان کا بھی رہے گا۔

یہ وہ بات وہ توکل وہ بھروسہ اور وہ قربانی ہے جو ہر کسی سے نہیں ہوسکتی۔ یہ دردناک اور نتیجہ خیز حکایت ہے جو ہر کوئی نہیں سنا سکتا یا ہر منہ اس قابل نہیں خدا پر بھروسہ اور توکل ہو تو ایسا ہی ہو۔ یہی شعائر (دین حق) اور روش مشاہیر (دین حق) ہے ایسے ہی لوگ عملی رنگ میں (دین حق) کے واسطے ارکان عزم اور اصحاب ارادہ ہیں۔

؎ روزِ نخست چوں دم رندی زدیم و عشق   شرط آں بود کہ جز رہ ایں شیوہ نسپریم

ادھر یہ صورت اور ادھر یہ کہ کوئی اپنی کمزوری بھی ہے تو چھپائی تک نہیں۔ عطر مجموعہ کے حصہ میں دیکھ لوگے جب کوئی وسوسہ خطیر خاطر ہوا یا کوئی اور ایسی ہی صورت پیش آئی ہے تو اس کا بھی ذکر کر ہی دیا گیا ہے۔

صوفیائے کرام اور حضرات اولیائے عظام کی خدمت میں جو کچھ عقیدت ہے اس کا ہر رنگ میں اعتراف ہے چار مشاہیر (دینِ حق) سے بیعت ہے اور چاروں سے اب تک وہی عقیدت ہے اور اسی ادب وعزت سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو شروع میں تھا ایک وہ لوگ بھی ہیں جو ایک پیر کے چھوڑنے یا مرنے پر اس کی نسبت عقیدت رکھنا تو درکنار ادب سے نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

سوچنے والے سوچیں کہ مولوی صاحب کو بزرگانِ دین سے کہاں تک عقیدت اور محبت اور مختلف انساب صوفیائے عظام سے انہیں کیسی اعلیٰ نسبت ہے اُسی حسن عقیدت کا یہ اثر ہے کہ خود مولوی صاحب بھی اسی سلسلہ عظام سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

مخرماں سرا پردۂ وصال شوم
زبندگان خداوند گار خود باشم

حیاتِ نورالدین کی قیمت ۴ روپے ہے ہماری رائے میں ہر مذاق کا آدمی ایسی سوانح عمریوں سے ایک بلیغ فائدہ اُٹھا سکتا ہے کیونکہ اس میں بہت سی باتیں ایسی بیان ہوئی ہیں جو ہر صحیح مذاق کے مطابق ہیں اور جن سے نہایت کشادہ دلی اور اتقاء کی مثالیں ملتی ہیں۔ جہاں عمدگی اور خوبی مل سکتی ہے وہ ہمیں لینی چاہیئے صداقت کا میدان بہت وسیع ہے صداقت

حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا مقام

(از: مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب)

حاجی الحرمین شریفین حضرت مولانا نورالدین بھیروی کو یہ شرف اور سعادت حاصل ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود ومہدی موعود کے حد درجہ مخلص و جانثار محبوب بھی تھے اور غائت درجہ عزیز ومقرب بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے لطف واحسان سے آپ قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے خلیفہ و جانشین بنے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو یہ شرف و مرتبہ کیونکر حاصل ہوا اور آپ کس طرح اپنے رب کے مقرّب بنے اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے مرید بن گئے۔ مختصر جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان اور اپنے اخلاص وتقویٰ اور علم ومعرفت کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے دل میں یہ تڑپ موجود تھی کہ چودھویں صدی ہجری کے پُرآشوب اور مایوس کن دور میں ایک مرشد ربانی مل جائے جو دینِ حق کا حقیقی اور روشن چہرہ دکھانے والا اور اس کی حقانیت اور فتح ظاہر کرنے والا ہو۔ اور جس کی سچی پیروی کر کے الٰہی خوشنودی اور رضا حاصل ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا نورالدین نے اپنی اس دلی آرزو اور تڑپ کو ایک عربی مضمون میں واضح کیا ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیفِ لطیف ''کرامات الصادقین'' کے آخری حصہ میں درج فرمایا ہے متذکرہ مضمون کے چند حصّوں کا اردو ترجمہ از ''حیاتِ نور'' صفحہ 109 تا 112 مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

> ''میں نے جب سے اس زمانہ کے لوگوں کی خرابیوں کا مشاہدہ کیا اور مذاہب اور اہلِ مذاہب میں تغیرات دیکھے تب سے میں شوق رکھتا تھا اور دعا کیا کرتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایسا شخص دکھائے جو دین...... کی تجدید کرے اور معاندین اور شیاطین پر روحانی سنگباری کرے۔ میں اس خواہش کے پورا ہونے کا دلی امیدوار تھا۔''

آگے چل کر فرماتے ہیں:

> ''اسی اثناء میں مجھے حضرت السید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد ومہدی الزماں مسیح دوراں اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا

تا حقیقت حال کا مشاہدہ کروں ...... میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا ...... پھر میں نے مہدی الزماں کی محبت کو اختیار کرلیا اور آپ کی بیعت صدقِ دل سے کی ...... میں نے انہیں اپنی جائیداد اور اپنے سارے اموال پر ترجیح دی بلکہ اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور والدین اور اپنے سب عزیز و اقارب پر انہیں مقدم جانا''

(تحریر حضرت مولانا نورالدین صاحب کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد ہفتم صفحہ ۱۴۹ تا صفحہ ۱۵۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کا جواب

اُدھر حضرت مسیح موعودؑ مامور کئے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے تھے ان کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی روح پرور تصنیف آئینہ کمالاتِ اسلام میں تحریر فرماتے ہیں:

''جب سے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حیّ و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب! کون میرا ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں پس جب کہ دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔''

(روحانی خزائن جلد پنجم۔ ترجمہ از آئینہ کمالاتِ اسلام طبع اوّل صفحہ ۵۸۱-۵۸۲)

حضرت اقدس کے جلال و جمال کا اثر

حضرت مولانا نورالدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلی ملاقات کے لیے اوائل 1885ء میں قادیان حاضر ہوئے۔ حضرت اقدسؑ کی کشش اور اپنے جذبہ وشوق کو حضرت مولانا نورالدین نے ان وجد آفرین الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''چنانچہ آپ اس وقت سیڑھیوں سے اُترے تو میں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں''　(حیاتِ نور صفحہ ۱۱۶)

جناب مصلح الدین راجیکی نے کیا خوب کہا ہے:

ع منحصر ہے اک نظر پر جان و دل کا فیصلہ　　کون کرتا ہے محبت عہد و پیماں دیکھ کر

حضرت مولوی صاحب کی عیادت کے لیے جموں کا سفر

حضرت مولانا نورالدین خود بیان فرماتے ہیں:
''حکیم فضل الدین صاحب نے میری کسی بیماری میں گھبرا کر حضرت صاحب کو لکھ دیا کہ بیمار ہیں۔ حضرت صاحب بے تاب ہوکر میرے پاس جموں تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت صاحب نے ایک جلسہ میں فرمایا تھا کہ انبیاء علیھم السلام بھی ناقۃ اللہ ہوتے ہیں۔ بھلا ان کو کوئی چھیڑ کر تو دیکھے۔''

(''مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین'' صفحہ ۱۹۲)

عیادت کے سلسلہ میں حضرت مولانا نورالدین کی خوش بختی پر جناب عبیداللہ علیم کا یہ شعر کتنا پر لطف محسوس ہوتا ہے۔

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس

نور اخلاص کی طرح نام بھی نوردیں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے رسالہ فتح...... (مطبوعہ 1890) میں فرماتے ہیں:
''خدائے تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نوردین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ...... کے لیے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔ ان کے دل میں جو تائیدِ دین کے لئے جوش بھرا ہوا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اور میں تجربے سے نہ صرف حُسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔''

(''فتح اسلام'' روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۳۵)

اطاعت و محبت کے لئے ہمہ وقت مستعد

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے دل میں اپنے محبوب آقا کی اطاعت و محبت کا کیسا جذبہ موجزن تھا اس کی ایک مثال حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے مندرجہ ذیل بیان سے ملتی ہے۔ حضرت میر صاحب فرماتے ہیں:

''ایک دن میں حضرت مولوی صاحب کے پاس بیٹھا تھا وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کر دینے کے لیے فرمایا مگر وہ دوست

راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اسی وقت مرحومہ امۃ الحیٔ صاحبہ بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آ گئیں۔ حضرت مولوی صاحب دوست کا ذکر سن کر جوش سے فرمانے لگے کہ مجھے تو مرزا کہے کہ اپنی لڑکی کو نہالی (نہالی ایک مہترانی تھی جو حضرت صاحب کے گھر میں کام کرتی تھی) کے لڑکے کو دے دو تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا مگر نتیجہ دیکھو لو کہ بال آخر وہی لڑکی حضور علیہ السلام کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود مسیح موعود کا حسن و احسان میں نظیر ہے۔'' (یعنی حضرت مصلح موعود۔ ناقل)

(''سیرت المہدی'' حصہ سوم صفحہ ۷۷)

بے مثال خدمت اور استقامت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیفِ لطیف ''ازالہ اوہام'' (۱۸۹۱ء) میں حضرت مولانا نورالدین کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل بیان کر سکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔ اگرچہ اُن کی روز مرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر پہلو سے (......) اور (......) کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے۔''

پھر فرماتے ہیں:

''انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردّد مجھے قبول کیا جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہدِ بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہو گئے تھے تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے أمناوَ صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین۔'' (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۵۲۰-۵۲۱)

روحانی مراتب اور حسنات عطا ہونا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اللہ اور رسول کی خاطر اپنے وقت کے امام کو صدق دل سے مانا اور ان کے ساتھ ایسا عہد وفا باندھا اور اتنی قربانیاں پیش کیں کہ آپ کو ایک خاص مقام اور مرتبہ حاصل ہو گیا اور اس کے ثمرات آپ کو اس دنیا میں بھی ملے۔ آپ کے دو رویائے صادقہ کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے فرمایا:

''مجھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّار بہت پڑھا کرو۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۸۸)

(ب) میں نے ایک مرتبہ نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں پھر میرے کان میں کہا کہ تو ہم کو محبوب ہے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۶۲)

فوائد بیعت میں ایک عظیم الشان فائدہ

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب نے نواب خان صاحب تحصیلدار کا واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ نواب خان صاحب نے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کو حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے کیا خاص فائدہ حاصل ہوا۔ اس پر حضرت مولانا نورالدین نے فرمایا:

''نواب خان! مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک فائدہ اُن میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بذریعہ خواب ہوا کرتی تھی اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۱۹۴)

صفت ایثار اور ہمدردی (......) میں عجیب شان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''نشان آسمانی (۱۸۹۲ء) میں تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی حکیم نور الدین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفتِ ایثار اور شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی...... میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرتِ مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولا میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا اُن میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے۔''

پھر فرمایا: ''خدائے تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی! اس امت میں زیادہ سے زیادہ کرے'' آمین ثم آمین۔ (''نشان آسمانی'' روحانی خزائن جلد چہارم صفحہ ۴۰۷)

شانِ استغناء وجذبہء شکرگزاری

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

''میں نے ایک مرتبہ کسی کا علاج کیا ایک بڑھیا نے نذرانہ میں مجھ کو سکھوں کے وقت کا تانبے کا ایک پیسہ دیا میں نے نہایت خوشی اور شکرگزاری کے ساتھ لے لیا اور اپنے دل میں سوچا کہ میں اس کو خدا کے نام پر کسی کو دے دوں تو کم سے کم ایک پیسہ کے سات سو پیسے بنا سکتا ہوں۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۶۷)

کمال کے نشانوں میں سے ایک نشان

اپنی روح پرور پُرمعرفت تصنیف ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' (روحانی خزائن حصہ پنجم) حصہ عربی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محب ومرید باصفا حضرت مولانا نورالدین کے

علم و فضل کے متعلق فرماتے ہیں۔

''اور اس کے کمال کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ جب اُس نے ''......'' کو مجروح دیکھا اور اس کو ایک مسافر سرگرداں کی طرح یا اس درخت کی طرح پایا جو اپنی جگہ سے ہلایا جائے تو اس نے غم کو اپنا شعار بنالیا اور مارے غم کے اس کا عیش مکدّر ہو گیا اور مضطر کی طرح دین کی مدد کو کھڑا ہو گیا اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو دقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں اور جس کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے بھری ہوئی ہیں اور اُن کے الفاظ نہایت دلربا۔ خوبصورت اور عمدہ ہیں جو دیکھنے والوں کو شراب طہور پلاتی ہیں اور اس کی کتابوں کی مثال اس ریشم کی ہے جو مشک کے ساتھ آلودہ کیا جائے پھر اس میں موتی اور یاقوت اور بہت سی کستوری ملائی جائے پھر اس میں عنبر ملا کر معجون کی طرح بنا دیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی کتابیں جامع ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد ۵ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۸۳ ترجمہ از عربی)

عملِ تسخیر کا جواب قرآنِ حکیم سے

حضرت مولانا نورالدین نے فرمایا:

''ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ہم تم کو عملِ تسخیر بتائے دیتے ہیں میں نے کہا کہ قرآنِ کریم میں لکھا ہے......یعنی جو کچھ زمین و آسمان میں ہے ہم نے تمہارا مسخر بنا دیا ہے۔ اب اس سے زیادہ آپ مجھ کو کیا بتائیں گے؟ سُن کر حیران سا رہ گیا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۳۷)

ہر امر میں لبیک کہنے کی سعادت

آئینہ کمالاتِ اسلام میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنے عاشق صادق حضرت مولانا نورالدین کے متعلق یہ بھی فرماتے ہیں:

''اس کو میرے دل سے عجیب تعلقات ہیں میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بد زبانیاں اور وطن مالوف اور دوستوں کی مفارقت اختیار کرتا ہے میرے کلام کے سننے کے لئے اُس پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لئے وہ اپنے اصل وطن کی یاد کو چھوڑ دیتا ہے اور **میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفّس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے** اور میں اس کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں

حضور اقدس کے ارشاد پر وطنِ مالوف کو خیر باد کہنا

جب اس سے سوال کیا جاتا ہے وہ بلاتوقف پورا کرتا ہے اور جب کسی کام کی طرف مدعو کیا جاتا ہے تو وہ سب سے پہلے لبیک کہنے والوں سے ہوتا ہے اُس کا دل سلیم ہے اور خلق عظیم اور کرم ابر کثیر کی طرح ہے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولانا نورالدین ۱۸۹۲ء میں ریاست جموں کی ملازمت سے سبکدوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد آپ اپنے وطن بھیرہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے بہت بڑا شفاخانہ اور ایک عالیشان مکان تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا اور پھر مکان کی تعمیر شروع کرادی۔ اسی دوران آپ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے قادیان حاضر ہوئے آپ کا ارادہ تھا کہ حضرت کی ملاقات کے بعد جلد قادیان سے واپس ہو جائیں گے اس لئے واپسی کا یکہ کرائے پر لیا تھا لیکن دورانِ گفتگو حضرت اقدس نے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں اس پر حضرت مولوی صاحب نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ قادیان سے واپسی ایک دو روز کے لئے ملتوی کر دی جائے لیکن اس کے بعد حضرت اقدس کے ارشاد پر آپ نے یکے بعد دیگرے اپنی ایک بیوی پھر اپنا کتب خانہ اور پھر دوسری بیوی کو بھی قادیان بلا لیا۔ ’’حیاتِ نور‘‘ صفحہ ۱۸۵ پر درج ہے ’’پھر ایک موقع پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں دل میں بہت ڈرا کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں وہاں کبھی نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہوگا کہ میرے دل میں بھی بھیرہ کا خیال نہ آوے مگر آپ فرماتے ہیں کہ

نبض کی طرح پیروی

’’خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میرے واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے۔‘‘ (حیاتِ نور صفحہ ۱۸۵)

’’حیاتِ نور‘‘ میں یہ وجد آفریں واقعہ مرقوم ہے۔

محترم جناب حکیم محمد صدیق صاحب آف میانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ مطب میں بیٹھے تھے ارد گرد لوگوں کا حلقہ تھا ایک شخص نے آ کر کہا مولوی صاحب حضور یاد فرماتے ہیں یہ سُنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اُٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے گویا دل میں یہ تھا کہ حضور کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو جائے۔

سب سے پیارا رفیق

پھر جب خلیفہ ہو گئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے۔ نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اُس کو اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا۔ (حیات نور صفحہ ۱۸۸)

’’حیاتِ نور‘‘ میں بروایت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مرقوم ہے:

’’ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیویوں میں یہ دلچسپ اختلاف ہوگیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ان میں سے کس کے خاوند کے ساتھ زیادہ محبت ہے آخر معاملہ حضرت (اماں جان) تک پہنچا آپ نے فرمایا کہ میرے علم میں تو بڑے مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اوّل) کے ساتھ زیادہ محبت ہے مگر ابھی پتہ کئے لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ کے سب سے زیادہ پیارے رفیق ...... ابھی آپ اس فقرہ کو پورا نہیں کرنے پائی تھیں کہ حضرت اقدس نے جلدی سے فرمایا کیوں مولوی نورالدین کی کیا بات ہے۔ اور اس طرح حل شدہ مسئلہ کی تصدیق ہوگئی‘‘

(حیاتِ نور صفحہ ۳۱۰ جدید ایڈیشن)

حضرت مولوی صاحب کی غیر معمولی عظمتِ شان

’’بدر‘‘ ۵؍ستمبر ۱۹۰۷ء کے حوالہ سے ’’حیاتِ نور‘‘ میں درج ہے۔

ایک بیمار جو کہ بہار سے اپنا علاج کروانے کے لئے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا حضرت اقدس کی خدمت میں بھی سلام کے لئے حاضر ہوا۔ حضور نے اثنائے گفتگو میں حضرت مولوی صاحب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

’’مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں ایسے طبیب ہر جگہ کہاں ملتے ہیں۔‘‘ (حیات نور صفحہ ۳۰۳)

’’حیاتِ نور‘‘ میں حضرت میر محمد اسحق صاحب کا بیان فرمودہ ایک چشم دید واقعہ درج ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں حضرت خلیفہ اوّل بیمار ہو گئے حضرت مسیح موعود آپ کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ ایک دن حضرت مولوی صاحب کی طبیعت کچھ زیادہ ناساز تھی۔ اب اس واقعہ کا بقیہ حصہ ’’حیاتِ نور‘‘ سے من و عن درج کیا جاتا ہے:

’’اپنے مکان میں تشریف لا کر حضرت صاحب نے الماری سے کچھ دوائیں نکالیں اور حضرت اماں جان کے دالان میں ہی زمین پر بیٹھ گئے اور ان دواؤں میں سے کچھ دوائیں نکال نکال کر کاغذ کے ٹکڑوں پر رکھنی شروع کر دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فکرمندی کو دیکھ کر حضرت اماں جان بھی آ کر حضور کے پاس بیٹھ گئیں اور جیسے کوئی کسی کو تسلی دیتا ہے اس طرح سے آپ نے حضور سے کلام کرنا شروع کر دیا کہ جماعت کے بڑے بڑے عالم فوت ہو رہے ہیں۔ مولوی برہان الدین صاحب جہلمی فوت ہو گئے مولوی عبدالکریم صاحب بھی فوت ہو گئے

سوانح حیات حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل

(مکرمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ)

جائے پیدائش:

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ میں اس شہر کا نام سب سے پہلے سکندراعظم کے حملہ کے وقت آتا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جب سکندر نے ۳۲۷ ق م میں ہندوستان پر حملہ کیا اس وقت یہاں جنگل تھا جسے یونانی فوجوں نے بیرہ کہنا شروع کر دیا۔ فوجی پڑاؤ سے یہاں ایک بستی آباد ہوگئی جو" بیرہ" کہلائی اور آخر بھیرہ کے نام سے یاد کی جانے لگی۔ مغلوں کے زمانہ میں اس کے اردگرد ایک فصیل بھی بنوائی گئی تھی جس کے آٹھ دروازے تھے اب وہ فصیل تو ختم ہو چکی ہے لیکن اس کے دروازے اب بھی نظر آتے ہیں۔

خاندان:

حضرت مولانا نورالدین کے والد کا نام حضرت حافظ غلام رسول صاحب اور والدہ کا نام نور بخت تھا۔ حضرت مولانا نورالدین ۱۸۴۱ء میں بھیرہ کے محلہ معماراں میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت عمر فاروقؓ کی نسل سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اعوان قوم سے تھیں جس کا مورثِ اعلیٰ مؤرخین نے حضرت علیؓ کو قرار دیا ہے۔

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل کے آباؤ واجداد مدینہ سے نکل کر بلخ میں آباد ہوئے۔ پھر کابل اور غزنی کے حکمران بنے اور پھر چنگیزی حملہ کے دوران کابل سے ہجرت کر کے پہلے ملتان اور پھر بھیرہ میں آباد ہو گئے۔ آپ کے خاندان میں بہت سے اولیاء اور بزرگ گذرے ہیں اور قرآن کریم کے حفاظ تو آپ کے خاندان میں گیارہ پشتوں سے چلے آتے تھے۔

حضرت حافظ غلام رسول صاحب:

آپ کے والد حافظ غلام رسول صاحب اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ کو قرآن کریم سے عشق تھا۔ ہزاروں روپے کے قرآن شریف خریدتے اور ان کو جگہ جگہ پھیلا دیتے۔ آپ کے والد کو قرآن کریم سے اتنی محبت تھی کہ جب حضرت خلیفہ اوّل کی بڑی بہن کی شادی ہوئی تو آپ نے جہیز میں سب سے اوپر قرآن کریم رکھ دیا اور کہا کہ ہماری طرف سے یہی ہے۔ اس قرآن کریم کے حروف پر سونے کا پانی پھرا ہوا تھا۔ آپ کے والد کو بچوں کی ذہنی نشوونما اور تعلیم کا بہت خیال رہتا

تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

"میرے باپ کو اپنی اولاد کی تعلیم کا بہت شوق تھا۔ مدن چند ایک ہندو عالم تھا وہ کوڑھی ہو گیا۔ لوگوں نے اسے باہر مکان بنا دیا۔ میرے باپ نے اس کے پاس میرے بھائی کو پڑھنے کو بھیجا۔ لوگوں نے کہا خوبصورت بچہ ہے کیوں اس کی زندگی کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اس پر میرے باپ نے کہا مدن چند جتنا علم پڑھ کر اگر میرا بیٹا کوڑھی ہو گیا تو کچھ پرواہ نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ ایک دفعہ مجھے کہا کہ تم تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاؤ مگر ماں کو خبر نہ کرو۔ دوم اتنی دور جاؤ کہ اگر ہم مر جاویں تو تم کو خبر نہ ہو۔"

(بدر ۷ جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۶)

آپ کی دس پشتوں میں ایک ہی شخص سے خاندان کی نسل چلی آئی ہے یعنی کوئی اور بھائی بہن اس کے ساتھ نہیں ہوا۔ اسی طرح ان کا بھی کوئی بھائی نہ تھا لیکن خود ان کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ننھیال:

حضور...... کے ننھیال کہانہ ضلع جہلم کے تھے۔ آپ کے نانا کا نام مراد بخش اور پڑنانا کا نام بڈھے شاہ تھا اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے آپ کی والدہ کا نام نور بخت تھا۔ آپ کی والدہ بھی آپ کے والد کی طرح بہت دیندار اور حنفی عقیدہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ نماز کی بہت پابند تھیں اور باورچی خانہ میں اپنی جائے نماز کھونٹی سے لٹکا رکھتی تھیں اور نماز کا وقت ہوتا تو وہیں نماز پڑھ لیتی تھیں۔ آپ اچھی پڑھی لکھی، مذہبی مسائل سے واقف اور قرآن کریم کو خوب سمجھتی تھیں۔ تیرہ برس کی عمر سے انہوں نے قرآن شریف پڑھانا شروع کیا۔ ہزاروں لڑکے لڑکیوں نے آپ سے قرآن کریم پڑھا۔ کبھی زبان سے ناشائستہ اور بُرے الفاظ نہ نکالتیں۔ اگر بہت خفا ہوتیں تو یہ کہتیں "محروم نہ جائیں" یا "نامحروم"۔ حضرت مولوی نورالدین فرماتے تھے:

"میری ماں قرآن خوب جانتی تھی۔ حمل کے اندر بھی قرآن ہی کی آواز مجھے پہنچی۔ اللہ تعالیٰ کی بہت بہت رحمتیں ہوں میری کھلائی پر کہ مجھے بہلانے کے وقت اور لوری دیتے ہوئے اس کے منہ میں اللہ کا نام اور نبی کا نام رہتا تھا۔ ابتداء میں میرے...... ہونے کا سبب یہی ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر میں نے اپنی ماں کی گود میں............ کی آواز سنی اور گود میں قرآن پڑھا۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا بچپن اور تعلیم:

آپ کا حافظہ شروع سے ہی بہت اچھا تھا یہاں تک کہ آپ کو اپنا دودھ چھڑانا بھی یاد ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

''پھر اپنا ہمیں دودھ چھڑانا یاد ہے جبکہ میری ماں نے پستان کے اوپر بال لگا لئے تو میں نے اپنے بھائی سے کہا 'ھوّا ہے' اسے مٹا دو'' ('بدر' ۷ جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۲)

اس غیر معمولی حافظہ کے ساتھ یہ خدا کا فضل بھی ہوا کہ آپ ایک ایسے گھرانہ میں پیدا ہوئے جہاں ہمیشہ خدا اور رسول کی باتیں ہوتی تھیں اور والد سے لے کر چھوٹے بھائی تک سب قرآن شریف کی محبت دل میں رکھتے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کی بیوی یعنی آپ کی بڑی بھابھی بھی بہت دیندار تھیں اور ماں کا دودھ چھوڑنے کے بعد اکثر اپنے پاس رکھتیں اور بہلاتے ہوئے یہ الفاظ کہتیں "انت الھادی انت الحق لیس الھادی الّا ھو" گویا ہر وقت آپ کے کان میں دین کی باتیں ہی پڑتی رہتی تھیں۔

آپ کی والدہ آپ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ وہ بچپن میں آپ کی صحت کے خیال سے ایک مکھن کا پیڑہ آپ کے سر پر رکھ دیتی تھیں جو پگھل پگھل کر سر میں خوب جذب ہو جاتا تھا۔

ابتداء میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے بہت چھوٹی عمر میں قرآن پڑھا اور انہی سے پنجابی زبان میں فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ پھر کچھ حصہ قرآن شریف کا اپنے والد سے بھی پڑھا۔

اس گھریلو تعلیم کے بعد آپ مدرسہ میں داخل ہوئے اور یہاں غلام حیدر صاحب بُھٹا اور حاجی کریم بخش صاحب اور ان کے بیٹے حاجی شریف الدین صاحب سے پڑھتے رہے۔ اس وقت استاد بھی خاص رنگ رکھتے تھے۔ وہ دس لڑکوں کو اکٹھا نہ پڑھاتے بلکہ ہر بچہ کو علیحدہ علیحدہ سبق دیتے تھے جس کی وجہ سے بچہ خوب اچھی طرح سبق یاد کر لیتا تھا۔ سکول کا ماحول بھی پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا۔

آپ کو سکول کے زمانہ سے ہی نماز کی طرف رغبت تھی۔ استاد سب بچوں کو نماز کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بچے نے کہا کہ نماز کون پڑھتا ہے یہ کہہ کر اپنی پیشانی مٹی کی دیوار سے رگڑ لی جس سے مٹی کا نشان ماتھے پر نظر آنے لگا (بعد میں یہ لڑکا شہر کا اول نمبر کا چور بنا اور آخر سزا کو پہنچا)۔ لیکن آپ ہمیشہ ایسے لڑکوں سے دور رہے اور نماز کے ساتھ آہستہ آہستہ دعاؤں کا ذوق شوق بھی پیدا ہو گیا۔ مدرسہ کے زمانہ سے ہی آپ کو کتابوں کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ شروع شروع میں آپ کتابوں کی خوبصورت جلدوں کی وجہ سے کتابیں جمع کرنے لگے۔ لڑکپن میں آپ کا یہی مشغلہ تھا۔ کھیلوں میں آپ کو تیراکی سے دلچسپی تھی۔ آپ بہت اچھے تیراک تھے۔ بڑے بڑے دریاؤں میں بھی تیر لیتے تھے۔ بچپن سے آپ کو گھڑ سواری کا بھی شوق تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

"ہم چھوٹے تھے۔ ہمارے والد صاحب لگام چھپا دیتے تھے تا چھوٹے بچے تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر گر نہ جائیں مگر ہم گھوڑے کے گلے کی رسی ہی سے ان کو چلا لیتے تھے۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۷، مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۰)

آپ کے دوستوں نے کبھی آپ کے سامنے گالی نہیں دی تھی بلکہ آپ کو دور سے دیکھ کر ہی محتاط ہو جاتے تھے اور ایک دوسرے کو کہتے کہ وہ آ رہا ہے ذرا سنبھل کر بولنا۔

بچپن سے ہی آپ اونچے ارادے اور ہمت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے ایک ہمجولی نے کہا آؤ سبق یاد کریں تو اس کی بات سن کر کہنے لگے یہ تم کیا کہتے ہو تم تو صرف حکیم بننا چاہتے ہو میں تو بادشاہ بنوں گا۔

آپ کے بچپن کے خاص دوستوں میں حکیم نجم الدین صاحب اور حکیم فضل دین صاحب بھیروی شامل ہیں۔
۱۸۵۳ء کے قریب جبکہ آپ کی عمر بارہ برس کی تھی آپ اپنے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کے پاس لاہور آئے۔ یہاں آ کر آپ کو خناق ہو گیا اور آپ حکیم غلام دستگیر لاہوری کے زیر علاج رہے۔ اس وقت آپ کے دل میں طبّی تعلیم کا شوق پیدا ہوا لیکن آپ کے بھائی نے آپ کو طبّی تعلیم دلوانے کی بجائے منشی محمد قاسم صاحب کے پاس فارسی پڑھنے کے لئے بھیجنا شروع کر دیا لیکن آپ کو فارسی زبان سے کوئی خاص دلچسپی پیدا نہ ہو سکی۔ دو سال بعد ۱۸۵۵ء میں آپ واپس بھیرہ آ گئے۔ آپ کے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب بھی بھیرہ آ گئے تھے۔ انہوں نے آپ کو عربی تعلیم دینی شروع کی۔ اسی زمانہ میں باقاعدہ قرآن کریم اور دیگر دینی کتب بھی غور و تدبّر سے پڑھتے رہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کا شوق:

۵۶-۱۸۵۵ء میں ترکی اور روس کی لڑائی جاری تھی۔ ان دنوں آپ بھیرہ میں تھے اور آپ کے سب بہن بھائی اور ان کی اولاد گھر میں جمع تھے کہ آپ نے والدین سے کہا آپ کے ماشاء اللہ اتنی اولاد ہے گھر بھرا پڑا ہے اگر مجھے خدا کی راہ میں قربان کر دیں تو آپ کو بڑا اجر ملے گا۔ یہ سن کر آپ کی والدہ نے کہا کہ میں اپنی زندگی میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتی۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا کفن دفن آپ کریں لیکن خدا کی تقدیر کچھ اور کہہ رہی تھی۔ کچھ ہی عرصہ میں والدین کے سامنے اولاد فوت ہونی شروع ہوئی اور گھر خالی ہو گیا۔ ایک دفعہ آپ جموں سے بھیرہ آئے ہوئے تھے اور کمرہ میں سو رہے تھے کہ اپنی والدہ کی زوردار آواز سے آپ کی آنکھ کھل گئی جو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہی تھیں۔ آپ نے اپنی والدہ کو صبر کی تلقین کی اور کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ گھر کیوں ویران اور خالی ہو گیا ہے۔ کہنے لگیں ہاں خوب یاد ہے۔ یہ اس غلطی کا نتیجہ ہے جو میں نے تمہاری بات ردّ کر کے کی تھی بلکہ اب تو میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں اس وقت مروں گی جب تم بھی میرے پاس نہیں ہو گے۔

۱۸۵۸ء میں ۱۸ برس کی عمر میں آپ نے نارمل سکول راولپنڈی میں داخلہ لے لیا۔ منشی محمد قاسم صاحب سے جو آپ نے فارسی پڑھی تھی اس کی قدر اس وقت آپ کو معلوم ہوئی کیونکہ اس تعلیم کے نتیجہ میں آپ نے نارمل سکول میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ یہاں آپ نے حساب، جغرافیہ، علم اقلیدس وغیرہ کی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ نے تحصیل کا امتحان ایسی نمایاں کامیابی کے ساتھ پاس کیا کہ آپ پنڈ دادنخان کے انگریزی مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر بنا دیے گئے پھر آپ نے یہاں

سے استعفیٰ دے دیا۔ یہ بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے۔

'جب آپ پنڈ دادنخان میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ وہاں انسپکٹر مدارس آ گئے۔ حضور اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے ان کو بھی کھانے کی دعوت دی جس پر انہوں نے کہا کہ آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں میں انسپکٹر مدارس ہوں۔ حضور یہ جواب سن کر کھانا کھاتے رہے۔ اس نے اپنا گھوڑا پکڑنے کے لئے کسی لڑکے کی مدد چاہی تو حضور نے فرمایا کہ لڑکے یہاں پڑھنے کے لئے آتے ہیں گھوڑے پکڑنے نہیں۔ بہرحال لڑکوں کا امتحان لینے کے بعد کہنے لگا کہ سنا ہے کہ آپ بہت لائق ہیں اور نارمل وغیرہ پاس کر کے بہت عمدہ اسناد لی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے آپ کو ناز ہے۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا کہ "ہم اس ایک بالشت کے کاغذ کو خدا نہیں سمجھتے" اور ایک آدمی سے اپنی اسناد منگوا کر اس کے سامنے ہی پھاڑ کر پھینک دیں کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے۔ اس کا انسپکٹر صاحب کو بھی دکھ ہوا کہ ان کی وجہ سے اتنی قیمتی اسناد ضائع ہو گئیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ "جب سے میں نے اس ڈپلومہ کو پھاڑا تب ہی سے میرے پاس اس قدر روپیہ آتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں'

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۲)

ملازمت چھوڑنے کے بعد آپ نے اپنے والد صاحب کے اصرار پر عربی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی اور مولوی احمد الدین بگوی سے کچھ عرصہ پڑھا۔

سفر رامپور:

ان دنوں رامپور مشرقی علوم کا مرکز تھا۔ آپ نے اور آپ کے دو اور ساتھیوں نے وہاں جا کر تحصیل علم کا سوچا۔ وہاں چونکہ کوئی واقف نہ تھا اس لئے تینوں ایک بیت میں ٹھہرے۔ غالباً تیسرے دن آپ کی ملاقات حافظ عبدالحق صاحب سے ہوئی وہ بہت محبت سے پیش آئے۔ تینوں کے قیام وطعام اور کتابوں وغیرہ کی ذمہ داری اٹھالی۔ یہاں آپ کا قیام تین سال رہا۔ دن رات محنت کی وجہ سے ان دنوں آپ کو بےخوابی کا مرض بھی ہو گیا تھا۔ یہاں سے آپ مراد آباد چلے گئے اور مہینہ ڈیڑھ مہینہ یہاں رہے۔ یہاں سے آپ لکھنؤ تشریف لے گئے جہاں آپ حکیم علی حسین صاحب لکھنوی سے ملنا چاہتے تھے جن کی آپ نے بہت تعریف سنی تھی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو گرمی اور کچے راستے کی وجہ سے سارا جسم اور کپڑے خاک آلودہ تھے۔ حکیم صاحب کی قیام گاہ پر ایک بڑے ہال میں سفید چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ گاؤ تکیے لگے تھے اور ہر چیز سلیقے سے پڑی تھی۔ آپ کے گرد آلود پاؤں اور کپڑوں کی وجہ سے چاندنی پر مٹی کے نشان اور دھبّے پڑ گئے۔ اس وقت ایک شخص جو لکھنوی تھا اس نے طنزاً کہا کہ آپ کس مہذب ملک سے تشریف لائے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:

''میں نے نیم نگاہی کے ساتھ اپنی جوانی کی ترنگ میں اس کو یہ جواب دیا کہ یہ بے تکلفیاں اور السلام علیکم کی بے تکلف آواز وادیٔ غیر ذی ذرع کے امّی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے فداہ امّی و

ابی۔اس میرے کہنے کی آواز نے بجلی کا کام دیا اور حکیم صاحب پر وجد طاری ہوا اور وجد کی حالت میں اس امیر کو کہا کہ آپ تو بادشاہ کی مجلس میں رہے ہیں کبھی ایسی زک آپ نے اٹھائی ہے؟''

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۷۔۳۸)

لکھنؤ اس زمانے سے لے کر شیعیت کا ہندوستان میں بہت بڑا مرکز رہا ہے اس لئے لکھنؤ کے قیام میں آپ کو شیعہ حضرات کے اعمال وعقائد کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔لکھنؤ سے حکیم علی حسین صاحب کے ساتھ آپ پھر رامپور آ گئے۔ یہاں ایک شخص علی بخش بیمار ہو گئے اور حکیم صاحب نے حضور سے اس کی صحت کے لئے دعا کی عرض کی۔حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا مجھے یہ شخص بچتا نظر نہیں آتا کیونکہ اس کے لئے دعا کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔چنانچہ علی بخش مر گیا۔اس پر حکیم صاحب نے آپ سے کہا کہ اس کی موت سے شہر کے ایک حکیم ابراہیم صاحب کو دربار میں ہم پر ہنسی کا موقعہ ملا ہے۔یہ سن کر آپ نے بے ساختہ فرمایا اس جیسا کوئی مریض اس کے ہاتھ سے بھی مر کر رہے گا۔خدا کی قدرت کہ نواب کلب علی خان کا ایک خدمتگار اسی بیماری میں مبتلاء ہو گیا اور حکیم ابراہیم صاحب لکھنوی کے زیر علاج آیا۔حکیم صاحب اس کے متعلق بہت پُر امید تھے اور اس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم کو اس کی صحت کی بہت امید ہے مگر حضرت مولوی صاحب نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ اب یہ مر گیا اور پھر جلد ہی وہ فوت ہو گیا اور حکیم ابراہیم صاحب آئندہ تمسخر کرنے اور مذاق اڑانے سے باز آ گئے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب دو برس تک یہاں رہے اور قانون بوعلی سینا کا عملی حصہ ختم کر کے سند حاصل کی۔ اس کے بعد آپ عربی اور حدیث کی تعلیم حاصل کرنے میرٹھ اور دہلی چلے گئے۔وہاں حافظ احمد علی صاحب سہارنپوری اور مولوی نذیر حسین دھلوی جن سے تعلیم حاصل کرنے کا آپ کا ارادہ تھا بعض وجوہات کی بناء پر آپ استفادہ نہ کر سکے۔مولوی نذیر حسین صاحب سے تو بالکل بھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔اس بارہ میں آپ فرماتے ہیں

"میں نے دہلی میں نذیر حسین سے پڑھنے کا کئی بار قصد کیا مگر موقعہ نہ نکلا۔آخر اس کی حکمت مجھ پر اب کھلی............ ورنہ دہلی کے محمد اسماعیل شاہ عبدالغنی سے میں نے بہت فائدے اٹھائے ہیں۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۴)

بھوپال میں آمد:

دہلی اور میرٹھ سے جب آپ کو حصول تعلیم میں کامیابی نہ ہوئی تو آپ ریاست بھوپال کی طرف روانہ ہو گئے۔ گوالیار پہنچے تو حضرت سید احمد بریلوی کے مریدوں میں سے ایک بزرگ سے ملاقات ہو گئی۔ان کی صحبت آپ کو اتنی پسند آئی کہ وہیں رہ پڑے۔انہوں نے خواجہ وزیر کا یہ قطعہ آپ کو سنایا جس نے آپ کے دل پر گہرا اثر کیا:

نہ کر عوض مرے عصیان و جرمِ بے حد کا

کہ تیری ذات غفور الرحیم کہتے ہیں
کہیں نہ کہہ دے عدو دیکھ کر مجھے غمگیں
یہ اس کا بندہ ہے جس کو کریم کہتے ہیں

گوالیار میں چند دن رہنے کے بعد آپ آگے روانہ ہوئے۔ یہ بہت مشکل سفر تھا۔ چلتے چلتے پاؤں زخمی ہو گئے۔ آخر تھک کر ایک چھاؤنی جس کا نام گونہ تھا وہاں ایک ویران مسجد میں جا ٹھہرے۔ کافی رات گذرنے کے بعد ایک آدمی آیا اور اس نے بیت کی ویرانی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسجد بہت آباد ہوا کرتی تھی۔ ایک دفعہ یہاں پر رفع یدین اور آمین پر جھگڑا ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے کو مرنے مارنے پر تل گئے جس پر امیر نے حکم دیا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھا کریں اور مسجد میں کوئی نہ آئے تا کہ کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ آپ نے اسے کہا کہ کل تمام لوگوں کو یہاں بلانا کہ ایک شخص آیا ہے جو تم میں وعظ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ ان چھوٹے چھوٹے اختلافات کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ایک بڑے حکم یعنی نماز باجماعت کو ترک کرنا بہت بری بات اور سخت غلطی ہے۔ چنانچہ آپ کی نصیحت نے لوگوں پر بہت اثر کیا اور بیت پھر سے آباد ہو گئی۔

گونہ چھاؤنی سے روانہ ہوئے تو ذرا آگے جا کر آپ کا ساتھی ہیضے میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا اور اس کے دفن کرنے میں آپ کو بہت دقّت پیش آئی۔ آخر کافی روپیہ دے کر جگہ خریدی اور اسے دفن کیا۔ تین چار روز کچھ کھانے کو بھی نہ ملا۔ اتفاق سے وہاں ایک آدمی کا اکلوتا بیٹا ہیضے میں مبتلاء ہو گیا۔ وہ دوڑا ہوا آپ کے پاس آیا کہ چلو میرے گھر روٹی کھاؤ اور میرے بیٹے کو دیکھو۔ آپ اس کے گھر گئے اور لڑکے کا علاج کیا۔ لڑکا خدا کے فضل سے بچ گیا اور سارے شہر میں آپ کی حکمت کا چرچا ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر نمبردار نے جس نے قبر کے لئے روپیہ لیا تھا منت سماجت کر کے روپیہ واپس کیا بلکہ وعدہ کیا کہ ہم آپ کو اپنے خرچ پر بھوپال پہنچا دیتے ہیں۔ جب آپ بھوپال پہنچے تو شہر کے باہر ایک سرائے میں اپنا سامان رکھا اور اپنے ساتھ صرف ایک روپیہ لے کر شہر چلے گئے۔ ایک دوکان سے آٹھ آنے کا کھانا کھایا۔ شہر میں پھرتے ہوئے آٹھ آنے کہیں گر گئے۔ سرائے واپس آئے تو سامان میں سے رقم غائب تھی۔ وہاں سے سامان اٹھا کر شہر لے گئے اور ایک مسجد میں جو 'باجی کی مسجد' کے نام سے مشہور تھی ٹھہر گئے۔ وہاں کوئی واقفیت نہ تھی اور نہ پاس روپیہ تھا۔ اس لئے کئی روز فاقوں میں بسر ہوئے۔ بھوک کی وجہ سے انتہائی ضعف اور کمزوری کا عالم تھا اور آپ بیت کے چبوترہ پر لیٹے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے منشی جمال الدین صاحب مدارالمہام ریاست بھوپال کو وہاں بھیج دیا۔ منشی صاحب خود آپ کے پاس گئے۔ آپ میں ملنے کی طاقت بھی نہ تھی اس لئے لیٹے رہے۔ منشی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کچھ پڑھے ہوئے ہیں۔ آپ کے جواب پر اس نے کچھ سوال مختلف علوم کے متعلق کئے اور مطمئن ہو کر چلے گئے۔ راستے سے کہلا بھیجا کہ ہم آپ کی ضیافت کرتے ہیں۔ آپ اٹھ بیٹھ تو سکتے نہیں تھے اس لئے جواب دے دیا کہ ہمیں ضیافت کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس نے آدمی بھیجا کہ مسنون دعوت ہے۔

آپ نے سنت پر عمل کرتے ہوئے منظور کر لیا۔ کھانے کے وقت ایک سپاہی آپ کو بلانے آیا۔ آپ نے کہا میں چل پھر نہیں سکتا۔ وہ آپ کو پشت پر اٹھا کے منشی صاحب کے گھر لے گیا۔ دستر خوان پر کھانا چنا ہوا تھا۔ آپ نے کھانے پر نظر ڈالی اور پلاؤ سے تھوڑا سا لقمہ اٹھایا پھر سوچا کہ ضعف کی وجہ سے حلق میں ہی نہ پھنس جائے اسے چھوڑ دیا اور تھوڑا سا مرغ کا شوربہ پی لیا جس سے جان میں جان آئی۔ منشی صاحب نے آپ سے پوچھا آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ آپ نے کہا میں ایک پنجابی ہوں اور پڑھنے کے ارادے سے یہاں آیا ہوں۔ یہ سن کر منشی صاحب نے آپ کو رہنے کو ایک کمرہ دے دیا اور کہا کہ یہاں رہیں اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا کریں۔ لائبریری کی سہولت بھی مہیا کر دی۔ اس کے بعد آپ نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے جو ایک بزرگ اور عالم تھے ایک مدت تک حدیث کی کتب پڑھیں۔ منشی صاحب قرآن کریم کا لفظی ترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار حضور بھی اس درس میں شریک ہوئے۔ منافقوں کے متعلق ایک آیت تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل نے سوال کیا کہ یہاں منافقوں کے متعلق نرم لفظ بولا گیا اور اسی سورت کی ابتداء میں جہاں منافقوں کا تذکرہ ہے سخت لفظ ہے اور شیاطین کہا گیا اس کی وجہ کیا ہے۔ منشی صاحب نے کہا اس کا جواب مجھے نہیں آتا کیا آپ جانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا میرے خیال میں یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مدینہ منورہ میں دو قسم کے منافق رہتے تھے۔ ایک اہل کتاب اور ایک مشرک۔ اہل کتاب منافق کے لئے نرم لفظ استعمال ہوا ہے اور مشرک کے لئے سخت۔ منشی صاحب اس نکتہ کو سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنی مسند سے اٹھ کر حضور کے پاس آ گئے اور کہا اب آپ مسند پر جا بیٹھیں۔ اب آپ ہی قرآن پڑھایا کریں اور ہم آپ سے قرآن سیکھیں گے۔

ایک بار منشی صاحب کی مجلس میں قاضی شہر نے شاہ اسحاق صاحب محدث دہلوی کی نسبت کوئی سخت لفظ کہا جسے آپ برداشت نہ کر سکے اور فوراً مجلس سے اٹھ گئے اور کھانے کے وقت منشی صاحب کے دستر خوان پر بھی نہ آئے۔ منشی صاحب نے بھی آپ کے بغیر کھانا نہ کھایا۔ دوسرے دن وہاں آئے جہاں حضور عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کی داہنی طرف بیٹھ گئے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو کہا: اخاہ! آپ نے تو سلام کی ابتداء ہی کر دی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے کہ آپ نے تو ہمیں بھی کل سے بھوکا رکھا ہوا ہے۔ اس لئے لوگوں کی باتوں کی زیادہ پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت مولوی صاحب کے پاس دو صدریاں تھیں جنہیں پہننے کی آپ کو عادت تھی۔ ایک دفعہ ایک صدری چوری ہو گئی۔ آپ نے اس یقین سے کہ طالب علمی میں یہ ایک مصیبت ہے اور مصیبت میں صبر کرنے والے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نعم البدل عطا ہوتا ہے دوسری صدری بھی شکریہ کے طور پر دے دی۔ تھوڑے دنوں میں ایک امیر لڑکا بیمار ہو گیا اور اس نے چاہا کہ کسی غیر معروف حکیم سے اپنا علاج کروائے تا کہ بیماری کی شہرت نہ ہو۔ چنانچہ ایک جاننے والے آپ کو وہاں لے گئے اور آپ کے علاج سے ایک دن میں ہی بیماری میں کمی واقع ہو گئی۔ چنانچہ اس نے آپ کو قیمتی خلعت اور اتنا روپیہ دیا کہ آپ نے خیال کیا کہ اب مجھ پر حج فرض ہے۔ چنانچہ آپ نے حج کے لئے جانے کا ارادہ کر لیا۔

بھوپال سے رخصت ہوتے ہوئے آپ مولوی عبدالقیوم صاحب سے ملنے گئے کہ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس

سے میں ہمیشہ خوش رہوں۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ ”نہ خدا بننا نہ رسول“۔ یہ سن کر کہنے لگے حضرت مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی۔مولوی صاحب نے پوچھا تم خدا کسے کہتے ہو۔آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا خدا تعالیٰ کی ایک صفت **"فعال لما یرید"** ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔فرمایا بس ہمارا مطلب یہی ہے۔یعنی تمہاری کوئی خواہش ہو اور وہ پوری نہ ہو تو اپنے نفس سے کہو کہ میاں تم کوئی خدا ہو۔اسی طرح سے رسول کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آتا ہے۔وہ یقین کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی سے لوگ جہنم میں جائیں گے اس لئے وہ سخت رنجیدہ ہوتا ہے۔تمہارا فتویٰ کوئی مانے یا نہ مانے وہ یقینی جہنمی تھوڑا ہی ہوسکتا ہے۔لہٰذا تم کو اس کا بھی رنج نہ ہونا چاہیے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۷تا۴۹)

سفر حرمین شریفین:

جب آپ دیارِ حبیب کے لئے روانہ ہوئے تو بعض روایات کے مطابق اس وقت آپ کی عمر ۲۴، ۲۵ سال تھی۔ بمبئی سے روانگی کے وقت آپ کو اپنے وطن کے پانچ آدمی اور حج پر جانے والے مل گئے۔مکّہ معظّمہ میں ایک بزرگ محمد حسین صاحب کے مکان میں ٹھہرے۔انہوں نے اپنا بیٹا آپ کے ساتھ کر دیا کہ آپ کو طواف القدوم کرا دے (یعنی وہ طواف جو مکّہ میں آنے والے ہر زائر کو کرنا مسنون ہے)۔طواف کرتے ہوئے آپ نے پہلے حجر اسود کی طرف جا کر تکبیر و کلمہ پڑھا اور اسے بوسہ دیا پھر دائیں دروازے سے داخل ہو کر سات بار خانہ کعبہ کے گرد چکر لگائے اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔

آپ نے کسی روایت میں سنا تھا کہ بیت اللہ نظر آتے ہی جو دعا کی جاتی ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔محدثین کی نظر میں اگرچہ یہ روایت مستند نہیں مگر اس وقت کچھ ایسا خدائی تصرف ہوا کہ خانہ کعبہ پر نظر پڑتے ہی آپ نے بے اختیار یہ دعا مانگی کہ الٰہی میں تو ہر وقت محتاج ہوں اب میں کون سی دعا مانگوں پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ میں جب ضرورت کے وقت تجھ سے مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر۔اور اس مبارک گھڑی کی دعا خدا کے فضل سے نہایت شاندار رنگ میں پوری ہوئی۔مکّہ معظّمہ میں آپ نے مندرجہ ذیل علماء سے حدیث پڑھی:

(۱) شیخ محمد خزرجی۔

(۲) شیخ الحدیث سید حسین۔

(۳) حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب گو ایک طالب علم کی حیثیت سے یہاں پہنچے تھے مگر آپ استادوں کی بھی ہر بات کو اپنی بصیرت سے پرکھتے تھے اور بڑے کتب خانہ میں کتب کا مطالعہ کرتے اور جب تک پوری تسلی نہ ہوتی بات قبول نہ کرتے۔آپ خود فرماتے ہیں ”میری طبیعت اس وقت بھی بہت آزاد، حریت پسند اور دلائل کی محتاج تھی“۔

یہاں ایک بار حدیث پڑھتے ہوئے یہ مسئلہ اٹھا کہ کس تاریخ کو اعتکاف بیٹھنا چاہیے۔ کیونکہ اگر اکیس تاریخ کو صبح کو بیٹھیں تو ممکن ہے اکیسویں رات لیلۃ القدر ہو۔ عصر کے وقت بیٹھیں تو رسول اللہ سے ثابت نہیں۔ آپ کے استاد شیخ محمد خزرجی نے کہا یہ حدیث بہت مشکل ہے کیونکہ مسئلہ سمجھ نہیں آ رہا۔ حضور نے فرمایا کہ ذرا بھی مشکل نہیں۔ آسان حل ہے کہ ۲۰ کی صبح کو بیٹھا جائے۔ جس پر شیخ صاحب نے کہا کہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ مولوی رحمت اللہ صاحب سے بھی بات ہوئی لیکن مسئلہ حل نہ ہوا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ مدینہ سے مکّہ آئے۔ آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہ حرم شریف میں بیٹھے تھے اور ہزاروں آدمی ان کے گرد موجود تھے۔ آپ نے عرض کیا اعتکاف کب بیٹھا جائے۔ انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ ۲۰ کی صبح کو۔ آپ نے پھر پوچھا حضرت سنا ہے یہ اجماع کے خلاف ہے۔ بڑے عجیب لہجہ میں فرمایا جہالت بری بلا ہے۔ حنفیوں میں فلاں فلاں شافعیوں میں فلاں، مالکیوں میں فلاں کئی کئی آدمیوں کے نام لے کر کہا کہ ہر فقہ میں اس بیس (۲۰) کے بھی قائل ہیں۔ اس علم اور تجربہ سے آپ پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور درخواست کی کہ کیا میں پڑھنے کے لئے مدینہ جا سکتا ہوں۔ فرمایا تمام کتابوں سے فارغ ہو کر مدینہ آنا چاہیے۔ آپ نے جب یہ قصہ مولوی رحمت اللہ صاحب کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب بہت بڑے عالم ہیں۔

آپ نے لکھنؤ اور رامپور وغیرہ میں زیادہ تر یونانی طب سیکھی اور اس کا تجربہ کیا تھا مگر مکّہ میں آ کر آپ کو ڈاکٹری طب کی طرف بھی توجہ پیدا ہو گئی۔ یہاں ڈاکٹر محمد وزیر خان صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان دنوں شریف مکّہ کو سنگِ مثانہ تھا۔ فرانس سے پتھری نکالنے کا آلہ منگوایا گیا اور ڈاکٹر صاحب نے وہ پتھری پیس کر نکال دی۔ اس کامیاب تجربہ سے آپ کو ڈاکٹری کا شوق پیدا ہوا مگر اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے اس طرف توجہ نہ دے سکے۔

(تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۶۳)

مکہ میں قیام کے دوران ایک بار آپ نے تنہا ہی طواف کیا۔ آپ اپنی ایک قلمی بیاض میں لکھتے ہیں:

"ایک بار وہ طواف نصیب ہوا جس میں مَیں تنہا تھا اور دعاؤں میں لذت حاصل کی۔"

سفر مدینہ:

مدینہ طیبہ جانے کے لئے چونکہ آپ نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے مشورہ کر لیا تھا اس لئے مدینہ پہنچتے ہی آپ ان کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے ایک علیحدہ حجرہ رہنے کے واسطے آپ کو دے دیا۔ یہاں آپ نے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی بلکہ صرف لائبریری سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ شروع شروع میں کئی بار آپ نے سوچا کہ شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لیں لیکن کئی دن سوچتے گذر گئے۔ پھر آپ نے سوچا کہ بیعت کر کے تو دیکھیں کہ کیا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر کچھ فائدہ نہ ہوا تو چھوڑنے کا اختیار ہے۔ آخر ایک دن عرض کی میں بیعت کرنی چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا پہلے استخارہ کرو۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ تم نے اگر اصول

اسلام سیکھنے ہوں تو کم از کم ۶ مہینے میرے پاس رہنا ہوگا اور اگر فروع اسلام سیکھنے ہوں تو ایک سال رہنا ہوگا۔ بیعت لینے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اور کوئی مجاہدہ ہم آپ کو نہیں بتاتے سوائے اس کے کہ آپ ہر وقت آیت **و نحنُ اقربُ الیہ من حبل الورید** اور **واللّٰہ معکم اینَ ما کنتم** کی طرف توجہ رکھیں۔ اس توجہ کے نتیجہ میں آپ نے بارہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ قیام مدینہ کا اہم واقعہ یہ ہے کہ یہاں آپ کو حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے ذریعہ سے آنحضرتؐ کی چالیس احادیث کا راوی بننے کا شرف حاصل ہوا جو ان تک ستائیس واسطوں سے مسلسل صورتوں میں پہنچی تھیں۔ یہ چالیس احادیث وہ ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اربعین میں شائع فرمائی تھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے یہ روایت سنی۔ ان سے شاہ اسحاقؒ نے۔ ان سے شاہ عبدالغنیؒ نے اور ان سے حضرت مولانا نورالدین نے۔

حضرت خلیفہ اوّل نے یہ حدیثیں نہ صرف خود یاد کیں بلکہ اپنے بعض شاگردوں تک بھی ان کو پہنچایا۔ چنانچہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنے شفاخانے میں فرمایا کہ آنحضرتؐ کی چالیس حدیثیں ایسی ہیں جو زبانی مجھ تک پہنچی ہیں آؤ میں وہ تمہیں سناؤں۔ آپ نے پہلے اپنے سے آنحضرتؐ تک راوی بیان فرمائے پھر وہ چالیس حدیثیں مجھے ایک ایک کر کے سنائیں اور ان کے معنی بتائے اور ان کی مختصر تفسیر فرمائی۔ پھر مجھے ان حدیثوں کے حفظ کرنے کی ہدایت کی جس پر میں نے وہ حدیثیں اسی زمانہ میں یاد کرلیں۔ یہ واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا ہے۔

(تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۶۳ تا ۶۸)

مکّہ معظّمہ میں دوسری بار:

مدینہ سے آپ دوبارہ مکّہ تشریف لے گئے۔ یہ ۶۹۔۱۸۶۸ء کی بات ہے۔ حج کے مہینے تھے جب مکّہ کے قریب آپ پہنچے تو آپ کو خیال آیا کہ حضرت نبی کریمؐ کداء مقام سے مکّہ میں داخل ہوئے تھے لیکن لوگوں کی سواریاں ادھر سے نہیں جاتیں اس لئے آپ ذیطویٰ مقام سے ذرا آگے بڑھ کر اونٹ سے کود پڑے اور آنحضرتؐ کی سنت کے مطابق کداء ہی کے راستے مکّہ میں داخل ہوئے۔ مکّہ میں جس گھر میں آپ ٹھہرے ہوتے وہیں سے احرام باندھ کر عمرہ کرلیا کرتے تھے۔ اس گھر میں ایک بوڑھا شخص رہتا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ تنعیم کے مقام پر جا کر کیوں احرام نہیں باندھتے جہاں تمام لوگ احرام باندھتے ہیں اس طرح آپ تمام شہر والوں کے خلاف کرتے ہیں۔ آپ نے بڑی جرأت سے فرمایا اس کی میں ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا جبکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مکّہ والے اپنے گھروں سے احرام باندھ سکتے ہیں۔ میرا عمل تمام شہر کے خلاف تو نہیں ہاں گدھے والوں کے خلاف ہے کیونکہ ان کے کرایہ میں کمی ہوتی ہے۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑا۔ یہ آپ کا دوسرا حج تھا۔ وہاں آپ کو یہ نکتہ بھی حاصل ہوا کہ حج میں خدا تعالیٰ کی محبت کے واسطے خالص سامان مہیا ہے۔　　(تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۶۹)

وطن واپسی:

غالباً ۱۸۷۱ء کے قریب آپ مکّہ سے بمبئی اور پھر دہلی پہنچے۔ یہاں آپ کو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مجلس میں شامل ہونے کا موقعہ ملا۔آپ خود فرماتے ہیں میں نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو دیکھا ہے۔ بڑے تیز آدمی تھے۔فلسفیانہ طبع تھی۔ ہر سوال کا جواب فوراً دیتے۔

دہلی سے لاہور اور پھر بھیرہ روانہ ہوئے۔ یہ وسط ۱۸۷۱ء کا ذکر ہے۔اس وقت آپ کی عمر ۳۰ سال کے قریب تھی۔ جب آپ بھیرہ پہنچے تو بہت سے علماء آپ کے استقبال کے لئے جمع ہوئے۔عین اس موقعہ پر ایک حنفی مولوی نے صحیح بخاری کے متعلق کوئی ایسی بات کہہ دی جو آپ کو ناگوار گذری اور آپ نے اس کا سختی سے جواب دیا جس پر حنفی علماء آپ کے مخالف ہو گئے۔لیکن آپ سے مباحثہ کے دوران آپ کے زبردست دلائل کے سامنے لاجواب ہو گئے۔کافی مقابلوں کے بعد علماء نے اپنی شکست محسوس کر کے آپ کو قتل کرنے کی ٹھانی۔آپ لکھتے ہیں:

> "ایک مرتبہ میری مخالفت بھیرہ میں اس قدر بڑھی کہ لوگ میرے قتل کے منصوبے کیا کرتے تھے ۔یہاں تک زور ہوا کہ ایک شخص میرا دودھ شریک بھائی تھا اس نے میرے دشمنوں سے کہا کہ میں نور الدین کے چھری مار کر اس کا کام تمام کر دوں گا۔ میں نے جب سنا تو میں ایک دن رات کو نماز عشاء کے بعد اس کے گھر چلا گیا۔اس کی ماں کا چونکہ میں نے دودھ پیا تھا اس لئے وہ مجھ سے پردہ تو کرتی ہی نہ تھی میں وہاں جا کر لیٹ گیا اور خراٹوں تک بھی نوبت پہنچا دی۔سب نے سمجھا کہ یہ سو گیا ہے۔میرے دل میں یہ خیال اور شوق کہ دیکھوں یہ کس طرح چھری مارے گا۔ یہاں تک کہ جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اس کی ماں نے مجھے جگایا کہ بیٹا اب تم اپنے گھر جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں یہیں سو رہوں گا کیونکہ آدھی رات تو گذر رہی گئی ہے۔اس نے کہا کہ نہیں تم اپنے گھر ہی جا کر سوؤ۔ میں نے کہا کہ اچھا میں تنہا نہ جاؤں گا اس کو (دودھ شریک بھائی کو) میرے ساتھ بھیجو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے دانستہ اس کو پیچھے رکھا اور خود آگے آگے چلا لیکن اس نے کچھ نہ کیا۔ پھر جب مَیں اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا تو میں دروازہ کی سیڑھیوں پر اوپر کھڑے ہو کر اس کو نیچے کی سیڑھی پر کھڑا کر کے باتیں کرنے لگا کہ اب یہ اطمینان سے چھری بھونک دے گا لیکن وہ تو اس قدر گھبرایا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ اب اجازت دیجیے۔"

جب عوامی اشتعال کارگر نہ ہوا تو...... جامع میں آپ کو بلوا کر فتویٰ لگا کر قتل کر دینے کی زبردست سازش کی گئی جس میں تحصیلدار بھی شامل تھا۔ یہ سازش بھی خدا تعالیٰ نے ناکام بنا دی۔اب علماء نے بعض پیروں سے ساز باز کر کے آپ کو بھیرہ

سے نکالنے کی تجویزیں سوچنی شروع کیں لیکن ناکام رہے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۷۳ تا ۷۴)

پہلی شادی:

انہیں دنوں میں تیس سال کی عمر میں آپ کی پہلی شادی مفتی شیخ مکرم صاحب قریشی عثمانی بھیروی کی لڑکی فاطمہ بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ نکاح پڑھنے والے ایک استاد تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ مہر تو مجھے ادا کرنا پڑے گا اس لئے مہر واجبی رکھیں۔ عورتوں میں ایک شور مچ گیا کہ لڑکا بول پڑا۔ آپ کے استاد صاحب بھی ناراض ہوگئے لیکن آپ نے پانسو سے زائد مہر منظور نہ کیا اور آپ کے خسر نے بھی ان باتوں کی پرواہ نہ کی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۷۶)

بھیرہ میں درس وتدریس اور مطب کا آغاز:

بھیرہ آتے ہی آپ نے قرآن اور حدیث کے درس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے خدمتِ خلق کے جذبہ کے ساتھ دواخانہ بھی جاری کر دیا۔ یہاں آپ غرباء کو تو مفت دوا دیتے ہی تھے لیکن باقی مریضوں سے بھی خود نہیں مانگتے تھے اور یہ طریق آپ کا آخر وقت تک رہا۔ بعض مقامی طبیبوں نے آپ سے کہا کہ آپ یہاں نہیں چل سکیں گے۔ لیکن آپ نے اپنے خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے آپ نے ایک سرمہ تیار کیا۔ ان دنوں میں بھیرہ میں آنکھ کی بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے نماز عصر کے وقت ایک شخص کی آنکھوں کو دیکھ کر اسے اپنا سرمہ لگا دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی ایک اور شخص نے بھی سرمہ لگوایا۔ یہ گویا آپ کا پہلا اشتہار تھا اس کے بعد تو گویا لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ خدا کی قدرت کہ آگے چل کر اس سرمہ کی بدولت آپ کو طب میں غیر معمولی برکت اور کامیابی حاصل ہوئی اور ہر طرف آپ کا چرچا ہونے لگا۔ اور آپ کے ہم عصر طبیب حیران رہ گئے۔

آپ کے دواخانہ کی ایک خصوصیت ہمیشہ سے یہ رہی کہ وہ ایک مکمل درسگاہ ہوتا تھا جس میں مریضوں کی تشخیص اور دوا دینے کے علاوہ قرآن و حدیث اور دوسرے علوم سکھانے کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ خلیفہ نور الدین صاحب جمونی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب سے میں حدیث پڑھتا تھا۔ جب مریض آ جاتے تو حضور مجھ سے نسخے لکھواتے اور فرماتے ان میں یہ دوائیاں تقسیم کر دو۔ ان کے جانے کے بعد پھر حدیث پڑھانے لگتے غرض مریضوں کے ہر گروہ کے وقفہ میں پڑھانے لگتے۔ ایک دو حدیثوں کی پڑھائی ہوتی۔

آپ نے جہاں پہلے دواخانہ شروع کیا وہ مکان بڑے بھائی کا تھا۔ آپ نے اپنے لئے ایک مکان بنانے کا سوچا اور ایک ہندو سے پیسہ لے کر اپنے ایک مستری دوست سے مکان بنوانا شروع کیا۔ ۱۲۰۰ روپے میں مکان تو بن گیا لیکن اب قرض کی واپسی کی فکر ہوئی۔ اس کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا اور لارڈ لٹن کی طرف سے دربار دہلی میں شمولیت کے لئے

آپ کو دعوت ملی۔ وہاں بھوپال کے مدارالمہام کے نواسے کے علاج کے سلسلہ میں آپ کو ۱۲۰۰ روپیہ ملا جس سے آپ نے اس ہندو کا قرض ادا کر دیا۔ کچھ عرصہ آپ نے ریاست بھوپال میں ملازمت کی۔ پھر آپ بھیرہ آ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۷۷ تا ۸۴)

ریاست جموں و کشمیر میں ملازمت:

لالہ متھرا داس صاحب جنہوں نے آپ کے علاج سے سِل کے مرض سے شفاء پائی تھی کو مہاراجہ کشمیر نے آپ کے پاس ملازمت کی پیشکش کے سلسلہ میں بھیجا۔ چنانچہ حضرت مولوی نور الدین صاحب اور آپ کے شاگرد خلیفہ نور الدین صاحب جمونی اور لالہ متھرا داس صاحب ایک یکہ میں سوار ہو کر کئی روز میں وزیر آباد اور سیالکوٹ کے رستہ جموں پہنچے۔ لالہ متھرا داس نے کہا کہ مولوی صاحب کو دوسو روپیہ مشاہرہ ریاست بھوپال سے ملتا رہا ہے۔ مہاراجہ صاحب نے فوراً دوسو روپے منظور کر لئے اور کہا کہ اگر ایسا آدمی دو ہزار بھی مانگے تو بھی ہم اسے ضرور رکھ لیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تنخواہ چار سو اور پھر پانچ سو کر دی گئی۔

آپ نے ایک سرکاری بالا خانہ میں رہائش اختیار کر لی۔ یہاں سے آپ کو نزدیک ہونے کی وجہ سے دربار میں آنے جانے کی سہولت تھی۔ یہاں مہتمم بہت بدعہد تھا۔ حالانکہ مکان کے سلسلہ میں ایک سال کا اسٹامپ لکھا گیا تھا لیکن وہ اپنے عہد سے پھر گیا اور کہنے لگا کہ مجھے فلاں دوگنا کرایہ دینے کو تیار ہے۔ آپ نے فرمایا میں دوگنا کرایہ دے دیتا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آ کر کہنے لگا کہ وہ چوگنا دیتا ہے آپ یہ بھی دینے پر تیار ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد آیا اور کہنے لگا وہ بارہ گنا کرایہ دیتا ہے۔ ایک سرکاری افسر کی بڑھاپے میں ایسی بدعہدی دیکھ کر آپ کو شہر سے ہی نفرت ہو گئی۔ آپ اپنا سامان لے کر نیچے اترنے لگے کہ جموں کے رئیس شیخ فتح محمد صاحب آ گئے۔ اصل قصہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے آدمیوں سے سامان اٹھوا لیا اور اپنے گھر لے آئے جو شاہی محلات کے قریب تھا۔ آپ بارہ سال ان کے مکان میں رہے اور ان کے گھر کے تمام افراد نے آپ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ:

"میں اب تک ان کی وسعتِ حوصلہ پر حیران ہوں۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۸۷)

۱۸۸۸ء تک آپ کی بیٹھک اور دواخانہ دونوں شیخ فتح محمد صاحب کے مکان پر رہے۔ زنانہ مکان تھوڑے فاصلہ پر محلہ کے اندر تھا۔ ۱۸۸۸ء کے بعد جب مہاراجہ رنبیر سنگھ فوت ہوئے تو مہاراجہ پرتاب سنگھ حکمران بنا۔ تب آپ بخشی رامداس صاحب وزیر وزارت کے مکان کے قریب ایک دو منزلہ مکان میں منتقل ہو گئے۔ ۱۸۹۲ء تک آپ یہاں رہے۔ کئی مواقع پر مہاراجہ سے بھی مذاہب کا مباحثہ ہوتا رہا۔ اس زمانہ میں آپ نے پانچ کتابیں لکھیں اور بہت سے مضامین رسائل میں شائع

ہوئے۔

نام کتب:

(۱) کتاب فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحۃ الکتاب۔
(۲) خطوط جواب شیعہ ورد نسخ۔
(۳) ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب۔
(۴) تصدیق براہین احمدیہ۔
(۵) ردّ تناسخ۔ (تاریخ احمدیت صفحہ ۹۳)

جموں میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک پرچون کی دوکان ہے وہاں ایک لکڑی کی چوکی پر آنحضرتؐ تشریف رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے آپ کو وہاں سے گذرتے دیکھ کر فرمایا تم ہمارے ہاں سے آٹا لے لو۔ چنانچہ حضور نے ایک لکڑی کی ترازو میں آٹا تولا جو بظاہر ایک آدمی کی خوراک کے قابل تھا۔ آپ نے اپنے دامن میں اس کو لیا۔ جب آپ کی جھولی میں آٹا ڈال چکے تو پلڑے کو زور سے ڈنڈی سے مارا اور سب آٹا آپ کے دامن میں گرادیا۔ بعدازاں آپ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے حضرت ابوہریرہؓ کو کوئی ایسی بات بتائی تھی جس سے وہ آپ کی حدیثیں یاد رکھتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! آپ نے عرض کیا وہ بات مجھے بھی بتادیں تا میں بھی آپ کی حدیثیں یاد کر لوں۔ فرمایا ہم کان میں بتاتے ہیں۔ آپ نے کان آگے کیا اور حضورؐ نے اپنا دہنِ مبارک آپ کے کان سے لگایا کہ خلیفہ نورالدین صاحب جمونی نے اسی وقت حضرت خلیفہ اوّل کو نماز کے لئے جگا دیا۔ آپ نے سوچا کہ حدیثوں پر عمل کرنا ہی حدیثوں کے یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔ (تاریخ احمدیت صفحہ ۹۶)

حفظِ قرآن:

۱۸۸۱ء میں آپ ایک راجہ کے ساتھ ایک شاہزادہ کی شادی پر تشریف لے گئے۔ آپ ہاتھی پر سوار تھے کہ ایک سپرنگ کی وجہ سے آپ زخمی ہوگئے۔ خدا خدا کر کے زخم ٹھیک ہوا تو آپ ایک گھوڑی پر آگے روانہ ہوئے۔ اگرچہ آپ بڑی احتیاط سے زین کی ایک طرف بیٹھے لیکن چار میل بعد آگے جانے کی طاقت نہ رہی۔ دیوان لچھمن داس نے جو فوجی افسر بھی تھے آپ کے لئے ایک پالکی کا انتظام کیا۔ آپ اس میں بستر پر لیٹ گئے اور شکریہ میں قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا۔ ایک مہینہ کا سفر تھا جب آپ جموں پہنچے تو چودہ پارے آپ نے حفظ کر لئے تھے باقی آپ نے بعد میں یاد کئے اور اپنی خاندانی روایات کے مطابق حافظِ قرآن بھی بن گئے۔ (تاریخ احمدیت صفحہ ۹۸)

حضرت مسیح موعودؑ سے غائبانہ تعارف:

آپ کے شاگرد خلیفہ نور الدین صاحب جمونی کا کہنا ہے کہ حضرت اقدس کا تعارف آپ سے سب سے پہلے گورداسپور سے جموں آئے ہوئے ایک شخص شیخ رکن الدین صاحب نے کروایا۔ انہوں نے بتایا کہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے ...... کی حمایت میں رسالے لکھے ہیں۔ یہ سن کر مولوی صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں اوران کے آنے پر جموں میں حضور کا چرچا شروع ہو گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بار زیارت:

مارچ ۱۸۸۵ء سے کچھ پہلے کی بات ہے کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا اشتہار دیکھتے ہی جموں سے قادیان پہنچے اور آپ کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی آپ کی سچائی کو بھانپ لیا۔ آپ فرماتے ہیں:

''اگلے زمانہ میں جب ہم چھوٹے تھے تو سنا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آویں گے اور ایسے ہوں گے ویسے ہوں گے۔ غرض کہ یہ سب باتیں سن کر احمقوں نے جو دل میں ایک تصویر بنالی تھی اس کو عین سمجھ لیا اور مرزا صاحب کا انکار اسی بناء پر کیا گیا کہ وہ ان کی خیالی تصویر کے مطابق نہ اترے ۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے مرزا صاحب کے ماننے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ خیالی تصویر تو ہم نے بنائی ہوئی نہ تھی۔ حدیث والے خط و خال ہم کو مل ہی گئے۔'' ('بدر' ۱۰/اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

علم کلام کے متعلق تاثرات:

حضورؓ کے علم کلام کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

"میں جب قادیان میں آیا شروع میں یہاں مرزا صاحب مرحوم و مغفور ہی تھے۔ ان کی بیوی خود کھانا پکاتی تھی اور ایک خادمہ تھی بس۔ لیکن جب تعلیم دیکھی تو میں نے کہا کہ ایسی ہے کہ عقلمندوں کو کھا جائے گی۔ اور مجبوراً یہ صداقت دنیا کو پہنچ جائے گی۔"

(کلام امیر صفحہ ۱۹ کالم ۱۔۲ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۰۳)

حضرت مولوی صاحب الٰہی نشان ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"میں خدا تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کرتا تھا اور عرض کرتا تھا الٰہی میرا ناصر و مددگار کون ہے۔ میں تنہا اور

بے حقیقت ہوں۔ پس جب دعا کا ہاتھ مسلسل اٹھا اور فضائے آسمانی میری دعاؤں سے معمور ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین دین کا خلاصہ ہے۔ اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور میری نگاہ ان پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ میرے رب کی آیات میں سے ہیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہیں جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہیں۔" (تاریخِ احمدیت صفحہ ۳-۴)

خدمتِ دین کے لئے ملازمت سے استعفیٰ:

آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے کر حضور کی خدمت میں آنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت اقدس کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضورؑ نے مشورہ دیا کہ ملازمت سے علیحدگی ہر گز اختیار نہ کریں لیکن حضرت مولوی صاحب استعفیٰ دے چکے تھے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابھی آپ کا ریاست میں رہنا فائدہ مند تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کی بھی یہی خواہش تھی۔ خدا کی قدرت کہ آپ کا استعفیٰ منظور نہ ہوا اور آپ ایک عرصہ ریاست میں بیٹھ کر ہی اخلاص کے تعلق کو بڑھاتے رہے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں خط لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے آپ سے نسبتِ فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۱۷)

۱۸۸۶ء میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بھی چھ ماہ جموں میں قیام کر کے آپ سے بخاری شریف پڑھتے رہے۔

جنوری ۱۸۸۸ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو حکیم فضل دین صاحب کا جموں سے خط ملا کہ حضرت مولوی صاحب سخت بیمار ہیں جس پر حضور اپنے خادم حافظ حامد علی صاحب کو ساتھ لے کر آپ کی عیادت کے لئے جموں تشریف لائے۔ حضرت اقدس تین دن تک یہاں قیام پذیر رہے۔ آپ نے پہلے سے حضرت مولوی صاحب کو اطلاع دے دی تھی کہ

"مجھے

بشارت دی گئی ہے کہ میرے وہاں پہنچنے کے وقت آپ کو آرام ہوگا"۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۲۰)

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قیام جموں کے دوران حضورؓ کے دل میں شدّت سے دو خیال آئے:

(۱) حضرت مولوی صاحب دوسرا نکاح کر لیں۔

(۲) اپنے اخراجات پر کنٹرول کر کے تنخواہ میں سے کچھ نہ کچھ پس انداز کریں۔

چنانچہ قادیان واپس جا کر حضورؓ نے اس کے متعلق آپ کو لکھا۔ اس خط کے بعد حالات کچھ ایسے ہوئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریک پر منشی احمد جان صاحب کی صاحبزادی محترمہ صغریٰ بیگم صاحبہ سے آپ کا رشتہ ہو گیا۔ (۱) ۷ مارچ ۱۸۸۹ء کو حضرت مسیح موعودؑ حضرت خلیفہ اوّل کی برات میں احباب کے ساتھ لدھیانہ تشریف لے گئے اور دلہن کو رخصت کروا کر لائے۔ حضرت مولوی صاحب نے ایک عرصہ سے حضور کی خدمت میں عرض کر رکھا تھا کہ جب بیعت کی اجازت اللہ تعالیٰ دے تو سب سے پہلے آپ کی بیعت لیں۔ جب حضورؑ کو خدا کی طرف سے بیعت کا حکم ملا تو حضورؑ نے آپ کو بیعت سے پہلے استخارہ کا ارشاد فرمایا کہ سات روز استخارہ کریں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب حضور کے ارشاد کے مطابق استخارہ کر کے لدھیانہ پہنچے جہاں ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو پہلی بیعت ہوئی اور سب سے پہلے آپ کی بیعت لی گئی۔ حضرت خلیفہ اوّل فرماتے ہیں کہ:

"نبی کو جو فراست دی جاتی ہے وہ دوسروں کو نہیں دی جاتی۔ حضورؑ نے جب میری بیعت لی تو میرا ہاتھ پہنچے سے پکڑا حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑے جیسے مصافحہ کیا جاتا ہے۔ پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے اور تمام شرائطِ بیعت کو پڑھوا کر اقرار لیا۔ اس خصوصیت کا علم مجھے اس وقت نہیں ہوا مگر اب یہ بات کھل گئی۔"

کسی شخص نے سوال کیا کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر کے کیا فائدہ حاصل کیا۔ فرمایا:

"دنیا سے سرد مہری، رضا بالقضاء کا ابتداء، اخلاص، فہمِ قرآن میں بیّن ترقی، طولِ امل سے تنفر، اور المنکر سے بحمد للہ حفاظت، فتن دجال سے بحمد للہ حفاظتِ تامّہ، کبر، کسل، کذب جبن سے امن تامّہ۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۲۲)

حضورؑ نے جن الفاظ میں آپ سے بیعت لی تھی آپ کی درخواست پر اپنے قلم سے لکھ کر انہیں عنایت فرما دیے تھے۔

۱۸۹۰ء کے قریب راجہ امر سنگھ صاحب نے آپ کی تصویر لی جو غالباً آپ کی سب سے پہلی تصویر ہے۔

دعویٰ مسیحیت پر ایمان:

۱۸۹۰ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کے حکم سے "فتح اسلام" میں مسیحیت کا دعویٰ فرمایا۔ آپ اس پر بھی بلا تردّد ایمان لے آئے۔ آپ کے ایمان و اخلاص اور فہم و فراست کا ایک واقعہ ہے کہ:

آپ نے ابھی یہ کتاب نہیں پڑھی تھی کہ ایک مولوی صاحب جن کا نام عطاء اللہ تھا اس کتاب کو پڑھ کر اس دعویٰ کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے کہ میں اس کو ابھی مرزا صاحب سے الگ کر دوں گا۔ اس نے آپ کے پاس آ کر سوال کیا کہ ختم نبوت کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے اس زمانہ کے عقیدہ کے مطابق مختصر سا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ اچھا اگر اس زمانے میں کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اسے آپ کیا سمجھیں گے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ راستباز انسان ہے اور ہم نے اسے راستباز مان لیا ہے پھر تو کوئی دقّت ہی نہیں۔ کیونکہ ختم نبوت کے جو معنی وہ بتائے گا وہی ٹھیک ہوں گے۔ آپ سے یہ سن کر فوراً اٹھ کر چل دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مولوی نور الدین تو اب لاعلاج ہو چکا ہے۔

دعویٰ مسیحیت کے بعد مولوی نور الدین صاحب کے دل میں پھر یہ خیال اٹھا کہ ریاست کی نوکری چھوڑ دینی چاہیے لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے پھر آپ کو منع فرمایا کہ "آنمکرم کی نوکری ہمارے ہی کام آتی ہے۔ ظاہر اس کا دنیا اور باطن سراسر دین ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۲۸)

۲۷ر دسمبر ۱۸۹۱ء کو قادیان میں پہلا جلسہ سالانہ ہوا جس میں ۷۵ افراد شامل ہوئے۔ ان مخلصین میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بھی شامل تھے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہونے والے ہر جلسہ میں آپ شامل ہوئے۔

لیکچر لاہور:

۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے اہل لاہور پر اتمام حجت کرنے کے لئے منشی میراں بخش صاحب کی کوٹھی پر ایک جلسہ سے مخاطب ہو کر تقریر فرمائی۔ حضور کی تقریر کے بعد حضور کے ارشاد پر آپ نے کھڑے ہو کر مختصر تقریر کی جس میں فرمایا:

> "میں کلمہ شہادت پڑھ کر کہتا ہوں کہ مرزا حق پر ہے۔ اور اس حق سے ٹکرانے والا باطل پاش پاش ہو جائے گا۔ مومن حق کو قبول کرتا ہے میں نے حق سمجھ کر اسے قبول کیا ہے اور حضرت نبی کریمؐ کے ارشاد کے موافق کہ مومن جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرتا ہے آپ کو بھی اس حق کی دعوت دیتا ہوں۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۶۹)

ریاست جموں و کشمیر سے ملازمت کا خاتمہ اور قادیان میں مستقل سکونت:

ریاست جموں و کشمیر سے جو تعلق ملازمت مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ذریعہ ۱۸۷۲ء میں قائم ہوا تھا وہ ستمبر ۱۸۹۲ء میں

اس کے نالائق جانشین مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ختم کر دیا اور اڑتالیس گھنٹے میں آپ کو کشمیر چھوڑنے کا حکم دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جب ان مخالفانہ حالات کا علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

" کیا بدقسمت وہ ریاست ہے جس سے ایسے مبارک قدم، نیک بخت اور سچے خیر خواہ نکالے جائیں۔ اور معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۳۴)

حضرت مسیح موعودؑ نے دعا فرمائی تھی کہ نصرت الٰہی آپ کے شامل حال رہے۔ اس کا عجب نظارہ ہمیں نظر آتا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل خود بیان فرماتے ہیں کہ جموں میں ایک ہندو پنساری آپ کو نصیحت کرتا تھا کہ آپ سو روپیہ ماہانہ جمع کر لیا کریں تا کہ مشکل وقت میں کام آ سکے۔ آپ فرماتے کہ ایسے خیالات کرنا اللہ تعالیٰ پر بدظنّی ہے۔ ہمیں انشاء اللہ ایسے حالات پیش نہیں آئیں گے۔ جب آپ ملازمت سے برطرف ہوئے تو وہ آپ کے پاس آیا کہ تمہیں میری نصیحت یاد آئی ہوگی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں آج بھی تمہاری نصیحت کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اس کے بیٹھے بیٹھے خزانہ سے ۴۸۰ روپے آپ کے پاس پہنچے کہ آپ کی آج کل کی تنخواہ ہے۔ اس ہندو پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ "نورالدین تم پر نالش تھوڑی ہی کرنے لگا تھا"۔ اسی دوران ایک رانی صاحبہ نے بہت سارو پیہ بھجوایا کہ میرے پاس اس وقت جتنا جیب خرچ کا روپیہ تھا وہ سب حاضر ہے۔

حضرت مولوی صاحب پر کشمیر میں ایک لاکھ پچانوے ہزار قرض تھا۔ کشمیر سے جانے کے بعد آپ نے قرض کی پہلی قسط صرف پانچ روپے ادا فرمائی جس پر قرض خواہ نے آپ کو لکھا کہ آپ نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت یہی تھا۔ آپ کا قرض میں ادا کر دوں گا۔ خدا نے اس کی ادائیگی کا یوں انتظام فرمایا کہ راجہ امر سنگھ سے ایک ہندو جنگل کا ٹھیکہ لینے آیا تو راجہ صاحب نے کہا کہ اگر تم منافع کی نصف رقم مولوی نورالدین صاحب کو دینے کے لئے تیار ہو تو میں تمہیں ٹھیکہ دوں گا۔ اس نے یہ شرط منظور کر لی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں وہ ہندو قادیان آیا اور حضرت مولوی صاحب کو منافع کی رقم پیش کی جو بالکل اتنی تھی جتنا قرض تھا۔ آپ نے یہ روپیہ خود نہ لیا اور قرض خواہ کا نام لے کر کہا کہ یہ رقم اسے ادا کر دینا۔ اگلے سال وہ پھر رقم لایا تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا کہ ہمارا اس پر کوئی حق نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ لے لیں ورنہ راجہ صاحب آئندہ مجھے ٹھیکہ نہیں دیں گے۔ آپ نے وہ رقم تو نہ لی لیکن راجہ صاحب کے نام سفارشی خط لکھ دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵)

آپ اب واپس بھیرہ چلے گئے جہاں آپ کا ارادہ ایک بڑا شفاخانہ کھولنے کا تھا۔ اس کے لئے آپ نے ایک بڑے مکان کی تعمیر بھی شروع کروا دی۔ ابھی یہ عمارت نامکمل ہی تھی کہ ۱۸۹۳ء میں آپ کسی کام سے لاہور اور وہاں سے قادیان تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے ہیں:

"میں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کے لئے آیا اور ایک بڑی عمارت بنتی چھوڑ آیا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا اب تو آپ فارغ ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ ارشاد فرمایا آپ رہیں۔ میں سمجھا دو چار روز کے لئے فرماتے ہیں۔ ایک ہفتہ خاموش رہا۔ فرمایا آپ تنہا ہیں ایک بیوی منگوا لیں۔ تب میں سمجھا کہ زیادہ دنوں رہنا پڑے گا۔ تعمیر کا کام بند کروا دیا۔ چند روز بعد فرمایا کتابوں کا آپ کو شوق ہے یہیں منگوا لیجئے۔ تعمیل کی گئی۔ فرمایا اچھا دوسری بیوی بھی یہیں منگوا لیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھ سے فرمایا وطن کا خیال چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے چھوڑ دیا اور کبھی خواب میں بھی وطن نہیں دیکھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸)

کئی لوگوں نے آپ سے کہا کہ قادیان کی بجائے آپ لاہور یا امرتسر میں شفا خانہ کھول لیں لیکن آپ نے قادیان میں رہنے کو ترجیح دی تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا قرب حاصل رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ ایک خط میں فرماتے ہیں:

"بے چارہ نور الدین جو دنیا کو عموماً لات مار کر اس جنگل قادیان میں آ بیٹھا ہے بے شک قابل نمونہ ہے۔ بہتیری تحریکیں ہوئیں کہ آپ لاہور میں رہیں اور امرتسر میں رہیں۔ دنیاوی فائدہ طبابت کی رو سے بہت ہوگا مگر کسی کی بات انہوں نے قبول نہیں فرمائی۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ انہوں نے سچی توبہ کر کے دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۴۶)

قادیان میں آپ طبابت کے علاوہ کتابوں کی تصنیف میں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے حوالہ جات نکالنے کا کام نیز پروف ریڈنگ بھی کرتے تھے۔ آپ کا زیادہ وقت حضورؑ کے ساتھ گذرتا۔ آپ حضور کی اولاد کو قرآن کریم اور بخاری بھی پڑھاتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر اس فضل کے جذب کرنے میں حضرت استاذی المکرم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کا بہت حصہ ہے۔ میں چھوٹا تھا اور بیمار رہتا تھا وہ مجھے پکڑ کر پاس بٹھا لیتے اور اکثر یہ فرماتے تھے کہ میاں تم کو پڑھنے میں تکلیف ہو گی میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔ اور اکثر اوقات خود ہی قرآن پڑھتے اور خود ہی تفسیر بیان کرتے۔ اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی۔ اس کی محبت کا شکار بانی سلسلہ نے بنایا۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۴۷)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب آپ کے مشاغل پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ صبح سویرے بیماروں کو دیکھتے تھے اس کے بعد طالب علموں کو درس حدیث وطبّی کتب دیتے تھے۔مثنوی شریف اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا درس بھی گاہے دیتے تھے اور بعد نماز عصر روزانہ درس قرآن شریف دیا کرتے تھے......سوائے نمازوں کے اوقات کے ایک ہی جگہ اپنی نشت گاہ میں بیٹھے رہتے تھے جس میں صرف چٹائی بچھی ہوتی تھی۔......صبح کے آپ وقت عورتوں میں بھی درس دیتے تھے۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۴۷۔۱۴۸)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے بعد آپ پانچ نمازیں اور جمعہ بیت مبارک اور بیت اقصیٰ میں پڑھاتے رہے۔کبھی کبھی حضرت مسیح موعودؑ آپ کو اپنے ساتھ سیر کو لے جاتے تھے۔جب قادیان میں کالج قائم ہوا تو آپ اس میں عربی پڑھاتے رہے۔

آپ کے گذارے کی صورت قادیان میں بظاہر طب کے سوا کچھ نہ تھی لیکن اخراجات مثلاً خدمت خلق، چندے، مہمان نوازی وغیرہ کافی زیادہ تھے۔آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے میری ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔آپ کی ہر ضرورت پوری ہونے کے لئے غیب سے سامان ہوجاتے تھے۔

سفر جموں:

۱۸۹۵ء کے قریب آپ جموں تشریف لے گئے۔جہاں مہاراجہ جموں نے اعتراف کیا کہ آپ پر بہت ظلم ہوئے ہیں اور خواہش کی کہ آپ واپس آجائیں لیکن چونکہ حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کو اجازت نہ تھی اس لئے آپ انکار کر کے واپس آ گئے۔

حضرت مسیح ناصری کی قبر کا انکشاف:

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں محلہ خانیار سری نگر سے گذر رہا تھا کہ ایک قبر پر ایک بوڑھے اور بڑھیا کو بیٹھے دیکھا۔پوچھنے پر کہ کس کی قبر ہے بتایا کہ نبی صاحب کی ہے۔اور یہ قبر یوز آسف شہزادے نبی اور پیغمبر صاحب کی قبر مشہور تھی۔اور سنتے آئے تھے کہ یہ نبی کئی سو سال پہلے دور سے آیا تھا۔اس بات کا ذکر حضرت مولوی صاحب سے بھی ہوا جب ایک بار حضرت مسیح موعودؑ نے مجلس میں فرمایا کہ مجھے "اوینا ھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین" سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی ایسے مقام کی طرف گئے ہیں جیسے کہ کشمیر۔اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے خانیار والی قبر والے واقعہ کی روایت بیان کی۔تب حضور نے اس کے متعلق تحقیقات کا حکم دیا۔

۲۴ مارچ ۱۹۰۰ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ نے احباب جماعت کو بعض مرکزی

ضرورتوں کی طرف توجہ دلائی مثلاً نومبائعین کا انتظام، نوجوانوں کی تعلیم کا انتظام، غرباء مسافروں اور یتیموں کی مختلف ضرورتوں کا انتظام، ہجرت کی خواہش کرنے والوں کے لئے مکانات کا انتظام نیز واعظوں کی ایک جماعت تیار کرنے پر بھی زور دیا۔ جب ملک میں طاعون کا زور ہوا تو حضرت خلیفہ اوّل بھی دوسرے مخلصین کے ساتھ دار المسیح میں کافی عرصہ ٹھہرے رہے۔

آپ کے صاحبزادے میاں عبدالحیٔ صاحب نے ۱۹۰۵ء میں قرآن کریم ختم کیا تو آپ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا "بیٹا ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں جن میں سے ۱۰/۱ آج تم نے کر لی ہیں۔ قرآن شریف پڑھو پھر اس کو یاد کرو پھر اس کا ترجمہ پڑھو پھر اس پر عمل کرو۔ پھر اسی عمل میں تمہیں موت آجائے۔ قرآن پڑھاؤ پھر یاد کراؤ پھر ترجمہ سناؤ پھر عمل کراؤ پھر اسی حالت میں تم کو موت آجائے۔

یہ تقریب کس طرح منائی جائے۔ بہت مشورے ہوئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا مولوی صاحب کی طبیعت کمزور ہے کوئی دماغی محنت کا کام مناسب نہیں۔ سر دست مساکین کو کھانا کھلا دیں اور احباب کی دعوت کر دیں۔ چنانچہ ۲۸، ۲۹ جون ۱۹۰۵ء کو دعوت کا انتظام کیا گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۶۷)

پہلی بیوی کی وفات:

آپ کی بڑی بیوی حضرت فاطمہ بیگم صاحبہ ۱۹۰۵ء میں فوت ہو گئیں۔ ان کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ سچا اخلاص اور آپ پر مکمل ایمان تھا۔ اکثر کہا کرتی تھیں:

> "یہ مولوی صاحب کا یہ احسان ہے کہ ہم نے خدا کے مسیح کو پہچان لیا۔ لیکن اب تو میرے دل میں خدا تعالیٰ کے رسول کی اس قدر محبت ہے کہ خواہ کوئی پھر جائے میں تو آپ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔"
>
> (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۶۸)

حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی خواہش کے مطابق نماز عصر کے بعد ان کا جنازہ پڑھا۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس کے چندوں کا امین حضرت مولوی صاحب کو بنایا گیا۔ حضورؑ نے فرمایا:

> "بالفعل یہ چندہ اخویم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیے۔"

صدر انجمن احمدیہ کے پریذیڈنٹ:

فروری ۱۹۰۶ء میں انجمن کارپرداز مصالح قبرستان اور دوسرے شعبوں کو ملا کر صدر انجمن احمدیہ کا تنظیمی ادارہ قائم ہوا اور اس کا صدر حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحب کو مقرر فرمایا اور فرمایا کہ "مولوی صاحب کی ایک رائے انجمن میں سو رائے کے برابر سمجھنی چاہیے۔" (تاریخ احمدیت جلد

سوم صفحہ ۱۶۹)

حضرت مسیح موعودؑ کے سفر لاہور میں جو حضور کا آخری سفر تھا آپ بھی ہمراہ تھے۔ یہاں بھی آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت خراب ہوئی تو حضور نے آپ کو بلوایا اور فرمایا۔ مجھے سخت دورہ اسہال کا ہو گیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ پھر فرمایا کہ حقیقت میں تو دوا آسمان پر ہے آپ دعا بھی کریں اور دوا بھی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

"جس وقت لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ فوت ہوئے اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب اس کمرہ میں موجود نہیں تھے جس میں آپ نے وفات پائی۔ جب حضرت مولوی صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ آئے اور حضرت صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر جلدی اس کمرے سے باہر تشریف لے گئے۔ جب حضرت مولوی صاحب کا قدم دروازے سے باہر ہوا اس وقت سید محمد احسن صاحب نے رقت بھری آواز میں حضرت مولوی صاحب سے کہا انت صدّیقی۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا یہاں اس سوال کو رہنے دیں قادیان جا کر فیصلہ ہوگا۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۸)

وفات کا ذکر:

حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے وقت لوگوں کے ہوش و حواس پر اثر تھا۔ لیکن جو شخص اس وقت صبر و وقار سے کام لے کر جماعت کی تسکین کا باعث تھا وہ حضرت مولانا حافظ نورالدین تھے۔ کئی لوگوں نے آپ کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی لیکن آپ نے فرمایا اپنا کام کرتے رہو بیعت کا فیصلہ قادیان جا کر ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات صبح ساڑھے دس بجے ہوئی تھی۔ کوئی اڑھائی بجے تک غسل وغیرہ دینے سے فارغ ہوئے۔ قریباً تین بجے بعد دوپہر حضرت مولوی صاحب کے پیچھے ایک کثیر تعداد نے جنازہ پڑھا اور اس کے بعد جوق درجوق احمدی وغیر احمدی احباب حضور کی زیارت کے لئے آتے رہے۔ چار بجے کے قریب احمدی احباب کندھوں پر جنازہ اٹھا کر اسٹیشن کی طرف چل دیے اور پونے چھ بجے کے قریب جو گاڑی لاہور سے روانہ ہوتی تھی اس میں حضور کا جنازہ، اہل بیت اور تمام خدام بٹالہ روانہ ہوئے۔ رات دس بجے کے قریب بٹالہ پہنچے۔ جنازہ گاڑی میں رہا اور خدام پہرہ پر موجود رہے۔ دو بجے بہت سے دوست جنازہ اٹھا کر تقریباً آٹھ بجے قادیان پہنچے۔

اب انتخاب خلافت کا سوال تھا۔ خدا تعالیٰ کی رضا کے تحت تمام اہل بیت، اکابرین اور عوام کے دل حضرت مولوی صاحب کی طرف مائل تھے۔ پھر بھی جب تک خلیفہ کا انتخاب عمل میں نہیں آ گیا ''رفقاء'' مسیح موعودؑ غم سے گویا دیوانے ہو رہے

تھے اور دعاؤں اور گریہ زاری میں اس طرح مصروف تھے کہ ان کی آہ و بکا گو یا عرش کو ہلا رہی تھی۔ باوجود انتہائی ضبط کے بعض لوگوں کی چیخیں اس طرح نکل رہی تھیں کہ شاید کسی ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کی وفات پر بھی اس اضطراب کا اظہار نہ کیا ہوگا۔ لوگوں کے دلوں سے اپنا خیال نکل چکا تھا اور ہر ایک کی یہی خواہش نظر آتی تھی کہ جماعت جلد از جلد پھر کسی مقدس اور برگزیدہ کے ہاتھ پر جمع ہو کر ایک لڑی میں پروئی جائے۔

پرانے رفقاء بیان کرتے ہیں کہ حضور کی وفات کا سب سے زیادہ صدمہ حضرت خلیفہ اوّل نے محسوس کیا۔ آپ کی زبان سے کئی مرتبہ بے ساختہ یہ الفاظ نکل جاتے تھے کہ حضرت کی وفات کے بعد ساری دنیا جسم بلا روح محسوس ہوتی ہے۔

حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کا بیان ہے:

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو جب خواجہ صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وغیرہ قادیان آئے تو اس وقت موجود لوگوں کے سامنے خواجہ صاحب نے ایک دردناک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔ خدا کی طرف سے ایک منادی آیا جس نے لوگوں کو خدا کے نام پر بلایا۔ ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے گرد جمع ہو گئے مگر اب وہ ہم کو چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس چلا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت محفل پر ایک سکتہ سا طاری ہو گیا۔ اس سکوت کو شیخ رحمت اللہ صاحب نے توڑا اور ٹھیٹھ پنجابی میں کہنے لگے جس کا ترجمہ یوں بنتا ہے کہ " میں نے قادیان آتے ہوئے رستہ میں بھی بار بار یہی کہا تھا اور اب بھی دوہراتا ہوں کہ اس بڈھے یعنی (حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب) کو آگے کر و اس کے سوا یہ جماعت قائم نہ رہ سکے گی"۔ شیخ صاحب کے بیان پر سب لوگ خاموش رہے اور کسی نے انکار یا اعتراض نہ کیا۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے اپنی ڈائری میں اہل بیت کی رائے کے متعلق لکھا:

> " میاں محمود صاحب نے بھی کشادہ پیشانی سے اس امر پر رضامندی ظاہر کی بلکہ کہا کہ حضرت مولانا سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اور خلیفہ ضرور ہونا چاہیے اور حضرت مولانا ہی خلیفہ ہونے چاہئیں ورنہ اختلاف کا اندیشہ ہے ------------- اس کے بعد ہم باغ میں گئے اور وہاں میر ناصر نواب صاحب (خسر حضرت مسیح موعودؑ) سے دریافت کیا۔ انہوں نے بھی حضرت مولانا کا خلیفہ ہونا پسند کیا ------------- پھر خواجہ کمال الدین صاحب جماعت کی طرف سے حضرت...... ''اماں جان'' کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے کہا --------------- جس پر قوم کو اطمینان ہے اسی کو خلیفہ کیا جائے اور حضرت مولانا کی سب کے دل میں عزت ہے وہی خلیفہ ہونا چاہیے۔"
>
> (حیات نور صفحہ ۳۲۹ تا ۳۳۰)

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

---------- دیگر اکابر (رفقاء) و بزرگانِ جماعت نے سیدنا حضرت مولوی نور الدین صاحب کے

حضور درخواست کی جو باغ سے شہر تشریف لائے ہوئے تھے مگر حضرت ممدوح نے کچھ سوچ اور تردّد کے بعد فرمایا کہ میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ چنانچہ وہیں پانی منگوایا گیا۔ حضرت نے وضو کر کے دو نفل نماز ادا کی اور دعاؤں کے بعد فارغ ہو کر فرمایا 'چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسدِ اطہر اور ہمارے بھائی انتظار میں ہیں' چنانچہ یہ مجلس برخواست ہو کر پھر باغ پہنچی تو سب سے پہلے تمام حاضر الوقت احباب کے اتفاق سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر نے کھڑے ہو کر حضرت مولانا کی خدمت میں مندرجہ ذیل تحریر اور درخواست پڑھ کر سنائی:

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطابق فرمان حضرت مسیح موعودؑ مندرجہ رسالہ الوصیت 'ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقٰی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِامت نورِ دین بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقین بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء میں متعدد نام درج ہیں جنہوں نے دستخط کئے تھے)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب جب یہ تحریر پڑھ کر سنا چکے تو حضرت مولوی صاحب کھڑے ہوئے اور ایک درد انگیز تقریر فرمائی۔ اس کے بعد صدر انجمن کے سارے ممبروں کی طرف سے تمام جماعت کے لئے ایک اعلان جاری کیا گیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح کے انتخاب کی خبر دی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ الفاظِ بیعت بھی اخبار میں شائع کر دیے گئے جن میں حضرت خلیفۃ المسیح نے بیعت لی تھی۔ اشھدُ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔3 بار۔ " آج میں نورالدین کے ہاتھ پر تمام ان شرائط کے ساتھ بیعت کرتا ہوں جن شرائط سے مسیح موعود مہدیٔ معہود بیعت لیا کرتے تھے اور نیز اقرار کرتا ہوں کہ خصوصیت سے قرآن وسعت اور احادیثِ صحیحہ کے پڑھنے سننے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اور اشاعتِ ...... میں جان و مال سے بقدر وسعت و طاقت کمر بستہ رہوں گا اور انتظامِ زکوٰۃ بہت احتیاط سے کروں گا اور باہمی اخوان میں رشتۂ محبت کے قائم رکھنے اور قائم کرنے میں سعی کروں گا۔ استغفر اللّٰہ ربّی من کلّ ذنبٍ و اتوب الیہ (تین بار) رب انّی ظلمتُ نفسی و اعترفتُ بذنبی فاغفر لی ذنوبی فَاِنَّہٗ لا یغفر الذنوب الّا انت۔" (حیات

نور صفحہ ۳۳۷)

جلسہ سالانہ ۱۹۱۰ء کے موقعہ پر آپ نے الفاظِ بیعت میں مندرجہ ذیل کلمات کا اضافہ فرمایا کہ :

" میں شرک نہیں کروں گا۔ چوری نہیں کروں گا۔ بدکاریوں کے نزدیک نہیں جاؤں گا۔ کسی پر بہتان نہیں لگاؤں گا۔ چھوٹے بچوں کو ضائع نہیں کروں گا۔ نماز کی پابندی کروں گا اور زکوۃ اور حج اپنی طاقتوں کے موافق ادا کرنے کو مستعد رہوں گا۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ میں الفاظِ بیعت میں یہ بھی بڑھانا چاہتا تھا کہ "آپس

میں محبت بڑھائیں گے " مگر میں نے دیکھا کہ لوگ آپس میں لڑ پڑتے ہیں اس لئے میں ڈر گیا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ معاہدہ کے خلاف کریں اور پھر معاہدہ کی خلاف ورزی سے نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ "

(حیات نور صفحہ ۳۳۷)

جب آپ کے کندھوں پر جماعت کی ذمہ داریوں کا بوجھ پڑا اس وقت آپ کی عمر ۶۷ سال کے قریب ہو چکی تھی۔ بار بار بیماریوں کے حملوں نے بھی نڈھال کر رکھا تھا۔ اپنے انتہائی صبر وضبط کے باوجود آپ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے تنہائی میں فرماتے۔ میاں! جب سے حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں مجھے اپنا جسم خالی محسوس ہوتا ہے اور دنیا خالی خالی نظر آتی ہے۔ میں لوگوں میں چلتا پھرتا اور کام کرتا ہوں مگر پھر بھی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

ابتدائے خلافت میں آپ اکثر اندر تنہائی میں دعاؤں میں مصروف رہتے۔ دن کا اکثر حصہ بیت میں گذرتا لیکن چونکہ آپ نے بیماروں کو بھی دیکھنا ہوتا تھا اس لئے پھر آپ نے مطب میں بیٹھنا شروع کر دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے کندھوں پر بھاری بوجھ رکھ دیا گیا ہے جس سے میں دبا جاتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد مخالفین ایک بار پھر میدان میں اتر آئے اور احمدیت چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر گئی۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے پہلا ہتھیار تو دعا کا اختیار کیا گیا۔ اس کے علاوہ مضامین کے ذریعہ ان کے جواب دیے گئے جن میں سب سے قابل ذکر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا مضمون ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اس پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب سے فرمایا: مولوی صاحب مسیح موعودؑ کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ بعد میں حضرت خلیفہ اوّل نے اسے ایک کتاب کی صورت میں شائع کروایا اور الہام الٰہی سے اس کا نام "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" رکھا۔

خلافتِ اولیٰ کے عہد میں صدر انجمن احمدیہ کا پہلا اجلاس ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی زیر صدارت ہوا جس میں بعض اہم فیصلے کئے گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خلافت کے آغاز میں ہی بیت المال کا ایک مستقل محکمہ قائم فرمایا اور حکم دیا کہ آئندہ مدّ زکوٰۃ کو صدقات سے علیحدہ کر کے بیت المال میں شامل کیا جائے۔

حضور کے دل میں ابتداء میں ہی یہ تحریک پیدا ہوئی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار کے طور پر اعلیٰ پیمانہ پر دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں واعظین اور...... تیار ہوں۔ حضرت خلیفہ اوّل کی اجازت سے انجمن نے باقاعدہ واعظین کا تقرر کر کے دعوت الی اللہ کے لئے مختلف مقامات پر بھجوایا جن میں شیخ غلام احمد صاحب نو......، مولوی محمد صاحب سیالکوٹی، حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی قابل ذکر ہیں۔

آپ نے جولائی ۱۹۰۸ء میں اپنی بھیرہ کی قیمتی جائیداد صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کر دی۔ ۱۹۰۸ء کے رمضان میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اعتکاف کیا جس میں آپ درس بھی دیتے رہے۔ اخبار بدر لکھتا ہے:

> "صبح سے ظہر کی اذان تک اور پھر بعد از ظہر عصر تک اور عصر سے شام تک اور پھر عشاء کی نماز کے بعد تک تین پارے ختم کرتے ہیں۔ مشکل مقامات کی تفسیر فرما دیتے ہیں۔ سوالوں کے جواب بھی دیتے جاتے ہیں۔ یہ نہ تھکنے والا دماغ خاص موہبتِ الٰہی ہے۔" (حیاتِ نور صفحہ ۴۱۹)

لنگر کا انتظام حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں حضور کے اپنے ہاتھ میں تھا مگر حضور کے وصال کے بعد حضرت خلیفہ اوّل نے یہ انتظام انجمن کی نگرانی میں دے دیا۔

عہد خلافت کا پہلا جلسہ سالانہ:

اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد دو تین ہزار کے قریب تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل نے اس جلسہ پر دو تقریریں کیں۔ پہلی تقریر نماز ظہر و عصر کے بعد سے مغرب تک جاری رہی۔ اس تقریر میں دیگر امور کے علاوہ آپ نے ضرورتِ خلافت اور اطاعت خلافت کی طرف خاص توجہ دلائی۔ اس تقریر کے اختتامی الفاظ یہ تھے:

> "تم نے خود میری بیعت نہیں کی بلکہ میرے مولیٰ نے تمہارے دلوں کو میری طرف جھکا دیا۔ پس تمہیں میری فرمانبرداری ضروری ہے۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۲۱)

دوسری تقریر 28 دسمبر کو بعد نماز ظہر و عصر کی جس میں آپ نے تصوف کے باریک اور لطیف مسائل سادہ زبان میں بیان کئے۔

اگرچہ جماعت ایک جھنڈے تلے جمع ہوگئی تھی لیکن بعض لوگ اب بھی دل سے خلافت کو نہیں مانتے تھے اور انجمن کو زیادہ اہم سمجھتے تھے۔ ان میں اہم نام مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ

تھے۔ یہ لوگ خلیفہ وقت کے فیصلوں اور احکامات سے گریز کرنے لگے۔ پہلے پہلے یہ لوگ بھی خلیفۃ المسیح لکھتے تھے پھر خلیفہ صاحب اور بعد میں صرف مولوی صاحب لکھنے لگے۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ خلیفہ کے اختیارات محدود ہونے چاہئیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کو ابھی پندرہ دن بھی نہ گذرے تھے کہ خواجہ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کی موجودگی میں مجھ سے سوال کیا کہ میاں صاحب! آپ کا خلیفہ کے اختیارات کے متعلق کیا خیال ہے۔ میں نے کہا کہ اختیارات کے فیصلہ کا وہ وقت تھا جب کہ ابھی بیعت نہ ہوئی تھی جب کہ حضرت خلیفہ اوّل نے صاف صاف کہہ دیا کہ بیعت کے بعد تم کو پوری پوری اطاعت کرنی ہوگی۔ اور اس تقریر کو سن کر ہم نے بیعت کی تو اب آقا کے اختیار مقرر کرنے کا حق غلاموں کو کب حاصل ہے۔ میرے اس جواب کو سن کر خواجہ صاحب بات کا رخ بدل گئے۔" (تاریخ احمدیت صفحہ ۲۲۴)

ان لوگوں نے جلسہ کا پروگرام بناتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر کا وقت ایک گھنٹہ مقرر کیا مگر عملاً آپ کی تقریر کئی گھنٹے جاری رہی اور آخری ۱۰، ۱۵ منٹ خود کسی اور کے لئے چھوڑے۔ اس تعیّنِ وقت پر مولوی سید محمد احسن صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ خلیفۂ وقت کی ہتک ہے کہ ان کا وقت مقرر کیا گیا اور عام لوگوں کی طرح ان کے وقت کی تعیین کی گئی ہے۔ اس پر خواجہ صاحب کھسیانے ہو کر کہنے لگے کہ حکیم الامت صاحب کے مشورے سے پروگرام بنایا گیا تھا لیکن لوگوں پر ان کی فطرت ظاہر ہوگئی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار کے طور پر مدرسہ دینیہ کھولنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور اس پر کام بھی شروع ہو چکا تھا۔ یاد رہے کہ ۱۹۰۵ء میں "شاخِ دینیات" تعلیم......کالج میں بھی شروع کی جا چکی تھی۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۸ء کو جب کہ مختلف جماعتوں کے نمائندے بھی آئے ہوئے تھے بیت مبارک میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس کی اطلاع حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو نہیں دی گئی۔ اس میں تجویز ہو رہا تھا مدرسہ دینیہ بند کر کے اس کے بجائے احمدی نوجوانوں کو اعلیٰ دنیوی تعلیم دلوائی جائے۔ خواجہ صاحب کی تقریر پر ساری مجلس جھوم رہی تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو اتفاقاً اس میٹنگ کا پتہ چلا اور آپ وہاں پہنچے تو حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار کے ساتھ یہ سلوک ہوتا دیکھ کر آپ کی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوا اور آپ نے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے پیچھے کھڑے کھڑے دس بارہ منٹ کی تقریر کی جس میں......تاریخ کو سامنے لا کر فرمایا کہ حضرت ابوبکر نے لوگوں کی اس تجویز کو ردّ کر دیا تھا کہ آنحضرتؐ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے حضرت اسامہ بن زید کی زیر قیادت جو لشکر تیار کیا تھا وقت کا تقاضا ہے کہ اسے روک دیا جائے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: کیا ابو قحافہ کا بیٹا خلافت کے مقام پر فائز ہونے کے بعد پہلا کام یہ کرے کہ محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری مہم تیار کی تھی اسے روک دے؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ لشکر جائے گا اور ضرور جائے گا۔ یہ مثال بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیونکہ جس طرح جیشِ اسامہ کی تیاری کا کام خود رسول کریمؐ نے فرمایا تھا اس طرح مدرسہ دینیات کا اجراء خود حضرت مسیح موعودؑ نے آخری عمر میں فرمایا تھا پس دنیا کیا کہے گی کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ باوجود اس کے کہ ان کے سامنے کوئی حقیقی خطرہ نہ تھا اس کے جاری کردہ کام کو اس کی وفات کے معاًبعد بند کر دیا۔

(تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۳۱)

آپ کی اس مختصر تقریر کے بعد حاضرین مجلس پر رقّت طاری ہوگئی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ مدرسہ احمدیہ بند نہیں ہونا چاہیے۔ ہم اسے جاری رکھیں گے۔

استحکام خلافت اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل:

اب وہ لوگ جو منصبِ خلافت کے خلاف تھے اور انجمن کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین سمجھتے تھے ان کی ریشہ دوانیاں زور پکڑ گئیں۔ لاہور میں جماعت احمدیہ کا ایک جلسہ خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے مکان پر کیا۔ اور لوگوں کو سمجھایا کہ سلسلہ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ اصل جانشین حضرت مسیح موعودؑ کی انجمن ہی ہے۔ اگر یہ بات نہ رہی تو جماعت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ اس پر سب لوگوں سے دستخط لئے گئے۔

لاہور کے اس جلسہ کی روداد جب قادیان پہنچی تو وہاں کے لوگوں نے بھی ایک جلسہ کر کے ایک ریزولیشن پاس کیا کہ ہم لوگ ہمیشہ خلافت کے ساتھ رہیں گے۔ یہ جلسہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی تحریک پر ان کے مکان پر ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک شوریٰ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور جماعت کے دو ڈھائی سو نمائندے قادیان میں جمع ہوئے۔ ۳۰، ۳۱ جنوری کی رات دردمندانہ دعاؤں اور آہ وزاری نے ایک حشر کا سامان پیدا کر دیا۔ فجر کی نماز پر ابھی حضرت خلیفۃ المسیح کے آنے میں کچھ دیر تھی کہ خواجہ صاحب کے ساتھیوں نے پھر انجمن کی جانشینی کا قصہ چھیڑ دیا۔ آخر حضور ...... میں تشریف لائے اور ہر طرف خاموشی ہوگئی۔ حضور نے نماز میں سورۃ بروج کی تلاوت انتہائی سوز وگداز سے کی اور جب اس آیت پر پہنچے کہ "یعنی وہ جو مومن مردوں اور عورتوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں اور پھر اس کام سے توبہ نہیں کرتے ان کے لئے اس فعل کے نتیجہ میں عذاب جہنم ہوگا اور جلا دینے والے عذاب میں وہ مبتلاء کئے جائیں گے"۔ اس وقت باوجود ضبط کے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مگر صد افسوس منکرین خلافت پر کوئی اثر نہ ہوا اور انہوں نے نماز کے فوراً بعد پھر اپنا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ آخر جلسہ کا وقت آ گیا اور لوگوں کو بیت مبارک کی چھت پر جمع ہونے کا حکم دیا گیا۔ دیدہ دلیری کا یہ عالم تھا کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل سے جا کر کہا کہ مبارک ہو سب لوگوں کو سمجھا دیا گیا ہے کہ انجمن ہی جانشین ہے۔

اس بات کو سن کر آپ نے فرمایا کون سی انجمن ۔ جس انجمن کو تم جانشین قرار دیتے ہو تو وہ خود بموجب قواعد کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔ اب ان لوگوں کو احساس ہوا کہ معاملہ ویسا آسان نہیں جیسا یہ سمجھتے تھے ۔

غرض حضور جلسہ میں تشریف لائے ۔ آپ کے لئے درمیان میں جگہ تیار کی گئی تھی مگر آپ نے وہاں کھڑے ہونے سے انکار کر دیا اور بیت میں شمال کی جانب اس حصہ میں کھڑے ہو گئے جو حضرت مسیح موعودؑ نے تعمیر کروایا تھا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

> " مجھے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام نماز پڑھا دینا یا جنازہ یا نکاح پڑھ دینا یا بیعت لے لینا ہے ۔ یہ جواب دینے والے کی نادانی ہے اور اس نے گستاخی سے کام لیا ہے اس کو توبہ کرنی چاہیے ورنہ نقصان اٹھائیں گے ۔'' پھر فرمایا تم نے اپنے عمل سے مجھے بہت دکھ دیا ہے اور منصب خلافت کی ہتک کی ہے اسی لئے میں اس حصہ (بیت) میں کھڑا ہوا ہوں جو (حضرت) مسیح موعودؑ کا بنایا ہوا ہے ۔ "

(حیات نور صفحہ ۳۷۹)

جوں جوں حضور تقریر کرتے جاتے تھے لوگوں کے سینے کھلتے جاتے تھے ۔ تمام مجلس سوائے چند لوگوں کے حق کو قبول کر چکی تھی ۔ حضور نے آخر میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو کہا کہ وہ دوبارہ بیعت کریں نیز شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کو بھی دوبارہ بیعت کا ارشاد ہوا۔ اور فرمایا کہ جب ہم نے لوگوں کو جمع کیا تھا تو ان لوگوں کا کوئی حق نہیں تھا کہ الگ جلسہ کرتے ۔ ہم نے ان کو اس کام پر مقرر نہیں کیا تھا اور پھر جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ طاقت دی ہے کہ میں اس فتنہ کو مٹا سکوں تو انہوں نے یہ کام خود بخود کیوں کیا ۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سے دوبارہ بیعت لی گئی ۔ مولوی محمد علی صاحب نے بیعت تو کر لی لیکن حضرت خلیفہ اوّل کے خلاف بغض ان کے دل میں اور زیادہ بڑھ گیا ۔ بیت کی چھت سے اترتے ہی انہوں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ آج ہماری سخت ہتک ہوئی ہے میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا ۔ میں اب قادیان میں نہیں رہ سکتا ۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو اس بات کا پتہ چلا تو حضور نے فرمایا کہ وہ قادیان سے جانا چاہتے ہیں تو کل کی بجائے آج ہی چلے جائیں ۔

غرض یہ فتنہ بڑھتا چلا گیا۔ منکرین خلافت کا یہ طریق بنتا جا رہا تھا کہ انجمن کے معاملہ میں جہاں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی تعمیل کرنی پڑتی وہاں یہ لکھتے کہ میر مجلس (یعنی پریذیڈنٹ) صاحب نے اس معاملہ میں یوں سفارش کی ہے تا کہ ریکارڈ سے یہ ثابت نہ ہو کہ خلیفہ کبھی انجمن پر حاکم رہا ہے ۔ یہ دیکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو اپنی بجائے انجمن کا صدر بنا دیا۔ مخالفت اندر ہی اندر بڑھتی جا رہی تھی ۔ اگست 1909ء میں حکیم فضل احمد صاحب بھیروی کی حویلی کا مسئلہ اٹھا جو انہوں نے انجمن کے نام ہبہ کر دی تھی ۔ بھیرہ کے ایک شیعہ جنہوں نے یہ حویلی سستے داموں حکیم صاحب کو فروخت کی تھی وہ اسے دوبارہ خریدنا چاہتے تھے ۔ حضور نے ان کی درخواست منظور کر لی تھی

کہ چار ہزار روپے میں یہ حویلی اسے دے دی جائے اور انجمن کو سفارش فرمائی کہ یہ مکان اسی رعائتی قیمت پر اسے فروخت کر دیا جائے۔ اس پر لوگوں نے پھر ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ مولوی محمد علی صاحب نے یہ معاملہ کمیٹی میں پیش کیا۔ ایک شخص نے رائے لکھی کہ یہ مکان بارہ ہزار کا ہے قوم کا روپیہ اس طرح کیوں غارت کیا جاتا ہے۔ اس پر حضور ناراض ہو کر میٹنگ سے اٹھ آئے کہ اس شخص نے انتہائی گستاخی سے کام لیا ہے۔ اس نے میری بیعت کی ہوئی ہے۔ اگر مکان اس قیمت پر بکتا تھا تو کیوں نہ پہلے بیچ دیا۔ ان لوگوں نے اس معاملہ میں بحث جاری رکھی جس پر حضور نے ناراضگی میں لکھ دیا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پہلا فیصلہ موقوف کر دو۔ اس پر یہ کہنے لگ گئے کہ حضرت نے تو اجازت دے دی ہے۔ جب یہ بات حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے آئی تو آپ نے حضور کا خط پڑھ کر فرمایا کہ یہ خط تو ناراضگی ظاہر کرتا ہے اس لئے میں اس کی تائید نہیں کرتا۔ دوسری طرف حضور کی خدمت میں عرض کی کہ انجمن کے ممبران نے فروخت کا پہلا فیصلہ منسوخ کر دیا ہے اور صاحبزادہ صاحب بھی اس میں موجود تھے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بلوایا اور فرمایا کہ کیوں میاں ہمارے حکموں کی اس طرح خلاف ورزی کی جاتی ہے؟ آپ نے عرض کی میں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ اس خط سے اجازت کی بجائے ناراضگی ظاہر ہوتی ہے۔ اس امر میں حضرت خلیفۃ المسیح کی مرضی نہیں اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ جس پر حضور نے فرمایا دیکھو تم اسے بچہ کہا کرتے ہو۔ یہ بچہ میرے خط کو سمجھ گیا۔ پھر تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا اطاعت میں ہی برکت ہے اپنا رویہ بدلو ورنہ خدا تعالیٰ کے فضلوں سے محروم ہو جاؤ گے مگر ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ احمد یہ بلڈنگز جو خلافت کے خلاف ریشہ دوانیوں کا مرکز بنی ہوئی تھی وہاں ان کی میٹنگز ہوتیں جن میں آپ کو معزول کر کے کسی اور کو خلیفہ بنانے کی سازشیں ہونے لگیں۔ جب معاملہ اس حد تک نازک صورت اختیار کر گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے نوٹس دیا کہ یہ لوگ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۰۹ء تک جو عید الفطر کا دن تھا اپنی اصلاح کر لیں۔ اس اعلان پر انہوں نے حضور کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا اور اپنے خطوط میں بھی پروپیگنڈا کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر یعقوب علی صاحب اپنے ایک خط میں حضرت سید حامد علی شاہ صاحب کو لکھتے ہیں:

> "(نعوذ باللہ) خلیفہ صاحب کا تلوّن طبع بہت بڑھ گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اگر اس میں ذرہ بھی تخالف خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو تو برافروختہ ہو جاتے ہیں...... ان کا منشاء یہ ہے کہ انجمن کالعدم ہو جائے۔"

(حیاتِ نور صفحہ ۳۸۷)

اسی طرح ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب لکھتے ہیں:

> "حضرت مولوی صاحب کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ دوسرے کی سن ہی نہیں سکتے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سلسلہ تباہ ہو تو ہو مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلے پر نہ ٹلے۔" وغیرہ وغیرہ اور بھی فضول باتیں لکھی تھیں۔

(حیاتِ نور

صفحہ ۳۸۸)

۱۶/ اکتوبر کو عید تھی۔ اس دن حضور ان لوگوں کے جماعت کے اخراج کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن خدائی منشاء کے مطابق آپ اس تعزیری کارروائی سے رک گئے۔ دوسری طرف ان لوگوں نے جب دیکھا کہ لوگ ان کی باتوں میں نہیں آرہے تو انہوں نے ازخود معافی مانگ لی اور بعض نے دوبارہ بیعت بھی کی۔ آپ نے اس روز اپنے جلالی خطبہ میں ان لوگوں کو خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کی اور حلفیہ اعلان کیا کہ مجھے خدا نے عبائے خلافت پہنائی ہے اب میں اسے ہرگز نہیں اتار سکتا۔

اعلان معافی کے بعد ان لوگوں نے اس طرح ظاہر کرنا شروع کیا گویا سزا کا اعلان ان کے متعلق نہیں بلکہ کچھ اور نامعلوم لوگوں کے متعلق ہونا تھا۔ ان کو قادیان آکر معلوم ہوا حضور نے کچھ لوگوں کی سزا کا اعلان کرنا تھا جسے آپ نے ملتوی کر دیا ہے۔

مدرسہ احمدیہ کا قیام:

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی شروع سے ہی دلی خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار کے طور پر ایک دینی مدرسہ قائم ہونا چاہیے۔ چنانچہ صدر انجمن کے بعض سرکردہ لوگوں کی مدرسہ قائم نہ ہونے سے متعلق تمام تر کوششوں کے باوجود ۱۹۰۹ء کی پہلی سہ ماہی میں آپ کی یہ دلی تمنا پوری ہوگئی۔ جس کا نام حضرت مولوی شیر علی صاحب کی رائے پر مدرسہ احمدیہ رکھا گیا۔ مدرسہ کے سب سے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب مقرر ہوئے۔

مدرسہ کے قیام سے پہلے جنوری میں ایک سب کمیٹی مدرسہ کے نظام اور نصاب کے سلسلہ میں بنائی گئی جس کے ممبران یہ تھے:

(۱) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب　　(۲) حضرت مولوی شیر علی صاحب
(۳) حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب　　(۴) حضرت قاضی امیر حسین صاحب
(۵) حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب　　(۶) مولوی محمد علی صاحب

سب کمیٹی نے ایک مکمل سکیم پیش کی جسے حضور نے معمولی ترمیم کے ساتھ منظور کر لیا۔ ابتداء میں اس میں شاخ دینیات کے طلباء اور بعض دوسرے طالب علم داخل ہوئے جن کی تعداد ۲۷ تھی۔ شروع شروع میں چار جماعتیں کھولی گئیں۔ بعض وجوہات کی بناء پر چوتھی جماعت قائم نہ رہ سکی لیکن ۱۹۱۰ء میں یہ جماعت پھر شروع ہوگئی اور تعداد انتالیس تک ہوگئی۔ ۱۹۱۱ء میں طلباء کی تعداد اڑسٹھ ہوگئی اور پانچویں کلاس بھی شروع ہوگئی۔ اس کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے مشورہ سے ایک سپیشل کلاس شروع کی گئی جس میں لڑکوں کو ایک سال تک تعلیم دے کر دوسری کلاسوں کے ساتھ شامل کیا جانے لگا۔ ۱۹۱۲ء میں مدرسہ کی چھٹی کلاس اور ۱۹۱۳ء میں ساتویں کلاس بھی کھل گئی۔ اس طرح تمام کلاسیں کھل گئیں اور طلباء تعلیم مکمل کر کے سلسلہ کی خدمات کے لئے آنے لگے۔ مختلف ادوار سے گذرتے ہوئے مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ اور

جامعۃ المبشرین ۱۹۵۷ء میں ایک ہی ادارہ بن گیا جو جامعہ احمدیہ کہلاتا ہے۔

جنوری ۱۹۰۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے یتامیٰ و مساکین فنڈ کی اعانت کے لئے تحریک کی اور خود سو روپیہ چندہ دیا۔ اسی سال پنجاب میں یونیورسٹی کے ایک جلسہ میں تجویز پیش ہوئی کہ تعلیم پنجابی زبان میں دی جانی چاہیے۔ یہ خیال چونکہ مسلمانوں کے لئے بہت نقصان دہ تھا اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی زیر صدارت انجمن کا ایک اجلاس ہوا جس میں ایک ریزولیوشن اردو زبان کے حق میں پاس ہوا۔

بیوت الذکر و مدارس کا قیام

حضرت خلیفہ اوّل کی خاندانی بیت کے بارہ میں غیر احمدیوں کی طرف سے فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا جس پر اپنا ایک سہ منزلہ مکان جو...... سے ملا ہوا تھا ہبہ کر کے بیت بنوادی جواب......نور کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیت کا غربی کمرہ آپ کا جائے ولادت ہے۔ یہ بیت دوسری منزل پر ہے۔

مدرسۃ البنات کا قیام حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوا مگر کلاسوں کا اجراء ۱۹۰۹ء سے ہوا۔ ابتداء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وقف شدہ زمین سے پانچ سو کی رقم سے ایک مکان خریدا گیا۔ ۱۹۰۹ء میں ایک نیا اخبار ”نور" کے نام سے جاری ہوا جس کے مالک شیخ محمد یوسف صاحب (سابق سورن سنگھ) تھے۔ سکھوں میں دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اس اخبار نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔

دارالعلوم قادیان کی آبادی کا آغاز بیت نور سے ہوا جس کی بنیاد حضرت خلیفہ اوّل نے ۵ مارچ ۱۹۱۰ء کو بعد نماز فجر اپنے دست مبارک سے رکھی۔ ۲۳ اپریل ۱۹۱۰ء کو جب کہ بیت کا ایک کمرہ تیار ہو چکا تھا حضور نے نماز عصر پڑھا کر اس کا افتتاح کیا اور اس کے بعد سورۃ انبیاء کے چھٹے رکوع کا درس بھی دیا جس میں بتایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے دعا کے لئے ایسے ایسے الفاظ اور طریق بتائے ہیں کہ میں حیران تھا۔ نیز حلفاً فرمایا کہ میں نے اس بیت کی بنیاد اللہ کی رضاء کے لئے رکھی ہے اور تقویٰ پر رکھی ہے اور جس بیت کی بنیاد اللہ کی رضاء پر ہو وہ بڑی پکی بیت ہوتی ہے۔ نیز بڑے جلال سے فرمایا ”میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ میری چٹان سے جو سر مارے گا اس کا سر ٹوٹ جائے گا۔"

اسی سال بورڈنگ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس شاندار عمارت میں ۲۰۰ لڑکوں کی رہائش کا انتظام تھا۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عالیشان عمارت کی تجویز تو بورڈنگ کے ساتھ ہو چکی تھی لیکن اس کی بنیاد حضرت خلیفہ اوّل نے ۲۵ جولائی ۱۹۱۲ء کو رکھی۔ یہاں تین جگہ بنیادی اینٹیں رکھی گئیں۔ مشرقی کونے پر، مغربی کونے پر اور درمیانی ہال کے مشرقی کونے پر۔ حضرت خلیفہ اوّل پہلے خود اینٹ پر دعا کر کے اسے بنیاد پر رکھتے۔ پھر تین اینٹیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سے

رکھواتے۔اوّل وآخر بہت دعا کی گئی۔اس طرح چھ بار دعا ہوئی۔

۱۹۱۰ء میں خلافتِ اولیٰ کا دوسرا اخبار الحق جاری ہوا۔

بیت اقصیٰ کی توسیع:

۱۹۱۰ء کی پہلی سہ ماہی میں......اقصیٰ کی توسیع بھی عمل میں آئی جس کے نتیجہ میں ایک بڑا کمرہ اور لمبا برآمدہ تعمیر ہوا۔ مستورات کے لئے زیرِ تعمیر منارۃ المسیح کے ساتھ ایک چبوترہ بھی بنا دیا گیا۔ مارچ ۱۹۱۰ء میں جلسہ سالانہ منعقد ہونے والا تھا اور بیت کے نچلے کمرہ میں مٹی ڈلوانے کے لئے مزدور نہ مل رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اوّل کی تحریک پر احباب جماعت مٹی کھودنے اور ٹوکریاں اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔خود حضور نے بیت اقصیٰ کی تعمیر نو کے لئے نہایت سرگرمی سے مٹی اٹھانی شروع کر دی جس نے احباب جماعت میں ایک نئی روح پھونک دی۔

بیت اقصیٰ کی توسیع کی وجہ سے مستورات کو بھی جمعہ میں شامل ہونے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ ۲۱ جنوری ۱۹۱۰ء کے جمعہ میں مستورات نے جن میں حضرت اماں جان بھی شامل تھیں بیت اقصیٰ میں سب سے پچھلی صف میں خطبہ سنا اور نماز پڑھی۔

۱۹۱۰ء کے جلسہ پر تقریباً ۳۰۰۰ سے زائد حاضری رہی اور حضور مختلف اوقات میں بیعت لیتے رہے۔ بیت اقصیٰ میں بھی بیعت ہوئی۔ بیعت لیتے ہوئے آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ فرمایا:

> "میں شرک نہیں کروں گا۔ چوری نہیں کروں گا۔ بدکاریوں کے نزدیک نہیں جاؤں گا۔کسی پر بہتان نہیں لگاؤں گا۔ چھوٹے بچوں کو ضائع نہیں کروں گا۔نماز کی پابندی کروں گا۔اور زکوٰۃ،اور حج اپنی طاقتوں کے موافق ادا کرنے کو مستعد رہوں گا۔" (حیاتِ نور صفحہ ۳۳۷)

بیعت کے بعد تقریر کرتے ہوئے فرمایا خوب یاد رکھو کہ بیعت کر کے تم نے اپنے آپ کو بیچ دیا ہے کیونکہ یہی بیعت کی حقیقت ہے۔

آپ کے دور میں بعض لوگوں نے خلیفۃ المسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ان میں سے ایک شخص کو تو دماغی عارضہ تھا لیکن مولوی عبداللہ تیاپوری نے از راہِ شرارت خلیفۃ المسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی بعض خوابوں پر اس کی بنیاد رکھی۔ حضرت خلیفہ اوّل نے اسے اپنے خط میں لکھا کہ"ایک وقت میں دو خلیفہ ہرگز نہیں ہو سکتے"۔سب مدعی بڑے زور وشور سے اٹھے اور بالآخر ناکام ونامراد رہے۔

حضرت خلیفہ اوّل نے ۱۹۱۰ء میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو جماعت کی تربیت کے لئے لاہور بھجوایا۔ مولوی صاحب نے احمدیہ بلڈنگز کو ہی اپنی اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں

صدر انجمن احمدیہ کے چاروں ممبر جو فتنۂ انکارِ خلافت میں پیش پیش تھے وہ بھی آپ سے قرآن و حدیث پڑھتے تھے۔ حضرت مولوی راجیکی صاحب ان لوگوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ لوگ دوبارہ بیعت کر کے سرکشی میں اور بھی بڑھ گئے تھے۔ ان کی بات چیت سے آپ کو اندازہ ہو گیا کہ ان کے دل کدورت سے صاف نہیں ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب وغیرہ نے بھی محسوس کیا کہ یہاں ان کی دال نہیں گل سکتی سو انہوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی اور آپ کو لاہور سے نکالنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ دوسری طرف آپ نے بھی اپنے خطبوں اور خطابات میں خلافتِ حقہ پر زیادہ زور دینا شروع کیا۔ آپ کے خطبے سن کر یہ لوگ فضول باتیں کرنے لگتے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کو خط بھی لکھا کہ مولوی صاحب کے خطبوں سے پیر پرستی اور شرک پیدا ہونے کا ڈر ہے جس پر حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ جو درجہ حضرت صاحب کا مولوی راجیکی صاحب سمجھتے ہیں میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں۔

حضرت خلیفہ اوّل کا گھوڑے سے گرنے کا حادثہ:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۱۹۰۳ء میں خواب میں دکھایا گیا تھا حضرت مولوی نور الدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے ہیں۔ یہ خواب ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء بروز جمعہ پوری ہوئی۔

ایڈیٹر صاحب الحکم نے جو بیان کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو بعد نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل گھوڑے پر سوار ہو کر نواب صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ (حضرت نواب محمد علی خان صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے داماد تھے) واپسی پر گھوڑی بہت تیز سرکشی سے آ رہی تھی جب وہ ایک تنگ کوچہ سے گذری تو حضور گھوڑی سے گر پڑے اور ایک پتھر سے ٹکرا کر آپ کی پیشانی پر سخت چوٹ آئی۔ آپ نے گر کر کسی گھبراہٹ اور اضطراب کا اظہار نہیں کیا۔ آپ گھر آئے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب اور ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب نے زخموں کو دیکھا اور زخم پہ ٹانکے لگائے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم لکھتے ہیں بیماری کے دوران ایک دن صبح کے وقت شیخ تیمور کو اپنے پاس بلایا اور نہایت آہستگی سے ایک بات کہی۔ میرا کان بھی اسی طرف تھا کہ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ:

> "تم ایک فہرست حساب کی بناؤ۔ کسی تفصیل کی ضرورت نہیں صرف ٹوٹل ہو جس قدر میری ادویات پر خرچ ہوا ہے جس قدر پٹیوں پر کپڑے کے لئے خرچ ہوا ہے۔ اس کُل رقم کا میزان حاصل کرو اور پھر میری بیوی کو کہو کہ جو روپیہ کپڑے میں باندھ کر دیا گیا ہے اس میں سے وہ تمام حساب ادا کرو۔"
>
> (حیاتِ نور صفحہ ۴۷۹)

فرمایا "میرا مولا مجھے دیتا ہے۔ کسی انسان کا احسان مند نہیں ہوسکتا۔ اس نے میری ضروریات کی کفالت

کا آپ مجھ سے وعدہ کیا ہے۔" (حیاتِ نور صفحہ ۴۷۹)

اس ضمن میں شیخ تیمور صاحب نے پوچھا کہ نواب صاحب کے ہاں سے کچھ چوزے آئے تھے کیا ان کی قیمت بھی دے دوں؟ فرمایا نواب صاحب کی بات خاص ہے اسے رہنے دو۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل انجمن کے بعض کرتا دھرتا ممبروں سے سخت ناراض تھے اور اسی وجہ سے یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی معرفت کوئی روپیہ آپ پر خرچ ہو اور یہ وہ ممبر تھے جو خلافت کے متعلق عجیب و غریب باتیں کرتے رہتے تھے۔

۲۹ نومبر ۱۹۱۰ء کو آپ نے جماعت کو ایک پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

"مجھ پر جو ابتلاء اس وقت آیا ہے یہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی بڑی غریب نوازیوں، رحمتوں اور فضلوں کا نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے دلوں کی حالت کو جن کے ساتھ محبت میرے لئے ضروری تھی مجھ پر ظاہر فرما دیا۔" (حیاتِ نور صفحہ ۴۸۰)

گھوڑے سے گرنے کے کچھ وقت بعد آپ نے فرمایا کوئی حافظ ہے تو قرآن سنائے۔ چنانچہ پہلے حافظ سید محمود اللہ شاہ صاحب نے پھر حافظ سید عزیز اللہ شاہ صاحب نے قرآن پڑھا۔ حضور نے فرمایا مجھے آپ کے والدین پر رشک آتا ہے کیسی نیک اولاد اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے۔ بیماری کے دوران حافظ محمد ابراہیم صاحب اور قاری محمد یاسین وغیرہ سے قرآن سنتے رہے۔ جب ذرا بہتری ہوئی تو آپ نے لیٹے لیٹے قرآن کریم پڑھانا اور درس دینا شروع کر دیا۔ جب ڈاکٹروں نے روکا کہ اس سے صحت پر اثر پڑے گا تو فرمایا ”نورالدین کو درس قرآن سے مت روکو یہ نورالدین کی غذا ہے“۔

بیماری کے دوران بھی آپ کے بہت سے ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کی غیر معمولی احتیاط، توکل، جرأت، عشقِ مسیح موعودؑ، فیاضی وغیرہ اوصاف پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک روز مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اخبار میں اعلان کرا دیں کہ اگر کسی شخص کا روپیہ میرے پاس امانت ہو یا قرض ہو یا کسی وجہ سے دیا ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھ سے مطالبہ کر کے وصول کر لے۔

☆ ایک روز حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب نے عرض کیا کہ موجودہ ہندو مسلم کشمکش کا اثر کیا ہوگا۔ فرمایا میں نے اس پر بہت غور کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں میں بھی قومیت کی روح پیدا ہو جائے گی۔ میں اس کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتا ہوں۔

☆ ایک خادم نے جو امرتسر سے آئے تھے عرض کی اشاعت ...... کے نام سے دوسرے لوگ چندہ مانگتے ہیں کیا کیا جاوے؟ فرمایا اشاعت ...... تو ایک مبارک اور مفید کام ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر جو لوگ ہمارے سلسلہ کے دشمن ہیں یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس صورت میں ہم اپنے مال ان کے سپرد کیوں کریں۔ اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے اشاعتِ دینِ حق

کا ذریعہ بنایا ہے اور اس کے ذریعہ یہ کام ہوگا۔

☆ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد احباب سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا میری آمد کا بظاہر ذریعہ طب تھا اب اس رشتہ کو بھی اس بیماری نے کاٹ دیا ہے۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا ضروریات کے لئے روپیہ نہیں نیز مولوی صاحب آپ نے کبھی بیماری کے وقت کا خیال نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے اسے کہا میرا خدا ایسا نہیں کرتا میں روپیہ تب رکھتا جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا۔ آپ یہ بیان فرما ہی رہے تھے ایک جگہ سے ایک سو روپیہ حضور کی خدمت میں کسی کی طرف سے تحفہ آیا۔ پھر ایک جگہ سے کسی نے قرض واپس کیا۔ اس وقت رقّت سے رو پڑے اور فرمایا میرا مولیٰ ایسا ہی قادر خدا ہے اس نے دکھا دیا ہے کہ وہ طب کے تعلق کو توڑ کر بھی رزق دیتا ہے۔

☆ ایک بار ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے عرض کی حضور کا دل کس چیز کو چاہتا ہے نہایت رقّت سے فرمایا "میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے"۔ پھر فرمایا کہ "میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فرمانبردار رہو، اختلاف نہ کریو، جھگڑا نہ کرنا۔ فرمایا میں دنیا سے بہت سیر ہو چکا ہوں کوئی دنیا کی خواہش نہیں مر جاؤں تو میرا مولا مجھ سے راضی ہو۔۔۔۔۔۔ سب کو سنا دو۔۔۔۔۔۔۔۔ میں دنیا کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے بہت کمایا، بہت کھایا، بہت لیا، بہت دیا۔ کوئی خواہش باقی نہیں۔ کبھی کبھی صحت میں اس لئے چاہتا ہوں کہ گھبراہٹ میں ایمان نہ جاتا رہے۔ مجھے شوق یہ ہے کہ میری جماعت میں تفرقہ نہ ہو...... میں بہت راضی ہوں گا اگر تم میں اتفاق ہو۔ میں نے تمہاری بھلائی کے لئے بہت دعائیں کیں...... خبردار جھگڑا نہ کرنا۔ تفرقہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا اور اس میں تمہاری عزت اور طاقت باقی رہے گی نہیں تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ اگر میں نے کبھی کسی کو حکم دیا ہے تو اپنی دلی طمع سے حکم نہیں دیا خدا کا حکم سمجھ کر دیا ہے۔ نمازیں پڑھو، دعائیں مانگو۔ دعا بڑا ہتھیار ہے۔ تقویٰ کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت مسئلوں میں جھگڑے نہ کرو جھگڑوں میں بہت نقصان ہوا ہے۔ بہت جھگڑا ہو تو خاموشی اختیار کرو اور اپنے لئے اور دشمنوں کے لئے دعائیں کرو۔ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** اکثر پڑھا کرو۔ قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو اور اس پر عمل کرو۔

(حیاتِ نور صفحہ ۴۹۵۔۴۹۶)

☆ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب نے سوال کیا کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ فرمایا مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ قرآن مجید عملی طور پر کُل دنیا کا دستور العمل ہو۔

بیماری کے ایام میں ۱۰ رفروری ۱۹۱۱ء بروز جمعۃ المبارک حضور نے احباب کو مخاطب کر کے ایک نصیحت فرمائی۔ فرمایا:

> "اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا فضل ہے اس بیماری میں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرتوں اور بندہ نوازیوں کے عجیب جلوے دکھائے ہیں۔ میں اس بیماری میں دعاؤں کا بڑا قائل ہو گیا ہوں۔ دعائیں مجھ پر بڑا بڑا فضل

کرتی ہیں۔ میرے خدا نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آج بھی مجھ کو الہام ہوا ہے کہ اغننی بفضلِکعمن سواک نیند کے لئے ڈاکٹر مجھے دوائی پلاتے تھے کہ کسی طرح نیند آجائے اور نیند نہیں آتی تھی۔ آج میں نے دوا جو چھوڑ دی تو پانچ گھنٹے نیند آئی۔ خدا تعالیٰ بڑا بادشاہ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یہ میری نصیحت یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی امیدیں رکھو۔ یہ جو مشکلات آتے ہیں درجہ بلند کرنے کے لئے آتے ہیں۔ ان مشکلات سے ہرگز مت گھبراؤ اور خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ یہ مختصر نصیحت ہے مگر ضروری ہے اور یاد رکھنے والی ہے۔ معمولی نہ سمجھو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور تمہارا حافظ و ناصر ہو۔" (آمین)

(حیاتِ نور صفحہ ۵۰۰)

جمعہ کی ادائیگی کے لئے رخصت کے حصول کی کامیاب کوشش

۱۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی میں جارج پنجم شہنشاہِ ہند کی رسم تاجپوشی ادا کرنے کا فیصلہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک میموریل تیار کیا جس میں وائسرائے ہند کی معرفت شاہ جارج پنجم سے درخواست کی گئی تھی کہ مسلمانوں کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے دو گھنٹہ کی رخصت عنایت کی جائے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "جمعہ کا دن...... ایک نہایت مبارک دن ہے اور یہ مسلمانوں کی ایک عید ہے بلکہ اس عید کی فرضیت پر جس قدر زور...... میں دیا گیا ہے ان دو بڑی عیدوں پر بھی زور نہیں دیا گیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ یہ عید نہ صرف عید ہے بلکہ اس دن کے لئے قرآن کریم میں یہ خاص طور حکم دیا گیا ہے کہ جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو ہر قسم کے کاروبار کو چھوڑ کر............ میں جمع ہو جاؤ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہی وجہ ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ...... ممالک میں جمعہ کی تعطیل منائی جاتی رہی ہے۔........... یہ تو ظاہر ہے کہ نظامِ گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر ہفتہ میں دو دن کی تعطیل ہو........... اس کی آسان راہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت یا تو سب دفاتر اور عدالتیں، سکول، کالج وغیرہ دو گھنٹے کے لئے بند ہو جائیں یا کم از کم اتنی دیر کے لئے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلباء کو اجازت ہو کہ وہ نماز جمعہ ادا کر سکیں۔"

(حیاتِ نور صفحہ ۵۱۱۔ ۵۱۲)

حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ میموریل تیار کر کے تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ چونکہ یہ مسلمانوں کی متفقہ ضرورت ہے اس لئے اتفاقِ رائے سے یہ درخواست وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش کرنی چاہیے اور یہ غرض نہیں کہ جماعت احمدیہ ہی اسے پیش کرے۔ حضور نے فرمایا چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تحریک ہمارے دل میں ڈالی ہے اس لئے ہم نے اس کو پیش کر دیا۔ اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو جو صرف اس وجہ سے اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش نہیں ہوتا ہے تو ہم بڑی خوشی سے

اپنے میموریل کو گورنمنٹ کی خدمت میں نہیں بھیجیں گے بشرطیکہ اس کے بھیجنے کا اور کوئی مناسب انتظام کرلیا جائے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یکم جنوری 1896ء کو میموریل اس غرض کے لئے وائسرائے ہند کو بھیجا تھا مگر اس زمانہ کے علماء کی مخالفت کی وجہ سے منظور نہیں ہوا تھا۔ اب تمام مسلمانوں نے اسے پسند کیا۔ البتہ علی گڑھ کی پارٹی اور بعض لوگوں نے کہا کہ اگر آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے پیش ہو تو زیادہ بہتر رہے گا۔ حضور کو تو صرف کام سے غرض تھی اس لئے آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔ چنانچہ یہ میموریل پیش ہونے پر گورنمنٹ نے اسے منظور کرلیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا آخری سفرِ لاہور:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے وسط ۱۹۱۲ء میں لاہور کا سفر کیا جو آپ کے دور خلافت کا آخری سفر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویئر ہاؤس سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے مکان کا سنگ بنیاد رکھیں گے۔ چنانچہ جب شیخ صاحب موصوف نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ اب آپ حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ ہیں آپ اس وعدہ کو پورا فرماویں تو حضور نے باوجود بیماری کے جناب شیخ صاحب کی درخواست کو منظور فرمالیا اور 15 جون ۱۹۱۲ء کو لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح کے اہل بیت اور صاحبزدگان، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب اور جناب مولوی صدر الدین صاحب تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور کچھ اور احباب بھی دوسری گاڑی سے لاہور پہنچے۔ لاہور اسٹیشن پر احباب جماعت نے پُرجوش استقبال کیا۔ مہمان احمدیہ بلڈنگس میں ٹھہرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا قیام ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کے گھر پر تھا۔ اسی دن شام کو شیخ رحمت اللہ صاحب کے مکان کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سب سے پہلے حضور نے ایک تقریر فرمائی پھر فرمایا کہ ہم اس وقت حضرت صاحب کے خاندان کے پانچ آدمی موجود ہیں (یعنی خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب) میں دعا کر کے اینٹ رکھ دیتا ہوں۔ میرے بعد صاحبزدگان اور نواب صاحب ایک ایک اینٹ رکھ دیں۔ آپ نے پہلے ہی صاحبزدگان کو بلا کر اپنے پاس کھڑا کرلیا تھا اور حضرت نواب صاحب کو جو پیچھے کھڑے تھے آگے آنے کی ہدایت فرمائی۔ پھر چار کرسیاں لانے کا حکم دیا اور ان چاروں کو اپنے سامنے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ لوگ بیٹھنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ آپ خود کھڑے تھے مگر آپ نے فرمایا "تمہارے باپ کی جو میرا محسن اور آقا ہے میرے دل میں بڑی عظمت ہے آپ بیٹھ جائیں" یہ واقعہ حضرت خلیفہ اوّل کے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے اہل خاندان سے دلی تعلق کا کھلا کھلا ثبوت ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۹۸)

چنانچہ یہ سب بیٹھ گئے۔اس کے بعد آپ نے تقریر کر کے اپنے ہاتھ سے بنیادی اینٹ رکھی اور آپ کے خصوصی ارشاد پر ان سب نے بھی ایک ایک اینٹ رکھی۔آپ نے دعا کروائی اور ارشاد فرمایا کہ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت صاحب کے وعدہ کو پورا کر چکے ہیں اب ہم آزاد ہیں خواہ صبح جائیں یا شام کو۔شیخ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے جو غلام ہوا سے آقا کو آزاد کرنے کی کیا جرأت۔آپ نے فرمایا مجھے قادیان سے باہر مزا ہی نہیں آتا۔آپ دوسرے دن واپس آنا چاہتے تھے۔لیکن لاہور کی جماعت نے ایک لیکچر کا اہتمام کیا تھا اس کے لئے انہوں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی چنانچہ آپ نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔　　　(نوٹ: تقریر کا خلاصہ سیرت کے مضمون میں آئے گا)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنی تقریر میں جو انتہائی پُر جلال تھی منکرینِ خلافت کے مرکز میں مسئلہ خلافت اور دوسرے اختلافی امور کے بارہ میں کھول کھول کر بیان کیا اور ان پر اتمامِ حجت کر دی۔

مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی سوانح شائع کرنے کا سب سے پہلا خیال حکیم فیروز دین صاحب لاہوری کے دل میں آیا۔چنانچہ ان کی فرمائش پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی طبی سوانح عمری لکھوائی جو حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے رسالہ حکیم حاذق (اگست ۱۹۰۷ء اور اخبار الحکم ۱۹۰۷ء) میں شائع ہوئی اور اس کا خلاصہ حکیم فیروز دین صاحب نے رموز الاطباء میں آپ کی تصویر کے ساتھ شائع کیا۔اس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے ۱۹۱۰ء میں حیاتِ نور لکھنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں چند قسطیں اپنے اخبار میں شائع بھی کیں مگر یہ کام پورا نہ ہو سکا۔

اس کے بعد اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی نے جو تاریخ کا ذوق رکھنے والے تھے اور چھ سال سے حضور کے درس قرآن کے نوٹ لکھ رہے تھے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اپنی نوٹ بکس، حضور کی تصانیف، خطبوں اور تقریروں سے آپ کی خاص تعلیمات، تجربوں اور دیگر علمی باتوں کا ایک مجموعہ مرتب کر کے حضور کی خدمت میں اپنی سوانح عمری لکھوانے کی درخواست کی جس پر حضور نے فروری ۱۹۱۲ء سے جون ۱۹۱۲ء تک اپنی ہجرتِ قادیان تک کے مکمل حالات لکھوا دیے۔اکبر شاہ خان صاحب فرماتے ہیں:

> "میں پنسل کاغذ لے کر حاضر ہوتا۔آپ کام کرتے کرتے مجھ کو منتظر بیٹھا دیکھ کر فرماتے اچھا تم بھی کچھ لکھ لو۔آپ فرماتے جاتے اور میں لکھتا جاتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب اپنی قیام گاہ میں آ کر اس پنسل کے شکستہ لکھے ہوئے کو صاف کرتا تو مجھ کو یاد نہیں کہ عبارت کو چست اور درست بنانے کے لئے کہیں کسی فقرہ میں کوئی تغیّر و تبدل کرنا پڑا ہو۔بس آپ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف اپنی اصلی حالت میں لکھ دیا ہے۔اور یہ سب کچھ آپ نے ایسی حالت میں لکھوایا ہے کہ گرد و پیش بہت سے مریض، مرید،

مہمان، طالب علم اور مختلف ضرورتوں والے جمع ہوتے تھے۔ بیچ بیچ میں کئی کئی دفعہ لوگوں کی طرف مخاطب ہونا، کسی کو نسخہ لکھنا، کسی کی عرضی پڑھنا وغیرہ یہ کام بھی ہوتے جاتے تھے۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۰۳)

اکبر شاہ خان صاحب نے یہ سوانح بہت محنت سے مرتب کی۔ ۱۹۱۲ء کے آخر میں اسے "مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین" کے نام سے شائع کر دیا گیا۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اس کتاب پر ایک مفصل تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"ان حالات یا ان کیفیات کے پڑھنے سے پڑھنے والے پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی اور عجیب نکات سے آشنا ہونے کا موقع ملتا ہے۔ پڑھنے کے بعد یہ کہنا ہی پڑے گا کہ یہ علامہ نوردین کی فطرت شروع ہی سے ایک انوکھا یا نرالا ڈھنگ یا سماں رکھتی تھی۔ طالب علمی کے زمانہ ہی میں مولوی صاحب کی طبیعت میں غیرتِ دینی، محبتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، عزم، راست گوئی، صاف بیانی، جرأت کا پایا جانا زندہ دلیل اس امر کی ہے کہ قدرت نے ان کا وجود خاص اغراض اور خاص مقاصد کے تابع بنایا تھا۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۰۴)

"مرقات الیقین فی حیات نورالدین" میں اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی نے کتاب کے آخر میں "عطر مجموعہ" کے نام سے آپ ہی کے بیان فرمودہ واقعات سلیقہ سے شامل کر دیے ہیں۔ اس کے متعلق حضرت مرزا سلطان احمد صاحب فرماتے ہیں:

"یہ گراں بہا نکات یا قیمتی باتیں چند لفظوں میں بیان کر دی گئی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ ان نکات سے کیا نکلتا ہے۔ مولوی صاحب کی زودرسی، توکل، خدا پر اعلیٰ بھروسہ، تدیّن، ذہانت، حاضر جوابی، موقعہ شناسی، حسنِ جواب، حسنِ تبلیغ، کشادہ دلی، وسعتِ قلبی یہ وہ باتیں اور یہ وہ نکات ہیں جو بعض ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔"

"آپ کو بہت سی اس مجموعہ سے ایسی باتیں ملیں گی جو ملکی اور قومی حمیت، غیرت اور دور اندیشی کے گُر ہوں گے۔ ساتھ ہی اس کے آپ کو یہ بھی پتہ لگ جائے گا کہ مولوی صاحب کی پاک طبیعت بناوٹ، تصنّع، فریب دہی خوشامد، معیوب وجاہت، جاہ طلبی، خود غرضی، خود پسندی سے کہاں تک نافر رہی ہے اور نافر ہے اور خدا کا فضل و کرم یہ ہے کہ وہی روش اب تک بھی چلی جاتی ہے۔ علم دوستی، علم پروری میں گویا ان کی طبیعت اور ان کا مذاق اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ ہزاروں روپے کا کتب خانہ ان کی اپنی ہی

خرید ہے اور اب تک وہ سلسلہ جاری ہے اور دوسری طرف کھانے پینے اور لباس کا یہ حال ہے کہ دیکھنے سے کوئی اجنبی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی نور الدین ہے جو زمانہ بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ ان کی بیرونی وجاہت، اندرونی وجاہت اور اندرونی عظمت اور علوّ شان کا عکس ہے کیونکہ بایں حالات رعب اور ہی شان لئے ہوئے ہے۔ ایک طرف احسان پروری کی کوئی حد نہیں اور دوسری جانب احسان فراموشی اور احسان خواہی سے طبیعت کوسوں بھاگتی ہے۔ یہ بات کسی نمائش کی غرض سے نہیں بلکہ طبیعت بھی مستغنی واقع ہوئی ہے اور یہ کہ کوئی دوسرا کیوں تکلیف میں پڑے۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۰۴ تا ۴۰۵)

چند اہم تحریکات

دسمبر ۱۹۱۲ء میں حضرت خلیفہ اوّل نے دو اہم تحریکیں فرمائیں:

۱۔ علم الرؤیا کا علم اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو عطا فرمایا اور ان سے ورثہ میں علمائے امت نے پایا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے تحریک فرمائی کہ ہم سے پہلے بزرگوں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا اب کئی نئی ایجادیں نکل آئی ہیں۔ ہمیں نئی ضروریات کے لئے اس فن کی ضخیم کتاب تیار کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

۲۔ دوسری تحریک آپ نے یہ فرمائی کہ مال غنیمت کی تقسیم کے لئے جو اللہ اور رسول کا حق ہے اس کا مصرف موجودہ زمانہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی، اس کی صفات، اس کے افعال اور اس کے کلام پاک کی اشاعت پر رسالے اور ٹریکٹ شائع کئے جائیں اور رسول کریمؐ کے حصہ کی ادائیگی کے لئے حدیث شریف کی اشاعت اور حضور کی ذات اور حضور کے خلفاء پر اعتراضات کے جوابات پر روپیہ خرچ کیا جائے۔

۲۶ دسمبر ۱۹۱۲ء کا واقعہ ہے کہ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے دعا کے لئے ایک خط پیش کیا۔ آپ نے اس خط کی پشت پر چند الفاظ لکھے جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے آئندہ ہونے والے اختلافاتِ سلسلہ کے متعلق بتا دیا گیا تھا جس کا اظہار آپ بعض اوقات کر دیتے تھے۔ آپ نے لکھا:

> "انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔ آپ خود بھی دعا کریں ایک رؤیا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایران برباد ہو گیا۔ گو مجھے تبرّا کرتے ہیں مگر اس کی پرواہ نہیں۔ اب فوجیں تیار کرتا ہوں۔ اللہ کرے تم بھی افسر فوج ہو جاؤ۔"

حضرت خلیفہ اوّل کی تحریک پر ۱۹۱۲ء کے ابتداء میں قادیان کے بعض نوجوانوں نے انجمن ...... بنائی جس کا نام "یادگار

احمد " بھی تھا۔ اس انجمن کی غرض ...... کی تائید اور باقی مذاہب کے ابطال میں چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ شائع کرنا تھا۔ اس انجمن نے پہلا ٹریکٹ "کسرِ صلیب" کے نام سے شائع کیا جسے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے تحریر کیا تھا۔

(تاریخ احمدیت صفحہ ۴۲۹)

بابو عبدالحمید صاحب آڈیٹر نے حضرت خلیفہ اوّل کے خطبات کتابی شکل میں شائع کئے۔ حضور نے خود ہی خطباتِ نور نام رکھا اور خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

> "میرے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی ان کو جمع کرے گا۔ بڑی محنت کی ہے۔ جیسی آپ نے ان سے محبت کی ہے خدا آپ سے محبت کرے۔" (تاریخ احمدیت صفحہ ۴۲۹)

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے عربی ادب کی اعلیٰ ترین کتب کے بارہ میں حضرت خلیفہ اوّل سے رہبری چاہی۔ آپ نے دسمبر ۱۹۱۲ء میں ان کو عربی کے ادبی لٹریچر کی ایک فہرست بھجوائی نیز لکھا کہ عربی کی بہترین کتاب قرآن مجید ہے۔ ۱۹۱۳ء میں عرب ممالک تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے "مصالح العرب" کے نام سے بدر اخبار کے ساتھ ایک ضمیمہ نکلنا شروع ہوا۔ اس سال حضور نے حضرت میر ناصر نواب کے سپرد یہ کام کیا کہ درس قرآن کے لئے ایک خاص کمرہ تیار کیا جائے۔

حضرت خلیفہ اوّل نے بعض خدام کے سپرد یہ کام بھی کیا کہ قرآن کریم کے اسماء، افعال اور حروف کی فہرستیں تیار کریں۔ اس کا مقصد خدام میں قرآن مجید کی خدمت اور اس پر غور وفکر کی عادت پیدا کرنا تھا۔

مولوی ارجمند خان صاحب کا بیان ہے کہ اس تحریک میں میرے حصہ میں اٹھارواں پارہ آیا جو میں نے پیش کر دیا۔ مگر غلطی سے اس پر نہ پارے کا نام لکھا نہ اپنا۔ حضور نے پوچھا کیا نام ہے۔ عرض کیا ارجمند خان۔ فرمایا نام تو بڑا پیارا ہے پھر اپنے قلم سے خود نام لکھ دیا۔

ایک غیر از جماعت صحافی کا بیان:

حضرت خلیفہ اوّل قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ مارچ ۱۹۱۳ء میں صحیح بخاری کا درس بھی شروع کر دیا۔ ایک غیر احمدی صحافی مکرم محمد اسلم صاحب امرتسر سے قادیان آئے لکھتے ہیں:

> "مولوی نورالدین صاحب جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلمہ پیشوا ہیں۔ جہاں تک میں نے دو دن ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا۔ مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصۃ للہ کے اصول پر نظر آیا۔ کیونکہ مولوی صاحب کا طرزِ عمل قطعاً ریا ومنافقت سے پاک ہے اور ان کے آئینۂ دل میں صداقتِ ...... کا ایک ایسا زبردست

جوش ہے جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعے ہر وقت ان کے بے ریاء سینے سے ابل ابل کر تشنگانِ معرفتِ توحید کو فیضیاب کر رہا ہے اگر حقیقی......قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں مَیں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے زیادہ تر حیرت اس بات کی ہوئی کہ ایک اسی (۸۰) سالہ بوڑھا آدمی صبح سویرے سے لے کر شام تک جس طرح لگاتار سارا دن کام کرتا رہتا ہے وہ متحدہ طور پر آج کل کے تندرست وقوی ہیکل دو تین نوجوانوں سے بھی ہونا مشکل ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولوی صاحب کے تمام حرکات وسکنات میں صحابہ علیہم السلام کی سادگی اور بے تکلفی کی شان پائی جاتی ہے۔ اس نے نہ اپنے لئے کوئی تمیزی نشان مجلس میں قائم کر رکھا ہے نہ کسی امیر وغریب کے لئے اور نہ تسلیم وکورنش جیسی پیر پرستی کی لعنت کو وہاں جگہ دی گئی ہے............"

(حیاتِ نور صفحہ ۶۱۱ تا ۶۱۲)

۱۹۱۳ء میں جلسہ کے متعلق بعض لوگوں کی رائے تھی کہ دو دن ہو مگر حضرت خلیفہ اوّل نے یہ تجویز ردّ کر دی۔ چنانچہ حسبِ معمول تین دن ۲۶، ۲۷، ۲۸ ردسمبر کو یہ جلسہ پوری شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔ یہ حضور کے دور خلافت کا آخری جلسہ تھا۔

گمنام ٹریکٹوں کے ذریعہ جماعت کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی وہ ناکام ہوئی اور بڑی کثرت سے احمدی شمعِ خلافت کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے خود ایک مضمون "شکریہ" کے عنوان سے جلسہ کے بعد شائع کروایا جس میں فرمایا:

"پچھلے سال بعض نادانوں نے قوم میں فتنہ ڈلوانا چاہا اور 'اظہار حق' نامی اشتہار عام طور پر جماعت تقسیم کیا گیا جس میں مجھ پر بھی اعتراض کئے گئے۔ مصنف ٹریکٹ کا تو یہ منشاء تھا کہ اس سے جماعت میں تفرقہ ڈال دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بندہ نوازی سے مجھے اور جماعت کو اس فتنہ سے بچالیا اور ایسے رنگ میں مدد اور تائید کی کہ فتنہ ڈلوانے والوں کے سب منصوبے باطل اور تباہ ہو گئے۔ امسال باوجود بہت سے مواقع کے اور باوجود 'اظہار حق' جیسے بدظنی پھیلانے والے ٹریکٹوں کی اشاعت کے جلسہ پر لوگ معمول سے زیادہ آئے اور ان کے چہروں پر وہ محبت اور اخلاص ٹپک رہا تھا جو زبان حال سے اس بات کی شہادت دے رہا تھا کہ جماعت احمدیہ ہر ایک بد اثر سے محفوظ اور مصؤن ہے۔ اس جلسہ نے ان لوگوں کے خیالات کو بھی باطل کر دیا جو کہتے تھے کہ نورالدین گھوڑے سے گر گیا ہے۔ جب ایک دن خلافت کے خلاف شور ہوا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں دکھایا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اس

خواب سے سمجھا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ خلافت کے گھوڑے سے گر جائے گا جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قائم رکھے گا۔ بلکہ کامیابی عطا فرمائے گا۔ سو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے میری اس خواب کو بھی پورا کیا اور اس سال کے جلسہ نے اس کی صداقت بھی ظاہر کر دی کہ باوجود لوگوں کی کوششوں اور مخالفتوں کے اور باوجود گمنام ٹریکٹوں کی اشاعت کے اس نے میری تائید پہ تائید کی اور جماعت کے دلوں میں روز بروز اخلاص اور محبت کو بڑھایا اور ان کے دل کھینچ کر میری طرف متوجہ کر دیے اور انہیں اطاعت کی توفیق دی اور فتنہ پردازوں کی حیلہ سازیوں کے اثر سے بچائے رکھا۔"

حضرت خلیفہ اوّل کی دلی خواہش تھی کہ قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ جماعت کی طرف سے جلدی شائع ہو جائے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب جو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اس کام پر لگے ہوئے تھے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انگریزی ترجمۂ قرآن کے نوٹس سناتے۔ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح روزانہ بار بار مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ" یزید بہت ہی برا شخص ہوا ہے۔ خدا نے مجھے سالم سورۃ قرآن اس کے حق میں نازل فرمائی ہوئی بتائی ہے اس طرح بنی امیہ کے حق میں بھی سالم سورۃ موجود ہے آپ ضرور اس کے متعلق نوٹوں میں زور زور سے لکھیں۔ یہ بہت ہی برا آدمی ہوا ہے اس لئے کہ اس نے بڑے پاک خاندان کا مقابلہ کیا ہے"۔ آپ بار بار یہ کہتے ہوئے رو پڑتے تھے۔ ایک دن ڈاکٹر محمد حسین وغیرہ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور چند اور احباب بھی موجود تھے آپ نے بڑے زور کے ساتھ یہ بات دہرائی اور پھر زار زار رو پڑے تو جب ہم چند آدمی اس کے بعد باہر نکلے تو کسی نے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے کبھی حضرت مولانا صاحب اس طرح نہ فرماتے تھے اور اب بڑے زور کے ساتھ اور بار بار کہتے ہیں اور بالخصوص مولوی محمد علی صاحب کو ہی مخاطب کر کے فرماتے ہیں تو ہم میں سے ایک معزز شخص نے فرمایا تھا کہ اس کی وجہ بجز اس کے اور نہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اہل بیت کی مخالفت کرنے والے ہیں اور مولوی محمد علی صاحب ان کے رئیس ہیں لہٰذا ان کے سمجھانے اور حجت پوری کرنے کے لئے سب کچھ فرما رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی کے آخری ایام

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کو گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے کافی چوٹیں آئی تھیں اور زخم وغیرہ ٹھیک ہونے کے باوجود کمزوری بہت زیادہ رہنے لگی تھی۔ مگر آپ کے دینی مشاغل پورے زور و شور سے جاری تھے۔ بے مثال دماغی محنت کے ساتھ بڑھاپے کی اس عمر میں اندرونی فتنوں کی وجہ سے آپ بہت پریشان رہتے تھے۔ ان فکروں نے آپ کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ اس حالت میں بھی قرآن شریف اور بخاری شریف کا درس آپ برابر دیتے رہے۔

۱۷، ۱۸ جنوری سے حضرت خلیفہ اوّل کی طبیعت زیادہ کمزور ہوگئی تو آپ نے شام کو درس گھر میں جاری کر دیا۔ آپ کی اب بھی مصروفیاتِ دینی میں کوئی خاص کمی نہیں آئی۔ بلکہ فرمایا کہ اس کمزوری میں جبکہ بعض اوقات لیٹ کر کام کرنا پڑتا ہے میری یہ خاص خواہش ہے کہ اگر کوئی نئی کتاب مل جائے تو اسے ختم کئے بغیر نہ چھوڑوں۔

دانت نکلوانے سے مسوڑھے پر ورم ہو گیا اس وجہ سے آپ دو دن درس نہ دے سکے۔ ۱۷ جنوری کو پیر منظور محمد صاحب کے مکان میں درس قرآن و بخاری دیا مگر اس کے بعد پھر زیادہ کمزوری کی وجہ سے چند دن مردوں میں درس نہ دے سکے۔ تھوڑا سا درس عورتوں میں دے دیتے تھے۔ فروری کے شروع میں طبیعت زیادہ کمزور ہوگئی اور ضعف کے علاوہ حرارت بھی ہونے لگی لیکن آپ کھڑے ہو کر بلند آواز سے درس دیتے رہے جب کہ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ آپ کو آرام کرنا چاہیے مگر آپ فرماتے تھے مجھے اس سے تقویت ملتی ہے۔ رفتہ رفتہ کمزوری کی وجہ سے سہارے کے بغیر بیٹھنا مشکل تھا اور بولنے سے ضعف ہونے لگا لیکن درس کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ دو فروری کو ایسا درس دیا کہ سب پر رقّت طاری ہوگئی۔ اسی دن عصر مغرب کے درمیان لوگوں کا سہارا لے کر (البیت) پہنچے اور بیٹھے بیٹھے درس دیا۔ پھر فرمایا:

> "میری اس بات کو بطور وصیت یاد رکھنا کہ میری اولاد کے واسطے چندے ہرگز نہ کرنا۔ اور ان کو مساکین کی مدّ میں نہ رکھنا، یتامیٰ کی مدّ میں نہ رکھنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میرے ذمہ کچھ قرض تھا آج الحمد للہ اس کے دو حصے ادا ہو گئے ہیں ایک حصہ باقی ہے وہ انشاء اللہ کل ادا ہو جائے گا اور پھر میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں۔" (تاریخ احمدیت صفحہ ۵۰۲)

۸ فروری کو آپ احباب سے فرمانے لگے کہ خدا تعالیٰ نے اس بیماری میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پانچ لاکھ عیسائی افریقہ میں مسلمان ہوں گے۔ پھر فرمایا مغربی افریقہ میں تعلیم یافتہ ہوں گے۔ رفتہ رفتہ آپ کی کمزوری بڑھتی جا رہی تھی۔ ۱۴ر فروری کو فرمانے لگے بول تو میں سکتا ہوں خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ درس کا انتظام کرو کہ میں قرآن مجید سنا دوں۔ پھر اپنے گھر والوں کو تلقین فرمائی کہ دکھوں میں کبھی نہ گھرائیو۔ لا الٰہ کا ورد رکھیو اور اپنے محسن نبی کریمؐ پر درود بھیجتی رہیو۔ نیز فرمایا جو لوگ مجھے مسلمان نہیں سمجھتے انہیں کیا معلوم کہ نورالدین کا آخری وقت میں بھی لا الٰہ الا اللہ پر ایمان تھا۔ میرا دل خوش ہے۔ میں مطمئن ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان (خاتم کمالاتِ رسالت) میرا ہادی۔

۱۵ر فروری کو بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی لاہور سے ایک انگریز ڈاکٹر کو لے کر پہنچے۔ انہوں نے معائنہ کر کے کہا کہ معدے میں کچھ تکلیف ہے اور اعصابی کمزوری ہے۔ اس کے لئے دوسرے ڈاکٹروں سے مشورہ کے بعد تقریباً وہی نسخہ تجویز کیا جو پہلے زیر استعمال تھا۔ ڈاکٹر نے جب آپ کا حال پوچھا تو فرمایا میں تو اچھا ہوں۔ ڈاکٹروں نے مجھے لٹا دیا ہے۔

۱۹ر فروری کو حضرت اماں جان اور دوسری خواتین آپ کی عیادت کے لئے گئیں۔ حضرت اماں جان کے سلام

کے جواب میں فرمایا:

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللّٰہ علیکم واھل بیت وعلیٰ ابنائکم وبناتکم"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۰۳)

آپ اس وقت کچھ چشم پُرآب ہو گئے۔آپ کے گھر والوں نے عرض کیا کہ کیا آپ گھبرا گئے ہیں۔فرمایا میں بالکل نہیں گھبرایا۔ میں موت سے نہیں ڈرتا خدا سے ڈرتا ہوں۔خدا راضی ہو جائے تو سب کچھ پالیا۔ چپ اس لئے ہوں کہ بولنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

21 فروری کو آپ کی مجلس میں لاہور کا ذکر آیا تو آپ کو گمنام ٹریکٹ کا خیال آیا جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت بوجھل ہو گئی۔فرمانے لگے میں تو لاہور کو جانتا نہیں وہ ایسا قصبہ ہے کہ جہاں سے مجھ کو ایسے بڑھاپے میں اس قدر تکلیف پہنچی۔اس وقت آپ کی آنکھ نم اور آپ کی آواز میں سخت دکھ اور غصہ کے جذبات تھے۔آپ نے فرمایا"میرا دل بہت جلایا گیا۔ میں اس وقت بوڑھا ہوں۔کیا یہ مجھ کو دکھ دینے اور تکلیف دینے کا وقت تھا یہ تو مجھ سے محبت کرنے کا وقت تھا۔ مجھے اس وقت راضی کرنا چاہیے تھا"۔فرمایا"میری دعاؤں کو اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور میں خوب جانتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ میری دعائیں وہ سنتا اور قبول کرتا ہے۔میں اس وقت رویا ہوں اگر میری غضب کی آنکھ ہوتی تو کھا جاتی"۔پھر فرمایا"وہ جو کہتا ہے کہ فلاں شخص کو میں نے خلیفہ مقرر کر دیا ہے غلط ہے۔ مجھے کیا علم ہے کہ کون خلیفہ ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔میں کسی کو خلیفہ نہیں بناتا۔میرا یہ کام نہیں خلیفے اللہ ہی بناتا ہے۔میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا"۔ (تاریخ احمدیت صفحہ ۵۰۴)

آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ ہوا، آگ اور پانی میں علاج ہے۔اس غرض کے لئے آپ نے شہر سے باہر کھلی فضاء میں منتقل ہونے کا فیصلہ کیا۔ڈاکٹر صاحبان کی بھی یہی رائے تھی۔

مولوی محمد علی صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب نے اپنے دوستوں کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ حضور کو ہائی سکول کے بورڈنگ کے اوپر کی جنوبی منزل میں لے جایا جائے اور اس غرض کے لئے بعض تبدیلیاں بھی عمارت میں کروا دیں۔سیڑھیاں گول تھیں اور حضرت خلیفہ اوّل اس وقت بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے کہ کرسی پر بٹھا کر لے جاتے چنانچہ انہوں نے ڈائننگ ہال کی میزوں کو اوپر نیچے رکھ کر ایک اڈہ سا بنایا کہ چار چار آدمی آپ کی چارپائی لے جائیں اور اس تمام تر کوشش کے پیچھے دراصل یہ خواہش تھی کہ حضرت خلیفہ اوّل کو ایسی جگہ رکھا جائے جہاں عام لوگ آپ سے مل نہ سکیں۔خاص پہرہ بھی ان کے لئے تجویز کیا گیا اور طے پایا کہ پہرہ دار صرف ان لوگوں کو اندر جانے کی اجازت دیں جن کو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب یا ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب پسند کریں۔ یہ منصوبہ ہر لحاظ سے خطرناک تھا۔اوّل تو حضرت خلیفہ اوّل کی چارپائی اس طرح اوپر لے جانے میں ایک آدمی کی بھی لڑکھڑاہٹ یا پھسلنے سے حضور زمین پر گر جاتے۔دوسرے یہاں کھانے پینے کا بھی مناسب انتظام نہیں تھا۔تیسرے یہ جگہ بھی خلیفۃ المسیح کے لئے مناسب نہ تھی۔اس خطرناک منصوبہ کی اطلاع کسی نہ کسی طرح

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو ہوگئی۔اس پر آپ کو سخت تشویش ہوئی اور آپ نے اس کا ذکر حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے کیا۔ چنانچہ حضرت نواب صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کو اپنی کوٹھی میں آنے کی درخواست کی۔حضور نے بہت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس درخواست کو منظور فرمالیا۔حضرت مرزا شریف احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:

" کھانے کا انتظام تو پہلے ہی حضرت نواب صاحب کے گھر میں ہو چکا تھا۔ رہائش کے لئے میں نے اور میاں عبداللہ خان صاحب نے مشورہ کیا کہ نواب صاحب کو تاکید کی جائے کہ وہ حضرت خلیفہ اوّل کو دعوت دیں کہ آپ کی کوٹھی پر تشریف لے جائیں۔وہ کھلی جگہ تھی، باغ تھا، چارپائی اندر اور باہر حسبِ ضرورت نکالی جاسکتی تھی اور ایسے لوگوں کا وہاں ساتھ تھا جن سے آپ کی طبیعت بہل سکتی تھی۔اس امر کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے بڑی خوشی سے منظور کرلیا اور اس خبر کے سننے سے آپ کی طبیعت میں نشاط پیدا ہوگئی۔جس وقت حضرت خلیفہ اوّل کو لے جانے کا سوال پیدا ہوا اس وقت دوست اکٹھے ہو گئے۔میں بھی ان کے ساتھ تھا۔گھر سے چلنے کے بعد پہلی دفعہ چارپائی بورڈنگ کے سامنے (جہاں میزوں کا اڈہ بنا ہوا تھا) روکی گئی۔ مجھے اس بات کا یقینی پتہ لگا کہ ان لوگوں کی رائے تھی کہ اس آخری وقت میں چارپائی روک کر کسی ترکیب سے حضرت خلیفہ اوّل کو اس جگہ یعنی بورڈنگ میں رکھ لیا جائے۔جس وقت چارپائی وہاں ٹھہری جہاں اس کے ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ قادیان سے لے کر بورڈنگ تک ایک لمبا فاصلہ تھا اور اس کے بعد تقریباً ۱۵۰ گز پر نواب صاحب کی کوٹھی رہ جاتی تھی جب چارپائی وہاں روکی گئی تو حضرت خلیفہ اوّل نے نظر اٹھا کر دیکھا اور حسرت سے فرمایا (میں یہ الفاظ سن رہا تھا) کہ ”ہیں

یہ اس جگہ مجھے لا رہے ہیں“ اس فقرہ سے میں نے آپ کی طبیعت میں سخت رکاوٹ محسوس کی۔اس وقت میں چارپائی کے ساتھ ہی کھڑا تھا میں نے فوراً حضرت خلیفہ اوّل کو اونچی آواز سے کہا کہ حضور یہ صرف چلنے والوں کو آرام دینے کے لئے کیا ہے ورنہ ویسے آپ نواب صاحب کی کوٹھی پر ہی جارہے ہیں۔یہ میری بات سن کر حضرت خلیفہ اوّل کو اطمینان ہوگیا اور پھر ہم چارپائی لے کر آگے چل پڑے۔میرا اونچی آواز سے بولنے کا مقصد یہی تھا کہ اگر کسی کا خفیہ ارادہ ہو کہ آپ کو بورڈنگ میں لے جایا جائے تو وہ بھی دب جائے۔ چنانچہ میں نے محسوس کیا کہ وہ دب گیا۔میرے کہنے کے بعد کسی اور کو اس کی تردید کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس کے بعد حضرت خلیفہ اوّل بڑے آرام سے نواب صاحب کی کوٹھی پہنچ گئے اور کوٹھی کے باہر کے شمالی کمرے میں آپ کو رکھا گیا۔باقی بیرونی سارے کمرے مہمانوں کے لئے خالی کرادیے گئے۔............

نواب صاحب کے گھر سے صرف حضرت خلیفہ اوّل کے لئے ہی نہیں بلکہ سارے خاندان اور سارے مہمانوں کے لئے کھانا پک کر آتا رہا اور آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی اکثر اوقات وہیں رہتے تھے۔ اسی مکان میں حضرت خلیفہ اوّل نے وصیت فرمائی کہ آپ کے بعد اُن کا ایک جانشین ہو اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ

وصیت مولوی محمد علی صاحب مرحوم سے پڑھوائی گئی تھی۔ خلیفہ اوّل کو چونکہ اس بات کا علم تھا کہ یہ لوگ خلافت کے مخالف ہیں اس لئے اونچی آواز سے ان سے وصیت پڑھوائی تا کہ انہیں کوئی بہانہ بعد میں ہاتھ نہ آئے لیکن بہانہ کرنے والوں نے بہانہ کیا۔

حضرت خلیفہ اوّل کی وفات جمعہ کے روز ہوئی۔ ہم لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ میں جمعہ کے بعد جلدی جلدی چل پڑا کہ حضرت خلیفہ اوّل کی طبیعت معلوم کروں۔ میں اس وقت گلی میں سے گذر رہا تھا جو اخی المکرم مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان سے اور بعد میں بنے ہوئے قصر خلافت کے ساتھ سے گذرتی ہے اس کے ساتھ ہی دائیں جانب ایک سکھوں کا مکان ہے جب میں یہاں سے گذر کر سکھوں کے مکان کے مقابل پہنچا ہوں تو ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے اطلاع دی کہ حضرت خلیفہ اوّل وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے اس وقت بغیر کچھ سوچنے کے تیزی کے ساتھ بھاگنا شروع کیا لیکن میں نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ مجھے خیال آیا کہ حضرت خلیفہ اوّل تو وفات پا چکے ہیں بھاگنے سے کیا فائدہ۔ جماعت کے حالات بہت منتشر حالت میں ہو گئے ہیں میں تیسرے قدم پر کھڑا ہو گیا اور بڑے الحاح کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ الٰہی خلیفہ اوّل تو فوت ہو گئے ہیں اب جماعت کو فتنوں سے محفوظ رکھنا۔ میں کافی عرصہ تک ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی گلی میں سے ہو کر نواب صاحب کے مکان کی طرف چل پڑا۔ اس دعا کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے مجھے اور ہمارے سب خاندان کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھا۔ حتیٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا انتخاب ہو گیا۔" (حیاتِ نور صفحہ ۶۹۷ تا ۷۰۰)

۱۳/ مارچ بروز جمعہ صبح سے ہی آپ کی طبیعت ناساز تھی۔ دو پہر ۲ بج کر ۲۰ منٹ پر آپ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے......۔ وفات سے پہلے آپ نے میاں عبدالحیٔ کو بلایا اور فرمایا''......(کلمہ۔ ناقل) پر میرا ایمان رہا اور اسی پر مرتا ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب کو میں اچھا سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد میں حضرت بخاری صاحب کی کتاب کو خدا تعالیٰ کی پسندیدہ سمجھتا ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں۔ مجھے ان سے اتنی محبت تھی کہ جتنی میں نے ان کی اولاد سے کی تم سے نہیں کی۔ قوم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور مجھے پورا اطمینان ہے کہ وہ ضائع نہیں کرے گا۔ تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا، پڑھانا اور عمل کرنا۔ میں نے بہت کچھ دیکھا پر قرآن جیسی چیز نہ دیکھی بے شک یہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ باقی خدا کے سپرد۔ (حیاتِ نور صفحہ ۷۱۰)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:

" جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے میں (بیت جامع) گیا۔ نماز پڑھا کر تھوڑی دیر کے لئے میں گھر گیا

اتنے میں ایک شخص خان محمد علی خان صاحب کا ملازم میرے پاس ان کا پیغام لے کر آیا کہ وہ میرے انتظار میں ہیں اور ان کی گاڑی کھڑی ہے۔ چنانچہ میں ان کے ہمراہ گاڑی میں سوار ہو کر ان کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی ہم راستہ میں تھے تو ایک نوکر دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ہمیں اطلاع دی کہ حضرت خلیفۃ المسیح فوت ہو گئے ہیں اور اس طرح میری ایک پرانی رؤیا پوری ہوئی کہ میں گاڑی میں بیٹھا ہوا کہیں سے آ رہا ہوں کہ راستہ میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کی خبر ملی ہے۔ یہ خبر اس وقت کے حالات کے ماتحت ایک نہایت ہی متوحش خبر تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی وفات کا تو ہمیں صدمہ تھا ہی مگر اس سے بڑھ کر جماعت میں تفرقہ پڑ جانے کا خوف تھا۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۱۲)

قادیان اور جماعت کی حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر جو کیفیت تھی اس کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قادیان کی نئی آبادی کا کھلا میدان گویا میدانِ حشر بن گیا۔ بے شک حضرت خلیفہ اوّل کی جدائی کا غم بھی ہر مومن کے دل پر بہت بھاری تھا مگر اس دوسرے غم نے جو جماعت کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے ہر مخلص احمدی کے دل کو کھائے جا رہا تھا اس صدمہ کو سخت ہولناک بنا دیا تھا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے جمعہ کے دن سوا دو بجے کے قریب حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی اور دوسرے دن نماز عصر کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ منتخب ہوئے۔ گویا یہ قریباً چھبیس گھنٹے کا وقفہ تھا جو قادیان کی جماعت پر قیامت کی طرح گذرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جن لوگوں کے دلوں میں ان ایام کی یاد قائم ہے وہ اسے کبھی بھلا نہیں سکتے۔ وہ دن جماعت کے لئے قیامت کا دن تھا اور میرے اس بیان میں قطعاً مبالغہ نہیں۔ ایک نبی کی جماعت، تازہ بنی ہوئی جماعت، بچپن کی اٹھتی ہوئی امنگوں میں مخمور اور صداقت کی برقی طاقت سے دنیا پر چھا جانے کے لئے بے قرار جس کے لئے دین سب کچھ تھا اور دنیا کچھ نہیں تھی۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی تھی کہ اگر ایک طرف اس کے پیارے امام کی نعش پڑی ہے تو دوسری طرف چند لوگ اس امام سے بھی زیادہ محبوب چیز یعنی خدا کے برگزیدہ مسیح کی لائی ہوئی صداقت اور اس صداقت کی حامل جماعت کو مٹانے کے لئے اس پر حملہ آور ہیں۔ یہ نظارہ نہایت درجہ صبر آزما تھا اور میں نے تاریک گھڑیوں میں ایک دو کو نہیں، دس بیس کو نہیں، بلکہ سینکڑوں کو بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے دیکھا۔ اپنے جدا ہونے والے امام کے لئے نہیں۔ مجھے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اس وقت جماعت کے غم کے سامنے یہ غم بھولا ہوا تھا بلکہ جماعت کے اتحاد اور اس کے مستقبل کی فکر میں۔ مگر اکثر لوگ تسلی کے اس فطری ذریعہ سے بھی محروم تھے۔ وہ رونا چاہتے

تھے مگر افکار کے ہجوم سے رونا نہیں آتا تھا اور دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر نظر اٹھائے پھرتے تھے تا کہ کسی کے منہ سے تسلی کا لفظ سن کر اپنے ڈوبتے ہوئے دل کو سہارا دیں۔ غم یہ نہیں تھا کہ منکرینِ خلافت تعداد میں زیادہ ہیں یا یہ کہ ان کے پاس حق ہے۔ کیونکہ نہ تو وہ تعداد میں زیادہ تھے اور نہ ان کے پاس حق تھا بلکہ غم یہ تھا کہ باوجود تعداد میں نہایت قلیل ہونے کے اور باوجود حق سے دور ہونے کے انکی سازشوں کا جال نہایت وسیع طور پر پھیلا ہوا تھا اور قریباً تمام مرکزی دفاتر پر ان کا قبضہ تھا اور پھر ان میں کئی لوگ رسوخ والے، طاقت والے اور دولت والے تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ چونکہ ابھی تک اختلافات کی کشمکش مخفی تھی اس لئے یہ بھی علم نہیں تھا کہ کون اپنا ہے اور کون بیگانہ اور دوسری طرف جماعت کا یہ حال تھا کہ ایک بیوہ کی طرح بغیر کسی خبر گیر کے پڑی تھی گویا ایک ریوڑ تھا جس پر کوئی گلّہ بان نہیں تھا اور چاروں طرف بھیڑیے تاک لگائے بیٹھے تھے۔"

(تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۱۳۔ ۵۱۴)

اس رات کو اس بات کا علم ہوا کہ منکرینِ خلافت کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات سے پہلے ہی ایک رسالہ"ایک نہایت ضروری اعلان" کے نام سے چھپوا کر پوشیدہ طور پر تیار کر رکھا تھا اور ڈاک میں بھجوانے کے لئے پیکٹ وغیرہ بھی بنوا لئے تھے بلکہ یہ محسوس کر کے کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہونے والی ہے قبل از وفات ہی دور کے علاقوں میں بھجوا دیا گیا تھا اور اب تیزی سے تقسیم کیا جا رہا تھا اور جماعت کو اس بات پر تیار کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ وہ کسی واجب الاطاعت خلافت پر راضی نہ ہوں۔ جب قادیان میں اس رسالہ کی اشاعت اور باہر کی جماعتوں میں بھجوانے کا علم ہوا تو اس بات کی سخت فکر ہوئی کہ ناواقف لوگ ٹھوکر نہ کھا جائیں اس لئے فوراً ایک نوٹ تیار کر کے قادیان میں حاضر لوگوں سے دستخط کروائے گئے۔ اس مختصر نوٹ میں یہ لکھا گیا تھا کہ جماعت میں ...... کی تعلیم اور حضرت مسیح موعودؑ کی وصیت کے مطابق خلافت کا نظام ضروری ہے اور جس طرح حضرت خلیفہ اوّل جماعت کے مطاع تھے اسی طرح آئندہ خلیفہ بھی مطاع ہوگا یعنی اس کی مکمل اطاعت کی جائے گی اور خلیفہ کے ساتھ کسی بھی قسم کی شرائط طے کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس پر دستخط کرائے گئے تا کہ اس بات کا ثبوت ہو کہ جماعت کی اکثریت نظامِ خلافت کے حق میں ہے۔ یہ رات انتہائی کرب اور اضطراب کی رات تھی۔ (ملخص تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۱۵)

سمجھوتے کی آخری کوشش:

منکرینِ خلافت کو سمجھانے کی غرض سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر ایک میٹنگ کا انعقاد کیا گیا جس میں ایک طرف سے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے چند ساتھی دوسری طرف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد

صاحب، نواب محمد علی خان صاحب اور چند اور لوگ شامل ہوئے اور ان لوگوں کو سمجھایا گیا کہ اگر منکرینِ خلافت سرے سے خلافت کو ختم کرنے کا ہی نظریہ نہ رکھیں تو ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتے ہیں کہ مومنوں کی کثرتِ رائے سے جو بھی خلیفہ منتخب ہوگا خواہ وہ کسی پارٹی سے ہو ہم دل و جان سے اس کی خلافت قبول کر لیں گے۔ لیکن یہ لوگ کسی طرح بھی نظامِ خلافت کے قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ آخر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔

۱۴ / مارچ ۱۹۱۴ء بروز ہفتہ عصر کی نماز کے بعد تمام حاضر احباب بیت نور میں جمع ہوئے۔ دو ہزار کے قریب لوگ جمع تھے۔ منکرین خلافت بھی فتنہ پیدا کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وصیت پڑھ کر سنائی جس میں جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع ہو جانے کی نصیحت تھی۔ اس پر ہر طرف سے حضرت میاں صاحب، 'حضرت میاں صاحب' کی آوازیں آنے لگیں اور اسی کی تائید میں مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں خلافت کی ضرورت و اہمیت بتائی اور رائے دی کہ سب کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر جمع ہو جانا چاہیے۔ (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۱۶)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی روایت ہے کہ مولانا سید محمد احسن صاحب کی تقریر کے فوراً بعد ہی ایک طرف جناب مولوی محمد علی صاحب اور دوسری طرف سید حامد علی شاہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ دونوں چاہتے تھے کہ پہلے اپنا خیال بیان کریں۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے جرأت کی اور کہا کہ ان جھگڑوں میں یہ قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔ ہمارے آقا! حضور ہماری بیعت قبول فرمائیں۔ جس پر لوگ بے اختیار لبیک لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھے۔

لوگوں نے مولوی محمد علی صاحب کی بات سننے سے ہی انکار کر دیا کہ جب آپ لوگ خلافت کے ہی منکر ہیں تو ہم آپ کی کوئی بات نہیں سن سکتے۔

اس کے بعد مومنوں کی جماعت انتہائی جوش اور ولولے سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی طرف بڑھی۔ لوگ چاروں طرف سے بیعت کرنے کے لئے بڑھ رہے تھے اور جوش سے ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور بچوں اور کمزور لوگوں کے پس جانے کا خطرہ تھا اور چاروں طرف سے آوازیں اٹھ رہی تھیں ہماری بیعت قبول کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی لکھتے ہیں:

> "مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور میں نے اس بات کو عذر بنانا چاہا۔ اس پر مولوی سرور شاہ صاحب نے کہا میں الفاظ بیعت دوہراتا جاؤں گا آپ بیعت لیں۔ تب میں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے اور اس کے منشاء کو قبول کیا اور لوگوں سے بیعت لی۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۱۷۔۵۱۸)

جب حضور نے بیعت لینی شروع کی تو ایکدم مجلس پر سناٹا چھا گیا۔ لوگوں نے اپنی پگڑیاں پھیلا پھیلا کر اور ایک

دوسرے کی پیٹھوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کے الفاظ دوہرائے۔ بیعت شروع ہونے کے بعد مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی حسرت سے دیکھتے ہوئے اپنی قیامگاہ کی طرف چلے گئے۔

تاریخ احمدیت میں لکھا ہے کہ صبح کے وقت مولوی محمد علی صاحب بیت میں تقریر کرتے ہیں کہ اگر میں نے بدنیتی سے ٹریکٹ لکھا تھا تو خدا مجھے پکڑے، مجھے ہلاک کرے، مجھے ذلیل کرے۔ عصر کے وقت وہ اسی مجمع میں کھڑے ہوتے ہیں جس میں ان کے ماتحت بھی تھے، ملازم بھی تھے، طلباء بھی تھے جو مولوی صدرالدین صاحب (ہیڈ ماسٹر) کے زیر تربیت تھے لیکن اس وقت کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی اپنے خلیفہ کے لئے تائید و نصرت نہیں تو اور کیا ہے۔

قیامِ خلافت کے بعد ان لوگوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ میاں صاحب انصاراللہ کی سازش سے خلیفہ ہوئے ہیں اور اس کے ثبوت میں یہ دلیل دی گئی کہ انصاراللہ نے تمام انجمن کے سیکرٹریان کو یہ کارڈ بھیجا تھا کہ ”حالتِ نہایت نازک ہے ضعف بڑھتا جاتا ہے جس سے بجائے دنوں کے اب عمر کا اندازہ گھنٹوں میں کیا جاتا ہے“۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۱۸۔۵۱۹)

۱۴/ مارچ بروز ہفتہ نماز عصر کے بعد قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر کا انتخاب عمل میں آیا۔ بیعت کے بعد لمبی دعا ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک درد انگیز تقریر کی جس میں آپ نے جماعت کو نئے دور کی ذمہ داریاں بتا کر آئندہ کام کی طرف توجہ دلائی نیز فرمایا میں ایک کمزور اور بہت کمزور انسان ہوں مگر میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ جب اس نے مجھے اس خلعت سے نوازا ہے تو وہ مجھے اس بوجھ کے اٹھانے کی طاقت دے گا۔ اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لوگے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا۔ حضور کی بیعت کر کے اور پُرمغز تقریر سن کر طبیعتوں میں کامل سکون پیدا ہو گیا۔

تدفین:

دعا اور تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے شمالی میدان میں حضرت خلیفہ اوّل کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قریباً دو ہزار مرد اور کئی سو عورتیں تھیں۔

ہزاروں کا یہ مجمع جس میں ہر ایک کا دل بیک وقت غم اور اطمینان کا مرکز بنا ہوا تھا اپنے محبوب امام کو اٹھا کر بہشتی مقبرہ کی طرف روانہ ہوا اور اس مبارک وجود کو ہزاروں دعاؤں کے ساتھ اس کے محبوب آقا کے پہلو میں لٹا دیا۔

قابلِ ذکر واقعات

{مختصر خاکہ}

☆ محلہ دارالعلوم میں زمین خریدی گئی۔

☆ مدرسہ تعلیم......وبورڈنگ ہاؤس کی شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

☆ بیت نور کی تعمیر کا کام۔

☆ نور ہسپتال کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ چندوں کی تحریک میں اس کا نام ناصر وارڈ رکھا گیا۔

☆ مدرسہ احمدیہ قائم ہوا۔ (مستقل درسگاہ)

☆ برہمن بڑیا (بنگال) کے مشہور عالم مولانا مولوی عبدالاحد صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ان کے ذریعہ سے سینکڑوں لوگوں نے بیعت کی۔

☆ اخبار نور کا اجراء۔

☆ اخبار الفضل کا اجراء۔

☆ ۱۹۱۲ء میں رسالہ"احمدی خاتون" عورتوں کے لئے جاری ہوا۔

☆ احمدی اور غیر احمدی کے درمیان مباحثات کا سلسلہ (مختلف شہروں میں)۔

☆ احمدی واعظین کے دورے ہندوستان کے مختلف حصوں میں۔

☆ غیر احمدیوں نے بھی احمدی واعظین کو اپنے جلسوں پر بلانا شروع کیا۔

☆ لندن میں ایک مشن کا قیام جس کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب لنڈن پہنچے۔

☆ مجلسِ ضعفاء قائم ہوئی اور دارالضعفاء کی بنیاد ۱۹۱۱ء میں رکھی گئی۔ پہلا مکان حضرت خلیفہ اوّل کے خرچ پر بنا۔ آج کل یہ محلہ ناصر آباد کہلاتا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں ناصر آباد کی بیت بھی تعمیر ہوگئی اور اس کے ساتھ ایک کنواں بھی بن گیا۔

☆ جولائی ۱۹۰۸ء میں اپنی بھیرہ کی قیمتی جائیداد حضور نے انجمن کے نام ہبہ کردی۔ اس کی فروخت سے حاصل شدہ رقم سے دو سال کی زکوٰۃ کی رقم آپ نے مدّ زکوٰۃ میں منتقل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

☆ لنگر خانہ کا انتظام جو پہلے حضور کے سپرد تھا صدر انجمن کی نگرانی میں دے دیا گیا۔

☆ ۱۹۰۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح نے تحریک فرمائی کہ خوشنویس حضرات مرکز میں آکر رہیں تا سلسلہ کے کام بروقت ہو سکیں۔

☆ ایک اہم تحریک ۱۹۰۸ء میں آپ نے یہ فرمائی کہ جماعت مبائعین کی ایک مکمل فہرست تیار کی جائے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کی تالیفات "مسیح ہندوستان میں"، "نجم الہدیٰ" اور براہین احمدیہ حصہ پنجم جو ابھی غیر مطبوعہ تھیں شائع ہوئیں۔

☆ جنوری ۱۹۰۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے یتامیٰ اور مساکین فنڈ کی اعانت کے لئے تحریک فرمائی اور خود -/۱۰۰ روپیہ عطا فرمایا۔

☆ ۱۹۰۹ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی دو عظیم الشان پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔

(۱) حضور کے الہام "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" کے مطابق عوام نے ایرانی شاہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

(۲) حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا سلطان (روم) کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق ترکی میں ایک خونی انقلاب آیا جس کے نتیجہ میں سلطان عبدالحمید خان معزول کر دیئے گئے۔

☆ اردو کی تائید میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی صدارت میں ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

☆ گرلز سکول مدرسۃ البنات کا قیام حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوا مگر جماعت بندی ۱۹۰۹ء سے ہوئی۔ ابتداء میں حضرت خلیفہ اوّل کی وقف شدہ زمین سے پانچ سو روپے سے اس درسگاہ کے لئے ایک مکان خریدا گیا۔

☆ حضرت میر قاسم علی صاحب نے آریہ سماج کے فتنہ کے ردّ کے لئے ایک انجمن بنائی جس نے آریوں کے فتنہ کو کچلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حضور نے بھی اس کے لئے چندہ دیا۔

☆ "انجمن ارشاد" کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد...... کے دشمنوں کا جواب دینا تھا۔

☆ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر نے ہندوستان کا ایک لمبا دورہ کیا۔

☆ مسٹر الیگزینڈر رسل ویب (امریکہ) کی تحریک پر پہلی مرتبہ کوئی مربی امریکہ و یورپ میں بھجوانے کا سوال زیر غور آیا۔

☆ سکھوں اور ہندوؤں میں دعوت الی اللہ کی غرض سے قادیان میں "سادہ سنگت" کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی۔ گورمکھی میں ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ شائع ہوئے۔

☆ دہلی سے میر قاسم علی نے "شدھی کی اشوھی" اور چند اور رسالے آریوں کی تردید میں شائع کئے۔

☆ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے ۲۴ سے ۲۸ پارہ تک ترجمہ قرآن شائع کیا۔

☆ ۱۹۱۰ء میں محلہ دارالعلوم آباد ہونا شروع ہوا جسے ابتداء میں بھٹہ یا چھاؤنی کہا جاتا تھا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کا نام دارالعلوم رکھا۔

☆ ۲۳/اپریل ۱۹۱۰ء کو جبکہ بیت نور کا ایک کمرہ تیار ہو چکا تھا حضور نے نماز پڑھا کر اس کا افتتاح فرمایا۔

☆ اخبار الحق کا ۱۹۱۰ء میں اجراء۔

☆ ۱۹۱۰ء کی پہلی سہ ماہی میں بیت اقصیٰ کی توسیع عمل میں آئی۔ اس دوران ۲۱ جنوری ۱۹۱۰ء کو مستورات نے پہلی مرتبہ (بیت) اقصیٰ میں نماز جمعہ ادا کی۔

☆ ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفہ اوّل گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے بہت علیل ہو گئے اور سات ماہ آپ کو بستر علالت پر رہنا پڑا۔

☆ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب نے اخبار الحکم میں حیاتِ نور کے نام سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے حالات زندگی پر مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا۔

☆ ۱۹۱۱ء میں حضرت میر قاسم علی صاحب نے "احمدی" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جس میں غیر احمدیوں کے اعتراضات کا جواب دیا جاتا تھا۔

☆ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۹۱۱ء میں ایک خواب کی بناء پر حضرت خلیفہ اوّل کی اجازت سے انجمن انصار اللہ قائم کی۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے چندہ کی تحریک کی اور فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے احباب بھی اس میں شامل ہوں اور قلمے، قدمے، سخنے، درمے مدد دیں۔

☆ الٰہ آباد میں مذاہب عالم کانفرنس ہوئی۔

☆ مکرم اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی نے جو چھ (۶) سال سے حضور کے درس قرآن نوٹ کر رہے تھے آپ کی زندگی کے تجارب وغیرہ کا ایک مجموعہ مرتب کر کے حضور کی خدمت میں اپنی سوانح لکھوانے کی درخواست کی۔ حضور نے فروری ۱۹۱۲ء سے شروع کر کے جون ۱۹۱۲ء میں آپ کو ہجرت قادیان تک کے مکمل حالات لکھوائے۔ یوں ۱۹۱۲ء کے آخر میں "مرقاۃ

الیقین فی حیات نور الدین" کے نام سے یہ سوانح شائع ہو گئی۔

☆ حضرت خلیفہ اوّل کی تحریک پر بعض نوجوانوں نے ایک انجمن مبلغین بنائی جس کا نام "یادگار احمد" بھی تھا۔ اس کا کام ......کی تائید میں چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ شائع کرنا تھا۔

☆ ۱۹۱۲ء میں حضور کے خطبات کتابی شکل میں شائع کئے گئے جو بابو عبدالحمید صاحب آڈیٹر راجپورہ نے بٹھنڈہ ریلوے لاہور سے شائع کئے جس کا نام خود حضور نے خطباتِ نور رکھا۔

☆ حضور نے بعض خدام کے ذریعہ قرآن کریم کے اسماء، افعال اور حروف کی فہرستیں تیار کروائیں۔

☆ لاہوری ممبران نے یہ محسوس کر کے کہ قادیان میں ان کی باغیانہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی لاہور میں "پیغام صلح کمیٹی" کی

بنیاد رکھی جس کے تحت ۱۰ر جولائی ۱۹۱۳ء کو ایک اخبار پیغام صلح جاری ہوا۔

☆ ۲۵ر جولائی ۱۹۱۳ء کو حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال لنڈن بطور مربی تشریف لے گئے۔

☆ حضرت خلیفہ اوّل کی اجازت سے ۱۹۱۴ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے دعوت الی الخیر فنڈ کھولا۔

☆ بیت احمدیہ وزیر آباد کا افتتاح ہوا۔

☆ الحکم مالی بحران کا شکار ہو گیا تھا اور خدشہ تھا کہ اخبار بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء کے جلسہ پر حضرت خلیفہ اوّل نے اس کے چندہ کے لئے اپیل کی اور آئندہ اس کے مالی انتظام کے لئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو ناظم مقرر فرمایا اور اپنی طرف سے ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا۔

☆ منکرینِ خلافت کی ریشہ دوانیوں کو دیکھتے ہوئے حضور نے اپنی علالت کے دوران اپنی جگہ نمازوں کی امامت اور جمعہ کے خطبات کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو مقرر کر دیا۔

حضرت خلیفہ اوّل کا سب سے عظیم الشان کارنامہ

حضرت خلیفہ اوّل کا سب سے عظیم الشان کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے خلافت احمدیہ کی حفاظت کے لئے ایک مستحکم کردار ادا کیا اور باوجود پیرانہ سالی کے ان لوگوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ان کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے۔ وہ لوگ جو اکابرین سے تعلق رکھتے تھے انجمن کو حاکم اور خلیفہ کو محکوم بنانا چاہتے تھے بلکہ وہ تو خلیفۃ المسیح کو خلافت سے معزول کرنے پر بھی آمادہ تھے مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ جب آپ ان لوگوں سے خطاب فرماتے تو آپ کا انداز اتنا پُرشوکت اور پُرجلال ہوتا کہ کسی کو آپ کی بات ردّ کرنے کی جرأت نہ ہوتی اور سب جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے۔ مقامِ خلافت کی عظمت کو قائم کرنے کے سلسلہ میں آپ کا جماعت پر اس قدر احسان ہے کہ اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے جماعت کو پراگندگی سے بچا کر وحدت کی ایک لڑی میں پرو دیا اور اپنے اس عظیم الشان کارنامے سے آنے والی نسلوں کے دلوں میں خلافت کا احترام بٹھایا اور بتایا کہ خلافت جماعت کے پاس خدا تعالیٰ کی ایک مقدس امانت اور اس کا عظیم فضل ہے اور بتایا کہ اگر جماعت نے اس مقدس امانت کی حفاظت اور اس عظیم فضل کی قدر کی تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو ترقی کی راہیں طے کرنے سے نہیں روک سکتی اور احمدیت کا قافلہ انشاء اللہ آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

وفات پر شائع ہونے والے تبصرے

حضرت خلیفہ اوّل کی وفات پر ہندوستان کے بہت سے اخبارات نے اپنے تبصرے شائع کئے۔ ان میں سے بعض ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

مولوی ظفر علی صاحب ایڈیٹر زمیندار (لاہور) لکھتے ہیں:

" مولانا حکیم نور الدین صاحب کی شخصیت اور قابلیت ضرور اس قابل تھی جس کے فقدان پر تمام مسلمانوں کو رنج اور افسوس کرنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحّرِ علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نور الدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔ افسوس کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔"

(تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۲۳)

مولانا محمد علی جوہر اخبار" ہمدرد" (دہلی):

" مرحوم فرقہ احمدیہ کے ممتاز ترین رکن تھے اور اعلیٰ درجہ کی مذہبی قابلیت کے رکھنے کے علاوہ ایک مشہور طبیب بھی تھے۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۲۳)

منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر" پیسہ" اخبار (لاہور):

" آپ نے متعدد کتابیں ...... کی تائید میں لکھیں اور متانت کے ساتھ معترضوں کو دندان شکن جواب دیئے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ سب سے زیادہ شہرت و عزت اپنی جماعت میں آپ کو قرآن شریف کے حقائق و معارف کی تشریح کے باعث حاصل ہوئی۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۲۳)

مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر" الھلال" (کلکتہ):

" حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی ثمّ قادیانی وہ علّامہ دہر تھے جن کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گذری۔ ہر مذہب و ملت کے خلاف ...... کا ردّ آپ نے آیاتِ قرآنی سے کیا۔ آپ کے پاس علمِ تفسیر کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔" (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۲۳)

اخبار" طبیب" (دہلی):

" حکیم صاحب مغفور بلا امتیاز احمدی و غیر احمدی یا مسلم یا غیر مسلم سب کے ساتھ شفقت علیٰ خلق اللہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ کے طریقِ علاج میں یہ چند باتیں خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں:

☆ یار و اغیار، مومن و کافر سب کو ایک نظر دیکھنا۔

☆ طبّ یونانی و ویدک کے علاوہ مناسب موقعہ ڈاکٹری مجرّبات سے بھی ابنائے ملک و ملّت کو مستفید فرمانا۔

☆ بعض خطرناک امراض کا علاج قرآن شریف سے استخراج کرنا۔

☆ دوا کے علاوہ دعا بھی کرنا۔

☆ علاج معالجہ کے معاملہ میں کسی کی دنیوی وجاہت سے مرعوب نہ ہونا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے

لطیف علمی و منطقی دلائل اور مُسکت جوابات

(از: مکرم چوہدری ظفر اللہ خان طاہر صاحب)

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل ایک نابغہ روزگار وجود تھے۔ آپ نہایت اعلیٰ پایہ کے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فلسفی تھے۔ علم مناظرہ میں بھی آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ نہایت مختصر الفاظ میں اپنی بات کو سمجھا دینے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہر طبقہ فکر کے لوگوں کے ساتھ بار ہا گفت و شنید اور مباحثات کئے ہیں۔ ان واقعات کو پڑھ کر جہاں ایک طرف یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شخصیت کس طرح ہمہ جہت علوم سے آگاہ تھی تو دوسری طرف یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ اپنے مدعا کو دوسروں تک پہنچانے میں آپ کو عظیم ملکہ حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ قاری اس سے لطف اندوز ہوتا اور اپنے علم میں بھی مفید اضافہ کر لیتا ہے۔ خاکسار آئندہ صفحات میں چند ایسے نکات پیش کرے گا۔ جن سے آپ کی علمی وجاہت اور قابلیت پر روشنی پڑتی ہے۔

ہستی باری تعالیٰ کے عقلی ثبوت:

ایک دہریہ منکر خدا کے ساتھ اپنی ایک گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''سفر میں ایک بادشاہ کی مجلس میں بڑے طویل و عریض مقام پر سفید چاندنی بچھی تھی اور نرم نرم ہوا کے باعث اس میں خوشنما تموج ہوتا تھا جو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اسی حال میں وہ بادشاہ اپنے وزیر سے جو دہریہ مزاج تھا، ہستی باری تعالیٰ پر بحث کر رہا تھا، بادشاہ نے مجھ سے فرمایا کہ ہستی باری کی کوئی دلیل بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ دلربا تموج چاندنی کا۔ بادشاہ نے جب اس طرف دیکھا تو اس کو نہایت اچھا معلوم ہوا اور مجھ سے کہا کہ کیونکر؟ میں نے عرض کیا کہ اس تموج کا باعث چاندنی کا ارادہ ہے یا اس میں طبعی خواہش ہے؟ وزیر نے کہا کہ یہ تموج ہوا کی خاص رفتار کے باعث ہے اور یہ متاثر چاندنی بے ارادہ ہے میں نے عرض کیا کہ اس طرح اسی وقت ہوا کی طبعی خاصیت ہے؟ اس نے کہا کہ ایک خاص انقباض کے باعث ہوا میں یہ خاص رفتار ہے۔ میں نے کہا کہ یہ انقباض بالارادہ ہے؟ اور مجھے یقین تھا کہ یہ فلسفی ہے دو تین قدم سے زیادہ نہیں چلے گا۔ اس نے کہا کہ اس انقباض خاص کا سبب غیر معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا وہ

غیر معلوم سبب ارادہ رکھتا ہے کہ نہیں؟ اس پر بولا کہ ایک گریٹ پاور اس انتظام کا موجب ہے۔ اس پر میں نے اور بادشاہ نے معاً کہا کہ یہ اصطلاحی لفظ ہے۔ اس کو اللہ، پرمیشر، گاڈ جو چاہو کہو۔ تب اس نے کہا کہ میں منکر نہیں بلکہ طالب دلیل ہوں۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۱)

منکر ہستی باری تعالیٰ کے ساتھ اپنے ایک مکالمہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''ایک عظیم الشان شہزادہ کے حضور ایسا اتفاق ہوا کہ ہم لوگ کرسیوں پر بیٹھے تھے اور نیچے دری تھی۔ وہ شہزادہ منکر ہستی باری تعالیٰ تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے ایک ڈاکٹر کو اپنا استاد بتایا۔ میں نے کہا کہ اسے طلب فرمائیں۔ وہ بلایا گیا۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا کہ یہ سیاہ تاگا جو دری میں ہے اس میں فطری خواہش ہے کہ وہ سیدھا اس مقام تک رہے اور ادھر ادھر نہ جائے؟ ڈاکٹر بولا مولوی صاحب! ایک دری باف کے ارادہ نے اس کو سیدھا یا ٹیڑھا کیا۔ مگر ہم نے اس دری باف کو دیکھا ہے اور آپ کے صانع کو ہم نے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ڈاکٹر! سوچ کر کہو۔ تم نے اس دری کے دری باف کو دیکھا ہے، کیا یہ سچ ہے؟ کہا کہ اس کے مثل کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا کیا اس کی اور مثل ہے؟ تو بولا اصل بات یہ ہے کہ میں بچہ تھا جب میں نے مولوی صاحب کو دیکھا اس لئے میں اس وقت بحث میں دب گیا ہوں۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۱-۲۸۲)

دہریوں کے سوالات کے مسکت جوابات

ایک دہریہ کے سوال پر آپ نے اسے مدلل و مسکت جواب دیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ تمہارے خدا کی کیا شکل اور کیا رنگت ہے؟ میں نے کہا۔ تو اوّل یہ بتا کہ تیری آواز کی کیا شکل ہے؟ تیری قوت ذائقہ کی کیا صورت ہے؟ تیزی بینائی کی کیا رنگت ہے؟ اس نے کہا۔ کم از کم ان کے مقام تو معین ہیں۔ میں نے کہا زمانہ کی کوئی جگہ مقرر ہے؟ ایک سیکنڈ کا لاکھواں حصہ بھی سارے جہان کو اپنی بغل میں لئے بیٹھا ہے۔ زمانہ کی کوئی شکل بھی نہیں اور زمانہ موجود بھی ہے اور اس کا کوئی مکان بھی معین نہیں۔ پس ہم ایسی بہت سی مخلوق کو جانتے ہیں۔ جس کی کوئی جگہ مقرر نہیں کر سکتے۔ مخلوق میں جب ایسی مثالیں ہیں تو خدا تو پھر خدا ہی ہے۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۴)

فرمایا:

''ایک دہریہ میرے پاس بہت آتا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ ایک ہندو قرآن کا بڑا ماہر ہے اور وہ تمہارا واقف نہیں۔ واقف ہو کر شاید بحث نہ کرے۔ لہذا ابھی چلو۔ میں گیا اس سے کہا کہ سنا ہے آپ قرآن شریف کو خوب جانتے

ہیں اور آپ نے کچھ اعتراض بھی کئے ہیں۔ غرض بہت سی باتوں کے بعد اس نے کہا کہ ذرات عالم مفقود نہیں ہوتے اور قرآن میں لکھا ہے کہ مفقود ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ دو دعوے ہیں۔ ایک کا ثبوت آپ کے ذمہ کہ مفقود نہیں ہوتے اور دوسرا قرآن کے ذمہ کہ مفقود ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم منگایا گیا۔ اس نے آیت نکالی۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ میں نے کہا کُلُّ کا ترجمہ کیا ہوا؟ کہا ہر چیز۔ مَنْ کا ترجمہ نہ کر سکا۔ عَلَيْهَا کا ترجمہ کیا۔ جو زمین پر ہیں۔ میں نے کہا اس سے تو ثابت ہوا کہ جو زمین کے اوپر اوپر ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وہ سب نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اس میں مفقود کا لفظ نہیں۔ معدوم کا لفظ بھی نہیں؟ اب فَانٍ کا ترجمہ باقی ہے کہ معدوم معنی ہیں یا نہیں؟ وہ کچھ حیران پریشان سا رہ گیا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۸۵-۲۸۶)

ایک شخص کے ساتھ آپ نے اپنے ایک واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''ایک شریر آدمی نے مجھ سے کہا کہ اگر اس زمین سے اور انتہا فضا تک سب کو پتھروں سے بھر دیا جائے تو پھر (نعوذ باللہ) تمہارا خدا کہاں جائے گا؟ میں نے کہا کہ زمانہ ان سب پر حکومت کرتا ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک سیکنڈ تمام فضا اور تمہارے پتھروں پر گذرتا ہے یا نہیں؟ کہا ہاں زمانہ تو ان پتھروں سے نہیں کچلا جاتا۔ میں نے کہا۔ زمانہ تو خدا تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۸۵)

ایک دہریہ وکیل نے ہستی باری تعالیٰ کی دلیل دریافت کی اور آپ نے اس کا جو جواب دیا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''ایک وکیل نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہستی باری تعالیٰ کی دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا تمہاری کوئی جماعت ہے؟ کہا۔ نہیں۔ میں نے کہا۔ تم کسی کے ہادی ہو؟ کہا۔ نہیں۔ میں نے کہا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ جھوٹے مشہور ہو جاؤ؟ کہا۔ نہیں۔ میں نے کہا۔ جب تم جیسا لچر آدمی بھی اپنے آپ کو جھوٹا کہلانا پسند نہیں کرتا تو بھلا یہ انبیاء کی تمام جماعت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ وہ جھوٹ بولیں؟ پھر مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور ہر زمانہ کے نبی متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے مکالمہ کرتا ہے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۸۵)

ایک دہریہ کے ساتھ گفتگو کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

''ایک دہریہ نے مجھے کہا کہ انسان گن کرم سبھاؤ دریافت کرے تو پھر وہ کھلا دہریہ ہو سکتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ فلاں چیز کا گن کرم سبھاؤ کیا ہے۔ اس نے جھٹ گن دیئے۔ میں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا ہاں جی آپ نے کیا فرمایا تھا۔ پھر جو بتایا تو کچھ اور ہی بک دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر ایک رنگ میں پوچھا تو کچھ اور ہی کہہ دیا۔ میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا۔ جب اس نے معلوم کیا کہ یہ میری کمزوری کو تاڑ گیا۔ تو بہت ہی نادم ہوا۔''

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۳۴۷)

انسان محض گوشت نہیں کھا سکتا:

فرمایا:

''میں ایک مرتبہ راولپنڈی گیا۔ ایک آریہ دوست نے میری خاطر عمدہ عمدہ خربوزے لا کر میرے آگے رکھے۔ اپنے ہی ہاتھ سے کاٹنے لگا۔ پہلے بیج علیحدہ کئے۔ پھر قاشیں بنائیں۔ پھر چھلکے علیحدہ کئے۔ پھر شکر ملائی۔ جب میرے آگے رکھنے لگا تو کہا گوشت کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ میں نے کہا۔ بندہ تو کوئی گوشت نہیں کھاتا۔ یہ سوال بے ہودہ ہے۔ حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ بڑے مہاتما ہیں۔ یہ بھلا گوشت کے مجوز ہو سکتے ہیں؟ وہ میرے طرز مباحثہ سے ناواقف تھا۔ میں نے کہا کہ میں نے اپنی مدت العمر میں ایک برہمن کو گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے (ایک اودھ کی طرف کا برہمن تھا۔ وہ کشمیر میں فوج کا کرنیل تھا۔ بازار سے گوشت لاتا اور راستہ میں کچا ہی کھاتا ہوا جاتا) میں نے ایک قاش اٹھائی اور کہا کہ اس کا نام خربوزہ تو نہیں ہے۔ خربوزہ تو وہ تھا جس کا اکثر حصہ یعنی بیج اور چھلکا وغیرہ تم نے پھینک دیا ہے۔ یہ کیا ہے؟ کہا یہ تو شکر مل کر کوئی مرکب چیز ہی بن گئی ہے۔ جو کچھ اس کا نام رکھا جائے۔ میں نے کہا۔ انسان ایسا مرکب ہے کہ خربوزہ تک کو نہیں کھا سکتا یہ بھلا گوشت کیا کھا سکتا ہے؟ ہمارے گھر میں گوشت آتا ہے اس میں گھی، زعفران، دارچینی، خشخاش، بیسن وغیرہ چیزیں ملا کر پکاتے ہیں۔ وہ ایک مرکب تیار ہوتا ہے اس کو گوشت نہیں کہہ سکتے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں گوشت بھی ہے۔ بھلا انسان بکری کی طرح ساگ بھی کہاں کھا سکتا ہے۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۶-۲۸۷)

آریہ علماء کے اعتراضات کے جوابات:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی مناظرانہ گفتگو ہندومت کے علماء اور عوام الناس سے بھی ہوتی رہی ہے۔ آپ کے چند دلچسپ واقعات ہندومت کے حوالے سے درج ذیل ہیں۔

فرمایا:

''ایک آریہ نے مجھ سے اعتراض کیا کہ تمہاری شریعت میں مردوں کے واسطے جنت میں بدلہ ملنے کا ذکر ہے، عورتوں کے لئے نہیں۔ میں نے اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۲)

''ایک سراوگی (جینی) کے کیڑے پڑ گئے۔ میں نے تیزاب ڈال کر ان تمام کیڑوں کو ہلاک اور زخم کو صاف کیا۔ وہ مجھ کو بڑی دعائیں دینے اور کہنے لگا کہ مہاراج بڑی کرپا ہوئی۔ میں نے کہا کہ کرپا کیا خاک ہوئی؟ تمہارے

مذہب پر تو پانی پھر گیا۔ ایک جیو کے عوض میں ہزاروں جیو ہلاک ہوئے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۳)

مسئلہ جبر واختیار:

فرمایا: ''ایک اور شخص آیا۔ اس نے بڑے دعوے سے کہا۔ میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ تین گھنٹے وقت لوں گا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا اس نے کہا کہ مسئلہ تناسخ پر بحث ہوگی۔ میں نے جیب سے دو روپے ملکہ کے بُت کے نکالے اور کہا کہ ایک کو اٹھالو۔ تو وہ خاموش رہ گیا۔ اور پھر نہ بولا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ کہتا کہ میں نہیں اٹھا سکتا تو یہ جھوٹ تھا۔ اور اگر ایک اٹھاتا تو پھر اس پر سوال ہوتا کہ دوسرے کو کیوں نہ اٹھایا۔ جواب دینا پڑتا میرا اختیار۔

پس کسی کو امیر کسی کو غریب یا کسی کو بینا کسی کو نابینا بنانے کا بھی یہی جواب تھا کہ خدا کا اختیار۔ تناسخ والے تو اس کو تناسخ کا ثبوت قرار دیتے ہیں'' (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۳۳۷)

قبلہ رُخ ہوکر نماز پڑھنے پر اعتراض:

فرمایا: ''مجھ سے ایک آریہ نے اعتراض کیا کہ تم قبلہ کی سمت کو کیوں معزز سمجھتے ہو اور نمازوں میں اس طرف کو منہ کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہوَن کرتے وقت تم اس طرف پشت کیوں نہیں کر لیتے؟ پھر اب جو تم نے مجھ سے بات کی تو میری طرف پشت کیوں نہیں کی؟ کہنے لگا اب کبھی یہ اعتراض نہ کروں گا۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۳)

فرمایا: ''ایک برہمو نے مجھ سے کہا کہ آپ لوگ مکہ معظّمہ کی پرستش کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ پرستش کے معنی کیا ہیں بتاؤ؟ کہا پوجا۔ میں نے کہا پوجا کس کو کہتے ہیں؟ تب اس نے پرستش کے معنی بتائے کہ جس میں دھیان ہو۔ عظمت ہو۔ میں نے ایک شخص سے کہا کہ ذرا نماز پڑھو۔ اس نے پڑھی۔ میں نے اس برہمو سے دریافت کیا کہ بتاؤ اس میں کوئی مکہ معظّمہ کا دھیان یا عظمت ہے یا مکہ سے کوئی دعا مانگی گئی ہے؟'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۴-۲۸۵)

فرمایا: ''ایک شخص نے اعتراض کیا کہ مسلمان سنگ اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا تم کسی کے بوسہ لینے کو پرستش سمجھتے ہو؟ پھر اس نے کہا کہ تم قبلہ کی طرف منہ جو کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ تم میری طرف منہ کر کے کھڑے ہو، کیا یہ پرستش ہے پھر نماز کے تمام ارکانوں کی طرف خیال کرو کعبہ کی طرف منہ نہیں رہتا بلکہ رکوع میں زمین کی طرف ہوتا ہے۔ دائیں بائیں بھی منہ ہوتا ہے۔ پس کسی کی طرف منہ کرنا اور بات ہے اور پرستش کرنا اور بات ہے۔ پھر یہ کہ مکہ معظّمہ کی نسبت نہ کوئی خواہش ہے نہ کوئی درخواست مکہ معظّمہ سے ہوتی ہے نہ کوئی اس سے التجا کرتے ہیں ہاں حضرت نبی کریمؐ کے روضۂ مقدسہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تو لوگ یہ خیال کر سکتے تھے کہ یہ نبی کی پرستش کرتے

ہیں۔مگر جو لوگ مکہ کے درمیان ہوتے ہیں جن کی اور خصوصاً حنفی مصلی والوں کی تو مدینہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۲۶۱)

روح کی کوئی سمت نہیں ہوتی

''انسان کی ایک روح ہوتی ہے۔ روح کا آ گا پیچھا دایاں بایاں کچھ نظر نہیں آ سکتا۔ پس جو عبادت روح سے متعلق ہے اس کے ساتھ جہات کو کوئی تعلق نہیں مگر جسم میں چونکہ جہات ہیں اس لئے اس کے لئے عبادت میں بھی ایک جہت کی ضرورت تھی توجہ الی القبلہ سے یہی مقصود ہے کہ ''......'' اپنی عبادت میں خدا تعالیٰ کے فرمان کی پابندی کر کے پورے موحد اور فرمانبردار ہونے کا ثبوت دیتا ہے کہ میری اپنی کوئی خواہش نہیں (حتیٰ کہ تیرے حضور کھڑا ہونے میں بھی) پھر یہ کہ ''......'' اس لئے اس طرف منہ کرتے ہیں کہ حکم مکہ سے صادر ہوا۔ اس لئے اسی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ یکجہتی بڑی اچھی چیز ہے۔ کوئی کسی طرف کوئی کسی طرف منہ کر لیتا تو یہ بات اچھی نہ ہوتی۔ بلکہ یہ امر افتراق کا موجب ہو جاتا۔ عبادت کے لئے ایک نہ ایک جہت ضرور اختیار کرنی پڑتی ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کے حکم کو چھوڑا ان کو پتھروں او بتوں کی پرستش کرنی پڑی ہے ہندوؤں میں ایک فرقہ ہے جو لنگ پوجا کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ جنیری کی پوجا کرتا ہے۔ ایک ہندو رئیس نے ایک مندر بنایا اور اس میں تین لاکھ جنیری کی مورتیں بنا کر رکھیں۔ کیسا تعجب ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۲۶۱)

حُرمت خنزیر:

فرمایا ''ایک مرتبہ مہاراجہ کشمیر نے مجھ سے کہا کہ کیوں مولوی جی تم ہم کو تو کہتے ہو کہ تم سؤر کھاتے ہو اس لئے بیجا حملہ کر بیٹھتے ہو۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ انگریز بھی تو سؤر کھاتے ہیں وہ کیوں اس طرح ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ وہ ساتھ ہی گائے کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں۔ اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ سن کر خاموش ہی ہو گئے اور پھر دو برس تک مجھ سے کوئی مذہبی مباحثہ نہیں کیا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۴۷)

اختلافات کو مٹانے کا واحد حل - ایک خدا کی پرستش:

فرمایا ''مجھ سے ایک مرتبہ مہاراجہ کشمیر نے کہا کہ مولوی صاحب! ان اختلافوں کے مٹانے کے واسطے بھی کوئی معیار ہے؟ میں نے کہا کہ آپ ہی کچھ سوچئے کہ کیا معیار ہو سکتا ہے؟ کہنے لگے مذہب وہ سچا ہے جو پراچین (پرانا۔قدیم) ہو اور تمہارا تو صرف بارہ سو برس سے ہے۔ میں نے کہا۔ ہمارے یہاں فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ آیا ہے یعنی جو

پرانا اور اچھا ہو اس کی پیروی کرو۔ سن کر کہا کہ رام چند جی سب سے پرانے ہیں۔ ہم ان کو مانتے ہیں میں نے کہا رام چند کس کی پرستش کرتے تھے؟ کہا کہ وشن کی۔ میں نے کہا وہ کس کی؟ کہا وہ رُدّر کی۔ میں نے عرض کیا اور وہ کس کی؟ تو کہا وہ برہما کی۔ میں نے کہا برہما کس کی؟ کہا کہ برہما کیول ایشور کی۔ میں نے کہا کہ بس وہی ''دینِ حق'' ہے۔ کیا معنی! وحدہ لاشریک کی پرستش کرتے ہیں۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۵۱)

لیکھرام کے اعتراض کا نہایت لطیف جواب:

''ایک دفعہ...... گورنر پنڈت رادھا کشن صاحب نے راجہ امر سنگھ کے مکان پر مجھ سے کہا کہ لیکھرام کے بعض اعتراضات جو ''دینِ حق'' پر کئے گئے ہیں بالکل لاجواب ہیں۔......ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ میں نے کہا بات تو بڑی سہل ہے۔ آپ ان اعتراضوں میں سے اعلیٰ درجہ کا اعتراض میرے سامنے اس وقت پیش کریں اور راجہ صاحب کو ہم جج بنائیں گے۔ تب انہوں نے اسکندریہ کے کتب خانہ کے متعلق یہ اعتراض کیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جلایا گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کے نزدیک دنیا میں کوئی صحیح تاریخ ہے؟ جس میں اسلامی پہلی صدی یا دوسری یا تیسری اور چوتھی صدی کے درمیان اس قصہ کو کسی مورخ نے بیان کیا ہے آپ اس کا نام لیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عربی تاریخیں نہیں پڑھیں۔ میں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے انگریزی تاریخیں نہیں پڑھیں۔ مگر خیر، اب آپ کسی انگریزی تاریخ کا نام لیں جو نسبتاً قابل اعتماد ہو۔ تب انہوں نے گبن کی تاریخ ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر

Decline and fall of the Roman Empire by Gibbon.

یعنی (تاریخ زوال سلطنت روما) کا ذکر کیا۔ میں نے کہا بس یہی ایک کتاب ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کن ہوگی، منگوائی جائے۔ چنانچہ دیوان امرناتھ صاحب کے کتب خانہ سے وہ کتاب منگوائی گئی اور کتب خانہ کے متعلق جو کچھ کہ اس مصنف کا خیال تھا۔ گورنر صاحب کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے کیسا تعجب کے قابل جواب دیا کہ چونکہ ہم کو ابتداء سے ہی تعلیم دی جاتی ہے کہ اسلام کا مذہب بہت بُرا ہے اس واسطے جو اعتراض اس پر کیا جائے ہم کو وہ عظیم الشان ہی معلوم ہوتا ہے۔ تب میں نے راجہ صاحب سے کہا کہ آپ کی مسلمان رعایا پنڈت جی سے کیا فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ جب کہ یہ...... کے ایسے خیر خواہ ہیں (کشمیریوں کے محاورہ میں خیر خواہ بدخواہ کو کہتے ہیں) گورنر صاحب نے کہا میں ہندو نہیں بلکہ بدھ ہوں، کیونکہ میں لداخ کا گورنر رہا ہوں۔ وہاں بدھوں کی تعلیم مجھ کو بہت پیاری معلوم ہوئی۔ مجھ کو ایک طمع بھی تھی۔ موقع بھی تھا اور بات بھی بن گئی۔ میں نے کہا کہ آپ کے محکمہ میں فتح محمد اور فتح چند دو امیدوار ہوں اور لیاقت میں بھی فتح محمد دوسرے سے بڑھا ہوا ہو تو آپ کس کو جگہ دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم فتح چند کو جگہ دیں گے

گو وہ لیاقت میں کم ہی ہو۔ میں نے کہا آپ کی بات تو متضاد ہوگئی کیونکہ فتح چند بدھ نہیں ہے۔ گورنر صاحب نے کہا کہ مجھ پر اپنے باپ کی تعلیم کا یہ اثر ہے۔ اس پر میں نے راجہ صاحب سے کہا کہ آپ توجہ کریں کہ کیا حال آپ کی مسلمان رعایا کا ہوسکتا ہے۔‘‘ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۷۴-۱۷۵)

مختلف نظریات رکھنے والوں کے اعتراضات

ملک ہند میں بہت فرقے ہو گئے تھے ان میں باہمی اختلافات بھی تھے ان مختلف نظریات کے حامل لوگوں کے ساتھ بھی آپ کی مناظرانہ گفتگو کے واقعات ہوتے تھے۔ ان میں سے چندایک درج ذیل ہیں۔

حکمت کس کو کہتے ہیں؟

فرمایا’’ میں ریاست کشمیر میں ملازم تھا۔ وہاں میری بڑی تنخواہ تھی۔ بعض اسی اسی روپیہ ماہوار کے طبیب مجھ سے اوّل بیٹھنے کی کوشش کرتے اور میں ان کو آگے بیٹھنے دیتا اور بہت خوش ہوتا۔ وہاں ایک بوڑھے آدمی تھے۔ انہوں نے بہت سے علوم وفنون کی حدود یعنی ابتدائی تعریفیں یاد کر رکھی تھیں۔ بڑے بڑے عالموں سے کسی علم کی تعریف دریافت کرتے۔ وہ جو کچھ بیان کرتے یہ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتے۔ کیونکہ پختہ الفاظ تعریفوں کے یاد تھے۔ اس طرح ہر شخص پر اپنا رعب بٹھانے کی کوشش کرتے۔ ایک دن سرِ دربار مجھ سے دریافت کیا کہ مولوی صاحب! حکمت کس کو کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ شرک سے لے کر عام بداخلاقی تک سے بچنے کا نام حکمت ہے۔ وہ حیرت سے دریافت کرنے لگے کہ یہ تعریف حکمت کی کس نے لکھی ہے؟ میں نے دہلی کے ایک حکیم سے جو حافظ بھی تھے اور میرے پاس بیٹھے تھے کہا کہ حکیم صاحب! ان کو سورۂ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع کا ترجمہ سنادو۔ جس میں آتا ہے۔ ذٰلِکَ مِمَّا اَوْحٰی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ پھر تو وہ بہت ہی حیرت زدہ سے ہو گئے۔‘‘

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۴۸)

قرآن مُجمَل ہے یا مُفَصّل

فرمایا’’ لاہور میں ایک شخص مولوی رحیم بخش چینیاں والی مسجد میں رہتے تھے۔ انہوں نے اسلام کی پہلی، دوسری، تیسری وغیرہ بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ایک مرتبہ وہ بڑے زور شور کیساتھ مجھ سے مباحثہ کرنے کے لئے آئے اور آتے ہی کہا کہ قرآن تو مجمل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے اور کس کتاب سے مدد لیں؟ میں نے کہا قرآن مجمل ہے؟ کہا

ہاں۔ میں نے کہا خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ کِتٰبًا مُفَصَّلاً۔ آپ فرماتے ہیں مجمل۔ بس اُٹھ کر چلے گئے اور کہا کہ ساری عمر آپ سے مباحثہ نہ کروں گا۔ چنانچہ پھر ساری عمر مجھ سے بحث نہیں کی۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۵۷)

مباحثہ میں حقیقت ومجاز کی شرط غلط ہے

فرمایا ''ایک دفعہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور عبداللہ ٹونکی دونوں بحث کرنے کے لئے آئے۔ محمد حسین نے کہا کہ شرائط میں لکھواتا ہوں۔ میں نے کہا اچھا۔ پہلی ہی شرط میں لکھایا کہ حقیقت ومجاز میں جب ہمارے تمہارے درمیان تفرقہ ہوگا تو...... میں نے کہا یہ پہلی شرط ہی غلط ہے۔ آپ تو اہل حدیث ہیں اور حقیقت ومجاز کا تفرقہ تو بدعت ہے۔ سب سے پہلے تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے ابتدا میں حقیققت ومجاز کا تفرقہ ہوا ہے۔ عبداللہ ٹونکی نے کہا کہ اٹھو چلو۔ یہاں تو مطول پر بھی پانی پھر گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ضرور کوئی بات ہے۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۵۹-۲۶۰)

ناسخ منسوخ کا مسئلہ

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ اپنی ایک گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ قطعی فیصلہ کرلیا کہ ناسخ ومنسوخ کا معاملہ صرف بندوں کے فہم پر ہے۔ ان پانچ نے سب پر پانی پھیر دیا۔ یہ فہم جب مجھے دیا گیا تو اس کے بعد ایک زمانہ میں میں لاہور کے اسٹیشن پر شام کو اترا۔ بعض اسباب ایسے تھے کہ چینیاں والی مسجد میں گیا۔ شام کی نماز کے لئے وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھائی میاں علی محمد نے مجھ سے کہا کہ جب عمل قرآن مجید وحدیث پر ہوتا ہے تو ناسخ ومنسوخ کیا بات ہے؟ میں نے کہا کچھ نہیں۔ وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ گو میر ناصر کے استاد تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا ہوگا۔ یہ ان دنوں جو ان تھے اور بڑا جوش تھا۔ میں نماز میں تھا۔ اور وہ جوش سے ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کہا ادھر آؤ۔ تم نے میرے بھائی کو کہہ دیا کہ قرآن میں ناسخ ومنسوخ نہیں۔ میں نے کہا ہاں نہیں ہے۔ تب بڑے جوش سے کہا کہ تم نے ابومسلم اصفہانی کی کتاب پڑھی ہے۔ وہ احمق بھی قائل نہ تھا۔ میں نے پھر کہا پھر تو ہم دو ہو گئے۔ پھر اس نے کہا کہ سیّد احمد کو جانتے ہو۔ مراد آباد میں صدر الصدور ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں رامپور لکھنؤ اور بھوپال کے عالموں کو جانتا ہوں ان کو نہیں جانتا۔ اس پر کہا کہ وہ بھی قائل نہیں۔ تب میں نے کہا کہ بہت اچھا۔ پھر ہم اب تین ہو

گئے ۔ کہنے لگا کہ یہ سب بدعتی ہیں ۔ امام شوکانی ؒ نے لکھا ہے کہ جو نسخ کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے ۔ میں نے کہا تم دو ہو گئے ۔ میں ناسخ ومنسوخ کا ایک آسان فیصلہ آپ کو بتاتا ہوں ۔تم کوئی آیت پڑھ دو جو منسوخ ہو ۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ ان پانچ آیتوں میں سے پڑھ دے تو کیا جواب دوں ۔ خدا تعالیٰ ہی سمجھائے تو بات بنے ۔ اس نے ایک آیت پڑھی ۔ میں نے کہا فلاں کتاب نے جس کے تم بھی قائل ہو ۔ اس کا جواب دیا ہے ۔ کہنے لگا ہاں ۔ پھر میں نے کہا اور پڑھو تو خاموش ہی ہو گیا ۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۲۳ - ۱۲۴)

مکہ معظّمہ میں مباحثہ

مکہ معظّمہ میں ہونے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

'' دوسرا واقعہ عجیب یہ ہے کہ (مکہ معظّمہ میں ۔ ناقل) ایک جگہ ہم نے ڈیرا کیا ۔ میرے مقام کے قریب ایک عظیم الشان خیمہ تھا ۔ اس کے اندر بڑا مباحثہ ہو رہا تھا ۔ میں نے اس خیمے کے اندر جانا تو مناسب نہ سمجھا ۔ ان کے مباحثہ پر میں بہت متوجہ رہا ۔ آخری فقرہ جو ایک مقلد نے پیش کیا یہ تھا کہ کسی مسئلہ میں کسی امام کے بالمقابل ترجیح دینا اس شخص کا کام ہو سکتا ہے جو اپنے کامل دلائل اور جس کے خلاف چلتا ہے، اس کے دلائل کے جوابات کامل طور پر جانتا ہو اور اگر اس قدر وسیع واقفیت نہ ہو تو ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے ۔ لہذا تم لوگ کسی مسئلہ میں ترجیح کے مستحق نہیں ۔ اس وقت مجھ کو یہ خیال آیا کہ کم سے کم ہم بھی اس کا کچھ جواب تو دیں اور جوانی کی ایک ترنگ تھی ۔ میں نے بلند آواز سے کہا ۔ جب ایک مسئلہ میں اتنے بڑے علم کی ضرورت ہے تو ایک امام کو دوسرے پر تمام مسائل میں ترجیح دینے کے لئے تو لاکھوں علوم کی ضرورت ہو گی ۔ ہماری اس آواز نے بھی کچھ بجلی کا سا کام دیا ۔ مگر وہ لوگ کچھ امراء تھے اور ان دنوں مجھ کو امراء سے تنفر تھا ۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۲۸)

حدیث صحیح بخاری کے بارہ میں

بھیرہ اپنے آبائی وطن میں ہونے والے مباحثہ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

'وہاں (بھیرہ میں) میرے ملنے کو شہر کے بہت سے ہندو، مسلمان جمع ہوئے تو اسی جلسہ میں ایک مولوی صاحب نے یہ ذکر بھی کیا کہ بخاری ایک کتاب ہزار سال سے گمنامی کے کونے میں پڑی ہوئی تھی ۔ دلی کے ایک شخص نے جس کا

نام اسماعیل تھا اس کتاب کو شائع کیا۔ یہ خطرناک کلمہ ایسا تھا جس سے میرے کان آشنا نہ تھے اور میں نے اس قسم کا کلمہ کسی خارجی یا شیعہ سے بھی نہیں سنا تھا۔ چہ جائیکہ ایک حنفی مذہب کے ممتاز عالم کے منہ سے نکلا۔ مجھے تعجب ہوا پھر میرے دل میں غیظ وغضب پیدا ہوا۔ وہ پہلا ہی دن تھا کہ میں اپنے وطن میں پہنچا تھا۔ بہت کچھ نشیب وفراز دل میں پیدا ہوئے۔ آخر میں نے اتنی بات سے تو رکنا مناسب نہ سمجھا کہ میں نے کہا کہ اول تو میں ابھی طالب علمی سے آیا ہوں، نہ میرا مطالعہ نہ میری وسعت نظر۔ نہ مجھے تجربہ۔ لیکن بخاری کی ساٹھ شروح کے نام اس وقت مجھے یاد ہیں۔ اگر ایک شرح کو سولہ برس کے قریب قریب ختم کر لیا جائے جو کچھ زیادہ مدت نہیں معلوم ہوتی۔ تو اس ہزار برس میں ہر روز بخاری کی شرح لکھی گئی ہے اور یہ شروح شافعی مذہب کی بھی ہیں۔ حنفیوں کی بھی۔ مالکیوں اور حنابلہ کی بھی۔ میں نے خود بخاری کو ایک بڑے حنفی المذہب مولوی عبدالقیوم صاحب سے بھوپال میں پڑھا ہے۔ پھر شاہ عبدالغنی صاحب سے بھی۔ ان دونوں کی صحبت میں میں نے کبھی ایسے لفظ نہیں سنے۔ یہ میرا فقرہ اس مولوی صاحب کے قلب پر بجلی کا کام کر گیا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۳۲-۱۳۳)

عیسائیوں کے ساتھ گفتگو

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی عیسائی حضرات کے ساتھ گفت وشنید ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں بھی آپ کے بیان فرمودہ چند واقعات زیب قرطاس کئے جاتے ہیں۔

طاقتور کون ہے؟

فرمایا ’’بمبئی میں ایک شخص سیّد حسین پیدل جا رہے تھے۔ ایک عیسائی کو دیکھا کہ بگھی پر آ رہا ہے۔ اس نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے بگھی رکوا کر کہا کہ گھوڑے میں زیادہ طاقت ہے یا تم میں؟ اس نے کہا گھوڑے میں۔ انہوں نے کہا انسان نے جس کو اپنے سے زیادہ طاقتور دیکھا اسی کو قابو کر لیا مگر تم نے خدا کو دیکھا اور مان لیا اور اس کو قابو نہ کیا۔‘‘

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۳)

فرمایا ’’ایک مرتبہ ایک عیسائی سے میری ملاقات ہوگئی۔ میں نے اس سے کہا زنا تم کرتے ہو تو آتشک تم کو ہوتی ہے یا مسیح کو؟ مبہوت رہ گیا۔‘‘ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۳-۲۷۴)

اذان کا مقابلہ نہیں ہوسکتا

فرمایا ''ایک انگریز کا نام گارڈن تھا۔ اس نے مجھ سے کہا یورپ نے بڑی ترقی کی ہے۔ میں نے کہا کیا ترقی کی ہے؟ مسلمانوں کی صرف ایک اذان ہی کا مقابلہ کرلو۔ تم لوگوں سے سوائے گھنٹے بجانے کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ لیکن مسلمان کوٹھوں پر، بلند میناروں پر چڑھ کر پانچوں وقت اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے جلال اور کبریائی کے لئے یورپ کوئی چیز ایجاد کرسکتا ہے؟ نہ یہودی مقابلہ کرسکتے ہیں۔ نہ مسیحی نہ مجوسی۔ نہ ہندو۔ ایک اور انگریز سے اسی قسم کی گفتگو ہوئی تو اس نے کہا کہ ہم نے ہی غلام آزاد کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ہم لوگوں ہی کے سر یہ سہرا بندھا۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ مسلمانوں کے ہاں تو اِنَّمَا الصَّدَقَات والی آیات میں خدا تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے کے لئے ایک حصہ فی الرّقاب مقرر فرمادیا ہے۔ تمہاری انجیل میں تو کہیں غلاموں کے آزاد کرنے کے لئے کوئی بھی حکم نہیں۔ بھلا مسلمانوں سے بڑھ کر غلاموں کے آزاد کرنے کا دعویٰ تم کیسے کرسکتے ہو؟ وہ بھی سن کر کچھ حیران ہی سا رہ گیا۔''　　(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۴)

عیسائی لڑکیوں سے شادی کرنا جائز ہے

فرمایا ''میں ایک مرتبہ سورہ مائدہ کے پہلے رکوع کی آیت اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ . . . الخ پڑھ رہا تھا کہ ایک مسیحی جو بڑا آدمی تھا آ گیا۔ اس نے اعتراض کیا کہ مولوی صاحب یہ تو بڑا ظلم ہے کہ اسلام نے ہماری لڑکیاں تو تم کو دلادیں اور تمہاری لڑکیاں عیسائیوں کو نہ دینے دیں۔ میں نے کہا تم کو معلوم نہیں اس میں ایک بڑی پیشگوئی ہے؟ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ عیسائی مسلمانوں کے بادشاہ ہوں گے۔ پس مسلمانوں کو کہا کہ تم تو اپنے حاکموں پر بدظنی نہ کرو لیکن وہ بغاوت وغیرہ کی بدظنی تم پر کریں گے۔ اس لئے تم ان کی لڑکیوں سے شادی کرلو تا کہ ان کو معلوم ہوجائے کہ ہماری تو لڑکیاں مسلمانوں کے گھروں میں ہیں۔ یہ اگر بغاوت کے منصوبے کریں گے تو ہم کو فوراً معلوم ہوجائیں گے۔ یہ سن کر وہ خاموش و حیران رہ گیا۔''　　(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۴-۲۷۵)

بائبل کے معنی

فرمایا ''ایک مسیحی نے مجھ سے کہا کہ بائیبل کے معنی ہم ہی خوب کرسکتے ہیں، تم نہیں کرسکتے۔ میں نے کہا توریت کے معنی پھر تو یہودی ہی خوب کرسکتے ہیں، تم نہیں کرسکتے۔''　　(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۵)

بہشت میں رفع حاجت کا مسئلہ

فرمایا ’’ایک پادری نے مجھ سے کہا کہ بہشت میں کھائیں گے تو پاخانہ کیوں نہ پھریں گے۔ میں نے کہا تو نے نو مہینے ماں کے پیٹ میں کھایا کیا وہاں پاخانہ بھی پھرتا تھا چپ ہو گیا۔‘‘ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۶)

زمین گول ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ پر درود کثرت سے پڑھا جاتا ہے

فرمایا ’’ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا تم یہ بتاؤ تم کسی بات کے قائل بھی ہو جو کسی مذہب نے مانی ہے؟ کہا کہ ہاں دعا کا قائل ہوں۔ میں نے کہا کہ زمین گول ہے۔ نماز کا وقت زمین پر ہر جگہ ہوتا ہے...... دنیا کے ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں یعنی ہر وقت سینکڑوں ہزاروں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر ہر نماز میں درود پڑھی جاتی ہے اور یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ تو بتاؤ کہ کوئی رسول بھی ایسا ہے جس کے لئے اس قدر دعائیں مانگی جاتی ہوں اور مانگی گئی ہوں۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۸-۲۷۹)

تثلیث کے مسئلہ کی فلاسفی

فرمایا ’’میں ایک گاڑی پر سوار ایک انگریز پادری کی کوٹھی کے سامنے سے گزرا۔ میرے ساتھ ایک گریجویٹ لڑکا بھی سوار تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ اس انگریز سے ضرور ملاقات کریں۔ بڑا فلسفی ہے اس نے زیادہ مبالغہ کیا تو میں نے کہا کہ مسیحی فلسفی نہیں ہوسکتا۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ اچھا تم اوّل اس کے پاس جا کر کہو کہ مجھ کو تھری ون (تثلیث) کے مسئلہ کی فلاسفی سمجھا دیجئے وہ لڑکا بے تکلف فوراً اس کے پاس چلا گیا اور اس سے تھری ون (تثلیث) کے مسئلہ کی فلاسفی دریافت کی۔ پادری نے جواب میں کہا کہ اس مسئلہ کے صحیح ہونے کی دلیل یہی کافی ہے کہ ہم نے اس کو مان لیا اور ایشیائی دماغ اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ وہ لڑکا واپس آیا اور کہا کہ اس نے ہماری بڑی تحقیر کی اور کہا کہ اس کا فہم ایشیائی دماغوں سے بالاتر ہے۔ میں نے کہا تم پھر جاؤ اور اس سے کہو تمہارا خدا (مسیح) بھی ایشیائی تھا اور اس کے مرید پولوس۔ پطرس بھی ایشیائی۔ آپ کے قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تینوں اس مسئلہ کو نہیں سمجھے تھے۔ جب تمہارا خدا اور اس کے خلیفے بھی نہیں سمجھ سکے تو تم کیسے سمجھ گئے؟ وہ پادری سن کر ہنس پڑا۔ وہ لڑکا سمجھ گیا کہ یہ ہنسنا لاجواب ہونے کی علامت ہے۔ مجھ سے آ کر کہا کہ وہ تو لاجواب ہو گیا۔ انہیں ایام میں کچھ عرصہ کے بعد اس پادری کو عیسائیوں کے ایک مجمع میں لیکچر دینے کا اتفاق ہوا اور اتفاق سے وہ لڑکا بھی اس مجمع میں موجود تھا لیکن پادری صاحب

نے اس کو نہیں دیکھا تھا۔ وہاں پادری نے اپنے مسیحیوں کو مخاطب کر کے کہا ان کالجوں کے گریجویٹ لڑکوں سے بچنا چاہیے۔ یہ بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ لڑکے نے مجھ سے ایسا سوال کیا کہ میں اس کو کوئی جواب نہیں دے سکا اور نہایت سراسیمہ ہو گیا اور اب تک بھی جواب نہیں دے سکتا۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۷-۲۷۸)

قرآن انجیل کا مصدق ہے

فرمایا ''راولپنڈی میں ایک شخص صفدر علی تھا۔ وہ عیسائی ہو گیا۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام نیاز نامہ تھا۔ ایک مولوی صاحب نے اس میں آیت وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ کی بحث دیکھی اور گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے کہ قرآن شریف تو انجیل کو سچا بتاتا ہے۔ میں نے کہا ما معکم کے مصداق تو یہودی ہیں نہ کہ عیسائی۔ مولوی صاحب کی سمجھ میں بات اچھی طرح نہ آئی تو میں نے ان سے کہا کہ تم اس عیسائی سے جا کر یہ پوچھو کہ وہ انجیل جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی ہے کونسی ہے؟ چاہے کسی دوسرے نے ہی جمع کی ہو۔ مولوی صاحب گئے اور دریافت کیا تو عیسائی نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں عیسیٰ کوئی نہیں۔ رب، ہمارے خداوند۔ سو وہ تو خود کتاب نازل کرتے ہیں۔ تمیز بخشتے ہیں۔ ان پر کوئی کیا کتاب نازل کرتا اور ان کو کوئی کیا تمیز سکھاتا۔ مولوی صاحب یہ جواب سن کر میرے پاس آئے تو میں نے ان سے کہا لو تم فارغ ہوئے۔ اب اگر کوئی یہودی ہو تو اس کو بتاؤ اس کا بھی علاج بتائیں۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۸)

تنقید القرآن کتاب کا تذکرہ

فرمایا ''ایک دفعہ میں ریل میں آتا تھا۔ ایک عیسائی مجھے ملا۔ اس نے کہا اب تو (دین حق) کے مقابل میں ایسی کتاب لکھی گئی ہے کہ (دین حق) اس کے سامنے ہرگز نہ ٹھہرے گا۔ میں نے کہا وہ ایسی کون سی کتاب ہے؟ کہنے لگا کہ اس کتاب کا نام تنقید القرآن ہے اور پادری عماد الدین نے لکھی ہے میں نے کہا اس کی کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ تنقید سناؤ۔ اس نے کہا کہ قرآن نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ خاص قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اور چونکہ نبی کریمؐ قریش مکہ میں سے تھے دوسروں کی زبان نہیں بول سکتے تھے۔ اس کتاب میں یہی ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن میں فلاں لفظ فلاں زبان سے اور فلاں لفظ فلاں زبان سے آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص قریش میں سے نہ تھے اور قرآن شریف بھی خاص قریش کی زبان میں نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ دیکھو میں بھیرہ کا رہنے والا پنجابی آدمی ہوں اور اردو بولتا ہوں تو کیا اس سے میرا پنجابی ہونا باطل ہو جائے گا؟ اور پھر قرآن شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ خاص قریش

ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہوکر سوچنے لگا اور کہا کہ آپ ہی بتائیں کہ آیا قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت ہے یا نہیں جس میں لکھا ہو کہ یہ قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ نہیں لکھا بلکہ وہاں تو صرف یہ لکھا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ یہ سن کر مجھ سے کہنے لگا کہ آپ نے اس کتاب کا ستیاناس ہی کر دیا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۷۹)

اہل یورپ کے معنوں کے خلاف معنے نہ کریں

فرمایا'' میں نے ایک دفعہ ایک عیسائی سے کہا۔ تمہارے اعمال میں یہ پیشگوئی ہمارے نبی کے حق میں ملتی ہے۔ اس نے کہا کہ بے انصافی کرتے ہو۔ یورپ و امریکہ کے لوگ یہ معنے نہیں کرتے۔ آپ کیوں ان کے خلاف معنے کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ قاعدہ تو آپ نے خود ہی توڑا جو معنے تورات کی پیشگوئیوں کے یہود کرتے ہیں۔ وہ آپ کیوں نہیں کرتے حالانکہ تورات کے وارث وہی ہیں جس قدر مسیح کی الوہیت کے دلائل آپ کے پاس ہیں ذرا انہیں یہودیوں کی تصریح کے مطابق صحیح تو کر دیں۔ اس پر وہ جوش میں آ کر بولا۔ وہ بے ایمان ہیں۔ میں نے کہا ہم آپ کو بے ایمان سمجھتے ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۴۸۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بعض ایسے واقعات ملتے ہیں جو عمومی رنگ میں آپ نے بیان فرمائے ہیں۔ مگر ان میں بھی ایک مناظرانہ رنگ ہے چند ایسے واقعات بھی ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

تین سوال اور ان کے جواب

فرمایا'' یہاں ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے تمہیں سناتا ہوں۔ سفر میں ایک شخص نے حضرت کے متعلق مجھ سے تین سوال کئے ایک ان میں سے اس سبق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ یہ کہ ایک جگہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں عمل الترب کے ذریعے بیماروں کے اچھا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا...... دوسرا یہ عمل تو کفار بھی کر لیتے ہیں ان دونوں میں ایک نبی کی بات کی سخت ہتک ہے۔ نیز ایک نبی کے عمل کو مکروہ فرمایا میں نے کہا آپ مولوی عبداللہ صاحب کو جانتے ہیں جنہوں نے تحفۃ الہند لکھی ہے کہا ہاں وہ تو میرے پیر و مرشد تھے میں نے کہا سنا ہے کہ بہت سے ہندوؤں کو مسلمان کر لیا تھا۔ کہا کیوں نہیں۔ تین سو سے زیادہ کو مسلمان کر لیا تھا۔ جس مدرسہ میں پڑھتے تھے اس کے تمام طالب علم مسلمان ہو گئے۔ میں نے کہا تم نے تورات پڑھی ہے اس میں لکھا ہے کہ نوحؑ نے

۸۰ آدمی ۹۵۰ برس کی تعلیم میں مسلمان کئے اب میں کس طرح مان لوں کہ مولوی عبداللہ نے چند سالوں میں ۳۰۰ کافر مسلمان کر لئے۔ کیا ایک اُمتی نبی سے بڑھ کر ہوسکتا ہے۔ اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے۔ آپ ہی جواب دیں۔ میں نے کہا سُنو! جو ہتھیار مولوی عبداللہ کے پاس تھا۔ (قرآن مجید) وہ نوحؑ کے پاس نہیں تھا۔ پس یہ فضیلت تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے۔ یہی بات یہاں سمجھ لو۔ دوم یہ بتاؤ کہ قرآن شریف خدا کا معجزہ کلام ہے یا نہیں کہا ضرور میں نے کہا کہ ابوجہل کون سی زبان بولتا تھا۔ کہا عربی میں نے کہا کہ ہتک کر رہے ہو جو زبان خدا کی طرف سے معجزہ ہے وہی ایک کافر کا فعل قرار دے رہے ہو۔ یہ سُن کر مبہوت رہ گیا۔ سوم میں نے اسے کہا آپ ایک تصویر یا بُت بناؤ۔ میں آپ کو ایک مسئلہ سمجھا تا ہوں۔ اس پر وہ جھٹ بولا کہ تصویر یا بُت بنانا تو حرام ہے میں حرام فعل کا ارتکاب کیوں کر کروں۔ میں نے دو تین بار یہ فقرہ اس سے دُہرایا۔ پھر کہا ہوش کر و ایک نبی کے فعل کو حرام قرار دے رہے ہو۔ اِنِّیٓ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَھَیۡئَۃِ الطَّیۡرِ دیکھو حضرت صاحب نے تو ادب کیا۔ اور صرف یہی فرمایا کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں۔ ورنہ ایسا کر سکتا اور تم جو صریح حرام کہہ رہے ہو وہ بہت نادم ہوا اور کہا کہ سب سوالوں کا جواب آ گیا۔ یہ باتیں علم سے نہیں آتیں خدا کے فضل سے آتی ہیں۔'' (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۳۶۱-۳۶۲)

پڑھنا اور سیکھنا ضروری ہے

فرمایا ''ایک شخص کسی بزرگ کی اولاد میں سے تھے اور سخت بیمار تھے میں نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ کچھ پڑھنا اور سیکھنا چاہئے۔ کہنے لگے کہ بندر سیکھا کرتے ہیں۔ بھلا کہیں شیر بھی سیکھتے ہیں؟ ہم شیروں کی اولاد ہیں، بندروں کی اولاد نہیں۔ سیکھنا ہمارا کام نہیں۔ میں نے کہا حضرت تشبیہوں سے تو کام نہیں چلتا۔ باز سیکھ جاتے ہیں لیکن کوّے نہیں سیکھتے۔ وہ اس قدر ناراض ہوئے کہ علاج موقوف کر دیا۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۹۴-۲۹۵)

دوزخ غیر دائمی ہے

فرمایا ''ایک بڑا آدمی تھا وہ لاہور کا رہنے والا نہیں تھا۔ لاہور میں وہ اور میں دونوں باتیں کرتے ہوئے بازار میں ہو کر گزرے۔ اس نے کہا کہ دوزخ کے عذاب کو آپ غیر مقطوع مانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا پھر تو کوئی خوف کا مقام نہیں کیونکہ ایک نہ ایک دن اس سے نجات تو مل ہی جائے گی۔ یہ گفتگو جس وقت ہوئی تو ہم بازار چوک میں تھے۔ میں نے فوراً جاتے جاتے کھڑے ہو کر جیب میں سے دو روپیہ نکالے اور اس سے کہا یہاں کوئی شخص تمہارا واقف

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(از:مکرم محمد محمود طاہر صاحب مربی سلسلہ)

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کی ذات والا صفات اللہ تعالیٰ ،اس کے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ،قرآن مجید اور مسیح الزمان علیہ السلام کی محبت میں ڈوبی ہوئی تھی ۔آپ کی زندگی کا مقصد آنحضورؐ کے دین کی اشاعت اوراس کی خاطر اپنا تن من دھن صرف کر دینا تھا اوراس مقصد کی خاطر آپ نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ گزار دیا۔ احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے اور پڑھانے میں ہزاروں میل کے سفر کئے ۔حرمین تشریف لے گئے تو وہاں بھی کلمات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیکھنے میں وقت گزارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے تحریری صورت میں خدمتِ دین کرنے کا ارشاد ہوا تو فصل الخطاب ،نورالدین وغیرہ کتب تصنیف کیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حقیقی عشق کی منہ بولتی تصویر ہیں جن میں معاندین رسولؐ کے اعتراضات کی دھجیاں بکھیری گئی ہیں ۔آپ آلِ رسول سے محبت اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے تھے ۔یہ محبت اور عشق رسولؐ ایسا تھا کہ جو کہ بارگاہ رسالت میں مقبول ہو گیا۔

تُو ہم کو محبوب ہے:

آپ کا عشق رسولؐ ایسا سچا اور مقبول تھا کہ خود معشوقؐ کی طرف سے آپ کو قبولیت عشق و محبت کی سند عطا ہوئی ۔رؤیا میں متعدد بار آپ کو زیارت رسولؐ نصیب ہوئی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں آ کر آپ کی راہنمائی بھی فرمائی اورآپ کی محبت کو قبول فرمایا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بیان فرماتے ہیں:

’’میں نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پراس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں پھر میرے کان میں کہا کہ تُو ہم کو محبوب ہے۔‘‘ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۹۸)

آپ اپنے قیام مدینہ منورہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں نے ایک دفعہ رؤیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ نے فرمایا کہ

’’تمہارا کھانا تو ہمارے گھر میں ہے۔‘‘ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۲۴)

معشوق ومحبوب کی طرف سے عاشق کے لئے کتنا پیارا اظہار اور تسلی کا سامان اس فقرہ میں موجود ہے۔

مدینہ کے قیام کے ایام میں آپ بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے بارہا حضرت نبی کریمؐ کو دیکھا اور اپنی بعض غفلتوں اور سستیوں کے نتائج کا مشاہدہ کیا۔“ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۲۲)

ایک بار آپ پر نوم غیر طبعی طاری ہوئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آنحضورؐ نے آپ کو کہا کہ کیا کشمیر دیکھنا چاہتا ہے تو آپ نے کہا ہاں۔ آنحضورؐ چل پڑے اور آپ پیچھے پیچھے ہو لئے اور کشمیر پہنچ گئے گویا اس رؤیا کے ذریعہ آپ کو بھیرہ چھوڑنے اور کشمیر کی ملازمت کی تحریک ہوئی۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۶۴)

کشمیر کے قیام کے دوران آپ کو ایک بار آنحضور کی زیارت نصیب ہوئی جس میں آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث یاد کرنے کا طریق دریافت کیا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۷۸)

”آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ **ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار** بہت پڑھا کرو۔“ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۱۵)

یوں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو اپنے محبوب کی زیارت بھی نصیب ہوتی رہی اور محبوب کی طرف سے نہ صرف کئی معاملات میں راہنمائی ہوئی بلکہ عاشق کی محبت کی قبولیت کے لئے سند بھی عطا ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک آپ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ہر شناس تھے آپ اپنے محبین اور مخلص مریدوں کی صفات حسنہ بیان فرماتے تھے۔ جن خوش نصیبوں کا ذکر خیر حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں فرمایا ان میں سب سے نمایاں اور زیادہ ذکر حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کا ہے۔ آپ کی صفات حسنہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا عشقِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیان فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنا سب کچھ فدا کر چکے تھے اور اپنی زندگی تائید خاتم النبیین کی راہ میں ہی فنا کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کی تین مختصر تحریرات درج کی جاتی ہیں۔ جن سے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر روشنی پڑتی ہے۔ نشانِ آسمانی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”جو شخص خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر اور دینِ (......) کو ایک سچا اور منجانب اللہ دین سمجھ کر اور باایں ہمہ اپنے زمانہ کے امام کو بھی شناخت کر کے اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلعم اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی ہو کر محض اعلاء کلمہ (......) کے لئے اپنے مال حلال اور طیب کو اس راہ میں فدا کرتا ہے۔ اس کا جو عند اللہ قدر ہے وہ ظاہر ہے۔“ (نشانِ آسمانی صفحہ ۴۷ روحانی خزائن جلد نمبر ۴ صفحہ ۴۰۷)

آئینہ کمالاتِ اسلام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کا ان الفاظ میں ذکر خیر فرماتے ہیں (عربی عبارت کا

اردو ترجمہ):-

''بلا شک وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور شانِ مردمی اور اپنی پاک طینیت کے مناسبِ حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام،روحانی خزائن جلد۵صفحہ۵۸۴)

آپ کی تمنا تھی کہ آپ کا خون دین مصطفیٰ کے لئے بہہ جائے اور آپ کی جان حضرت خاتم النبیین کی راہ میں قربان ہو جائے۔اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی عربی تصنیف لطیف میں آپ کے بارہ میں بیان فرماتے ہیں۔(عربی عبارت کا اردو ترجمہ)

''بھلائی اور نیکی کا کوئی موقع اس کے ہاتھ سے کبھی فوت نہیں ہوتا۔وہ پسند کرتا ہے کہ اپنا خون پانی کی طرح اعلاء دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہا دے اور وہ تمنا رکھتا ہے کہ اس کی جان خاتم النبیین کی تائید کی راہ میں صرف ہو جائے۔'' (حمامۃ البشریٰ صفحہ۱۴،روحانی خزائن جلد۷صفحہ۱۸۰)

گویا آپ کی خواہش اور تمنا یہی تھی کہ آپ کی جان اور مال سب کچھ دین مصطفیٰ اور راہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فدا ہو جائے اور آپ نے اپنی تمنا اور خواہش کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے سب کچھ اس راہ میں فدا کر دیا۔

تحصیل علم حدیث کا والہانہ شوق اور مہارت:

عشق رسول کا ایک اظہار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ طیبہ کے علم کا حصول اور اس پر عمل کرنا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل عمر بھر علم حدیث سیکھنے اور سکھانے میں مصروف رہے۔اس کے لئے آپ نے دور دراز کے سفر بھی اختیار کئے۔حرمین شریفین بھی تشریف لے گئے اور وہاں بھی نامی گرامی شیوخ الحدیث سے صحاح ستہ اور دوسری کتب احادیث پڑھیں۔تحصیل علم حدیث کے بعد آپ نے درس حدیث کا سلسلہ بھیرہ اور قادیان میں شروع کر دیا اور آپ نے بڑے بڑے شاگرد بھی پیدا کئے۔آپ سے صحیح بخاری پڑھنے والوں میں حضرت مصلح موعود جیسی شخصیت بھی شامل ہے۔

علم حدیث سیکھنے کے لئے آپ پہلے بھوپال گئے۔پھر حرمین تشریف لے گئے اور وہاں حضرت شاہ عبدالغنی،شیخ محمد خزرجی،مولوی رحمت اللہ صاحب،سیّد حسین صاحب سے صحاح ستہ اور مؤطا پڑھی۔آپ کو اس قدر کلمات طیبات رسول سیکھنے اور یاد کرنے کا شوق تھا کہ رؤیا میں بھی آپ کی راہنمائی ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کی گئی اور آپ کو اس سے یہ تفہیم ہوئی کہ حدیث پر عمل کرنا ہی حدیثوں کو یاد کرنے کا حقیقی ذریعہ ہے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ۱۷۸)

عاشق اپنے محبوب کی چھوٹی چھوٹی اداؤں کی پیروی کرتا ہے۔عشقِ حقیقی عاشق کو محبوب کی ہر راہ کی پیروی کے لئے ہر آن مستعد رکھتا ہے یہ پیار،محبت اور عشق کی ادائیں ہوتی ہیں جن سے عاشق تسکین پاتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

اپنے محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لئے کیسے متمنّی رہتے تھے۔ اس کا اندازہ آپ ہی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ جب آپ مکہ معظّمہ میں اونٹ پر سوار ہو کر دوسری بار تشریف لے گئے اس وقت مکہ کے قریب پہنچنے پر ایک حیرت انگیز اور محبت میں ڈوبا ہوا واقعہ پیش آیا۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں:

''جب مکہ معظّمہ کے قریب پہنچے تو میں نے ایک حدیث میں پڑھا تھا کہ حضرت نبی کریمؐ کداء کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن آدمیوں کی بار برداریاں اور سواریاں اس راستہ نہیں جاتی تھیں۔ اس واسطے میں **ذی طوی** سے ذرا آگے بڑھ کر اونٹ سے کود پڑا۔ اور **کداء** کے راستہ سے مکہ میں داخل ہوا۔ مجھے افسوس ہوا کہ اس رستہ سے بہت ہی تھوڑے لوگ گئے۔ حالانکہ کوئی حرج نہ تھا۔ صرف ہمت، قوت اور معلومات کافی تھی۔'' (مرقات الیقین فی حیات نور دین صفحہ ۱۳۱)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت سے عقیدت:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اور فدائیت کا تعلق رکھتے تھے اور آپؐ کا نام آنے پر **فداہٗ ابی و امی** یعنی آپؐ پر میرے ماں باپ بھی قربان ہو جائیں کے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۸۶)

یہ اظہار عقیدت و محبت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ تمام اہل بیت سے محبت واحترام کا اظہار فرماتے ہیں چنانچہ اپنے عقیدہ کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''اہل بیت کو بدل اپنا محبوب و پیارا یقین کرتے ہیں۔ تمام بیبیاں حضرت نبی کریمؐ کی حضرت عائشہؓ و خدیجہؓ سے لے کر اور تمام خاندان نبوت علیؓ اور امام حسنؓ سبط اکبر اور امام حسینؓ سبط اصغر شہید کربلا اور ان کی والدہ بتول زہرا سیّدۃ النساء اہل الجنہ۔ سب کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ گروہ بدل یقین کرتے ہیں۔ **صلوٰۃ اللہِ و سلامُہٗ علیھم اجمعین۔**''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۴۸)

آنحضورؐ کے لئے غیرت کا اظہار:

عاشق اپنے محبوب کے لئے غیرت رکھتا ہے اور اپنے محبوب کے بارہ میں غلط نظریات کو ردّ کرتا ہے۔ آنحضورؐ کے لئے آپ کی غیرت کا اظہار آپ کے الفاظ میں ہی ملاحظہ فرمائیے:

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی شکست نہیں کھائی۔ میں ایسی کہانیوں کو جھوٹ سمجھتا ہوں کہ نبی کریمؐ نے شکست بھی کھائی ...... میرا اعتقاد نہیں کہ کسی رسول کو شکست ہوئی ہو۔ چونکہ مجھ کو رسولوں سے محبت ہے اس لئے میں نے اپنی عمر میں کبھی شکست نہیں کھائی۔ بہت آدمیوں نے میرے قتل کے منصوبے کئے مگر ہمیشہ ناکام رہے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نور دین صفحہ ۲۳۷)

مدح رسولؐ کیوں کی جاتی ہے؟ ایک خوبصورت استدلال:

مقام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں آپ نے ایک انتہائی خوبصورت، نرالا اور عشق رسولؐ میں ڈوبا ہوا استدلال فرمایا ہے جو آپ کے ہی مبارک الفاظ میں پیش ہے۔ بیان فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا تم یہ بتاؤ تم کسی بات کے قائل بھی ہو جو کسی مذہب نے مانی ہے؟ کہا کہ ہاں دعا کا قائل ہوں۔ میں نے کہا کہ زمین گول ہے۔ نماز کا وقت زمین پر ہر جگہ ہوتا ہے۔ مسلمان دنیا کے ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں یعنی ہر وقت سینکڑوں ہزاروں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر ہر نماز میں درود پڑھی جاتی ہے اور یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ تو بتاؤ کہ کوئی رسول بھی ایسا ہے جس کے لئے اس قدر دعائیں مانگی جاتی ہوں اور مانگی گئی ہوں۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۸۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول بطور استاد اور آپ کے چند شاگرد

(مکرم ظہور الٰہی توقیر صاحب)

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ جب وہ اپنے مامورین کو دنیا میں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجتا ہے تو پھر ان کی نصرت اور ان کے کام میں معاونت کے لئے بھی ایسے احباب کو تیار کر دیتا ہے جو اس کی خاطر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کیا تو اس دعویٰ کے بعد ہی نہیں بلکہ اس دعویٰ سے بہت سال پہلے خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسے مخلص اور فدائی احباب عطا فرمائے تھے جو آپ کے قرب کو ہی اپنا متاعِ حیات سمجھتے تھے۔ انہیں مخلصین اور فدائیوں میں سے ایک حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی تاریخ میں وہ مقام عطا فرمایا ہے جو کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اپنے زمانہ کے ایک بلند پایہ عالم باعمل اور اپنے زُہد و تقویٰ میں پورے ہندوستان میں مشہور تھے۔ اسی طرح حکمت یعنی علم الطب میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی بلند شان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''بلاشک وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور شانِ مروی اور اپنی پاک طینی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے وہ ایک عجیب و غریب مرد ہے۔ اس کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انوار کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے ایک ایک رشحہ کے ساتھ فکروں کے مشرب پھوٹتے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ خیر الواھبین ہے وہ نُخبَة المتکلمین ہے اور زبدۃ الموفقین ہے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۳۸۔۳۹)

بھیرہ میں بطور استاد

حضرت مولوی صاحب جب مکہ سے واپس بھیرہ تشریف لائے تو آتے ہی قرآن و حدیث پڑھانا شروع کر دیا۔ شروع میں آپ نے حدیث کی کتاب مشکوٰۃ پڑھانی شروع کی۔ یہ درس آپ کی خاندانی بیت میں ہوتا تھا۔ آپ کے والد صاحب بھی آپ کے درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسروں کی خدمت کے لئے ایک ہسپتال شروع کر دیا۔ غریبوں کو مفت دوا دیتے۔ اور آہستہ آہستہ مریضوں کا ہجوم آپ کے پاس جمع ہو گیا۔ آپ کے ہسپتال کی یہ خاص بات تھی کہ یہ ایک مکمل سکول بھی تھا جس میں قرآن و حدیث اور دوسرے علم بھی پڑھائے جاتے تھے۔

جموں کشمیر میں

حضرت خلیفۃ المسیح الاول اپنے جموں میں قیام کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وہاں بعض اوقات مجھے خاص خدمت گاروں میں بیٹھنے کا موقع ملتا تھا۔ایک دفعہ مَیں نے ان سے کہا آ ؤ ہم تمہیں قرآن سنائیں۔وہ سب ہندو تھے۔مَیں نے دو ایک روز انہیں قرآن سنایا۔ایک شخص جس کا نام رتی رام تھا اور وہ خزانہ کا افسر تھا اور افسر خزانہ کا بیٹا بھی تھا۔اس نے عام مجلس میں کہا کہ دیکھوان کو قرآن شریف سنانے سے روکو ورنہ میں مسلمان ہو جاؤں گا۔قرآن شریف بڑی دلربا کتاب ہے اور اس کا مقابلہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور نورالدین کے سنانے کا انداز بھی بہت ہی دلفریب اور دلربا ہے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین مرتبہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ ۱۷۹۔۱۸۰طبع جدید)

حضرت چودھری سر ظفر اللہ خان صاحب آپ کے جموں کے حالات بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

''He also had the opportunity of giving lessons in the Holy Quran to the special personal attendants of the Maharaja which they appreciated deeply. Raja Amar Singh, brother of the Maharaja, learnt the Holy Quran from him and held him in high esteem. The Maharaja himself learnt the translation of nearly half of the Holy Quran from him.''

(Hazrat Maulvi Nooruddeen Khalifatul Masih 1 by Muhammad Zafrullah Khan page:44)

''آپ کو راجہ کے قریبی مصاحبوں کو قرآن کریم کا سبق پڑھانے کا بھی موقع ملا جسے ان لوگوں نے بہت زیادہ سراہا۔مہاراجہ کے بھائی راجہ امر سنگھ نے آپ سے قرآن کریم سیکھا اور وہ آپ کے ساتھ بہت عزت سے پیش آتا تھا۔اسی طرح مہاراجہ نے بھی آپ سے تقریباً نصف قرآن کا ترجمہ سیکھا۔''

ایک مرتبہ آپ نے اشاعت (دین حق) کا ایک منصوبہ سوچا جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

''مجھے یہ سوجھا کہ میں اپنے صرف اپنے خرچ سے ایسے بارہ آدمی تیار کروں جن کو ضروریات کے لئے پچاس روپے ماہانہ دیا جائے اور وہ زمانہ کی رفتار پر مصلح بنیں۔عربی کے عالم دو، یونانی جاننے والے دو، انگریزی دان دو، عبری کے ماہر دو، سنسکرت جاننے والے دو، عربی انگریزی دو۔پھر اس خیال پر دو مولوی بڑے عربی دان۔اور میرے نزدیک بہت ٹھیک عبری پڑھنے کے لئے پہلے چریا کوٹ پھر کلکتہ کو بھیجے اور وہ دو برس میں بڑے کامل عبری دان بن کر واپس آئے اور دو علی گڑھ کے کالج میں بھیجے اور سید احمد خان کے کہنے پر ان کو ماہانہ تیس روپے کے قریب دیتے رہے۔''

(الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۵)

آپ کی یہ سکیم درمیان میں رہ گئی مگر خدا نے آپ کے اس جذبہ کو اس درجہ نوازا کہ لاکھوں کی جماعت آپ کے قدموں میں ڈال دی۔ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

''مَیں نے بڑی محنتوں سے قرآن شریف سنانا چاہا مگر باوجود خرچ اموال مجھے اس کثرت سے سننے والے نہ ملے۔ اب تم اس کثیر تعداد سے سننے والے موجود ہو۔مَیں نے کوشش سے سنانا چاہا تو بہت کم لوگوں نے سنا مگر میرے مولا نے میری سچائی اور دلی تڑپ کو دیکھ لیا اور سننے والے مہیا کر دیے۔'' (بدر ے جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۸ کالم ۳)

جناب مدیر صاحب بدر حضرت مولوی صاحب کے درسِ قرآن کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''درس قرآن شریف حضرت مولوی نورالدین صاحب روزانہ (سوائے جمعہ) کے......اقصیٰ میں دیتے رہے ہیں۔ جس کے سامعین اور حاضرین بعض دن دو دو سو تک ہوتے ہیں۔یہ درس بہت سی برکات کا باعث، بہتوں کے واسطے ہدایت کا موجب ہے۔کئی لوگوں کے دلوں سے وساوس شیطانی کو دور کرنے والا اور اکثروں کو راہ راست پر لانے والا ہوا ہے۔''

(بدر ۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۸ کالم ۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی آخری وصیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات پر فرمایا:

''حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا کہ مَیں عورتوں میں درس دیا کروں۔لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امۃ الحی نے مجھ کو رقعہ لکھا۔اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی کہ مولوی صاحب مرحوم ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔حضرت مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میاں سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں۔اس لئے میں اپنے والد صاحب کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں۔وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے۔اب آپ اس کو جاری رکھیں''۔ (الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶)

اس زمانہ کے طریقۂ تعلیم اور عربی نصاب پر تبصرہ

ہندوستان کے طریقۂ تعلیم کو دیکھ کر آپ نے فرمایا:

''مجھے اتنا افسوس ہوا کرتا ہے کہ اگر ہندوستان کے مسلمان تعلیمی درسی کتابیں سوچ سمجھ کر مقرر کیا کریں اور پھر ان کے امتحان بھی ہوا کریں اور اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ طالب علم دین و دنیا دونوں میں ترقی کر سکیں تو قوم پر کتنا بڑا احسان ہو۔الگ الگ درسگاہیں بڑی دقّت میں ڈالتی ہیں۔سب سے بڑی دقت جو مجھ کو محسوس ہوئی یہ ہے کہ نہ تو اُستاد صلاح دیتے ہیں کہ کیا پڑھنا چاہیے اور نہ طالب علم اپنی حسب منشاء آزادی کے ساتھ اپنے ان قویٰ کے متعلق جو خدا تعالیٰ نے عطا کئے ہیں

کسی کتاب کے انتخاب کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ نیز اخلاق فاضلہ کی تعلیم و تاکید نہیں ہوتی۔ میں اپنی تحقیق سے کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں کسی استاد میں یہ بات نہ دیکھی۔ ان باتوں کا رنج مجھے اب تک بھی ہے۔ کس قدر رنج ہوتا ہے جبکہ میں غور کرتا ہوں کہ اس وقت ہمارے افعال، اقوال، عادات، اخلاق پر کبھی ہمارے معلموں میں سے کسی نے نوٹس نہ لیا بلکہ عقائد کے متعلق بھی کبھی کچھ نہ کہا۔ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ مشکوٰۃ میں ہی ہمارے اخلاق پر توجہ دلائی گئی ہو"۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۸۰۔۷۹)

یہ نصیحت آج بھی اساتذہ کرام کے لئے ایک مشعلِ راہ ہے۔

ایک سکول کی ہیڈ ماسٹری کرنا

کسی زمانہ میں آپ پنڈ دادنخان کے سکول میں چار برس تک بحیثیت ہیڈ ماسٹر کام کرتے رہے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:۔

"مَیں ایک امتحان میں جس کو تحصیلی امتحان کہتے ہیں ایسا کامیاب ہوا کہ پنڈ دادنخان کا ہیڈ ماسٹر ہوگیا......عربی کی تعلیم میرے بھائی نے میری ہیڈ ماسٹری کے وقت پھر شروع کرادی اور مَیں 'الفیہ' اور منطق کے رسائل اور 'شرح عقائد' وہاں پڑھ چکا تھا۔ لیکن آخر کار چار برس کے بعد وہ نوکری کا تعلق خدا تعالیٰ کے محض فضل سے ٹوٹا اور میرے والد صاحب نے مجھ کو تعلیم عربی کی تکمیل کے لئے تاکید فرمائی۔" (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۷۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود سکول کی ہیڈ ماسٹری کے آپ تحصیل علوم سے رک نہیں گئے تھے بلکہ اس کے ساتھ آپ نے مزید علم کے حصول کے لئے جدوجہد جاری رکھی اور اس طرف آپ کے والد صاحب اور بڑے بھائی نے بھی خصوصی توجہ دی۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کا اجراء

مدرسہ تعلیم الاسلام جس کا افتتاح ۳ جنوری ۱۸۹۸ء کو ہوا تھا۔ اس مدرسہ کو جاری کرنے کے لئے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کو ایک اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں مدرسہ کے انتظام کے لئے ایک مجلس ناظم التعلیم قائم کی گئی تھی جس کے سیکرٹری خواجہ کمال الدین صاحب، پریذیڈنٹ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ مقرر ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ مدرسہ دن بدن ترقی کرتا چلا گیا اور آخر ۱۹۰۳ء میں وہ وقت آ گیا کہ جب ان باہمت ہستیوں نے مدرسہ ہائی سکول کو کالج تک ترقی دینے کا عزم کرلیا۔ اس کالج میں جماعت کے چوٹی کے علماء بطور پروفیسر کام کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب بھی کچھ وقت دینیات کی تعلیم دینے کے لئے اس کالج کو دیا کرتے تھے۔

دینیات کی تعلیم کی طرف آپ کی خصوصی توجہ

جماعت میں دین داری کی روح پیدا کرنے کی آپ کو اس قدر فکر رہتی تھی کہ آپ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے لوگوں کو دینی تعلیم کا درس دیتے رہتے تھے اور آپ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی شخص آپ کے ساتھ تعلق رکھے اور دینیات کی تعلیم حاصل کرنے سے غافل رہے۔ مدرسہ کے ایک طالب علم نے دینیات کا سبق یاد نہ کیا۔ چونکہ اس کے اخراجات آپ برداشت کرتے تھے اس لئے آپ کے پاس اس کی شکایت کی گئی۔ آپ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا:

''مجھے شکایت پہنچی ہے کہ تم نے دینیات کے پڑھنے سے انکار کیا ہے۔ ایک شخص یہاں موجود ہے (ایڈیٹر الحکم کی طرف اشارہ) اور وہ گواہ ہے۔ اس نے کسی طبیب کا پیام مجھے دیا کہ اولاد ہونے کے لئے میں اس کا علاج کروں۔ میں نے اس کو یہی جواب دیا کہ مجھے دین دار اولاد کی ضرورت ہے، محض اولاد مطلوب نہیں۔ پس میں دین کے سوا کسی چیز کو پسند نہیں کر سکتا۔ مدرسہ کے اجراء سے اگر کوئی غرض ہے تو دینی تعلیم۔ اس لئے اگر تم دینیات پڑھنا نہیں چاہتے تو فی الفور یہاں سے چلے جاؤ۔ مَیں نے امام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے۔ اس لئے کوئی شخص جو میرے ساتھ کوئی تعلق رکھتا ہے لیکن دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرنا چاہتا میرا اس سے کچھ تعلق نہیں رہ سکتا۔ تم کو یہ خوب معلوم ہے کہ مَیں یہاں کسی دنیا طلبی کے لئے نہیں بیٹھا۔ دین کے لئے آیا ہوں اور صرف دین کے لئے۔ پھر تم دیکھو کہ باوجود یکہ کوئی نہیں جانتا میرے مولا کریم کے سوا کہ وہ مجھے کہاں سے دیتا ہے۔ پھر میں نے تمہارے اخراجات باوجود ایسی حالت کے مساکین فنڈ سے نہیں دلائے۔ مَیں نے خود برداشت کئے۔ پھر ایسی حالت میں بھی اگر تم دین کو حاصل نہیں کرنا چاہتے تو مَیں تم کو اپنے پاس قطعاً نہیں رکھ سکتا۔ یاد رکھو دنیا میں مَیں کسی ایسے شخص کو جو دین سننا نہیں چاہتا، ہرگز اپنے پاس نہیں رکھ سکتا کیونکہ میرا ارادہ میرا خیال کچھ نہیں رہا مَیں اسے دوسرے کے ہاتھ پر بیچ چکا ہوں۔ پس مَیں پھر کہتا ہوں کہ بیوی ہو یا لڑکی ہو یا کوئی ہو اگر اسے دینیات کی خواہش نہیں تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں رہ سکتی۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۲۴۰)

اس نصیحت سے پتا چلتا ہے کہ آپ کے دل میں دین سیکھنے اور سکھانے سے متعلق کس قدر تڑپ تھی۔

حضرت مولوی صاحب کی زندگی میں ایک خاص بات جو ہمیشہ نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جہاں کہیں رہے، آپ نے دینیات کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علموں کی ایک جماعت ہمیشہ اپنے پاس رکھی اور اپنی آمد کا ایک حصہ اور اکثر وقت ان پر خرچ کرتے رہے۔ پندرہ سولہ سال ریاست کشمیر میں گزارے۔ اپنی زندگی جیسا کہ آپ کا طرۂ امتیاز رہا ہے ہمیشہ سادگی کے ساتھ گزاری اور اپنی آمد کا کثیر حصہ ہمیشہ بیواؤں، یتیموں، مسکینوں اور غرباء پر خرچ کرتے رہے۔ مستحق طالب علموں کا بھی سارا بوجھ عموماً خود ہی برداشت کرتے رہے۔ بلکہ بعض ایسے طلبہ کو بھی آپ کی طرف سے وظیفہ ملتا جو دوسرے سکولوں یا کالجوں میں تعلیم پاتے تھے۔ محترم ڈاکٹر عطر دین صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں جب وٹرنری کالج میں تعلیم پاتا تھا۔ مجھے

۱۹۰۶ء سے لے کر ۱۹۱۰ء تک پانچ روپے ماہوار برابر دیتے رہے۔ (حیات نور صفحہ ۲۸۸ جدید ایڈیشن)

جناب مدیر صاحب اخبار ''بدر'' قادیان فرماتے ہیں:

''ایک درس کتب دینیات کا حضرت مولوی نورالدین صاحب موصوف کے ہاں خاص ہے جس میں پانچ دس طلباء ہمیشہ حضرت مولوی صاحب موصوف سے تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، صرف ونحو، معانی، منطق، فلسفہ، طب وغیرہ علوم کی تحصیل کرتے۔ حضرت مولوی صاحب کے وقت کا اکثر حصہ ان طلباء کی تعلیم میں صرف ہوتا ہے۔ ان طلباء کے ہر طرح گزارے کی صورت بھی اکثر حضرت مولوی صاحب کے ذمہ ہی ہے جس میں بعض احباب کچھ ماہواری یا وقتاً فوقتاً امداد بھی دیا کرتے ہیں۔ اس سال کے بعض طلباء یہ ہیں۔ مولوی غلام نبی صاحب، حافظ روشن علی صاحب، میاں غلام محمد صاحب کشمیری، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، سید عبدالحی عرب، عبدالرحمٰن صاحب داتوی، محمد جی ہزاروی، محمد شاہ، ابوسعید عرب صاحب، محمد یار''۔

(حیاتِ نور صفحہ ۲۸۸ تا ۲۸۹ جدید ایڈیشن)

حضرت مولوی صاحب نے یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا حتیٰ کہ خلافت کے ایام میں بھی آپ کا یہ فیض جاری رہا۔

دینیات کا پہلا رسالہ

مئی ۱۹۰۶ء میں حضرت مولوی صاحب نے جماعت کے بچوں کو دینیات کے مسائل سکھانے کے لئے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔ جس کا نام ''دینیات کا پہلا رسالہ'' رکھا۔ اس رسالہ میں نماز کی دعائیں، تیمّم، اذان، وضو، اوقاتِ نماز، فرائض، سنن وغیرہ کے سب ضروری مسائل درج ہیں اور آخر میں قرآن شریف کی چند آخری سورتیں بھی درج کر دی گئی ہیں۔

(حیاۃ نور باب چہارم صفحہ ۲۹۲ جدید ایڈیشن)

آپ کے چند تلامذہ اور ان کا اجمالی تعارف

حضرت مولوی صاحب کو شاگردی ہی کے زمانہ سے دوسروں کو بھی پڑھانے کا موقعہ ملا۔ جن دنوں آپ مکہ میں تحصیل علم میں مصروف تھے انہی دنوں آپ سے شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی خلف الرشید حضرت محمد عمر صاحب نقشبندی مجددی فقہ کی کتاب ردّ المختار پڑھا کرتے تھے۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۱۵ جدید ایڈیشن)

تحصیل علم کے بعد جب آپ بھیرہ تشریف لائے تو باقاعدہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس وقت آپ مشکوٰۃ شریف پڑھایا کرتے تھے۔ اب آپ کی تدریس کا زمانہ شروع ہو چکا تھا اور تشنگانِ علم وحکمت آپ سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے در پر آ کر دھونی رمانے کے بعد جس قدر محنت اور توجہ آپ نے سلسلہ کے علماء تیار کرنے میں صرف کی وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب، حضرت میر محمد اسحاق صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت مولوی غلام نبی

صاحب مصری، حضرت صوفی غلام محمد صاحب المعروف ماریشسی اور دیگر علماء جنہوں نے خلافت ثانیہ میں شاندار کارنامے سرانجام دیے، سب آپ ہی کے شاگرد تھے۔

آپ کے شاگردوں کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس لئے نہایت اختصار سے ذیل میں آپ کے کچھ نامور شاگردوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب جمونی بھیرہ میں حضرت مولوی صاحب کے پاس تقریباً دس سال تک رہے اور آپ سے دینی علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ علمِ طب بھی حاصل کرتے رہے چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ:

''مولوی صاحب مجھے خود حدیث پڑھاتے تھے لیکن پڑھائی کے دوران میں بہت مریض آ جایا کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب ایک دو حدیثیں پڑھانے کے بعد مجھے نسخے لکھوانے لگ جاتے اور پھر فرماتے ان کو یہ دوائیاں بانٹ دو۔ دوائیوں کی تقسیم کے بعد مولوی صاحب پھر پڑھانا شروع کر دیتے۔ اس اثناء میں اور مریض آ جاتے تو پھر نسخہ لکھنے اور دوائیاں تقسیم کرنے کا کام شروع ہو جاتا۔ غرضیکہ مریضوں کے ہر گروہ کے وقفہ کے درمیان ایک دو حدیثوں کی پڑھائی ہوتی۔ اس اثناء میں بھوپال سے ایک اہلحدیث منشی جمال الدین صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو بھوپال آنے کے لئے لکھا۔ بھوپال میں مقیم ہونے کے ارادہ سے بھیرہ سے روانہ ہوئے اور مجھے بھی لاہور تک ساتھ لائے۔ لاہور پہنچ کر فرمایا کہ بھوپال پہنچ کر اور وہاں مقیم ہو کر آپ کو بھی بلا لیں گے۔ اتنی دیر آپ یہیں ٹھہریں۔ لیکن اس اثناء میں حضرت مولوی صاحب کے بڑے بھائی مولوی محمد سلطان صاحب فوت ہو گئے۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب کو واپس آنا پڑا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہنچ کر مجھ سے فرمایا کہ بھیرہ چلو۔ میں نے عرض کیا کہ مَیں اب یہاں پر مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن مولوی صاحب اصرار کر کے بھیرہ واپس لے گئے اور فرمایا ہم آپ کو طب اور احادیث خود پڑھائیں گے۔ پھر مَیں ہمراہ ہو لیا اور حسبِ سابق تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔''

(حیاتِ احمد مرتبہ حضرت یعقوب علی تراب صاحب (جدید) جلد سوم حاشیہ صفحہ ۱۱۶۔۱۱۷)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

آپ نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن، حدیث اور تفسیر کا علم حاصل کیا۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف، کئی اخباروں کے ایڈیٹر، سات یا آٹھ زبانوں کے ماہر اور نہایت نیک نفس اور پاکباز انسان تھے۔ آپ بھی حضرت مولوی صاحب کی طرح بھیرہ کے ہی رہنے والے تھے اور آپ کے والد جوانی کی عمر میں ہی آپ کو حضرت مولوی صاحب کے پاس چھوڑ آئے اور اسی زمانے میں آپ نے حضرت مولوی صاحب سے علم حاصل کیا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا حضرت مولوی صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے بہت پہلے کا تھا۔ وہ آپ کی دعاؤں اور توجہ سے ہی سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے تھے۔ اُن پر حضرت مولوی صاحب کے اثر کا اس بات سے بھی پتا چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیعت حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر لی تھی۔ جس میں اسی طرف اشارہ تھا کہ آپ حضرت مولوی صاحب کے خاص طور پر زیر اثر ہیں اور انہی کی وساطت سے سلسلہ میں داخل ہورہے ہیں۔

حضرت مولوی صاحب جب جموں میں قیام پذیر تھے تو آپ چھ ماہ تک حضرت مولوی صاحب کی صحبت میں رہے اوران سے بخاری شریف پڑھی۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ مجھ پرایک وقت آیا ہے کہ میں علم حدیث سے ناآشنا تھا اور اس طرف توجہ کرنی پسند نہ کرتا تھا میرے مخدوم واستاذ مولوی صاحب جو اس پرصلاوت علم کے ذوق سے حظ وافر رکھتے تھے ہمیشہ اس کی طرف توجہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے آخر ۱۸۸۶ء میں جبکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت نے کشمیر میں چھ ماہ کے لئے ایک جگہ رکھا اور مولوی صاحب نے بخاری شریف مجھے سنائی یایوں کہو کہ میں نے ان سے سنی اس وقت اس مبارک کے برکات مجھ پر منکشف ہوئیں اور اب تو میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ جو کوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صورت دیکھنا چاہے وہ حدیث پڑھے۔ قرآن شریف پڑھنے کے بعد بڑا سعادت مند وہ ہے جو حدیث پڑھتا ہے۔ حضرت مولوی نورالدین کی صحبت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ میں اس قسم کی خوبیوں اور معارف سے واقف ہوا۔'' (رسالہ ''رفقاء'' احمد نومبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۵ قادیان)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے بہت کچھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس میں میرے فکر یا میری کوشش کا دخل نہیں۔ وہ صرف اس کے فضل سے ہے۔ مگر اس فضل کے جذب کرنے میں حضرت استاذی المکرّم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول کا بہت سا حصہ ہے۔ میں چھوٹا تھا اور بیمار رہتا تھا۔ وہ مجھے پکڑ کے اپنے پاس بٹھا لیتے تھے اور اکثر یہ فرماتے تھے کہ میاں تم کو پڑھنے میں تکلیف ہوگی۔ مَیں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔ اور اکثر اوقات خود ہی قرآن پڑھتے۔ **خود ہی تفسیر بیان کرتے۔ اس کے علوم کی چاٹ مجھے انہوں نے لگائی اور اس کی محبت کا شکار بانی سلسلہ احمدیہ نے بنایا۔ بہرحال وہ عاشقِ قرآن تھے اور ان کا دل چاہتا تھا کہ سب قرآن پڑھیں۔ مجھے قرآن کا ترجمہ پڑھایا اور پھر بخاری کا۔ اور فرمانے لگے لو میاں! سب دنیا کے علوم آ گئے۔ ان کے سوا جو کچھ ہے یا زائد یا ان کی تشریح ہے۔''**

(تفسیر کبیر جلد سوم دیباچہ صفحہ ج)

اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''قرآن کریم کا ترجمہ میں نے آپ (حضرت خلیفۃ المسیح اول) سے چھ ماہ میں پڑھا۔ میرا گلا چونکہ خراب رہتا تھا۔اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح اول مجھے پڑھنے نہیں دیتے تھے۔آپ خود ہی پڑھتے جاتے تھے اور میں سنتا جاتا تھا۔اور چھ مہینہ یا اس سے کم عرصہ میں سارے قرآن کریم کا ترجمہ آپ نے پڑھا دیا۔ پھر تفسیر کی باری آئی تو سارے قرآن کریم کا آپ نے ایک مہینہ میں دَور ختم کر دیا۔اس کے بعد بھی میں آپ کے درسوں میں شامل ہوتا رہا ہوں لیکن پڑھائی کے طور پر صرف ایک مہینہ ہی پڑھا ہوں۔پھر آپ نے مجھے بخاری پڑھائی۔اور تین مہینہ میں ساری بخاری ختم کرادی۔حافظ روشن علی صاحب بھی میرے ساتھ درس میں شامل ہو گئے تھے۔وہ بعض دفعہ سوالات بھی کرتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول ان کے جوابات دیتے تھے۔حافظ صاحب ذہین تھے اور بات کو پھیلا پھیلا کر لمبا کر دیتے تھے۔انہیں دیکھ کر مجھے بھی شوق آتا کہ میں بھی اعتراض کروں۔چنانچہ ایک دو دن میں نے بھی بعض اعتراضات کئے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول نے ان کے جوابات دیے۔ لیکن تیسرے دن جب میں نے کوئی اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:

''میاں! حافظ صاحب تو مولوی آدمی ہیں۔وہ سوال کرتے ہیں تو مَیں جواب بھی دے دیتا ہوں۔لیکن تمہارے سوالات کا میں جواب نہیں دوں گا۔مجھے جو کچھ آتا ہے تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو نہیں آتا وہ بتا نہیں سکتا۔تم بھی خدا کے بندے ہو۔اور میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو اور میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوں۔اسلام پر اعتراضات کا جواب دینا صرف میرا ہی کام نہیں تمہارا بھی فرض ہے کہ تم سوچو اور اعتراضات کے جواب دو۔مجھ سے مت پوچھا کرو۔چنانچہ اس کے بعد مَیں نے آپ سے کوئی سوال نہیں کیا اور مَیں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ قیمتی سبق یہی تھا، جو آپ نے مجھے دیا۔'' (الفضل ۱۲/۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۔۴)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ۱۹۱۲ء میں جب ایف۔اے پاس کرنے کے بعد بی۔اے میں داخلہ لیا تو دورانِ سال آپ دنیا پر دین کو مقدم کرتے ہوئے کالج سے نام کٹوا کر قرآن وحدیث کے علم کے حصول میں مشغول ہو گئے۔آپ نے حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکمل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''کالج تو پھر بھی مل جائے گا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ممکن ہے کہ قرآن مجید وحدیث پڑھنے کا اور پھر وہ بھی نورالدین ایسے پاک انسان سے پھر موقع نہ مل سکے اس لئے مَیں نے یہی بہتر جانا۔'' (حیات بشیر صفحہ ۶۱ جدید ایڈیشن)

حضرت مولوی صاحب نے آپ کے ذوق قرآن کو دیکھ کر ان کے لئے خاص طور پر درس کا اہتمام کیا۔ چنانچہ ''حیاتِ بشیر'' میں لکھا ہے کہ:

''حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو ایک جماعت کے ساتھ صبح بعد نمازِ فجر حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک درس

قران شریف کا دینا شروع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بیرونی اصحاب جو اس موقعہ پر آ سکتے ہیں آ کر شامل ہو جائیں۔ دو رکوع روزانہ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک درس بعد عصر اور ایک بعد مغرب ہوتا ہے۔ ہر سہ میں شامل ہونے سے بہت جلد قرآن شریف سارا پڑھا جا سکتا ہے۔

''نومبر ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفہ اول کی طبیعت ایک دن زیادہ خراب ہو گئی تو آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو فرمایا:

''میاں کل جمعہ ہے مگر تم آ جانا اگر زندگی باقی ہے تو تمہیں ہفتہ کے روز قرآن ختم کرا دینے کا ارادہ ہے ورنہ میرے بعد اپنے بھائی صاحب (حضرت مصلح موعود۔ناقل) سے ختم کر لینا۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ۸ نومبر ۱۹۱۳ء کو آپ نے سارا قرآن کریم حضرت خلیفہ اول سے پڑھ لیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول نے آپ کے لئے بہت دعائیں کیں اور حضرت ام المؤمنین نے اس خوشی میں مٹھائی بانٹی۔''

(حیات بشیر صفحہ ۶۲۔۶۳ جدید ایڈیشن)

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

۱۲ مئی ۱۹۱۰ء کے پرچہ بدر میں ''مدینۃ المسیح'' کے عنوان کے نیچے لکھا ہے:

''حضرت مولانا (حضرت خلیفۃ المسیح الاول۔ناقل) آج کل تین درس دیتے ہیں۔ بعد از نماز صبح بیت میں پہلے صاحبزادہ شریف احمد صاحب کو، پھر چند گریجوایٹ ہیں مثلاً شیخ تیمور صاحب ایم۔اے۔ان کو قرآن مجید پڑھایا جاتا ہے۔ یہ درس خصوصیت سے لطیف ہوتا ہے۔ بخاری کا درس بھی شروع ہے۔ مبارک وہ جو اس موقعہ سے فائدہ حاصل کرے''۔

(بدر ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۲، حیات نور صفحہ ۴۵۲)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بھی حضرت مولوی صاحب کے شاگردوں میں سے تھیں۔ آپ بیان کرتی ہیں:

''میں نے کچھ تعلیم نہیں پائی۔ ساڑھے دس سال کی عمر میں باقاعدہ گھریلو تعلیم کا جو سلسلہ تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ چونکہ میرے استاد مکرم پیر منظور محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ مرحومہ کو ٹی بی ہو گئی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پڑھنے کے لئے اُدھر جانے کو روک دیا تھا کیونکہ اِس طرح زیادہ وقت وہاں گزرتا تھا۔ ویسے تو وہ ہمارے گھر ہی میں تھے۔ کسی کسی وقت چلی بھی جاتی تھی۔ تین چار روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود مجھے فارسی (گلستان) کا سبق پڑھایا پھر اپنی کم فرصتی کی وجہ سے فرمایا ناغہ ہو گا مولوی صاحب سے کہو یہ بھی وہی پڑھا دیا کریں۔ قرآن شریف کا ترجمہ تو حضرت خلیفہ اول پہلے ہی پڑھاتے تھے۔''

(تحریرات مبارکہ، شائع کردہ لجنہ اماء اللہ پاکستان صفحہ ۱۵۴)

حضرت میر محمد اسحاق صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں کہ میں اور میر محمد اسحاق صاحب دونوں حضرت خلیفہٴ اول سے پڑھا کرتے تھے۔

آپ کا خاندانی تعلق خواجہ میر درد دہلوی کے خاندان سے تھا اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برادر نسبتی تھے۔ قادیان کے دور میں آپ نے بھی حضرت مولوی صاحب سے علم حاصل کیا۔ حضرت مولوی صاحب نے انہیں ان چالیس حدیثوں کا راوی بھی بنایا جو آپ نے مدینہ میں قیام کے دوران حضرت شاہ عبدالغنی مجددی سے روایت کی تھیں۔

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی

آپ نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن وحدیث کا درس لیا۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں:

''حضرت اقدس علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے صاحبزادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درس قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو اگر تم نے دو تین سیپارہ بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جاوے گا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس علیہ السلام نے شاید پچاس بار کہی ہوگی اور درحقیقت مَیں اسرار قرآنی اور تفسیر کلام رحمانی سے ناآشنا اور ناواقف تھا۔ پس میں حضرت اقدس علیہ السلام کے فرمانے سے درس میں بیٹھنے لگا اور قرآن شریف سننے لگا اور پھر ایک لطف ایسا آنے لگا کہ جس کا بیان میری خیز تحریر سے باہر ہے اور آپ ہی کی برکت سے مجھے قرآن شریف کی تفہیم ہوتی گئی اور خود حضرت اقدس علیہ السلام بھی مجھے پڑھایا کرتے تھے اور مطالب قرآن شریف سمجھایا کرتے تھے اور ایک شرف مجھے آپ سے یہ ہے کہ میں نے بخاری شریف کا کچھ حصہ آپ سے پڑھا ہے اَور تھوڑے سے حصّہ میں میر ناصر نواب صاحب مدّ ظلّہٗ العالی بھی میرے شریک اور ہم سبق رہے''۔ (تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۴۷ جدید ایڈیشن)

حافظ روشن علی صاحب

آپ حضرت مولوی صاحب کے شاگردِ خاص تھے۔ آپ کا سارا وقت حضرت مولوی صاحب کے مطب یا درس میں گزرتا تھا۔ آپ درس انتہائی غور سے سنتے تھے۔ قرآن اور تفسیر کا علم آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے حاصل کیا۔ حضرت خلیفہ اول نے ایک مرتبہ فرمایا:

''میں نے اپنے تمام روحانی علوم میاں محمود احمد کو دے دیئے ہیں اور تمام ظاہری علوم حافظ روشن علی صاحب کو دے دیئے ہیں'' (حافظ روشن علی صاحب، سیرت وسوانح از سلطان احمد پیرکوٹی صفحہ ۲۴)

حضرت حافظ روشن علی صاحب اپنے متعلق بیان کرتے ہیں:

''میں جب شروع شروع میں قادیان پڑھنے کے لئے آیا تو میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ مگر

حضرت خلیفۃ المسیح اول نے فرمایا میاں تم مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے گھبرا کر عرض کی کہ حضور! نہ میرے باپ نے عربی پڑھی نہ دادا نے۔قرآن شریف بھی مجھے پڑھنا نہیں آتا۔تو میں عربی کی اتنی بڑی بڑی کتابیں کیسے پڑھوں گا؟ فرمایا۔ میاں! تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو جاؤ۔اس پر مَیں نے ہائی سکول کا خیال دل سے نکال دیا اور مدرسہ احمدیہ میں پڑھنا شروع کر دیا۔اس کے بعد ایک مرتبہ حضور عصر کی نماز اور درس کے لئے......اقصیٰ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔مَیں بھی ساتھ تھا۔جب......کی آخری سیڑھی پر پہنچے تو اپنا ایک ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور دوسرا اپنی داڑھی پر اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔دیکھو! مَیں نے عربی پڑھی ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھے رزق دیا ہے۔کیا تم سمجھتے ہو کہ عربی پڑھنے کے بعد خدا تعالیٰ رزق نہیں دیتا؟ یہ سن کر مَیں بالکل خاموش ہو گیا اور اس کے بعد مجھے حضور کا درس سننے کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ مَیں حضور کے ہر درس میں بڑے شوق اور جدوجہد سے شامل ہوتا''۔ (حیات نور باب ہشتم صفحہ۶۰۴۔۶۰۵)

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

آپ حضرت مولوی صاحب کی شفقت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ مبارک میں جب بھی مَیں قادیان مقدس حاضر ہوتا تو اکثر حضرت مولانا نورالدین صاحب مجھے طب پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ آپ ذہین آدمی ہیں اس لئے میں آپ کو جلد ہی طب کا علم پڑھا دوں گا۔اس کے جواب میں مَیں یہی عرض کرتا رہا کہ مجھے تصوف کے بغیر اور کسی علم سے شغف نہیں اس لئے معذور ہوں۔آخر جب اسی طرح کئی سال گزر گئے تو ایک دن حضرت مولانا صاحب مہمان خانہ میں تشریف لائے اور ایک طب کی کتاب میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا اب تو مَیں آپ کو پڑھا کر ہی چھوڑوں گا۔مَیں نے جب حضور کی یہ شفقت دیکھی تو پڑھنے پر مجبور ہو گیا اور حضور سے طب کی بعض کتابیں بالاسباق پڑھتا رہا۔اس کے بعد آپ کی توجہ سے مجھے اس علم کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ میں نے بعض نسخے راہ چلتے مسافروں سے بھی پوچھے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔''

(حیات قدسی حصہ دوم صفحہ۸۱۔۸۲)

مولوی محمد علی صاحب

آپ نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن مجید کا علم حاصل کیا۔چنانچہ آپ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ:

''میری زندگی میں......جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرّم حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم ہیں''۔ (بیان القرآن از مولوی محمد علی صاحب جلد اول دیباچہ صفحہ۳)

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

تاریخ کا ذوق رکھنے والے ایک نوجوان تھے۔ چھ سال تک حضرت مولوی صاحب کی صحبت میں رہے۔ درس قرآن میں شامل ہو کر نوٹ لکھتے رہے۔ان کی سب سے پہلی مرتبہ کتاب ’’مرقات الیقین فی حیات نورالدین‘‘ ہے جو حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کی اپنی لکھوائی ہوئی سوانح عمری ہے۔مرقات الیقین کی صرف پہلی جلد ہی شائع شدہ ہے۔اس کی ایک اور جلد بھی تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے انہیں لکھوائی تھی مگر جب یہ مبائعین سے علیحدہ ہو گئے تو اس کتاب کا مسودہ اپنے ساتھ ہی لے گئے جس کی وجہ سے وہ حصہ شائع نہ ہو سکا۔ یہ اردو کے بلند پایہ ادیب، بہت سی اعلیٰ درجہ کی تاریخی اور تحقیقی کتب کے مؤلف، کئی اخباروں اور رسالوں کے ایڈیٹر اور ہندوستان کے مشہور انشا پرداز تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے شاگردوں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔اگر میں یہ کہوں کہ پورا ہندوستان آپ کے شاگردوں سے بھرا ہوا ہے تو اس میں ذرہ بھر مبالغہ آمیزی نہ ہوگی بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے تاریخ کا ادنیٰ سا طالب علم بھی انکار نہیں کر سکتا۔اب آخر میں مَیں آپ کے چند اور مشہور شاگردوں کے اسماء لکھنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ آپ کے شاگرد کس پایہ کے تھے۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب، خان بہادر شیخ عبداللہ صاحب پلیڈر، مکرم شیخ تیمور صاحب وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی، مرزا محمد حسین صاحب، ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے، سید ولی اللہ شاہ صاحب، حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، مہاراجہ رنبیر سنگھ، راجہ امر سنگھ، راجہ رام سنگھ وغیرہ۔

اسی طرح آپ کے چند ایسے تلامذہ کے اسماء بھی بیان کر دیے جاتے ہیں جنہوں نے آپ سے علم طب حاصل کیا۔

حضرت حکیم غلام محمد صاحب امرتسری، حکیم قطب الدین صاحب بدوملہوی، حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب، حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ، حکیم ڈاکٹر محمد طفیل بٹالوی صاحب، حکیم نور محمد صاحب، ڈاکٹر محمد حیات صاحب راولپنڈی، حکیم نظام جان صاحب، حکیم عبدالرحمٰن کاغانی صاحب، حکیم محمد ابراہیم کپورتھلوی صاحب، حکیم عطا محمد صاحب، حکیم محمد صدیق صاحب۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولانا نورالدین صاحب کی

قبولیت دعا کے واقعات

(مدیر ماہنامہ انصاراللہ)

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ الاوّل کا مقام جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے دینی علم وفضل اور شہرت کے ہوتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تمام دعاوی کو نہ صرف نہایت صدق سے تسلیم کیا بلکہ کمال اطاعت کا نمونہ بھی دکھایا۔ آپ اپنی جان اور مال قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ ہمہ وقت کلام الٰہی کے درس اور تدریس کے لئے کوشاں رہے آپ مطالعہ کتب کے ازحد شوقین تھے آپ نے نہ صرف بے شمار علوم کی کتب کا مطالعہ کیا تھا بلکہ آپ کے کتب خانہ میں بیش قیمت علمی کتب موجود تھیں جن سے وقتاً فوقتاً ہندوستان کے نامور محقق اور سیرت نگار جناب شبلی نعمانی اور مسلمانوں کی سیاسی اور علمی تحریک کے راہنما سر سیّد احمد خان صاحب بھی استفادہ کرتے رہے۔

آپ ان اوصاف کے حامل ہوتے ہوئے توکل اور غنا کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اس طرح آپ ہر مشکل کے وقت میں دنیوی اسباب پر نظر کرنے کی بجائے ہمیشہ خدائے قادر وتوانا کے سامنے جھکتے اور اس سے ہی مدد کے طلب گار ہوتے۔

حضرت بانی سلسلہ اپنے ماننے والوں کو اپنی ضروریات اور مشکلات و مقاصد کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے کی تاکید کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ احباب جماعت کا خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق پیدا ہو جائے۔ تا اس امر کا ثبوت ہو کہ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کی دعائیں سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کو بہت سے ایسے وجود عطا فرمائے جو قبولیت دعا کے سلسلہ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان میں سے حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل ایک خاص مقام کے حامل ہیں یوں تو آپ کی ساری زندگی قبولیت دعا کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ جن میں سے بعض واقعات کو آپ نے اپنی بیان فرمودہ اور نہایت دلنشین اور دل پر اثر کرنے والی سوانح مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین میں درج فرمایا ہے۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل نے اپنی کتاب حیاۃ نور میں بھی بہت سے واقعات درج کئے ہیں۔ اس کے علاوہ اخبار الحکم، البدر اور الفضل میں ایسے بہت سے واقعات بکھرے پڑے ہیں۔

آپ نے خود اپنی دعاؤں کے بارے میں فرمایا ہے۔

میری دعائیں عرش پر بھی سنی جاتی ہیں میرا مولیٰ میرے کام میری دعا سے بھی پہلے کر دیتا ہے۔ (بدر ۱۱رجولائی ۱۹۱۳ء)

حضرت مولوی صاحب کی قبولیت دعا کے چند واقعات بطور نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

حضرت مولوی صاحب کو عبادات کی طرف رغبت مکتب کی پڑھائی کے دوران سے ہی شروع ہوگئی تھی اور آپ کے استاد دوسرے بچوں کے ساتھ آپ کو نماز پڑھنے کے لئے بھیجا کرتے تھے.....عبادات کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ دعاؤں کا ذوق شوق بھی دل میں پیدا ہوگیا۔ایک دفعہ کسی ضرورت کے پیش آنے پر آپ نے استاد سے پوچھا کہ کیا تدبیر کروں اس نے جواب دیا کہ افسوس میرے پاس اس مطلب کے حصول کے لئے کوئی عمل نہیں ہے۔اس پر خدا نے آپ کی راہنمائی فرمائی اور آپ نے کہا آؤ عقد ہمت سے کام لیں اور دعا کریں جس پر آپ کا مطلب عشاء کے وقت ہی پورا ہوگیا۔استاد نے اس سے یہ یقین کرلیا کہ آپ کوئی عمل جانتے ہیں۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۷)

حضرت مولوی صاحب تحصیل علم کے سلسلہ میں رام پور پہنچے آپ کے دو اور ساتھی تھے اور رام پور میں کوئی واقفیت نہیں تھی۔ایک ویران سی مسجد میں تینوں نے ڈیرہ لگالیا۔اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے کھانے کا انتظام کردیا۔

''ایک سات سال کی لڑکی دو دن صبح وشام کھانا لائی۔تیسرے دن اس نے آتے ہی کہا کہ میری اماں کہتی ہیں کہ آپ دعا کریں میرا خاوند میری طرف توجہ کرے۔چنانچہ اس کے لئے دعا کی۔اور اس کے پاس جاکر اس کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام بتائے اور اپنی طاقت کے مطابق اسے خوب سمجھایا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو رعایت سے بلایا اور مجھ کو جناب الٰہی کے حضور شکر کا موقعہ ملا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۷۷)

آپ ایک دفعہ حصول علم کے سلسلہ میں رام پور سے لکھنؤ کا سفر کررہے تھے آپ نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔مگر کسی سے سوال نہیں کیا۔آپ مغرب کی نماز کے لئے بیت میں گئے اور وہاں کے لوگوں نے آپ کی طرف توجہ نہ دی لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے۔آپ اکیلے بیٹھے دعا کررہے تھے آپ نے فرمایا۔

''جب میں اکیلا تھا تو مجھے باہر سے آواز آئی نورالدین نورالدین یہ کھانا آکر جلد پکڑ لو۔میں گیا تو ایک مجمع میں بڑا پُرتکلف کھانا تھا۔میں نے پکڑ لیا۔میں نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ کھانا کہاں سے آیا۔کیونکہ مجھے علم تھا کہ خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔میں نے خوب کھایا اور پھر برتن مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ کھونٹی پر لٹکا دیا۔جب میں آٹھ دس دن کے بعد واپس آیا تو وہ برتن وہیں آویزاں تھا۔جس سے مجھے یقین ہوگیا کہ کھانا گاؤں کے کسی آدمی نے نہیں بھجوایا تھا۔خدا تعالیٰ نے ہی بھجوایا تھا۔'' (حیات نور صفحہ ۲۵)

آپ کے اساتذہ پر بھی آپ کی نیکی تقویٰ طہارت کا خاصا اثر تھا اور بعض امور میں اساتذہ بھی آپ کو دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔چنانچہ حکیم علی حسین لکھنوی کا واقعہ پیش خدمت ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

اس فیصلہ کے بعد حکیم صاحب کے حضور صرف اس لئے گیا کہ آج میں ان سے رخصت ہو کر واپس رامپور جاؤں گا لیکن قدرت خداوندی کے کیا تماشے ہیں کہ میری اس ادھیڑ بن کے وقت حکیم صاحب کے نام نواب کلب علی خان نواب رامپور کا تار آیا تھا کہ آپ ملازمت اختیار کر لیں۔ علی بخش نام ان کے ایک چہیتے خدمت گار علیل ہیں۔ ان کا آ کر علاج کریں۔ دو پہر کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر میں وہاں حاضر ہوا۔ اپنے منشاء کا اظہار کر کے عرض کیا کہ اب میں رامپور جانا چاہتا ہوں ...... اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ ڈال دیا یہ بھی اس شخص کے تصرفات کی کوئی بات ہے۔ غرض ہماری ولایت کا وہاں سکہ بیٹھ گیا۔ پھر وہ تار نکالا اور کہا کہ کیا یہ آپ کے رامپور جانے کی ترکیب نہیں؟ اچھا ہم منظور کرتے ہیں اور آپ ساتھ چلیں۔ غرض معاً رامپور واپس آنے کی تیاری ہوگئی۔ رامپور پہنچ کر حکیم صاحب نے کہا کہ اس شخص کی صحت کے لئے تم دعا کرو۔ میں نے کہا یہ بچتا نظر نہیں آتا اور مجھے اس کے لئے دعا کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور بدوں توجہ دعا نہیں ہو سکتی۔ اب یہ جئے یا مرے ہم تو رامپور پہنچ ہی گئے۔ آخر علی بخش کا انتقال ہو گیا۔ حکیم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس (علی بخش) کے مرنے پر ہمارے شہر کے ایک حکیم ابراہیم صاحب ہیں ان کو دربار میں ہم پر ہنسی کا موقع ملا ہے۔ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتا ہوں۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ اس مریض جیسا کوئی ان کے ہاتھ سے بھی مر رہے گا۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ قدرت الٰہی دیکھو نہ گمان نہ خیال علی بخش کے بالمقابل ایک دوسرا خدمت گار نواب کا اسی بیماری میں گرفتار ہوا اور حکیم ابراہیم صاحب لکھنؤی اس کے معالج تجویز ہوئے۔ مریض کو ورم کبد بھی تھا۔ ایک دن اس کے منہ سے خون آیا۔ معالج حکیم صاحب نے فرمایا کہ بحرانی خون ہے اور ہم کو اس کی صحت کی بہت امید ہے۔ ہمارے حکیم صاحب نے آ کر یہی بات ظاہر کی۔ میں نے عرض کیا کہ یہ اب مر گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں۔ انسان کی کیا مقدرت ہے۔ وہ مریض مر گیا۔ عوض معاوض گلہ ندارد۔ حکیم ابراہیم صاحب آئندہ تمسخر سے باز آ گئے۔

کنجی کی بازیابی

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۸۹-۹۰)

آپ 66-1865ء میں 24، 25 سال کی عمر میں پہلی دفعہ مکہ جانے کی غرض سے بمبئی سے روانہ ہوئے۔ پانچ آدمی ہمراہ تھے ایک نوجوان نے کہا میرے صندوق میں جگہ ہے تم اپنی کتابیں میرے صندوق میں رکھ لو۔ آپ نے کتابیں رکھوا دیں راستے میں اس نوجوان کی کنجی گم ہوگئی آپ کو کہنے لگا تمہاری کتابوں کی وجہ سے چونکہ صندوق بھاری تھی اس لئے اس کی کنجی کسی نے چرالی ہے۔

غرض وہ ایسے پیچھے پڑے کہ کسی طرح بھی چین لینے نہ دیتے تھے میں نے منت سماجت بھی کی اور لوگوں نے بھی ان کی خوشامد کی۔ سمجھایا مگر وہ اپنی بات سے نہ ٹلے۔ آخر اللہ تعالیٰ سے بڑی دعا کی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی رات

نماز باجماعت رہ جانے پر قلبی کیفیت
معافی کے لئے دعا

ترکوں کے کیمپ پر چوروں نے حملہ کیا تعاقب کرنے پر بھاگتے ہوئے چوروں کی کنجیاں وہاں رہ گئیں آپ فرماتے ہیں۔

یہ کرشمہ اس دعا کا تھا جورات کو میں نے جناب الٰہی میں کی تھی صبح کے وقت ترک مع کنجیوں کے اس کیمپ میں آئے......میں نے ترک کے ہاتھ میں کنجیوں کا گچھا دیا تو اس میں وہ کنجی بھی تھی۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۱۱)

آپ لکھتے ہیں:

''جن دنوں میں شاہ عبدالغنی صاحب سے تعلیم پاتا تھا ایک دن ظہر کی نماز جماعت سے مجھ کو نہ ملی۔ جماعت ہو چکی تھی اور میں کسی سبب سے رہ گیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ یہ اتنا بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ قابل بخشش ہی نہیں۔خوف کے مارے میرا رنگ زرد ہوگیا مسجد کے اندر گھسنے سے بھی ڈر معلوم ہوتا تھا۔ وہاں ایک باب الرحمت ہے اس پر لکھا ہوا ہے:

یاعبادی الذین اَسرفوا علیٰ اَنفُسِھِمْ لاتقنطوا من رحمۃِاللہِ اِن اللہ یَغْفِر الذنوب جمیعا انّہٗ ھو الغفور الرحیم

اس کو پڑھ کر بھی بہت ڈرتا ہوا اور حیرت زدہ سا ہو کر مسجد کے اندر گھسا اور بہت ہی گھبرایا۔ جب میں منبر اور حجرہ شریف کے درمیان پہنچا اور نماز ادا کرنے لگا تو رکوع میں مجھے جس خیال نے بہت دلاسا دیا وہ یہ تھا کہ حدیث صحیح میں آیا

...النور کے افتتاح پر دعا

ہے مابین بیتی و منبری روضۃمِن ریاض الجنۃ اور جنت تو وہ مقام ہے جہاں جو التجا کی جاتی ہے وہ مل جاتی ہے پس میں نے دعا کی کہ الٰہی میرا یہ قصور معاف کردیا جائے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

23- مارچ 1910ء کو جبکہ......کا ایک کمرہ تیار ہو چکا تھا آپ نے عصر پڑھ کر اس کا افتتاح فرمایا اس کے بعد درس دیا۔ جس میں بتایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے دعا کے لئے ایسے ایسے الفاظ اور طریق بتائے ہیں کہ میں حیران تھا اور ایسی دعائیں جو میرے وہم میں بھی نہ تھیں نیز حلفاً فرمایا کہ میں نے اس (......) کی بنیاد اللہ کی رضا کے لئے رکھی ہے اور تقویٰ پر رکھی ہے اور جس (......) کی بنیاد اللہ کی رضا پر ہو وہ بڑی پکی (......) ہوتی ہے۔ اسی دوران میں آپ نے نہایت جلال سے یہ فرمایا۔

روٹی پکانے کی کوشش اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھانے کا انتظام

میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ میری چٹان سے جو سر مارے گا اس کا سر ٹوٹ جائے گا۔ درس ختم کرنے کے بعد آپ نے بہت لمبی دعا فرمائی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۱۱-۳۱۲)

آپ حکیم علی حسین لکھنوی سے پڑھنے کے لئے لکھنؤ پہنچے وہاں رہائش کے انتظام کے ساتھ کھانا پکانے کا انتظام بھی خود کرنا تھا۔ آپ فرماتے ہیں آخر علی بخش نے مجھے ایک مکان دیا اور وہاں کھانے کا انتظام مجھے خود کرنا پڑا جیسے کہ میں

کہہ چکا ہوں کہ حرفہ کے لئے میرے دماغ میں کوئی بناوٹ نہیں۔ اپنی روٹی پکانے کے لئے ایک عجیب منطق سے کام لینے لگا۔ چولہے میں آگ جلالی توا رکھا اور روٹی گول بنانے کی یہ ترکیب سوجھی کہ آٹے کو بہت پتلا گھول لیا اور ایک برتن کے ذریعے اس گرم توے پر بلا گھی اور خشکی کے خوبصورت دائرہ کی طرح آٹا ڈال دیا جب اس کا نصف حصہ پک گیا تو پلٹنے کے لئے روٹی کو اٹھانے کی فضول کوششیں کیں۔ ان کوششوں میں روٹی اوپر تک پک چکی تھی۔ خیالی فلسفہ نے توے کو اتار کر آگ کے سامنے رکھ دیا۔ جب عمدہ طور پر اوپر کا حصہ پختہ نظر آیا تو چاقو سے اتارنے کی ٹھہری مگر چاقو کے ذریعہ اترنے سے بھی اس نے انکار کیا اور مجھے دعا کی توفیق ملی۔ اس مکان سے باہر نکل کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یوں دعا مانگنے لگا۔

اے کریم مولا ایک نادان کے کام سپرد کرنا اپنے بنائے ہوئے رزق کو ضائع کرنا ہے یہ کس لائق ہے جس کے سپرد روٹی پکانا کیا گیا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۸۷-۸۸)

اس دعا کے بعد آپ سیدھے حکیم علی حسین لکھنؤی کے مکان پر تشریف لے گئے حکیم صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ اس وقت آئے اور بے اجازت چلے گئے یہ شاگرد کا کام ہے؟ آئندہ تم روٹی ہمارے ساتھ کھایا کرو اور یہیں رہو یا جہاں ٹھہرے ہو وہاں رہو۔ مگر روٹی یہاں کھایا کرو آپ نے کچھ عذر معذرت کے بعد حکیم صاحب کی یہ پیشکش منظور کر لی۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۸۸)

اس طرح کا ایک اور واقعہ آپ کو پیش آیا کہ شدت بخار میں آپ کو خطرناک رنگ میں سیلان اللعاب شروع ہو گیا جس میں بدبودار سیاہ رنگ کا پانی نکلتا تھا۔ ایک شخص حکیم فرزند علی نے آپ کو رائے دی کہ اگر آپ کا وطن قریب ہو تو آپ فوراً چلے جائیں اس احتراقی مواد سے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

”شام کے وقت ایک بزرگ جو وہاں مہتمم طلبۃ العلم تھے اور نہایت ہی مخلصانہ حالت میں تھے کہنے لگے میں بوڑھا ہوں میرے منہ سے لعاب آتا ہے کوئی ایسی چیز بتاؤ جو افطار کے وقت کھا لیا کروں۔ میں نے کہا مربہ آملہ بنارسی، دانہ الائچی اور ورق طلاء سے افطاری کریں اور یہ نسخہ دریافت کر کے گئے معاً واپس آئے وہ ایک مرتبان مربہ اور بہت سی الائچیاں اور دفتری ورق طلاء میرے سامنے لا رکھی اور کہا کہ آپ کے منہ سے بھی لعاب آتا ہے آپ بھی کھائیں میں نے ان کو کھانا شروع کیا ایک آدھ کے کھانے سے چند منٹ کے لئے تخفیف ہوگئی جب پھر پانی کا آغاز ہوا تو ایک اور کھا لیا۔ غرض مجھے یاد نہیں کہ کس قدر کھا گیا۔ عشاء کے بعد مجھے بہت تخفیف ہوگئی۔“

علمی مسائل کے حل کے لئے دعا

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)

بیعت کے بعد ایک ملاقات میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے پوچھا کہ ”آپ کی مریدی میں کیا

مجاہدہ کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو۔ آپ نے فرمایا میں یہ مجاہدہ بتاتا ہوں کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھیں آپ نے عرض کیا کہ حضرت الزامی جوابات کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے فرمایا۔

بڑی ہی بے انصافی ہوگی اگر ایک بات جسے انسان خود نہیں مانتا دوسرے کو منوانے کے واسطے تیار ہو۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہی مشکل سوال آپ کی راہ میں آ جائے جس کا جواب ہرگز آپ کی سمجھ میں نہ آ سکے تو مناسب طریق ہے کہ آپ یہ سوال نہایت ہی خوشخط اور جلی قلم سے لکھ کر اپنی نشست گاہ کے سامنے جہاں آپ کی نظر پڑتی رہے لٹکا دیا کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے خاص فضل سے فیضان نازل فرمائے اور یہ عقدہ حل ہو جائے۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس طریق دعا کا میں پہلے ہی قائل تھا کہ مجھے اس کی مضبوط چٹان پر حضرت صاحب نے کھڑا کر دیا۔

(حیات نور صفحہ ۱۱۹)

ایک خاص درس میں شامل ہونے والوں کے لئے دعا

10 مارچ 1912ء کو مغرب کے بعد حسب معمول صاحبزادہ میاں عبدالحی صاحب قرآن شریف کا سبق پڑھ رہے تھے اور ایک کثیر تعداد دیگر طالب علموں کی بھی موجود تھی۔ جو روزانہ اس درس میں شریک ہوا کرتے تھے اثنائے درس میں میاں شریف احمد صاحب کسی ضرورت کے واسطے باہر جانے لگے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ جلدی واپس آنا پھر فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم ایک بزرگ تھے ان کو خدا تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ گنو اس وقت کتنے آدمی موجود ہیں انہوں نے گن لئے پھر الہام ہوا کہ آج عصر کی نماز جس قدر لوگ تمہارے پیچھے پڑھیں گے سب جنتی ہوں گے ایک آدمی سے وہ خوش نہ تھے جب انہوں نے نماز شروع کی تو وہ آدمی موجود تھا جب نماز ختم کی تو دیکھا کہ وہ آدمی پیچھے نہیں ہے آدمی گنے تو پورے تھے پوچھا کہ ان میں کوئی اجنبی آدمی آ کر شامل ہوا ہے؟ آخر ایک اجنبی آدمی پایا گیا اس سے پوچھا کہ تم کس طرح شامل ہو گئے اس نے کہا کہ میں جا رہا تھا اور میرا وضو تھا۔ جماعت کھڑی ہوئی دیکھی میں نے کہا میں بھی شامل ہو جاؤں۔ پھر وہ دوسرا آدمی آ گیا۔ اس سے پوچھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے اس نے کہا کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تھا اور میں وضو کرنے لگا تھا۔ مجھے وہاں دیر ہوگئی اتنے میں نماز ختم ہوگئی۔

پھر فرمایا:

''یہ معاملہ ہمارے درس سے بھی کبھی کبھی ہوتا ہے یہ خدا کا فضل ہے ہم نے آج ایک دعا کرنی ہے وہ دعا بڑی لمبی ہے مگر سب دعا اس وقت نہیں کریں گے ہمارا دل چاہتا ہے کہ جس قدر لوگ اس وقت درس سن رہے ہیں اللہ تعالیٰ ایسا کرم کرے کہ اس دعا سے کوئی محروم نہ رہے۔'' (بدر ۲ رمئی ۱۹۱۲ء)

بحیثیت طبیب آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے تھے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے ''مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب

سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں۔''

ایک دفعہ آپ کے پاس دق کا ایک لاعلاج بیمار آیا۔فرمایا کل دکھانا اور رات کو سحری کے وقت نمازِ تہجد میں مریض کے لئے بہت دعا کی جس پر اس کی صحت کی آپ کو بشارت ملی۔صبح آپ نے یہ خوشخبری سنائی چنانچہ آپ کے تجویز کردہ نسخہ کے چندروزہ استعمال کے بعد وہ بالکل تندرست ہوگیا۔

تجویز نسخہ کے وقت دعا

امرتسر کی ایک عورت کو رحم کی بیماری سے درد شدید اور پیپ اور خون بہنے کی تکلیف تھی اور باوجود اطباء اور ڈاکٹروں کی کوشش کے اسے چنداں افاقہ نہیں ہوا۔آپ حضرت بانی سلسلہ کی اجازت سے اس کے اقرباء کے ساتھ تانگہ پر سوار ہو کر قادیان سے امرتسر کی طرف روانہ ہوئے اور تانگہ میں ہی دعا شروع کردی کہ اے خدا بڑے بڑے طبیبوں کے علاج سے یہ شفا نہیں پاسکی۔تو نورالدین تیرے فضل کے بغیر کیا کرسکتا ہے آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور خدا نے آپ کے نسخہ سے اسے شفایاب کردیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۲)

آپ بیان فرماتے ہیں: ایک دن مزمن ماشرہ کا مبتلا ایک بیمار آیا۔اس کا سر اس قدر موٹا ہوگیا تھا جیسے ہاتھی کا۔ اس کے ہونٹوں اور آنکھوں کی شکل بھی بڑی بھیانک تھی میں اس سے دوتین روز پہلے یہ مرض پڑھ چکا تھا۔مگر مریض دیکھ کر سمجھ میں نہ آیا کہ یہ ماشرہ ہے۔ادھر حکیم صاحب (علی حسین لکھنوی) نے فرمایا اس کا نسخہ لکھو۔میں سخت گھبرایا آخر میرے پاس تو دعا ہی کا ہتھیار تھا معاً حکیم صاحب نے بیساختہ فرمایا کہ ایسے ماشرہ دنیا میں کم دیکھنے میں آتے ہیں تب میں نے عرض کیا کہ اس مریض کو دیکھنے میں بہت جمگھٹا ہوگیا ہے یہ اس کو مکان پر لے جائیں اور پھر آکر نسخہ لے جائیں۔اس طرح وقت کوٹلا دیا۔......

چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کے لئے دعا

تیماردار دیر کے بعد آیا اور حکیم صاحب نے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ آپ نے نسخہ لکھا ہے میں نے کہا کہ ابھی لکھ دیتا ہوں قلم اٹھا کر نسخے لکھ دیئے اور حکیم صاحب کو پیش کئے۔حکیم صاحب نے ان کو دیکھ کر مجھے اشارہ کیا کہ شرح گیلانی تروتح اور مجموعہ بقائی لاؤ میں لایا میرے نسخوں کو سامنے رکھ کر سرسری نظر ان کتابوں پر ڈال لی اور نسخے تیماردار کو دے دیئے۔جب فراغت ہوئی تو اپنی بیاض بڑی محبت سے مجھ کو عطا کی اور فرمایا تم اس کے اہل ہو۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۹۱)

حضرت چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کو پہلا بچہ ہونے والا تھا اور سخت تکلیف تھی آپ رات کو گیارہ بجے حضرت مولوی صاحب کے گھر گئے۔چوکیدار سے پوچھا کہ کیا میں حضرت مولوی صاحب سے مل سکتا ہوں اس نے نفی میں جواب دیا لیکن اندرون خانہ میں حضرت مولوی صاحب نے آواز سن لی اور پوچھا کون ہے۔چوکیدار نے عرض کی

چوہدری حاکم دین ملازم بورڈ نگ ہیں۔ فرمایا آنے دو۔ آپ اندر چلے گئے اور زچگی کی تکلیف کا ذکر کیا۔ حضرت مولوی صاحب اندر جا کر ایک کھجور لے آئے اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور چوہدری صاحب کو دے کر فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھوڑی دیر کے بعد بچی پیدا ہوئی۔ چوہدری صاحب نے سمجھا کہ اب دوبارہ حضرت مولوی صاحب کو جا کر جگانا مناسب نہیں اس لئے وہ سو رہے صبح وہ حاضر ہوئے حضرت مولوی صاحب اس وقت وضو کر رہے تھے چوہدری صاحب نے عرض کی کھجور کھلانے کے بعد بچی پیدا ہو گئی تھی آپ نے فرمایا بچی پیدا ہونے کے بعد تم میاں بیوی آرام سے سو رہے۔ اگر مجھے بھی اطلاع کر دیتے تو میں بھی آرام سے سو رہتا میں تمام رات تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا۔ (ملحض از ''رفقاء'' احمد ہشتم صفحہ ۷۶)

عبدالکریم صاحب حیدر آبادی کے لئے اجتماعی دعا

عبدالکریم صاحب حیدر آبادی جو تعلیم کی غرض سے قادیان میں قیام رکھتے تھے جن کو سگ دیوانہ نے کاٹ لیا تھا اور جو بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معجزانہ دعا سے صحت یاب ہوئے اور عرصہ تک زندہ رہے۔ جب بیماری کے آثار ظاہر ہوئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی طالب علم کے ہاتھ مولوی صاحب کو دوا بھیجی اور کہلا بھیجا کہ یہ اسے پلائی جائے۔ حضرت مولوی صاحب اس وقت (......اقصیٰ میں درس دے رہے تھے دوران درس میں آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو خدا کے مامور میں کس قدر خلقت اللہ پر شفقت ہے...... پھر فرمایا مجھے اس بچے کے لئے سخت اضطراب ہے ایسا درد ہے کہ میں تم کو سبق نہیں پڑھا سکتا۔ اس کے بعد آپ نے درد دل کے ساتھ اس طالب علم کے لئے اجتماعی دعا کرائی۔

طاعون سے بچنے کی دعا

(الحکم ۱۰ر فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

1910ء کے اوائل میں ہندوستان میں پھر طاعون حملہ آور ہوئی۔ قادیان کے اردگرد طاعون سے اموات واقع ہوئیں تو حضرت مولوی صاحب نے طاعون کے دفاع میں مندرجہ ذیل دعا پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

دعا کے نتیجہ میں شریر لڑکے خود بخود بورڈنگ سے نکل گئے

بسم اللہ الذی لا یَضُرّ مع اسْمِہٖ شیئٌ فی الارض و لا فی السماء وھو السمیع العلیم آعوذ بکلمات اللہ التامات من شرِّ ما خَلَقَ تین بار انشاء اللہ طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

ترجمہ: اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا خدا ہے۔ میں اس کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

وفد کو دعا کی طرف خصوصی توجہ دلائی

(الحکم ۷ رمارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۴)

چوہدری حاکم دین صاحب بیان فرماتے ہیں:

ایک دفعہ کچھ شریر لڑکے بورڈنگ میں داخل ہو گئے۔ وہ اپنی شرارتوں سے لوگوں کو تنگ کرتے تھے۔ میں نے حضور سے ذکر کیا۔ حضور نے درس میں فرمایا کہ بعض لڑکے شریر ہو گئے ہیں۔ وہ اپنی شرارتیں چھوڑ دیں۔ ورنہ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان سے ہمارا چھٹکارا کرادے۔ **حضور کی دعا کے بعد دو ہفتہ کے اندر وہ تمام لڑکے جو بارہ کے قریب تھے خود بخود بورڈنگ سے نکل گئے۔** (رفقاء احمد جلد ہشتم صفحہ ۷۸)

ضرورت واہمیت دعا

مدرسہ احمدیہ کی ترقی و بہبود کے لئے علماء جماعت احمدیہ نے سفر ہند اختیار کیا اس وفد میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب، حضرت قاضی امیر حسین صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب، سیّد عبدالحی صاحب عرب، حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی شامل تھے۔ اس وفد نے 3 اپریل 1912ء تا 29 اپریل 1912ء دورہ کیا۔ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو امیر وفد مقرر فرمایا اور ہدایات عطا فرمائیں۔ فرمایا:

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست

تم بھی اس علم کو حاصل کرو یہی اپنا مقصد بناؤ۔ باقی علوم کچھ بھی چیز نہیں ہوتے۔ ان کا گھمنڈ بھی نہ کرنا۔ دعاؤں سے بہت کام لینا۔ یہاں سے چلتے وقت راستہ میں کسی بستی کو دیکھو تو برابر مسنون دعائیں کرو...... میرا اپنا تجربہ ہے میں بڈھا ہو گیا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر جاتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے دل کو کھول دیتا ہے اور آپ اس کی مشکل کا حل بتا دیتا ہے...... (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۹۲)

آپ نے 27 جون 1913ء کے خطبہ میں دعا کی ضرورت واہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔

''دعا کے سوا مجھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی...... اس واسطے میری عرض ہے کہ تم دعاؤں میں لگے رہو۔ تمہارے بھلے کے لئے کہتا ہوں ورنہ میں تو تمہارے سلاموں اور تمہارے مجلس میں تعظیم کے لئے اٹھنے کی خواہش نہیں رکھتا اور نہ یہ خواہش بھی کہ مجھے کچھ دو۔ اگر میں تم سے اس بات کا امیدوار رہوں تو میرے جیسا کافر کوئی نہیں۔ اس بڑھاپے تک جس نے دیا اور امید سے زیادہ دیا۔ وہ کیا چند روز کے لئے مجھے تمہارا محتاج کرے گا؟

حضرت مولوی صاحب کی ایک دردانگیز دعا
ایک اولوالعزم امام کے ظہور کے لئے

سنو بچے کی شادی تھی میری بیوی نے کہا کچھ جمع ہے تو خیر ورنہ نام نہ لو۔ میں نے کہا خدا کے گھر میں سبھی کچھ ہے آخر بہت جھگڑے کے بعد اس نے کہا اچھا پھر میں سامان بناتی ہوں۔ میں نے کہا میں تمہیں بھی خدا نہیں بناتا۔ میرے مولا کی قدرت دیکھو کہ شام تک جس قدر سامان کی ضرورت تھی مہیا ہو گیا۔ یہ میں نے کیوں سنایا تا تمہیں حرص پیدا ہو اور

تم بھی اپنے مولا پر بھروسہ کرو۔ پھر میری بیوی نے کہا عبدالحیٔ کا مکان الگ بنانا ہے تو اس کے لئے بھی خدا نے ہی سامان کر دیا اور اِن فضلوں کے لئے عدل کا اقتضاء ہے کہ میں سارا خدا کا ہی ہو جاؤں قویٰ بھی اس کے عزت و آبرو بھی اسی کی۔ (خطباتِ نور صفحہ ۵۷۴)

26 جون 1913ء کو آپ کو بہت نقاہت تھی مگر شام کے وقت آپ نے درس دیا اور اس کے بعد درد بھرے دل سے فرمایا:

بیماری کے وقت مجھے ایسا خیال رہتا ہے کہ شاید میں اب زندہ نہ رہوں۔ چنانچہ اب کے بھی ایسا ہی ہوا۔ میں نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۃ ضحیٰ اور دوسری میں الم نشرح پڑھی اور پھر میں نے اللہ کی حمد کی اور اس کے بعد استغفار کیا۔ پھر میں نے ایک دعا کی اور مجھے یقین ہے کہ وہ قبول ہوگئی۔ اس دعا میں مَیں تم کو بھی شریک کرتا ہوں۔ وہ دعا یہ ہے:

''لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْكَرِيْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔''

''الٰہی ہم پر ہر طرف سے زور ہو رہا ہے۔ الٰہی! اسلام پر بڑا تبر چل رہا ہے مسلمان اوّل تو سست، دوسرے دین سے بےخبر، قرآن شریف سے بےخبر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح سے بےخبر۔ اس لئے دشمن کھانے لگ گیا ہے۔ الٰہی تو ایسا آدمی پیدا کر جس میں قوتِ جاذبہ ہو۔ سست نہ ہو۔ بلند ہمت رکھتا ہو۔ پھر استقلال کمال رکھتا ہو۔ دعائیں بڑی کرنے والا ہو۔ تیری تمام رضاؤں کو اس نے پورا کیا ہو۔ یا اکثر کو۔ قرآن شریف اور صحیح حدیث سے باخبر ہو۔ پھر اس کو جماعت بخش۔ اس جماعت کے لوگوں میں بھی قوت جاذبہ ہو۔ بلند ہمت ہو۔ استقلال ہو۔ وہ بھی قرآن شریف اور حدیث سے واقف ہو اور اس کے پابند ہوں۔

اے اللہ! تری درگاہ میں ابتلا مقدر ہیں تو ان کو ثبات و استقلال عطا کر۔ وہ مالا طاقة لنا کے ماتحت ہوں۔ پھر ان کو اس طرح ترقی دے جس طرح میں نے تیری درگاہ میں دعا کی ہے۔''

پھر فرمایا:

''مجھے یہ ہوا آ رہی ہے کہ اللہ پوری کرے گا۔ تم بھی اسی طرح دعا کرو اور تم بھی انصار اللہ بن جاؤ۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی چند نصائح

(از:مکرم سہیل احمد ثاقب صاحب بشیر آباد سندھ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد - اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت

مامورین کا مبعوث ہونا اللہ تعالیٰ کا ایک بیش قیمت انعام ہوتا ہے جس کے فیضان سے اس کے متبعین ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل احبابِ جماعت کی توجہ اس نعمت کی طرف جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے نتیجہ میں ملی ہے، یوں مبذول کراتے ہیں:

فرمایا: ''دیکھو دو کو ایک کرنا سخت سے سخت مشکل کام ہے تو پھر ہزاروں کا ایک راہ پر جمع کرنا ان میں وحدت اور اُلفت کا پیدا کر دینا خدا کے فضل کے سوا کہاں ممکن ہے دیکھو تم خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے ہو اس نعمت کی قدر کرو اور اس کی حقیقت کو پہچانو اور اخلاص اور ثبات کو اپنا شیوہ بناؤ۔'' (الحکم ۱۴ر جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۸ کالم ۳)

ایک دوسرے موقع پر اس عظیم الشان نعمت کا ذکر یوں فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو۔اس کے ملائکہ سے، نبیوں اور رسولوں سے محبت کرو اور کسی کی بے ادبی نہ کرو۔تم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی نعمت عطا کی ہے۔حضرت صاحب کا دنیا میں آنا معمولی بات نہیں۔تم اس طرح یہاں بیٹھے ہو۔یہ انہیں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔دعائیں بہت کرو۔اللہ تعالیٰ تم کو دوسروں تک حق پہنچانے کے لئے توفیق دے۔''

(بدر ۲۷ر فروری ۱۹۱۳ء صفحہ ۴ کالم ۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل امام وقت کی صحبت اختیار کرنے کی اہمیت وضرورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو سلسلہء بیعت میں داخل ہیں مگر یہاں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو اس قدر جلدی کرتے ہیں کہ ایک دن رہنا بھی ان کے لئے ہزاروں موتوں کا سامنا ہو جاتا ہے۔ان کے جتنے کام بگڑتے ہیں۔وہ یہاں ہی رہ کر بگڑتے ہیں جتنے مریض ہوتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر ہوتے ہیں ہزاروں ہزار عذر کرتے ہیں۔یہ بات مجھے بہت ہی ناپسند ہے۔مجھے ایسے عذر سُن کر ڈر لگتا ہے کہ ایسے لوگ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ کے الزام کے نیچے نہ آ جائیں۔پس

جب یہاں آ ؤتو امام کی صحبت میں رہ کر ایک اچھے وقت تک فائدہ اٹھاؤ۔ کَسَل اور بُعد اچھا نہیں ہے۔! خدا کرے ہمارے احباب میں وہ مزہ دار طبیعت پیدا ہو جو وہ اس ذوق اور لُطف کو محسوس کر سکیں جو ہم کر رہے ہیں۔'' (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۳۹۹)

حضرت خلیفہ اوّل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین ان الفاظ میں کی:

''اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے مرزا صاحب کو امام مانا، صادق سمجھا، بہت اچھا کیا۔ لیکن کیا اس غرض و غایت کو سمجھا کہ امام کیوں آیا ہے؟ وہ دنیا میں کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس کی غرض یا اس کا مقصد میری تقریروں سے یا مولوی عبدالکریم کے خطبوں سے یا کسی اور کی مضمون نویسیوں سے معلوم نہیں ہوسکتی اور نہ ہم اس غرض اور مقصد کو پورے طور پر بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہمارے بیان میں وہ زور اور اثر ہوسکتا ہے جو خود اس ...... کے لانے والے کے بیان میں ہے۔ پھر اس کے معلوم کرنے کو تو خود اس کے مُنہ سے کچھ سُننا چاہئے اور یہ اس کی صحبت سے معلوم ہوگا۔'' (الحکم ۲۴رفروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل احباب جماعت کی حضرت مسیح موعودؑ کی کتب خریدنے اور پڑھنے کی طرف یوں توجہ مبذول کراتے ہیں:

فرمایا: ''حضرت مسیح موعود کی کتابوں کی خریداری کم ہوگئی ہے۔ ان میں جو درد ہے وہ اوروں میں ملنا مشکل ہے۔ میں اس قرضہ سے یوں سبکدوش ہوں۔ میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اگر میں کوئی کتاب لکھتا تو تم لوگ اسی کو خریدتے اور میں نے نہیں چاہا کہ اس طرح حضرت صاحب کی کتابوں کی اشاعت پر اثر پڑے۔'' (بدر ۲۷رفروری ۱۹۱۳ء صفحہ ۳ کالم ۲)

خلافت کی اہمیت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل احبابِ جماعت کے اندر خلافت کے ساتھ محبت واطاعت کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہتے۔ چنانچہ ایک موقع پر خلافت کے ساتھ وابستگی کی طرف یوں توجہ دلائی:

''آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حَبۡلُ اللّٰہ کے ساتھ ہو۔ قرآن تمہارا دستورالعمل ہو۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضانِ الٰہی کو روکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اسی نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے احتیاط کی اور وہ کامیاب ہوگئے۔ اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے۔ اس لئے

چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔ دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آ سکتا پس اس نعمت کا شکر کرو۔ کیونکہ شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ **لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** (ابراہیم:۸) لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے **اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ**۔ (ابراہیم:۸)

(خطباتِ نور صفحہ ۱۳۱)

انسان اگر ایک کامیاب زندگی گذارنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خلیفہء وقت کے منشاء کے مطابق اپنی زندگی استوار کرے۔ ہر اس کام کو ترجیح دے جس کا ارشاد امامِ وقت فرمائیں۔ ہر مصیبت میں، مشکل گھڑی کے وقت میں اپنے امام سے رہنمائی حاصل کرے، کیونکہ امام کے بغیر ترقی ناممکن ہے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

''مجھے تم سے محبت ہے۔ نہ میں تمہارے سلام کا محتاج، نہ تمہارے اُٹھنے بیٹھنے کا اور نہ تمہاری نذر و نیاز کا محتاج ہوں۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ صرف تمہاری بہتری چاہتا ہوں۔ تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ سوائے امام کے ترقی نہیں ہوتی۔ انگریزوں کی چھوٹی چھوٹی مجلسوں کے بھی پریذیڈنٹ ہوتے ہیں۔......قوم آگاہ رہے کہ سوائے امام کے ترقی نہیں ہوسکتی۔ کسی نے کہا آجکل جہاد ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہیں نہیں ہوتا۔ جہاد یہ ہے کہ ان کا امام ہو اور وہ حکم دے اس کے ماتحت کام کریں۔ آج کل عام مسلمانوں میں کوئی امام نہیں۔ نہ ایران نہ چین نہ مراکو نہ ٹرکی نے ترقی کی۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ، رسول، فرشتوں کو گواہ کر کے تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں۔ وہم بھی نہ کرنا۔ نہ کسی طمع وغرض کے لئے کہتا ہوں ورنہ گنہگار رہو جاؤ گے۔''

(خطباتِ نور صفحہ ۶۲۲)

خلیفہء وقت کے ساتھ انسان کے جذبات ہمیشہ اطاعت کے ہونے چاہئیں کبھی بھی نعوذ باللہ دل میں ایسے خیالات نہ آئیں جس سے خلیفۂ وقت کی ذات پر آنچ آتی ہو کیونکہ یہی تو وہ اللہ کا فضل ہوتا ہے جس سے اتفاق و اتحاد قائم رہتا ہے اور ہمارے لیے ایسے وقت میں شکرانہ واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

''تم شکر کرو کہ ایک شخص کے ذریعہ تمہاری جماعت کا شیرازہ قائم ہے۔ اتفاق بڑی نعمت ہے اور یہ مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ تم کو ایسا شخص دے دیا جو شیرازہ وحدت

قائم رکھے جاتا ہے۔ وہ نہ تو جوان ہے۔ اور نہ اس کے علوم میں اتنی وسعت جتنی اس زمانہ میں چاہئے لیکن خدا نے تو موسیٰؑ کے عصا سے جو بے جان لکڑی تھی اتنا بڑا کام لے لیا تھا کہ فرعونیت کا قلع قمع ہو گیا۔ اور میں تو اللہ کے فضل سے انسان ہوں۔ پس کیا عجب ہے کہ خدا مجھ سے یہ کام لے لے! تم اختلافات اور تفرقہ اندازی سے بچو!! نکتہ چینی میں حد سے بڑھ جانا بڑا خطرناک ہے!!! اللہ سے ڈرو!!!! اللہ کی توفیق سے سب کچھ ہوگا۔'' (بدر ۲۴ راگست ۱۹۱۱ء صفحہ ۳ کالم ۲)

قرآن مجید

قرآن مجید حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی رُوح کی غذا تھی اور آپ خواہش رکھتے تھے کہ احبابِ جماعت بھی اس روحانی غذا سے فائدہ اٹھائیں۔ ذیل میں آپ کی اسی خواہش کے حوالے سے چند نصائح پیش ہیں:

قرآن مجید سُننے کو غنیمت سمجھو:

''میرے ایک نوجوان دوست تھے میں ان کو درس قران شریف سُننے کی تاکید کرتا تھا۔ وہ میرے سامنے تو نہ کہتے مگر میرے پیچھے اپنے اس خیال کا اظہار کر دیا کرتے تھے کہ آسودگی ہو تو پھر قرآن بھی پڑھیں۔ آخر جب وہ کسی عہدہ پر ممتاز ہوئے تو مجھے لکھا کہ بارہ برس ہوئے ہیں کہ میں قرآن شریف نہیں پڑھ سکا۔

خدا کرے تم لوگ ایسے نہ بنو کہ تمہارا قرآن سُنانے والا ایسے لوگوں سے ہو کہ اس کے سامعین ایسے ہوں جو نہ آنکھیں رکھتے ہوں کہ دیکھیں، نہ کان رکھتے ہوں کہ سُنیں، نہ زبان رکھتے ہوں کہ حق بولیں۔ تم قرآن شریف سُننے کو غنیمت سمجھو۔ دنیا کے جھمیلے تو کبھی کم ہونے میں آنہیں سکتے۔ ایک کتاب میں میں نے ایک مثال پڑھی ہے کہ ایک شخص ندی سے گذرنا چاہتا تھا اُس نے تأمل کیا کہ یہ موج گزر جائے تو میں گزروں مگر اتنے میں ایک اور آگئی۔ آخر وہ اسی طرح خیال کرتے کرتے رہ گیا۔'' (ضمیمہ اخبار بدر قادیان یکم اپریل ۱۹۰۹ء صفحہ ۲۸)

قرآنِ مجید کو اپنا دستور العمل بناؤ:

''یاد رکھو کہ ہماری اور ہمارے امام کی کامیابی ایک تبدیلی چاہتی ہے کہ قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ نِرے دعوے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس دعوے کا امتحان ضروری ہے۔ جب تک امتحان نہ ہو لے کوئی سرٹیفکیٹ کامیابی کامل نہیں سکتا۔'' (الحکم ۱۰ر مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ کالم ۳)

قرآن شریف اس لیے پڑھو کہ اس پر عمل ہو:

قرآن شریف پڑھو اس لئے کہ اس پر عمل ہو۔ایسی صورت میں اگر تم قرآن شریف کھول کر اس کا عام ترجمہ پڑھتے جاؤ اور شروع سے اخیر تک دیکھتے جاؤ کہ تم کس گروہ میں ہو کیا مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ ہو؟ یا مغضوب ہو یا ضالّین ہو؟ اور کیا بننا چاہیئے۔مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ بننے کے لئے سچی خواہش اپنے اندر پیدا کرو۔ پھر اس کے لئے دعائیں کرو۔ جو طریق اللہ تعالیٰ نے انعام الٰہی کے حصول کے رکھے ہیں۔ان پر چلو اور محض خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے واسطے چلو۔ اس طریق پر اگر صرف سورۃ فاتحہ ہی کو پڑھ لو تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے نزول کی حقیقت کو تم نے سمجھ لیا اور پھر قرآن شریف کے مطالب و معانی پر تمہیں اطلاع دینا اور اس کے حقائق و معارف سے بہرہ وَر کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ ایک صورت ہے مجاہدہ صحیحہ کی۔

(الحکم ۲۴ /اپریل ۱۹۰۴ء صفحہ۱۲ کالم ۳)

قرآن سے محبت کرو:

''وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرۃ:۲۸۳) جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کو خدا سکھاتا ہے۔قرآن پڑھو۔سیکھو۔اس کے علم میں ترقی کرو۔اس پر عمل کرو۔قرآن سے تم کو محبت ہو۔''

(خطباتِ نور صفحہ۵۵۸)

قرآن کریم کی سچی اتباع کرو:

''یاد رکھو آرام کی زندگی کے لئے یہ چالاکیاں، یہ ساز و سامان کی حرص مفید نہیں بلکہ قرآن مجید کی سچی فرمانبرداری کرو۔میرا تو اعتقاد ہے کہ اس کتاب کا ایک رکوع انسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنا دیتا ہے۔جس باغ میں میں رہتا ہوں اگر لوگوں کو خبر ہو جاوے تو مجھے بعض دفعہ خیال گزرتا ہے کہ میرے گھر سے قرآن نکال کر لے جاویں۔مسلمانوں کے پاس ایسی مقدس کتاب ہو اور پھر وہ تکالیف میں اور مشکلات میں پھنسے ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۴۷۶)

قرآن مجید جیسی اور کوئی کتاب نہیں:

''میرے دوستو! قرآنِ مجید جیسی کوئی کتاب نہیں بلکہ اور کوئی کتاب ہی نہیں۔اس کی اتباع کرو۔'' (خطباتِ نور صفحہ۵۹۹)

شرک کو چھوڑ دو

''یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ کوئی تمہارا کارساز نہیں۔ میں علم غیب نہیں جانتا۔ نہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میرے اندر فرشتہ بولتا ہے۔ اللہ ہی تمہارا معبود ہے۔ اسی کے تم ہم سب محتاج ہیں، کیا مخفی اور کیا ظاہر رنگ میں۔ اس کی طاقت بہت وسیع ہے اور اس کا تصرف بہت بڑا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ اس کا ایک نظارہ اس امر میں دیکھو کہ تم بھی مرزا کے مرید ہو اور میں بھی مرزا کا مرید ہوں۔ مگر اس نے تمہیں پکڑ کر میرے آگے جھکا دیا۔ اس میں نہ میری خواہش تھی اور نہ مجھ پر کسی انسان کا احسان ہے۔ میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی اور نہ یہ تمہاری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کے بچنے کی امید نہیں۔ مگر میں زندہ بولتا موجود ہوں۔ خدا ہی کا علم کامل ہے، اس کا تصرف کامل ہے۔ اسی کے آگے سجدہ کرو، اسی سے دعا مانگو۔ روزہ، نماز، دعا، وظیفہ، طواف، سجدہ، قربانی اللہ کے سوا دوسرے کے لئے جائز نہیں۔ بے ایمان شریروں نے لوگوں کے اندر شرک کی باتیں گھسا دی ہیں۔ کہتے ہیں قبروں پر جاؤ اور قبر والے سے کہو کہ تو ہمارے لئے خدا کے آگے عرض کر۔...... نے ہم کو اس طرح کی دعا نہیں سکھائی۔

''سوتم شرک کو چھوڑ دو اور چوری نہ کرو۔ جو شخص نوکر ہے اور اپنے فرائض منصبی کو ادا نہیں کرتا وہ چور ہے۔ جو شخص تجارت کرتا ہے اور اپنے لین دین کا حساب صاف نہیں رکھتا اور اس کا معاملہ صاف نہیں، وہ چور ہے۔ اس کے مال میں چوری کا حصہ شامل ہو جاتا ہے۔ تم شرارتیں کرتے ہو۔ بعد میں تمہارے درمیان جُوت چلتے ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ یہی کہ حلال کھانے کی طرف توجہ کم ہے۔ کسب والا جو اپنے کسب میں شرارت کرتا ہے، جعل ساز، ٹھگ، یہ سب چور ہیں۔ کیونکہ وہ **اکل بالباطل** کرتے ہیں۔''

''تم شرک نہ کرو، چوری نہ کرو، بدکاری نہ کرو۔ بدکاری آنکھ کی بھی ہوتی ہے، بدکاری کان کی بھی ہوتی ہے اور بدکاری زبان کی بھی ہوتی ہے۔ کسی بدکاری کے بھی نزدیک نہ جاؤ۔ کسی پر بہتان نہ باندھو۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۵۰۶-۵۰۷)

راتوں کو خدا تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑاؤ

''پس تم خدا کی طرف متوجہ ہو اور عبادت میں لگے رہو اور دعائیں کرتے رہو کیونکہ دعا

عبادت کا مغز ہے۔ جب مغز عبادت تم حاصل کرو گے تو پھر تم بلاؤں سے محفوظ رہو گے۔ ایک باغبان بھی پھل والی شاخ کو نہیں کاٹتا۔ پس تمہارا خدا جو ارحم الراحمین ہے تمہیں ہلاک نہیں کرے گا۔ یونس کی قوم کافر تھی۔ صرف گڑگڑانے سے ان پر سے عذاب ٹل گیا۔ تو کیا تم جو نبی ایک مامور کے ماننے والے ہو تمہاری دعاؤں میں اتنا بھی اثر نہ ہو گا کہ عذاب الٰہی ہٹا لیا جائے؟ یونسؑ تو چند ایک بستیوں کی طرف رسول ہو کر آئے تھے۔ مگر تمہارے نبی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں تمام جہان کی طرف مامور ہو کر آئے تھے۔ پس تم اس کے پیرو ہو۔ دعاؤں سے کام لو، صدقہ دو، استغفار کرو اور خدا کی تسبیح و تقدیس کرو۔ اپنے دلوں کو پاک بناؤ کہ جب ایک شریف آدمی اروڑی پر نہیں بیٹھتا تو خدا تمہارے دلوں میں کس طرح نزول فرما ہو سکتا ہے جب کہ ان میں طرح طرح کے گند بھرے ہوئے ہوں۔ اپنی اصلاح کر لو اور عذاب کے نازل ہونے سے پہلے خدا کے حضور گڑگڑاؤ۔ عذاب کے وقت تو فرعون بھی چلا اٹھا تھا مگر اس چلانے نے فائدہ نہ دیا۔ میں نے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اپنی اصلاح کر لو اور راتوں کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو ہو کر گڑگڑاؤ تا بچائے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے۔

(خطباتِ نور صفحہ ۴۸۸-۴۸۹)

خدا سے معاملہ صاف رکھو

''میں تمہیں معاہدہ پر قائم رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں۔ موت کے وقت یہ اولاد۔ یہ دوست۔ یہ جتھے کبھی کام نہیں آتے۔ پس خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھو۔''

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۲۷۷)

محبت الٰہی کے حصول کا طریق

فرمایا: پس تم مُضر نہیں بلکہ نافع للنّاس وجود بنو۔ سب سے بھاری مسئلہ یہ ہے کہ وقتوں کی حفاظت کرو دُعا سے کام لو۔ صحبتِ صلحاء اختیار کرو۔ محبتِ صلحاء بڑھاؤ۔ محبت کا اصول یہ ہے کہ **جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا**۔ میری فطرت میں یہ بات ہے کہ جو کام کسی کو بتاؤں اور وہ نہ کرے تو میری اس کے ساتھ محبت نہیں رہ سکتی۔ خدا کی محبت کا بھی یہی حال ہے۔ وہ اپنی فرمانبرداری کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۴۱۷)

اپنی نمازوں کا امتحان کرو

''نماز تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہے۔ پس اگر نماز پڑھ کر بھی بے حیائیاں اور بدیاں نہیں رکتی ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی تک نماز اپنے اصل مرکز پر نہیں۔ اور وہ سچا مفہوم جو نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے میں تم سب کو جو یہاں موجود ہیں مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی نمازوں کا اسی معیار پر امتحان کرو اور دیکھو کہ کیا تمہاری بدیاں دن بدن کم ہو رہی ہیں یا نہیں۔ اگر نسبتاً ان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ تو پھر یہ خطرناک بات ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ۱۲۳)

ہم کو پنج بناءِ دین کی ضرورت ہے

''میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر کسی سوال میں اللہ، رسول، فرشتوں، جزا وسزا کے بارے میں۔ اخلاق کے بارہ میں نفع پہنچے تو ان مسئلوں پر بحث کرو۔ اگر نہ پہنچے تو ان پر تھوک دو۔ ہم نہیں جانتے کہ موسیٰؑ کا عصا کتنا لمبا تھا اور کس لکڑی کا تھا۔ آدمؑ کے گرنے کی جگہ کہاں ہے۔ اور نوحؑ کی کشتی کس لکڑی کی تھی۔ وغیرہ۔ میرا ایک استاد منشی قاسم علی رافضی تھا۔ میں اس سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ وہ مجھے کہتا۔ آج بزم کا رقعہ لکھو۔ آج رزم کا رقعہ لکھو۔ آج بہار یہ رقعہ لکھو۔ آج خزاں کا رقعہ لکھو۔ مجھے حکم ہوا کہ آج یہ سب رقعے یاد کر کے ہمیں سنا دو۔ میں اس کو فر فر کر کے سنا بھی دیا کرتا تھا۔ شاباش لے کر ادھر جلا دیا کرتا تھا۔ آٹھ آٹھ ورق کا سرنامہ میں نے پڑھا ہے۔ اس سے مجھے یہ فائدہ پہنچا کہ میں نے اب سرناموں کو جڑھ سے ہی کاٹ دیا ہے۔ میرے سرنامے یہ ہیں۔ عزیز۔ عزیز مکرم۔ مکرم جناب۔ السلام علیکم۔ جن سے مجھے محبت نہیں ہے۔ اُن کو میں صرف جناب لکھ دیتا ہوں۔ یعنی تم اس طرف۔ میں اس طرف۔ غرض ہم کو فضول باتوں کی ضرورت نہیں۔ ہم کو پنج بناءِ (دین) کی ضرورت ہے۔ اخلاق کی ضرورت ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۱۷۲-۱۷۳)

انفاق فی سبیل اللہ

''خدا تعالیٰ کی رضا مندی کے واسطے اپنی عادتوں کو بدلنا، اخلاقِ رذیلہ کو چھوڑ دینا یہ بھی ایک انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اسی طرح زبان سے نیک باتیں لوگوں کو بتلانی اور بُرائیوں سے روکنا بھی اس میں داخل ہے۔ اگر خدا نے علم دیا ہے تو اسے لوگوں کو پڑھاوے۔ اگر مال و دولت دی ہے تو

اسے اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریقوں سے اس کے محل پر صَرف کرے۔

’’اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے واسطے خرچ کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کی اولاد تک کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے اور نہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی کم ہوتا ہے بلکہ اس میں اور زیادتی ہوتی ہے۔

؎ زبذل مال درراہش کسے مفلس نمے گردد   خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

’’فی زمانہ حال انفاق کا بڑا محل یہ ہے کہ اپنے حوصلوں کو وسیع کر کے اس الٰہی سلسلہ احمدیہ کی اشاعت کے واسطے مال وزَر دیا جاوے۔ اُس وقت بھی جس نے مال وزَر سے پیار نہ کیا اور دین کی خدمت میں اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے صَرف کیا وہی اعلیٰ مرتبہ پا گیا اور صدیق بنا۔ اب بھی جو کرے گا بنے گا اور خدا اس کی محنت اور سعی کو ضائع نہ کرے گا۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۶۳-۶۲)

عدل سے کام لو

’’پس اس وقت بقائمی ہوش وحواس تمہیں چند باتیں کہتا ہوں جو تم میں سے مان لے گا اس کا بھلا ہوگا اور جو نہ مانے گا اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انصاف کرو۔ تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو چاہتا ہے یا پسند کرتا ہے کہ مجھے کوئی گالی دے یا میری کوئی ہتک کرے یا میرے ننگ وناموس میں فرق ڈالے یا نقصان کرے یا بدی سے پیش آئے یا تحقیر کرے؟ میرا ملازم سستی سے کام لے؟ جب تم نہیں چاہتے تو کیا یہ انصاف ہے کہ تم کسی کا مال ضائع کرو یا کسی کو نقصان پہنچاؤ یا کسی کے لڑکے یا لڑکی کو بدنظری سے دیکھو؟ تم عدل سے کام لو اور وہ سلوک کسی سے نہ کرو جو خود اپنے آپ سے نہیں چاہتے۔ اسی طرح جس سے پانچ دس روپے تنخواہ لیتے ہو اس کی فرمانبرداری کرتے ہو۔ پس جس نے آنکھیں دیں جن سے ہم دیکھتے ہیں، کان دیئے جن سے ہم سنتے ہیں، زبان دی جس سے ہم بولتے ہیں، ناک دیا، پاؤں دیئے جن سے ہم چلتے ہیں، عقل، فہم، فراست دی، اتنے بڑے محسن، اتنے بڑے مربی، اتنے بڑے خالق رزاق کی نافرمانی کریں تو کیا یہ عدل ہے؟ بس میں تمہیں بھی چھوٹا سا فقرہ **اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ** سنانے آیا ہوں اور میں تمہیں دوسری دفعہ، تیسری دفعہ، چوتھی دفعہ تاکید کرتا ہوں کہ خدا کے معاملہ میں، اپنے معاملہ میں، غیروں کے معاملہ

میں عدل سے کام لو۔ پھراس سے ترقی کرواورمخلوق الٰہی سے احسان کرو۔اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا مطالعہ کر کے اس کی فرمانبرداری میں بڑھو۔'' (خطباتِ نورصفحہ۴۹۹-۴۹۸)

بدظنی سے بچو

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ایک دوسرے پر ٹھٹھا نہ کرو۔ بدظنی سے کام نہ لو...... واعظ بھی وعظ کرتا ہےتو کہتے ہیں باتیں بنا رہا ہے۔ایسے لوگوں میں سے نہ بنو۔ یہ لوگ خطرناک راہ پر چل رہے ہیں۔ بہرے ہیں،کان رکھتے نہیں کہ کسی رہنما کی آواز سنیں۔اندھے ہیں،آنکھیں رکھتےنہیں کہ خودنشیب وفراز دیکھ لیں۔گونگے ہیں،زبان رکھتے نہیں کہ کسی سے رستہ پوچھ لیں۔پس وہ کسی موذی چیز سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟ (خطباتِ نورصفحہ۵۹۵)

ایک اور موقع پر بدظنی سے احبابِ جماعت کومجتنب رہنے کی یوں تلقین فرمائی:

''میں تمہیں ایک عام شر کی طرف توجہ دلاتا ہوں، وہ بدظنی ہے۔جن لوگوں نے اس مرض کے علاج بتائے ہیں ان میں ایک امام حسنؒ بصری بھی ہیں۔آپ حضرت عمرؓ کی خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔آپ کے اجداد عیسائی تھے۔ یہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دجلہ کے کنارے پر گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان بیٹھا ہےاوراس کے ساتھ ایک عورت ہے بڑی حسین۔ان کے درمیان شراب کا مشکیزہ پڑا ہے۔ وہ اسے پی رہے ہیں اور بعض وقت عورت اس نوجوان کو چوم بھی لیتی ہے۔میں نے اس وقت کہا کہ یہ لوگ کیسے بدکار ہیں۔ باہرسرِ میدان بدذاتی کررہے ہیں۔اتنے میں ایک حادثہ ہوگیا۔ایک کشتی آرہی تھی وہ ڈوب گئی۔عورت نے اشارہ کیا تو وہ نوجوان کودا اور چھ آدمیوں کو باہر نکال لایا۔ پھر آواز دی کہ اوحسن! ادھرآ۔تو بھی ایک کوتو نکال۔ نادان! یہ تو میری ماں ہے اورمشکیزہ میں دریا کا مصفّٰی پانی ہے۔ہم بھی تیری آزمائش کو یہاں بیٹھے تھے کہ دیکھیں تم میں سوءظنی کا مرض گیا ہے یانہیں؟ امام حسنؒ بصری فرماتے ہیں اس دن سے میں ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی سوءظن نہیں کیا۔سوتم بھی اس سے بچو۔'' (خطباتِ نورصفحہ۳۹۳)

دعاؤں کے ہتھیاروں میں محفوظ ہو جاؤ

''تمہیں تاکید کرتا ہوں۔توجہ سے سنو اور یاد رکھو۔ جب تمہیں کوئی وسوسہ پیدا ہوتو پہلے دائیں طرف تھوک دو، پھر لاحول پڑھواوران باتوں کو کثرت سے استعمال کرو۔ دعا کرو۔ پھر تاکید سے کہتا ہوں کہ اب تمہارا کام یہ ہے کہ ہتھیار بند ہو جاؤ۔ کمریں کس لواور مضبوط ہو جاؤ۔ وہ

ہتھیار کیا ہیں؟ یہی کہ دعائیں کرو۔ استغفار، لاحول، درود اور الحمد شریف کا وِرد کثرت سے کرو۔ ان ہتھیاروں کو اپنے قبضہ میں لو اور ان کو کثرت سے استعمال کرو۔ میں ایک تجربہ کار انسان کی حیثیت سے اور پھر اس حیثیت سے کہ تم نے مجھ سے معاہدہ کیا ہے اور میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے تم کو بڑے زور سے اور تاکیدی حکم سے کہتا ہوں کہ سر سے پاؤں تک ہتھیاروں میں محفوظ ہو جاؤ اور ایسے بن جاؤ کہ کوئی موقع دشمن کے وار کے واسطے باقی نہ رہنے دو۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۳۴۸)

شکایت کرنے سے پہلے چالیس دن دعائیں کرو

''میرے لئے بھی دعا کرو۔ اپنے لئے بھی اگر کسی بھائی کا کوئی عیب دیکھتے ہو تو تھوڑی سی قربانی کرو۔ چالیس دن دعاؤں میں لگاؤ پھر کسی سے شکایت کرو۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۳۷۷)

تقویٰ اختیار کرو

میرے دوستو! سب کو تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔ رزق کے لئے، تنگی سے نجات کے لئے تقویٰ کرو۔ سُکھ کی ضرورت ہے تقویٰ کرو۔ محبت چاہتے ہو تقویٰ کرو۔ سچا علم چاہتے ہو تقویٰ کرو۔ میں پھر کہتا ہوں تقویٰ کرو۔ تقویٰ سے خدا کی محبت ملتی ہے۔ وہ اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے۔ دکھوں سے نکال کر سُکھوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ علوم صحیحہ اسی کے ذریعہ ملتے ہیں۔

میں نے اس بیماری میں بڑے تجربے کئے ہیں اور ان سب تجربوں کے بعد کہتا ہوں۔ اللہ کے ہو جاؤ۔ اللہ کے سوا کوئی کسی کا نہیں۔ یہ میری وصیت ہے۔'' (خطباتِ نور صفحہ ۴۹۱)

تفرقہ والی باتیں چھوڑ دیں

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تفرقہ ڈالنے اور تفرقہ بڑھانے والی باتیں چھوڑ دیں۔ ایسی لغو بحثوں سے جن سے نہ دین کا فائدہ نہ دنیا کا، منہ موڑ لو اور سب سے مل کر **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا** (ال عمران: ۱۰۴) حبل اللہ، قرآن مجید کو محکم پکڑو۔ دیکھو! لڑکوں میں ایک رسے کا کھیل ہے۔ اگر ایک طرف کے لوگ اور باتوں میں لگ جاویں تو وہ رسے میں کس طرح جیت سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر تم اور بحثوں میں لگ جاؤ گے تو قرآن مجید تمہارے ہاتھوں سے جاتا رہے گا۔''

(خطباتِ نور صفحہ ۵۰۱)

سچا مجاہد

''میں کہتا ہوں کہ تم بھی (اے احمدیو!) اپنے دلوں کو صاف کرو۔ منصوبہ بازیوں میں شریک نہ ہو۔ کسی سے مقابلہ کرو تو نفس کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے۔ رسولِ کریمؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے لڑتا ہے، کوئی اپنی قوم کی عزت وجلال کے لئے، کوئی کسی خیال سے مگر جو لڑتا ہے کلمۃ اللہ کے اعلاء کے لئے وہی خدا کے نزدیک سچا مجاہد ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۳۱۵-۳۱۶)

ایک آرزو

''میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے تمام تعلقات میں مخلوق سے ہوں یا خدا سے، عدل مدنظر رکھو اور میری آرزو ہے کہ میں تم میں سے ایسی جماعت دیکھوں جو اللہ تعالیٰ کی محبّ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ہو۔ قرآن سمجھنے والی ہو۔

میرے مولا نے مجھ پر بلا امتحان اور بغیر میری محنت کے بڑے بڑے فضل کئے ہیں اور بغیر میرے مانگنے کے بھی مجھے عجیب عجیب انعامات دیئے ہیں جن کو میں گن بھی نہیں سکتا۔ وہ ہمیشہ میری ضرورتوں کا آپ ہی کفیل ہوا ہے۔ وہ مجھے کھانا کھلاتا ہے اور آپ ہی کھلاتا ہے۔ وہ مجھے کپڑا پہناتا ہے اور آپ ہی پہناتا ہے۔ وہ مجھے آرام دیتا ہے اور آپ ہی آرام دیتا ہے۔ اس نے مجھے بہت سے مکانات دیئے، بیوی بچے دیئے، مخلص اور سچے دوست دیئے۔ اتنی کتابیں دیں اتنی کتابیں دیں کہ دوسرے کی عقل دیکھ کر ہی چکر کھا جائے۔ پھر مطالعہ کے لئے وقت، صحت، علم اور سامان دیا۔ اب میری آرزو ہے، اور میں اپنے مولیٰ پر بڑی امیدیں رکھتا ہوں کہ وہ یہ آرزو بھی پوری کرے گا، کہ تم میں سے اللہ کی محبت رکھنے والے، اللہ کے کلام سے پیار کرنے والے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے محبت رکھنے والے، اللہ کے فرمانبردار اور اس کے خاتم النبیینؐ کے سچے متبع ہوں اور تم میں سے ایک جماعت ہو جو قرآن مجید اور سنت نبویؐ پر چلنے والی ہو اور میں دنیا سے رخصت ہوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور میرا دل ٹھنڈا ہو۔

دیکھو! میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ نہ تمہارے نذر و نیاز کا محتاج ہوں۔ میں تو اس بات کا امیدوار بھی نہیں کہ کوئی تم میں سے مجھے سلام کرے۔ اگر چاہتا ہوں تو صرف یہی کہ تم اللہ کے

فرمانبردار بن جاؤ۔اس کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ہو کر دنیا کے تمام گوشوں میں بقدر اپنی طاقت وفہم کے امن وآشتی کے ساتھ لاالٰہ الا اللہ پہنچاؤ۔ (خطباتِ نور صفحہ ۴۸۶)

قتلِ اولاد کی مختلف قسمیں

’’جناب الٰہی بیان فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں کہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ اولاد کو قتل مت کرو۔قتل میں نے بہت طرح سے دیکھا ہے۔بعض عورتیں اس قسم کی دوا کھاتی ہیں کہ آئندہ اولاد نہ ہو۔بعض کچے حمل گروا دیتی ہیں۔پھر میں نے دیکھا ہے کہ آپ بھی ساتھ ہی مر جاتی ہیں۔بعض ایسے ہیں کہ لڑکی پیدا ہو تو اسے مار دیتے ہیں۔بعض ان کا علاج نہیں کرتے۔بعض اس کی تربیت خوب نہیں کرتے۔بعض اپنی اولاد کے لئے پاک صحبت کا انتظام نہیں کرتے۔یہ نہیں سوچتے کہ ان کے لئے کونسا علم نافع ہوگا اور ان کی اولاد کا میلان طبع کس طرف ہے؟ ہزاروں لاکھوں کتابیں بنی ہوئی ہیں۔ہر ملک کے لوگ اپنے خیال کے مطابق پڑھانے چلے جاتے ہیں۔نہ پڑھنے والے کی دلچسپی کا خیال کرتے، نہ لغو، ناقص اور اہم ومفید میں کوئی فرق کرتے ہیں۔میری سمجھ میں یہ سب قتل اولاد کی قسم میں سے ہے۔‘‘ (خطباتِ نور صفحہ ۵۶۷)

عورتیں چشم پوشی کی مستحق ہیں

’’چونکہ عورتیں بہت نازک ہوتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان سے ہمیشہ رحم وترس سے کام لیا جائے اور ان سے خوش خلقی اور حلیمی برتی جائے۔...... چونکہ میرا مطالعہ بہت ہے اور مرد عورتوں کو اکثر درس دینے کا مجھے موقع ملا ہے اس لئے مرد اور عورتوں کی طبائع کا مجھے خوب علم ہے اور ان کی فطرت سے خوب واقف ہوں۔میرے خیال میں عورتیں چشم پوشی اور ترس کی مستحق ہیں۔‘‘ (خطباتِ نور صفحہ ۵۶۴-۵۶۵)

عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کرو

’’میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ عورتوں کے حقوق کی خصوصیت سے نگہداشت کرو اور ان پر رحم کرو۔ان کے قصوروں سے درگزر کرو کہ جس قدر گرم وسرد زمانہ تم نے دیکھا ہے، انہوں نے کب دیکھا۔جس قدر تبادلہ خیالات کا موقع تمہیں مل سکتا ہے ان کو کب ملتا ہے۔‘‘ (خطباتِ نور صفحہ ۴۶۸)

عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہئے

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ جیسا کہ لباس میں سکون، آرام، گرمی سردی سے بچاؤ، زینت، قسما قسم کے دکھ سے بچاؤ ہے ایسا ہی اس جوڑے میں ہے۔ جیسا کہ لباس میں پردہ پوشی، ایسا ہی مردوں اور عورتوں کو چاہئے کہ اپنے جوڑے کی پردہ پوشی کیا کریں۔ اس کے حالات کو دوسروں پر ظاہر نہ کریں۔ اس کا نتیجہ رضائے الٰہی اور نیک اولاد ہے۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک چاہئے اور ان کے حقوق کو ادا کرنا چاہئے۔‘‘ (خطباتِ نور صفحہ ۴۰۰)

عورتوں اور بچوں پر تشدّد مت کرو

’’عورتوں پر ہر ہر بات پر تشدّد مت کرو۔ لڑکوں کو بھی مارنے اور سزا دینے کا میں سخت مخالف ہوں۔ حضرت صاحب بھی لڑکوں کو مارنے سے بہت منع کیا کرتے ہیں۔ میں تو انگریزی پڑھا نہیں۔ سنا ہے کہ یونیورسٹی کی بھی یہی ہدایت ہے کہ استاد طلبہ کو نہ مارا کریں۔ باوجود ان تاکیدوں کے لوگ بچوں کو مارنے سے باز نہیں آئے اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہمارا فرضِ منصبی ہے وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ بہت لوگ ہیں کہ وعظ کرنا تو سیکھ لیتے ہیں مگر خود عملدرآمد نہیں سیکھتے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۵۰۸)

عورت اور مرد کے درمیان محبت کے جذبات ہوں

’’میں مردوں کو بار بار تاکید کرتا ہوں کہ اپنی عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کیا کریں ایسا ہی میں عورتوں کو بھی خاوندوں کے حقوق کے متعلق وعظ کیا کرتا ہوں۔ عورت اور مرد کے درمیان بہت محبت کے تعلقات ہونے چاہئیں جن سے مومنوں کے گھر نمونہ بہشت بن جائیں۔

خدا تعالیٰ نے میرے اندر محبت کی بہت خاصیت رکھی ہے جس کا اظہار میں کم کرتا ہوں۔ میرے دل میں کسی کے واسطے بغض اور عداوت ہرگز نہیں۔ اگر کسی پر میں ناراض ہوتا ہوں تو وہ ایک وقتی بات اور تھوڑی سی بات ہوتی ہے جسے دوسرے کی خیر خواہی کے واسطے درد دل کے ساتھ ظاہر کرنا پڑتا ہے ورنہ عموماً میں اپنے دل میں محبت کا ایک جوش پاتا ہوں۔‘‘ (خطباتِ نور صفحہ ۴۵۷-۴۵۸)

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو

’’بڑے ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی

رضا مندی کو میں نے دیکھا ہے۔اللہ کی رضا مندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔ افلاطون نے غلطی کھائی ہے۔وہ کہتا ہے ہماری روح جو اوپر اور منزہ تھی ہمارے باپ اسے نیچے گرا کر لے آئے۔وہ جھوٹ بولتا ہے۔وہ کیا سمجھتا ہے روح کیا ہے؟ نبیوں نے بتلایا ہے کہ یہاں ہی باپ نطفہ تیار کرتا ہے پھر ماں اس نطفے کو لیتی ہے اور بڑی مصیبتوں سے اسے پالتی ہے۔نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے بڑی مشقت سے۔**حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّ وَضَعَتۡهُ كُرۡهًا** (الاحقاف:۱۶) اسے مشقت سے اٹھائے رکھتی ہے اور مشقت سے جنتی ہے۔اس کے بعد وہ دو سال یا کم از کم پونے دو سال اسے بڑی تکلیف سے رکھتی ہے اور اسے پالتی ہے۔رات کو اگر وہ پیشاب کر دے تو بستر ے کی گیلی طرف اپنے نیچے کر لیتی ہے اور خشک طرف بچے کو کر دیتی ہے۔'' (خطبات نور صفحہ ۶۴۱)

خدا کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرو

''تم خدا تعالیٰ کی تعظیم کرو۔اس کی مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرو۔''مخلوق'' کا لفظ میں نے بولا ہے۔تم ایسے بنو کہ درختوں،پہاڑوں،جانوروں،سب پر تمہارے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہو۔مخلوق الٰہی پر شفقت کرو۔انسان پر جب تباہی آتی ہے تو اس کی وجہ سے سب پر تباہی نازل ہوتی ہے۔'' (خطبات نور صفحہ ۵۵۷)

رشتہ داروں،یتیموں،مسکینوں اور غلاموں سے نیک سلوک کرو

''جب عقائد کی اصلاح ہو جاوے تو انسان کی عملی حالت پر اس کا اثر پڑتا ہے۔فرمایا **واٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ** (البقرۃ:۱۷۸) مال کو دے کہ اس کو محبت ہے یا خدا کی محبت کے لئے رشتہ داروں کو دے۔رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا بڑے بہادروں اور پاک بندوں کا کام ہے۔کہیں شادی غمی،ناطہ رشتہ اور سلوک بدسلوک میں رنج پیدا ہو جاتا ہے۔پھر بہت سے مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔اس واسطے ان سے سلوک بڑا بھاری کام ہے۔پھر یتامیٰ سے سلوک کرو۔مساکین جو بے دست و پا ہیں ان کی خبر گیری کرے۔ایک جلد ساز ہے اس کے پاس تراش نہیں یا اور ضروری سامان نہیں۔موچی کے پاس چمڑا نہیں۔لوہار کے پاس ہتھوڑا نہیں۔یہ سب مساکین میں داخل ہیں۔**وَابۡنَ السَّبِيۡلِ** مسافروں کو دو۔پھر **سَآئِلِيۡنَ** کو دو۔کیا خبر ہے ان کے پاس ہے یا نہیں،تم انہیں دو۔**وَفِی الرِّقَابِ** غلاموں کے آزاد کرنے میں خرچ کرو۔دیوانی کے مقدمات میں قیدی ہو جاتے ہیں،ان کو چھوڑانے میں خرچ کرو۔'' (خطبات نور صفحہ ۴۹۶)

دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے مطلوب ہیں

''قوم میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے مطلوب ہیں جن کو دنیا کی پرواہ بھی نہ ہو۔ جب مقابلہ دین و دنیا کا آ کر پڑے۔ باہمت واعظ مطلوب ہیں جو اخلاص وصواب سے وعظ کریں، عاقبت اندیش، صرف اللہ پر بھروسہ کرنے والے۔ دعاؤں کے قائل اور علم پر نہ گھمنڈ کرنے والے علماء مطلوب ہیں جن کو فکر لگی ہو کہ کیا کیا جاوے کہ اللہ راضی ہو جائے اور ایسے اکسیر لوگ کم نظر آتے ہیں۔ **فما اشکوا الا الی اللہ**''۔ (الحکم ۷؍اگست ۱۹۰۹ء صفحہ۱)

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد

''پس خدا تعالیٰ کے فضل کو یاد کر کے محبتِ الٰہی کو زیادہ کرو اور غفلتوں اور کمزوریوں کو چھوڑ دو اور اپنے وعدوں کا لحاظ کرو کہ ''دین کو دُنیا پر مقدم رکھیں گے''۔ رنج وراحت، عُسر ویُسر میں قدم آگے بڑھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بھائیوں سے محبت کریں گے۔ پھر کہتا ہوں کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ جو وعدوں کے خلاف کرتا ہے وہ منافق ہوتا ہے۔ جھوٹ اور وعدوں کی خلاف ورزی کرتے کرتے انسان کا انجام نفاق سے مبدّل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو اس سے بچائے اور صدق، اخلاص اور اعمالِ حَسنہ کی توفیق دے۔ آمین

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۱۵۲)

اپنے تئیں نیک نمونہ بناؤ

''اللہ کو بہت یاد کرو۔ ہر وقت دعا میں لگے رہو اور اپنی حالت میں تبدیلی کرنے کی کوشش کرو۔ تم اس وقت دوسری قوموں کے لئے نمونہ ہو۔ پس اپنے تئیں نیک نمونہ بناؤ۔ امام ابوحنیفہؒ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک لڑکے کو دیکھا جو کیچڑ میں دوڑا جا رہا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ دیکھو میاں لڑکے کہیں پھسلتے ہو۔ لڑکے نے کہا آپ اپنا خیال رکھیے۔ کیونکہ میں پھسل گیا تو خیر، صرف مجھے تکلیف پہنچے گی مگر آپ کے پھسلنے سے ایک جہان پھسلے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں اس سے بہتر کسی کی نصیحت نے مجھ پر اثر نہیں کیا۔ اور یہ ہے بھی سچ **اِذَا فَسَدَ الْعَالِمُ فَسَدَ الْعَالَمُ**۔ اسی طرح تمہاری لغزش کا اثر صرف تمہیں تک محدود نہیں بلکہ دور تک جاتا ہے۔ پس سوچ سوچ کر قدم اٹھاؤ۔

(خطباتِ نور صفحہ ۳۷۲-۳۷۳)

عہدِ بیعت کو پیشِ نظر رکھو

''اپنے اس عظیم الشان معاہدہ کو اپنے پیش نظر رکھو۔ یہ معاہدہ تم نے معمولی انسان کے ہاتھ پر نہیں کیا خدا تعالیٰ کے مرسل مسیح ومہدی کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ خدا کے مرسل ہی نہیں۔ خدا کے ہاتھ پر کیا ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۵۸۹)

اسی طرح فرمایا:

''تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو۔''

(خطباتِ نور صفحہ ۴۱۹)

جامع نصائح

''اے عزیزو اور دوستو! اپنی کمزوری کے رفع کرنے کے لئے کثرت سے استغفار اور لاحول پڑھو۔ اور رب کے نام سے دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ تمہاری ربوبیت یعنی پرورش کرے۔ تم کو مظفر ومنصور کرے تا کہ تم آئندہ آنیوالی نسلوں کے لئے نیک نمونہ بن سکو۔ وہ نہ ہو کہ خدانخواستہ **لَعَنَتْ اُخْتَهَا** کے مصداق ہو جاؤ (جب دوزخیوں کا ایک گروہ دوزخ میں داخل ہوگا تو جو اس میں اوّل موجود ہوں گے وہ اسے لعنت کریں گے کہ ہم نے تو کچھ نہ کیا۔ تم ہی کرتے) جیسے آج کل کے رافضی ہیں۔ اس کا بچاؤ ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سچی اِتّباع کرو۔ اپنے استنباط اور اپنے اجتہاد جس سے تم نفس کے دھوکہ میں آجاتے ہو، دور کرو۔ آپس میں خوش معاملگی اور حسنِ سلوک برتو۔ رنج، بخل، حسد، کینہ سے بچو۔'' (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۲۰۳)

مرکز میں رہنے والے باہر والوں کے لئے نمونہ بنیں

''میرا جی چاہتا ہے کہ تم باہر والوں کے لئے نمونہ بنو۔ تمہارا لین دین، تمہاری گفتار ورفتار، تمہارا چال چلن (تمہارا سِرّ وعلن) تمہارا اٹھنا بیٹھنا، تمہارا کھانا پینا ایسا ہو کہ دوسرے لوگ بطور اسوۂ حسنہ اسے قرار دیں۔'' (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۳۷۶)

علم تعبیر الرؤیا کے بارے میں ایک خواہش

''ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ جو جو خواب ان کو آئے وہ مختصر طور پر ان کو لکھ لیا کریں اور پھر جو تعبیر اللہ تعالیٰ سمجھائے یا دکھائے اسے بھی نوٹ کر لیا کریں۔ اس طرح پر ایک وقت آئے گا کہ

اس فن میں ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکے گی۔ ہم سے پہلوں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا لیکن اب کئی ایسی چیزیں نکل آئی ہیں جو پہلے موجود نہ تھیں اور اس لئے ان کی تعبیر ان کتابوں میں نظر نہیں آتی مثلاً خواب میں کوئی موٹر کار دیکھے یا ہوائی جہاز''۔ (الحکم ۱۴؍دسمبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۶ کالم ۱)

بعض متفرق قیمتی نصائح

۱۔ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کے لئے استغفار، لاحول، الحمدللہ اور درود کو بہت توجہ سے پڑھو۔

۲۔ متکبر، منافق، کنجوس، غافل، بے وجہ لڑنے والے، کم ہمت، مذہب کو لہو ولعب سمجھنے والے اور بے باک لوگوں سے تعلق نہ رکھو۔

۳۔ نماز مومن کا معراج ہے۔ تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ کبھی اس میں غفلت نہ کرو۔ بے کس اور بے بس لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جاوے۔

۴۔ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے اور اپنے بڑوں کے ادب اور اپنے برابروں کی مدارات بقدر امکان کرو۔

۵۔ والدین اور افسروں کے راضی رکھنے میں کوشش کرو۔ جہاں تک دین اجازت دیوے۔

۶۔ باہمی تعارف رکھو۔

۷۔ انگریزی اور عربی بولنے کی مشق کرو اور عادت ڈالو۔

۸۔ ہر کام احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کرنا۔

۹۔ نیک نمونہ بنو۔

۱۰۔ جو کام ہو صرف اللہ ہی کے لئے ہو۔ کھانا ہو یا پہننا، سونا ہو یا جاگنا، اٹھنا ہو یا بیٹھنا، دوستی ہو یا دشمنی۔

۱۱۔ ہر ایک مشکل میں دعا سے کام لو۔

۱۲۔ پھر جاذب بنو اور جماعت بنو۔......

اے میرے رحیم خدا مجھے ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ رب اجعلنی کا سمی فرمایا: گندے لوگ خود دُکھ پاتے ہیں۔ خدا کی خدائی میں ان سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ (بدر ۷؍نومبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

اپنی حرم محترم کو حضور کی وصیت

وفات سے ایک دو روز پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنی حرم محترم کو ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اسے پھر پڑھنا۔ دین و دنیا کے خزائن کی چابی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد اسے کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا:

''۱۔ پانچ وقت نماز کی پابندی رہے۔

۲- شرک سے نفرت تامہ ہو۔

۳- جھوٹ ، چوری ، بدنظری ، حرص و بخل ، عدم استقلال ، بزدلی ، بے وجہ مخلوق کا خوف تم میں نہ ہو بلکہ اس کی جگہ پابندی نماز ، وحدۃ الہٰیہ ،صداقت ،عفت ،غض بصر ، ہمت بلند ، شجاعت ،استقلال میں اللہ کے فضل سے ترقی ہو۔آمین'' (حیاتِ نور صفحہ ۷۰۶)

اپنے فرزند میاں عبدالحئی صاحب کو نصیحت

وفات سے پہلے آپ نے اپنے فرزند میاں عبدالحئی کو بلایا اور فرمایا:

''(کلمہ) پر میرا ایمان رہا اور اسی پر مرتا ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب کو میں اچھا سمجھتا ہوں۔اس کے بعد میں حضرت بخاری صاحب کی کتاب کو خدا تعالیٰ کی پسندیدہ سمجھتا ہوں۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعودؑ اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں ۔ مجھے ان سے اتنی محبت تھی کہ جتنی میں نے ان کی اولاد سے کی۔تم سے نہیں کی۔قوم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور مجھے پورا اطمینان ہے کہ وہ ضائع نہیں کرے گا۔تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا، پڑھانا اور عمل کرنا۔ میں نے بہت کچھ دیکھا پر قرآن جیسی چیز نہ دیکھی۔بے شک یہ خدا تعالیٰ کی اپنی کتاب ہے۔باقی خدا کے سپرد۔''

(حیاتِ نور صفحہ ۷۰۱)

آپ کی آخری وصیت

میرا جانشین متقی ہو۔ ہردلعزیز، عالم باعمل،حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگزر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔قرآن وحدیث کا درس جاری رہے۔والسلام۔نورالدین۔۴؍مارچ ۱۹۱۴ء''۔

(حیاتِ نور صفحہ ۷۰۲-۷۰۳)

قصیدہ درمنقبت سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں یہ عربی قصیدہ تحریر فرمایا جو حضور علیہ السلام کی کتاب کرامات الصادقین میں شائع ہوا تھا۔

فواالله مذلا قیته زادنی الهدی
وعرفت من تفهیم احمد احمدا

و کم من عویص مشکل غیر واضح
انا ر علی وصرت منه مسهدا

وما ان راینا مثله بطلاً بدا
وما ان راینا مثله قاتل العدا

واکفره قوم جهول و ظالم
وکذبه من کان فظاو ملحدا

و هذا علی الاسلام احدے المصائب
یکفر من جاء النبی مؤیّدا

افی القوم تُمدح یا مکفّر صادقٍ
الا انّ اهل الحقّ سَمّوک مُفْندا

نبذت هدی العرفان جهلا و بعده
اخذت طریقا قد دعاک الی الرّدا

وانکنت تسعی الیوم فی الارض مفسدًا
فتحرق فی یوم النشور مزودا

ولو قبل اکفار تفکرت ساعة
لعمری هدیت و ما ابیت تبددا

قصدت لترضی القوم من سوء نیة
وکان رضی الباری اتم و اوکدا

وما فی یدیک لتبعدن مقرباً
اله البرایا قد دناه و احمدا

وقد کنت تقبل صدقه و کتبته
فمثلک کفرا مارئینا ضفنددا

الا انه قد فاق صد قا خواصکم
ودا فارؤس الصائلین و ارجدا

اتکفر یاغول البراری مثیله
اتُلعن مقبولا یحب محمدًاؐ

و تعساً لکم یازمر شیخ مزوّر
هلکتم وارداکم و عفّاوافسدا

له کتب السب و الشتم حشوها
شریر ویستقری الشرور تعمدا

اضل کثیرا من ضلالات وهمه
و باعد من حق مبین وابعدا

وما ان اریٰ فیه الفضیلة خاصة
نعم فی طریق المفسدین تفردا

یشیع رسالات لبغی ثراید
ولیجلب الحمقی الیها ویرفدا

وما کان لی بغض به و عداوة
وفی الله عادیناه اذذم احمدا

فخذیا الهی راس کل معاند
کاخذک من عادی ولیّا وشددا

لتکون اٖیات لکل مکذب
حریص علی سبّ مباهی تحسدا

ویا طالب العرفان خذذیل نوره
ودع کل ذی قول بقول المهتدیٰ

و فی الدِّین اسرار و سبل خفیة
یلا حظها بصریلاقی اثمدا

و اٖخرد عوانا ان الحمد کله
لربّ رحیم بعث فینا مجدّدا

ہاں نور دیں یہی ہے وہ نورِ دیں یہی ہے

(کلام: مکرم غلام مرتضٰی صاحب ہمبڑاں لودھیانہ)

دنیا میں اب امان اہلِ زمیں یہی ہے   اور بامِ آسماں کی حبل المتیں یہی ہے
اسلام گر ہے خاتم اس کا نگیں یہی ہے   قندیل آج زیرِ عرش بریں یہی ہے
ہاں نور دیں یہی ہے وہ نورِ دیں یہی ہے

جب چار سُو جہاں میں اندھیر چھا رہا تھا   تجدید کی بناؤں پر غیب کا تھا پردا
سالارِ اہلِ تقویٰ تھا جو ازل سے اپنا   اللہ رے فراستِ اس نے وہ نور تاکا
پھر قطب بن کے چمکا وہ نور دیں یہی ہے

باطل کا وہ تلاطم وہ رات کالی کالی   آتی تھی دھیمی دھیمی سورہ کے صوت ہادی
گرداب وہ غضب کے موجیں وہ اک بلا کی   کشتیٔ نوح ثانی جِس پر تھی آ کے ٹھہری
ایقان کا وہ جودی وہ نوردیں یہی ہے

جب آسماں سے نازل ہم میں ہوئے مسیحا   وہ کون دو مَلک تھے جن نے دیا تھا کندھا
عبدالکریم لیڈر تھا اُن میں اک ہمارا   پر دوسرا جو خود اس رہ کا رہ نما تھا
ہے کون بھول سکتا وہ نور دیں یہی ہے

محشر کا اک نمونہ تھا زلزلہ جو آیا   محشر تلک وہ ہم سے جاتا نہیں بھلایا
اک یاس کا تھا عالم سب مومنوں پہ چھایا   ہاں قدمِ صدق جس کا ذرّہ نہ ڈگمگایا
اُٹھا ہمیں اٹھایا وہ نورِ دیں یہی ہے

موسائیوں کو وعدے کی سر زمیں میں لایا   حواریوں کو اس نے گرتے ہوئے بچایا
پھر کوہِ صدق ہو کر اسلام کو جمایا   قدرت خدا کی ثانی بن کر وہ ہم میں آیا
لاریب حق کا سایہ وہ نوردیں یہی ہے

اے جانشین عیسیٰ جاں بخش لب ہلادے   فائزؔ ترا گدا ہے تو اس کو وہ دُعادے
ہر ذرہ اس کی ہستی کا تجھ میں جو مٹاوے   اک جلوہ شانِ وحدت کا اس کو بھی دکھا دے
ہاں نوردیں یہی ہے وہ نورِ دیں یہی ہے

در مدح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل

(کلام: مکرم شیخ علی محمد صاحب ڈنگری)

ہمے یا رب ز نورِ نوردیں بزمِ جہانِ روشن
رہے جب تک زمہر و سرزمین و آسماں روشن

وہ نورالدیں جو ہے یا رب سراپا نور کا پتلا
برنگ مردمِ دیدہ بچشمِ مرداں روشن

برستا نور ہے کیا نورِ دیں سے گلشن دیں پر
کوئی دیکھے تو اب رنگ بہارِ جاوداں روشن

ہے جس کے ہاتھ سے گردش میں جامِ بادۂ عرفاں
ہے جس کی گرمئی محفل ضمیر عارفاں روشن

جسے بس دیکھتے ہیں ہم جہاں میں عاشق قرآن
کہ ہے پیش نظر ہر دم چو روئے دلستان روشن

کئی مُردوں کو ازروئے طبابت بھی کرے زندہ
کوئی بجھتے فتیلے کی کرے جیسے رواں روشن

عجب ہے آفتاب علم وحکمت نور دیں یا رب
کہ ہو پَرتَو سے جس کے گوہر ایمان و جاں روشن

دلا دیکھ آئنے میں اس مسیحا کے خلیفے کے
ہیں کیا کیا جوہر ذاتی مسیحا کے نہاں روشن

وہ نوردیں جو ہے یا رب خلیفہ اس مسیحا کا
مسیحائی سے جس کی ہوگئی جانِ جہاں روشن

خدا نے کر دیا کیا قادیاں میں اک دیا ظاہر
کہ جس سے ہوگیا سارے جہاں میں قادیاں روشن

دوبالا جس نے کر دی رونقِ ...... قرآں سے
کرے جیسے کوئی گھر کا چراغ نیم جاں روشن

مٹا نام ونشانِ شرک وکفر اب جس نے دنیا سے
جہاں پر کر دیا ...... کا نام و نشاں روشن

غروب مہر کی مانند تھا پوشیدہ نظروں سے
پھر اس ...... کے چہرے سے دکھلایا جہاں روشن

بھلا ...... سے آگے ہے ہستی کیا کسی دیں کی
عدم میں مہر کے آگے ستاروں کا سماں روشن

نہیں ہے خاک بھی نسخوں میں کوئی آزما دیکھے
فقط قرآن ہے پیارو جو چاہو نور جاں روشن

جہاں جس کو اک اندھے کی نگاہ سے دیکھتا تھا کل
وہ دکھلایا مسیحا نے چراغ دو جہاں روشن

ہم میں دنیا کی ملونی اس میں ہے نور وضیا

(کلام: مکرم حضرت میر ناصر نواب صاحب)

وہ خلیفہ مجھ کو بخشا جس کی سیرت نیک ہے
جو اشاعت دین کی کرتا ہے ہم میں دائما

حامئ سنت ہے جو اور حافظِ قرآن ہے
حاجئ حرمین ہے امت کا جو ہے رہنما

عابد و زاہد ہے ہم میں ہے مگر ہم سا نہیں
ہم میں دنیا کی ملونی اس میں ہے نور و ضیا

ناصر بیکس کی ہے یا رب یہی تجھ سے دُعا
آجکل بیمار ہے وہ اس کو دے جلدی شفا

رحم کرتا ہے وہ سب پر تو بھی اس پر رحم کر
وہ دوا کرتا ہے لوگوں کی تو کر اس کی دوا

وہ کرم کرتا ہے خلقت پر تو کر اس پر کرم
کیونکہ ہے تو سب سے بڑھ کر باحیا و باوفا

دشمنان دین کو ہم پر نہ کرنا خندہ زن
مستعد ہیں حملہ کرنے کے لئے جو بے حیا

کر ہمیں تو با مراد اور ان کو کر دے نامراد
اپنے نورالدین کو دے دے مرے مولیٰ شفا

عرض بندہ کر چکا مولیٰ کرے اس کو قبول
دوستو! آمیں کہو ناصر کی تم سُن کر دعا

قصیدہ درمدح حضرت......خلیفۃ المسیح الاوّل

(کلام: مکرم سیف اللہ شاہ دیو صاحب)

خوش آں کسے کہ کند احترامِ نورالدیں — بشوق و ذوق کند استلامِ نورالدیں
بفضل خویش خدائے سلامِ نور الدیں — ز قُربِ خاص فزود احتشامِ نورالدیں
بہ پائے گاہ رفیع مقام محمودی — ز اتبّاع مطاعش مقامِ نورالدیں
حکیمِ حاذق اُمّت خلیفۂ مہدی — لقب ز حضرت اقدس بنامِ نورالدیں
زِ قُرب غطہ چو درخُم صبغۃاللہ زد — فروخت صبغۂ احسن ز فامِ نورالدیں
بشغل درس نکاتِ حقائق قرآں — مدام روز و شب و صبح و شام نورالدیں
چو داد درسِ کلام مجید صبح و مسا — ہماں غذا و ہماں شد طعامِ نورالدیں
پئے اشاعتِ اسلام باخت مال و جاں — نظامِ گلشن ایماں مرامِ نورالدیں
پُر از حقائق و اسرار معرفت دائم — کلام نغمہ کہ آید ز کام نورالدیں
شد از کمال حصول فضیلت و درجت — بجاہے حضرت مہدی قیام نورالدیں
مجال قال ندارد مخالفِ اسلام — شنیدہ حُجت و بُرہانِ تام نورالدیں
بکنج خانہ نہاں گشت تارک اسلام — چو جلوہ کرد شعاع دام نورالدیں
اگر توتشنہ لبی از فراقِ یارِ ازل — بنوش جُرعۂ وصلش ز جامِ نورالدیں
ضعیف و مُردہ دلی گر بقادیاں در آ — کہ ہست محیی موتےٰ کلامِ نورالدیں
بعاجزاں سبیل دار امل و ایتام — رسیدہ بخشش و احسانِ عام نورالدیں

تو سیفؔ حمد و ثنا گو بحضرت مناں
کہ کردت از کرمِ خود غلام نور الدیں

مَعدنِ بھیرہ کا وہ لَعلِ گراں، دُرِّ ثمیں

(کلام: مکرم عبدالسلام اسلامؔ)

مَعدنِ بھیرہ کا وہ لَعلِ گراں ، دُرِّثمیں
آسماں کے نور سے جِس کی چمکتی تھی جَبیں
اِک چُنیدہ گھر میں تھا وہ حق نما پیدا ہوا
جس کے قول وفعل پر ہے اِک جہاں شیدا ہوا
وہ گھرانہ اُس علاقے میں تھا مانندِ چراغ
جس کی لَو کو دیکھ کر لوگوں کے دِل تھے باغ باغ
جُستجوئے علم میں وہ جابجا پھرتا رہا
بوئے حکمت لُوٹنے مِثلِ صَبا پھرتا رہا
اِکتسابِ علم کی خاطر سفر کرتا رہا
دولتِ حکمت سے دَامن دمبدم بھرتا رہا
رام پُر پہنچا ، کبھی بھوپال ، گاہے لکھنؤ
ہاں حصولِ عِلم کی خاطر پھرا وُہ سُو بسُو
عِلم کی رَو میں جہاں اُس کے قدم پڑتے گئے
آنیوالوں کے لئے اِک کہکشاں جڑتے گئے
مکہ و یثرب میں توفیقِ ریاضت بھی ملی
حَاجی الحرمین ہونے کی سَعادت بھی ملی
بعد اِک عَرصہ کے آیا وہ وطن کو لوٹ کر
شام کو آتا ہے جوں بُلبل چَمن کو لوٹ کر
یاوری قِسمت نے کی وُہ بن گیا شاہی طبیب
جابسا کشمیر میں بالآخرش مَردِ نجیب
اُس زماں میں ''میرزا'' کو دعویٰ اِلہام تھا
مُصطفیٰؐ کے مُنکروں کو زیر کرنا کام تھا

گُرزِ بُرہانِ قَوی سے توڑتا تھا وہ صنم
ہاں مثالِ تیغِ دو دم چلتا تھا اُس کا قلم
دینِ حق کی کرتا تھا ثابت جہاں میں برتری
دُم دَبا کر بھاگ جاتے تھے وُہ پنڈت ، پادری
مِل گیا قِسمت سے اُس کو میرزا کا اشتہار
جس کو پڑھ کر آ گیا وہ قادیاں دیوانہ وار
حضرتِ اقدس سے یوں ملنے کا ساماں ہو گیا
دیکھتے ہی جس کو وہ سو جاں سے قُرباں ہو گیا
آنکھ متوالی تھی اُسکی حق کے دَرپن کے لئے
آ گیا کشمیر سے مرزا کے درشن کے لئے
اُسکی آنکھوں پر ہَویدا تھا مقام میرزا
قبل از بیعت بھی تھا گویا غلام میرزا
مُصلحِ دَوراں کی تھا شاید دُعاؤں کا اثر
شکلِ نورالدین میں تھا مل گیا کاملِ ثمر
آ بتاؤں میں کہ وہ مَردِ مجاہد کون تھا؟
عاشقِ مرزا تھا وہ ہر آن اُسکا عَون تھا
اُسکے سِینے میں بپا اِک عِشق کا طوفان تھا
وہ رضائے میرزا پر ہر گھڑی قُربان تھا
تشنگی تھی عِلم کی آیا وہ جب مرزا کے پاس
یاں بھی لیکن اُسکی بجھ بجھ کے بھڑک اُٹھتی تھی پیاس
مکتبِ کامل تھی اُسکو گفتگوئے میرزا
لاکھ میخانوں سے بڑھ کر تھی سُبوئے میرزا
فِطرتِ زرخیز میں کیا تخمِ اُلفت بو گئی!
صُحبتِ مرزا تھی سونے پر سہاگہ ہو گئی

بیعتِ اُولیٰ کا دن اُس کے لئے تھا یوم عِید
رحمتِ یزداں ہوئی اُس پر بنا پہلا مُرید
آجمایا ڈیرہ واں آبأ کا ڈیرہ چھوڑ کر
قادیاں کا ہو گیا وہ اپنا بھیرہ چھوڑ کر
عِندیہ مَہدی کا تھا مت دیس کا کرنا خیال
اِس اِشارے میں تھی شاید کوئی حِکمت بے مثال
پیکرِ عشق و وفا نے یوں جھکایا اَپنا سر
حضرت مہدی کے چرنوں میں بَسا بیٹھا وُہ گھر
دِل کی گہرائیوں سے تھا ہر دم فِدائے میرزا
نقطۂ محور تھا اُس کا بس رضائے میرزا
کِس قدر ڈوبا ہوا تھا عِشق کے اَنوار میں!
صُورتِ صدیق تھا وہ سِیرت و کِردار میں
نور دیں کے نور سے تارے ہوئے تھے ماند ماند
اُس کی سیرت کو لگائے میرزا نے چار چاند
اُس کا مال و جان وتن سب کچھ فدا تھا دِین پر
ہستیٔ نَو کے لئے وہ مر مِٹا تھا دین پر
اُسکی مرضی حق کی مرضی سے مگر واصِل رہی
میرزا کی اُسکو خوشنودی سدا حاصل رہی
میرزا کی ہرادا شمع تھی، پروانہ تھا وہ
تھا فِدائے رُوئے دلبر خود سے بیگانہ تھا وہ
میرزا سے اسکو نسبت تھی جو نبض و دِل میں ہے
عِشق کا تھا وہ تعلق کہ جو اصل و ظِلّ میں ہے
تھا فِدا محبوب پر اپنی رضا سے دور تھا
عادتِ ''لبیک'' تھی چُون و چَرا سے دُور تھا

بے نیازِ این و آں تھا حق تعالیٰ کا ولی
عِشق کے مضمون کا شاید تھا عُنوانِ جلی
اُس کے ماتھے پر چمکتا تھا سِتارۂ سَعید
تھا نِگاہِ میرزا میں سربرآوردہ مُرید
جب مسیحا کر گئے دُنیائے فانی سے وِصال
مَسند آرائے خِلافت وہ ہوا زُہرہ جمال
اُس کا تھا دَورِ خلافت زلزلہ در زلزلہ
جِس کا تھا شاید مُداوا اُس کا عَزم و ولولہ
تھا قلم کا گر دھنی تو وہ خطیب بے مثال
جس کا کردارِ درخشاں تا اَبد ہے بے مثال
پیشِ حق گو آنکھ اُسکی اشک آلودہ رہی
دِل کی حالت مُطمئِنہّ اَور آسودہ رَہی
حافظِ قُرآن تھا وہ ہر طریق و طَور میں
بازگشت آتی رہے گی جِسکی ہر اک دور میں
آنے والے دَور پر اُسکی نظر پڑتی رہی
اُسکی قوت باغیوں سے دَمبدم لڑتی رَہی
حِفظِ ناموسِ خلافت کا اُسے رہتا تھا پاس
اَپنے کِردار عمل سے رکھ گیا مُحکم اَساس
''قدرتِ ثانی'' کو تھا وہ جانتا قُدرت کا ہاتھ
جس کا مطلب تھا ''کہ وہ محفوظ جو ہے اِسکے ساتھ''
نُطقِ روشن سے جہاں میں اِک اُجالا کر گیا
وہ خِلافت کا اَبد تک بول بالا کر گیا
میرے نورالدین! بے شک تا ابد زِندہ ہے تو!
تو ہے اِسم بامُسّمیٰ کہ دَرخشندہ ہے تو!

تھا ترا فقر و توکل لا جرم ایماں فروز
سیرت اَقدس تری ہے بخشتی ہر دِل کو سوز
چشمِ دِل سے دیکھتا تھا تو خدا کو ہر گھڑی
ہو گئی کافور یکدم جو بھی مُشکل آپڑی
مَہدیٔ بر حق کا تھا تو اِک مثالی جاں نثار
تیری سِیرت پڑھنے والوں کو ہے آجاتا خُمار
ہاں ترے فَقر و غِنا کی اِک نرالی شان تھی!
تیری ہر حرکت کا محور قُوّتِ ایمان تھی!

جنت الفردوس میں رُتبہ ترا ممتاز ہو!
سُوئے سِدرہ رُوح تیری کی سَدا پرواز ہو!

صبح کے دس منٹ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے مزار پُر انوار پر

(کلام: حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحب)

آپ اے امیر المؤمنیں ۔ آپ اے امامِ متقیں
ہر وقت ہم کو یاد ہو ۔ بھولے نہیں ۔ بھولے نہیں

اسلام کے ماہِ مبیں ۔ اے آفتابِ علم و دیں
کیوں چھپ گئے زیرِ زمیں ۔ چمکو بانوارِ یقیں

بے چین ہے پہلو میں دل ۔ جانِ حزیں ہے مضمحل
سینہ پر اپنے رکھ کے سل ۔ رہتے ہیں ہم اندوہگیں

نالائقی اُس قوم کی ۔ کچھ بھی نہ جس نے قدر کی
وہ رسمِ الفت چھوڑ دی ۔ باہم بڑھایا بغض و کیں

اُف کیا کہوں کیا ہو گیا ۔ جو مال تھا وہ کھو گیا
بیدار ہو کر سو گیا ۔ یہ مجمعِ اخوانِ دیں

یا رب یہ کیا اندھیر ہے ۔ قسمت کا کیسا پھیر ہے
تیرے کرم کی دیر ہے ۔ ہاں بات تو کچھ بھی نہیں

اے کاش وہ سوچیں کبھی ۔ آیا تھا ہم میں اک نبی
اُس نے ہمیں تعلیم دی ۔ مل کر کریں خدماتِ دیں

جوں دانۂ تسبیح ہم ۔ ہوں ایک رشتے میں بہم
جاتے رہیں سب غم وہم ۔ خوشیاں منائیں ہم یہیں

اک دوسرے پر جان دیں ۔ منوائیں کچھ ۔ کچھ مان لیں
اور صدقِ دل سے جان لیں ۔ چارہ بغیر اس کے نہیں

ہو اک امام و مقتدا ۔ محمود احمد میرزا
ہر دلعزیز و پارسا ۔ عالم باعمال متیں

فاروق ہے سرگرم ہے ۔ دل کا نہایت نرم ہے
آنکھوں میں اس کی شرم ہے۔ چہرہ ہے یا ماہِ مبیں

اے کاش! وہ آتے یہاں ۔ قرآن کا سنتے بیاں
وہ نکتہ ہائے دلستاں جو ہیں غذائے مؤمنیں

مرکز بناتے قادیاں ۔ جو کچھ ہے لاتے قادیاں
آتے تو آتے قادیاں ۔ مامن بنا لیتے یہیں

دارالاماں کو چھوڑ کر ۔ اللہ سے مُنہ موڑ کر
ہاں عہد اپنا توڑ کر ۔ جاتے نہ پھر ہرگز کہیں

اے نورِ دینِ مصطفیٰ ۔ میں قبر پر تیری کھڑا
رونا وہی رونے لگا ۔ جس سے مرا دل ہے حزیں

میں ضبط سے معذور ہوں ۔ اس خبط سے مجبور ہوں
خدمت سے تیری دور ہوں ۔ کچھ سوجھتا مجھ کو نہیں

اکملؔ کا جی گھبرا گیا ۔ اس واسطے یاں آ گیا
اس کو تو یہ غم کھا گیا ۔ مانا نہ حکم نوردیں

کس درد سے کس پیار سے کتنے بڑے اصرار سے
اس نے کہا اخیار سے ۔ میرا ہو کوئی جانشیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

(کلام: مکرم محمد مقصود احمد منیبؔ صاحب)

سچائی کا پیکر تھا وہ بندہ تھا خدا کا
خوگر تھا وہ حق بات کا حاذق تھا بلا کا

طاعت میں بھی یکتا تھا مسیحا کا بھی پیارا
نبّاض تھا اقوام کا پتلا بھی وفا کا

اک رنگِ حیا چال سے گفتار سے ظاہر
ہر رنگ پہ غالب تھا تو تھا رنگ غِنا کا

ہر عُسر میں ہر یُسر میں راضی بہ رضا تھا
مولیٰ بھی تو عاشق ہے ہر اِک ایسی ادا کا

اُس نوؔر پہ جب نورِ خلافت کا چڑھا رنگ
تعریف سے بھرتا ہی گیا عرش خدا کا

مارچ ۱۹۱۵ء

(کلام: حضرت قاضی محمد اکمل صاحب)

یہ وہی دن ہے کہ جب اے نور دینِ مصطفیٰ — ہم سے تو رخصت ہوا ۔ اللہ سے واصل ہوا
یاد ہے ہم کو ترا نورانی چہرہ یاد ہے — شانِ صدیقی نظر آتی تھی جِس میں بَرملا
وہ ترا لطفِ نمایاں وہ ترا رُعب و وقار — سچ تو یہ ہے تو بھی گویا جامع الاضداد تھا
جان ودل سے سب فدا تھے اور پھر ڈرتے بھی تھے — بیٹھتے تھے پاس ۔ لیکن کانپتے تھے ہم سَدا
رُعب و داب ایسا کہ عرضِ حال بھی دُشوار تھا — بے تکلّف اِس قدر بچے بھی کہہ لیں ماجرا
غیر مسلم بھی ترے مَدّاح پائے جاتے ہیں — تری باتوں میں مِلا کرتا تھا اُن کو بھی مَزا
خرق عادت طور پر اخلاق میں شائستگی — ترا قول وفعل ۔ قول وفعلِ حزبِ مُرتضیٰ
وہ جو قرآں کے معارف تو سناتا تھا ہمیں — اَور وُہ پند و نصائح بھول سکتے ہیں بھلا
جو وصیت تو نے کی ۔ ہم نے عمل اس پر کیا — پالیا وہ جانشیں تیرا ۔ خدا کا مصطفیٰ
جو عَفُوُّ النّاس ہے دِل کا نہایت ہی حلیم — اَور اپنی شان میں ہر دلعزیز و پارسا

وصال نورالدین......

(کلام: مکرم عبدالرحمٰن خاکی صاحب)

ہنوز سیر ندیدم جمالِ نورالدین
کہ شدزِ گردشِ گیتی وصالِ نورالدین

دریغ و درد کہ از مطلع جہاں آباد
غروب گشتۂ بدرِ کمال نورالدین

نہ حاجت است مرا ساغرِ زرو یاقوت
مرا بس است زلالِ سفالِ نورالدین

زلطفِ قال بہ حال اندرم نہ ہشیارم
چہ ذوق بود و اثر در مقالِ نورالدین

بہ جانِ ہجر رسیدہ چساں قرار آید
چو بار بار بیابد خیالِ نورالدین

بساطِ حکمت وجود و سخا وفضل و کرم
نوردہ شدزغمِ انتقال نورالدین

چرا زِ درد نہ گریہ جماعتِ ملکوت
کہ بود رشکِ ملائک خصالِ نورالدین

بہ صبر کوش زِ فضل اللہ اے خاکی
کہ ہست سوزنِ جانت ملالِ نورالدین

درونِ سینۂ من زخم بے نشان زدہ
بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدہ

نوردیں

(کلام: مکرم عبدالخالق صاحب از مظفر نگر)

میرے دردِ دل کی دوا نوردیں ہے
مرا مقتداء پیشوا نوردیں ہے

سرِیر خلافت کا لعلِ درخشاں
مرا نور دیں ہے مرا نوردیں ہے

ہوا تجھ سے اسلام روشن جہاں میں
تجھے مرحبا مرحبا نوردیں ہے

تو نورِ خدا ہے تو ہے نور احمد
تو نورٌ علیٰ نور کیا نوردیں ہے

مجھے بھی تو کر نورِ دیں سے منوّر
یہی آپ سے التجا نوردیں ہے

کریں سجدۂ شکر دیں دار بھائی
کہ فضلِ خدا سے ملا نوردیں ہے

میں سو جاں سے تجھ پر تصدّق نہ کیوں ہوں
تیرے ہاتھ میری شفا نوردیں ہے

خدا کا پیارا محمد کا شیدا
...... سا نوردیں ہے

تو چل سر کے بل قادیاں عبدِ خالق
وہاں تیرا رونق فزا نوردیں ہے

(کلام: مکرم منشی جھنڈے خاں صاحب)

چل بسا جنت میں مہدی حق کو منظوری ہوئی
پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

بعد مہدی نوردین کو چن لیا رحمان نے
اور خلیفہ کر دیا خود قادر سبحان نے
پہن کر تاجِ خلافت صاحب عرفان نے
حق ادائی خوب کی اُس عامل قرآن نے
چھ برس نت درس میں جلوہ گری نوری ہوئی
پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

چھ برس اعلیٰ خلافت کر چکا جب نوردین
اور رہا ثابت قدم ہر امتحان میں پُر یقین
تب اچانک آ گیا پیغام رب العالمین
اے خلیفہ نوردین آباد کر خُلدِ بریں
نوردین تو خوش گیا پر ہم کو مہجوری ہوئی
پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

جمعہ کے دن ہم سے تھا رخصت ہوا وہ عالی ذات
تب اندھیرا قادیاں میں چھا گیا تھا ایک رات

مرید باصفا ایسا کہ مرشد بھی تھا گرویدہ

(کلام: مکرم عبدالمنان ناہیدؔ صاحب)

لگا جب اُسکو مشکل مرحلہ تنہا مسافت کا ‏ ‏ مسیحِ پاک نے اللہ سے اک صدیق کو مانگا

مسیح و مہدیٔ دوراں کی پیہم التجاؤں سے ‏ ‏ فضائے آسمانی بھر گئی اُسکی دعاؤں سے

عطا اسکو ہوا اک جاں نثارِ باوفا ایسا ‏ ‏ ملا اسکو ، تو پایا اسکو جیسا اُسنے مانگا تھا

وہ اک شاہی طبیب اُسکی بسر اوقات شاہانہ ‏ ‏ پر اسکے باوجود اُسکی طبیعت تھی فقیرانہ

وطن سے قادیاں آیا ، وطن کو پھر نہیں لوٹا ‏ ‏ مسیحِ پاک کے در پر وہ دنیا تج کے آ بیٹھا

پھر اُسنے ایک دن مرشد کی خدمت میں یہ لکھ بھیجا ‏ ‏ میں ہوں تجھ پر فدا، جو کچھ بھی ہے میرا وہ ہے تیرا

محبت اُس سے کی ،تو کی پھر ایسے پیروی اُسکی ‏ ‏ ہے کرتی پیروی جوں نبض کی حرکت تنفس کی

نگہ باریک بیں اور نکتہ رس اور جامع الانوار ‏ ‏ رقیق القلب ، عالم باعمل ، اور زبدۃ الاخیار

وہ خود بھی نور دیں تھا، دستِ قدرت کا تراشیدہ ‏ ‏ مرید باصفا ایسا کہ مرشد بھی تھا گرویدہ

جو جاتے اُسکی محفل میں وہ بھر کر جھولیاں لاتے ‏ ‏ لطائف اور دقائق اور معارف اور حقائق سے

دعا گو ، حاجی الحرمین ، صدرِ بزم مقبولین ‏ ‏ حکیم و مولوی و حافظ القرآن نور الدین

جو صدیقیت اس میں تھی ، ملا اسکا صلہ اُسکو ‏ ‏ خدا نے قدرتِ ثانی کا مظہر چُن لیا اسکو

ہوا پھر یہ مریدِ باصفا ہی جانشیں اُسکا ‏ ‏ رہا وہ چھ برس تختِ خلافت پر سریر آرا

منور ہو گیا انوارِ مشکوٰۃِ نبوت سے ‏ ‏ جماعت کو ملی تمکین دیں اُسکی خلافت سے

بالآخر وقت آیا ، اُسکو اللہ نے بلا بھیجا ‏ ‏ وہ دیرینہ محبّ محبوب کے پہلو میں جالیٹا

نصیب اچھا تھا جو اُسکو درِ مولیٰ پہ لے آیا ‏ ‏ مسیحِ پاک نے خود اسکے حق میں خوب فرمایا

''چہ خوش بودے اگر ہریک زِ اُمّت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے''

(کلام: مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفؔر ۔ بی۔اے)

مٹ نہیں سکتا تصور سے وہ نقشِ دلنشیں — وہ مُحبِّ مہدیٔ آخر زماںؑ وہ نورِدیں

خدمت و طاعت میں مثلِ حضرتِ ...... تھا — وہ مسیحائے زماںؑ کا جانشینِ اوّلیں

جس کی ہمت سے عیاں کون ومکاں کی وسعتیں — وہ خودی کا آسماں وہ عجز و طاعت کی زمیں

چشمہ ہائے علم وحکمت جس کے ہونٹوں سے رواں — جس کے دل میں موجزن تھا ایک دریائے یقیں

جس کی خاطر مائدہ نازل ہوا صبح و مسا — ظاہری اسباب سے بالا رہا جس کا یقیں

طائرِ دل گو رہا خود بے نیازِ آشیاں — لیک یارِ بے مکاں اس میں رہا ہر دم مکیں

شاہ تھے پر فقر سے رکھتے تھے ہمت کو بلند — ہیچ تھی اُن کی نظر میں رفعتِ چرخِ بریں

عُسر ہو یا یُسر ہو سب خوب تھا اُن کے لئے — حسنِ رؤیت کا کرشمہ تھا کہ تھی ہر شے حسیں

بختیار و بے نوا اُن کی نظر میں ایک تھا — کوئی بے مایہ ظفؔر سا ہو کہ ہو فغفورِ چیں

نورِ حسنِ یار تھا طلعت سے عاشق کی عیاں — داغِ مَہ بھی جس سے شرمائے وہ تھا داغِ جبیں

جان و دل سے ہر گھڑی تھے حامئی دینِ مبیں — نُورِ دیں تھے یا ستونِ عرشِ ربُّ العالمین

اوّلین و آخریں میں ہے کوئی نسبت اگر
پھر بلا شک ...... ہیں آخریں میں نورِ دیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ......

(کلام: مکرم عبدالمنان ناہید صاحب)

تری وفا بھی مسلّم ترا خلوص بجا
تری حیات کے دامن میں حرصِ جاہ نہیں
تری غلامی پہ آقا نے کی ثنا تیری
ترے مقام کی عظمت میں اشتباہ نہیں
تری نگاہِ توکّل میں کیا تھا الاّ اللہ
کمالِ علم و یقیں صرف لاالہ نہیں
تری نظر میں تھا محمودؔ کا مقام وہاں
جہاں خمیر غرور و اِبا کو راہ نہیں
ہزار حیف کہ کچھ لوگ تجھ سے ہیں منسوب
ترے طریق پہ جن کی مگر نگاہ نہیں
ترا طریق کہ خدمت میں فخر تھا تجھ کو
اِنہیں گلہ کہ یہ سلطانِ کجکلاہ نہیں
تو وہ کہ خواہش آقا بھی حکم تیرے لئے
اُنہیں یہ وہم بغاوت بھی کچھ گناہ نہیں
محبتوں کو فراموش کر گئے یکسر
مروّت آنکھوں میں باقی دلوں میں چاہ نہیں
وہ تیرا پیارا، وہ تیرے مسیح کا محمودؔ
تجھی سے پوچھتے کیا وہ سلیماں جاہ نہیں
نہ جانے کیوں یہ ہوئے اسقدر وفا شناس
یہ اس کی شفقت پیہم کے کیا گواہ نہیں
ہمارے زخمِ جگر پر نمک چھڑکتے ہیں
یہ بات تجھ کو سناتے بھی دل دھڑکتے ہیں

ایک نورالدین اور

(کلام: مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

کچھ حوالے مجھ کو تیری زندگی کے یاد ہیں
ان کی بنیادوں پہ یادوں کے محل آباد ہیں
دل میں اٹھتی ہے کسک میں نے تجھے دیکھا نہیں
دیکھتے تھے جو تجھے ان سب کے دل تو شاد ہیں

احترام دید لے کر کچھ ملاقاتیں کروں
دیکھ پاؤں تجھ کو اور تجھ سے ذرا باتیں کروں
میں تیری باتیں سنوں سنتی رہوں سنتی رہوں
خوش نصیبی پر ہنسوں اور میں منا جاتیں کروں

وقت کے نبّاض تو نے سب کو اچھا کر دیا
عصر کے بیمار کے ہر سر کو اونچا کر دیا
زندگانی کے حوالوں سے جو ممکن ہی نہ تھا
وار ڈالی زندگی سب کچھ مہیا کر دیا

زندگی کیسے بسر ہو گی کبھی سوچا نہیں
کل کو کس ڈھب پر چلے گی زندگی جانا نہیں
ہر خوشی کر دی نچھاور اپنے آقاؐ کے حضور
پھر سرِ تسلیم خم تھا کچھ بھی تو سوچا نہیں

دیکھنے والوں نے دیکھا بات کا پکا تھا تُو
فیصلے تیرے اٹل تھے قول کا سچا تھا تو
اک توکّل اک بھروسہ تھا خدا کی ذات پر
کون سمجھے گا عزیزو کس قدر اچھا تھا تو

کاش حکمت کی گرہ کوئی تو مجھ پر کھولتا
دستِ شفقت سر پہ رکھتا کاش مجھ سے بولتا
میں ہمہ تن گوش سنتی اُس کی ہر اک بات کو
باندھتی پلے سے جو حکمت کے موتی تولتا

کچھ جوابوں اور سوالوں میں جو ممکن ہی نہیں
تجھ سا ہو کوئی جیالوں میں یہ ممکن ہی نہیں
میرزا کو ایک ساتھی مل گیا تجھ سا حسیں
زندگانی کے حوالوں میں جو ممکن ہی نہیں

کاش اس دنیا میں ہوتا ایک نور الدین اور
کوئی ماں جنتی جہاں میں ایک نور الدین اور
موتیوں جیسا کھرا ، کتنا بہادر مہتمم
میرزا بھی اور ہوتا ایک نور الدین اور

روشنی کا سفر

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

(مکرمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ)

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل ہے۔اپنے بزرگوں کی یادوں کو تازہ رکھنا قوموں کی زندگی کے لئے ازبس ضروری ہے اور یہ تو وہ شخص تھا جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِامت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

اور فقط یہی نہیں حضورؑ نے اپنی تحریروں میں مختلف مقامات پر حضرت خلیفہ اوّل کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ ایک علیحدہ باب کا تقاضہ کرتا ہے۔ان میں سے ایک اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ اپنی ایک عربی کتاب ''حمامۃ البشریٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی البصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ نرم اور زیادہ حلیم اور اکمل الایمان ......اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص، بزرگ، متقی عالم، صالح، فقیہہ اور جلیل القدر محدّث اور عظیم الشان حاذق حکیم، حاجی الحرمین، حافظ قرآن، قوم کا قریشی نسب کا فاروقی ہے جس کا نام نامی مع لقبِ گرامی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔''

آپ کی وفات پر ملک کے اخباروں نے جو تبصرے شائع کئے وہ آپ کے متعلق مختلف طبقہ ہائے فکر کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ غیر بھی آپ کے علم وفضل نیکی اور تقویٰ کے معتقد تھے۔

آپ کا سراپا:

آپ دراز قامت تھے۔ چہرے کے نقوش موٹے تھے۔ ہونٹ اور ناک نہایت نمایاں، مہندی رنگی ہوئی داڑھی، سانولا رنگ، صورت دلکش اور پُررُعب تھی۔

غیر معمولی جسمانی طاقت رکھتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں کئی کئی وقت تک کھانے کا ناغہ کرتے مگر کوئی ضعف و

نقاہت محسوس نہ کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں بہت لمبے لمبے سفر کئے۔ ایک دفعہ آگرہ سے چل کر بھوپال پہنچے لیکن کوفت کا احساس نہ ہوا۔ بڑھاپے میں اگرچہ قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور مسلسل بیماریوں نے نڈھال کر دیا تھا مگر پھر بھی سارا دن علمی کام کرتے رہتے اور تھکان محسوس نہ کرتے۔ آپ زبردست تیراک اور شہسوار تھے۔ باوجود بڑھاپے کے سیدھے چلتے اور سیدھے کھڑے ہوتے۔ گھوڑے سے گرنے کے حادثہ سے پہلے کئی دفعہ چیلنج کیا کرتے تھے کہ کوئی میرا ہاتھ ٹیڑھا کر کے دکھا دے۔ آپ کا جسم بھاری تھا۔ آہستہ چلتے تھے۔ آخر وقت تک آپ کو عینک کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

بچپن کے چند واقعات:

آپ کے گھرانے کا ماحول بہت اچھا تھا۔ ہر وقت دینداری کی باتیں ہوتیں اور اخلاق واطوار پر نظر رکھی جاتی۔ آپ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میری والدہ پر۔ انہوں نے اپنی زبان میں عجیب عجیب طرح کے نکاتِ قرآن مجھ کو بتائے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کی جس قسم کی فرمانبرداری کرو گے اسی قسم کے انعامات پاؤ گے اور جس قسم کی نافرمانی کرو گے اسی قسم کی سزا پاؤ گے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جَو ز جَو
هل جزاء الاحسان الا الاحسان

(حیات نور صفحہ ۸)

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اکثر فرمایا کرتیں "جو آگ کھائے گا انگارے ہگے گا"۔

آپ فرماتے ہیں "میرے سامنے میرے ساتھ کھیلنے والے لڑکوں نے کبھی کوئی گالی نہیں دی بلکہ مجھ کو دور سے دیکھ کر آپس میں کہا کرتے تھے کہ یار وذرا سنبھل کر بولنا"۔

فرمایا "ایک مرتبہ جبکہ میں بچہ تھا ایک مولوی نے کہا کہ تم بھی ختم میں چلو۔ میں چلا گیا۔ وہاں لوگ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ میں نے بھی ایک سیپارہ لیا۔ ابھی میں نے آدھا ہی پڑھا تھا کہ بعض نے دو بعض نے چار پڑھ لئے۔ قریب سے ایک نے غصہ کے ساتھ مجھ سے سیپارہ لیا اور کہا تم نہیں جانتے لاؤ میں پڑھ دوں۔ اس نے لے کر ویسے ہی ورق الٹنے شروع کر دیئے اور جھٹ سیپارہ ختم کر کے رکھ دیا۔" (حیات نور صفحہ ۹)

ایک دفعہ فرمایا "میرا ایک استاد منشی قاسم علی رافضی تھا۔ میں اس سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ وہ مجھے کہتا آج بزم کا رقعہ لکھو، آج رزم کا رقعہ لکھو، آج بہاریہ کا رقعہ لکھو، آج خزاں کا رقعہ لکھو۔ مجھے حکم ہوا آج یہ سب رقعے یاد کر کے ہمیں سنا دو۔ میں اس کو فرفر کر کے سنا بھی دیا کرتا تھا۔ شاباش لے کر ادھر جلا دیا کرتا تھا۔ آٹھ آٹھ ورق کا سرنامہ میں نے پڑھا ہے اس سے مجھے

یہ فائدہ پہنچا کہ میں نے اب سرناموں کو جڑھ سے ہی کاٹ دیا ہے۔ میرے سرنامے یہ ہیں ۔عزیز،عزیز مکرم،مکرم، جناب، السلام علیکم۔جن سے مجھے محبت نہیں ہے ان کو میں صرف جناب لکھ دیتا ہوں یعنی تُم اِس طرف ہو میں اس طرف غرض ہم کو ان فضول باتوں کی ضرورت نہیں‘‘۔ (حیات نور صفحہ ۱۱)

ان چھوٹے چھوٹے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ بچپن سے آپ لغویات سے پرہیز کرتے تھے اور کسی قسم کی بھی غلط بات پسند نہ فرماتے۔

شجاعت:

آپ ایک نڈر اور بے باک انسان تھے۔ آپ کے خلاف کشمیر اور بھیرہ میں بڑی بڑی سازشیں ہوئیں مگر آپ نے شجاعت اور بہادری کے بے نظیر نمونے دکھائے۔ بعض اوقات آپ کے قتل کی سازشیں بھی ہوئی مگر آپ کبھی ہراساں نہ ہوئے اور نہ ہی کسی قسم کے خوف اور فکر کا شکار ہوئے۔ مشکل سے مشکل وقت میں بھی آپ ایسے بشاش رہے جیسے عام حالات میں ہوتے تھے۔ ہمیشہ خوش رہتے۔ کوئی صدمہ پہنچے یا بیماری آئے کچھ بھی ہو کبھی چڑ چڑے پن اور گھبراہٹ میں مبتلا نہ ہوتے اور ہمیشہ فرماتے مومن پر خوف وحزن نہیں آ سکتا۔

عاجزی وانکساری:

آپ عاجزی وانکساری میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ایک چھوٹا سا واقعہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی جگہ ڈیڑھ روپیہ ماہوار کی نوکری کر لی۔ جب نوکر رکھنے والے شخص کو علم ہوا کہ آپ اتنے بڑے عالم اور محدّث ہیں تو وہ آپ سے معافی مانگنے لگا لیکن آپ کی طرف سے کبھی یہ اظہار نہ ہوا کہ یہ نوکری میری شان کے خلاف ہے۔

حافظہ:

آپ کا حافظہ انتہائی زبردست تھا۔ بچپن کی باتیں آخر وقت تک یاد رہیں۔ سننے والے کہتے ہیں کہ بچپن کی باتیں ایسے واضح الفاظ میں بیان فرماتے گویا کل کی بات ہو۔ آپ کو اپنا دودھ چھوڑنا بھی یاد تھا۔ چنانچہ فرماتے تھے میری ماں نے پستان کے اوپر بال لگا لئے اور میں نے اپنے بھائی سے کہا تھا یہ ھوّا ہے۔

علمی ذوق:

آپ کا بے پناہ علمی ذوق بڑے بڑے علماء اور مفکرین کو حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ آپ نے بے شمار روپے خرچ کر کے اپنی ذاتی لائبریری بنائی جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تاریخ، تصوف، سیاست، منطق، فلسفہ، صرف ونحو، ادب، کیمیا، طب، علم جراحی، علم ہیئت اور دیگر مذاہب وغیرہ کی قیمتی کتابیں موجود تھیں جن میں کئی علمی نسخے بھی تھے۔ خود اپنے خرچ پر مولوی

غلام نبی صاحب مصری کو مصر بھجوا کر وہاں کی بعض قلمی کتابوں کی نقلیں منگوائیں۔ کئی سیاح اور زائرین جو قادیان آتے ان کتابوں کو دیکھ کر حیران ہوتے کہ اس چھوٹے سے قصبہ میں علم کا یہ خزانہ کہاں سے آ گیا۔ ایک بار فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج سر شاہ محمد سلیمان کو ایک کتاب کی ضرورت پڑی جو سارے ہندوستان میں تلاش کے بعد آخر کار قادیان سے ملی۔ بے شک حضرت خلیفہ اوّل کی یہ لائبریری سارے ہندوستان میں بے مثال تھی یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے کتابیں اپنے شوق کی وجہ سے پہلے سے جمع کی ہوئی تھیں لیکن پہلی پبلک لائبریری قادیان میں" انجمن تشحیذ الاذہان " کے زیر انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل کے مشورہ سے ۱۹۰۸ء میں قائم کی اور حضرت خلیفہ اوّل نے لائبریری کے لئے کتابیں بھی دیں اور چندہ بھی۔ حضور نے یہ کتابیں محض شوقیہ جمع نہیں کی تھیں بلکہ ہر کتاب آپ کے ذاتی مطالعہ میں رہی اور جا بجا حضرت خلیفہ اوّل کے قلمی نوٹ کتابوں پر ملتے ہیں۔ فراست ایسی تھی کہ کسی مصنف کی نثر کا ایک ورق پڑھ کر اس کے مذہب اور بیوی بچوں اور دوست دشمن سے اس کے تعلقات کا اندازہ لگا لیتے تھے۔

آپ کی تمام زندگی انتہائی پاکیزہ گذری۔ آپ کے چچازاد بھائی مولوی غلام قادر صاحب جو خود ایک بہت بڑے مصنّف تھے کہا کرتے تھے کہ اگر مولوی نورالدین میرے ساتھ ہوتے تو سارا ملک سنّی ہو جاتا۔

سادگی:

استغناء اور قناعت میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ نے بارہا فرمایا کہ میں کسی بات میں تمہارا محتاج نہیں نہ تم سے کوئی اجر مانگتا ہوں۔ حتیٰ کہ تمہارے سلاموں کا بھی خواہشمند نہیں۔ جب میں رات کو سوتا ہوں تو الحمدللہ کسی کے ساتھ کوئی ناراضگی کوئی حرص میرے دل میں نہیں ہوتی۔ باوجود اپنی شان اور وجاہت کے آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اکثر پاجامہ اور کھلا کرتہ زیب تن کرتے اور سر پر عمامہ رکھتے جو لنگی کی طرز کا ہوتا تھا۔ صدری کا استعمال بھی فرماتے تھے۔ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی خاص اہتمام سے آپ کے لئے گرگابی لاتے مگر آپ اس کی ایڑھی بٹھا لیتے۔

اپنے دواخانے میں آپ ایک صف پر بیٹھتے جس پر معمولی سا اون کا بچھونا ہوتا تھا اور ساتھ تکیہ رکھا ہوتا تھا۔ سامنے معمولی سی تپائی رکھی ہوتی تھی۔ آپ اکثر شوربے میں روٹی بھگو کر کھاتے تھے۔ یہ غذا آپ کو بہت پسند تھی۔ آپ انتہائی خوددار تھے۔ ایک دفعہ نواب خان زمان خان نے اپنا مدارالمہام قادیان بھیجا کہ میں بیمار ہوں میرے علاج کے لئے تشریف لائیں مہربانی ہوگی۔ میں چھوٹی سی ریاست کا حکمران ہوں لیکن حضور سمجھتے تھے کہ وہ خود آ سکتے ہیں اس لئے فرمایا مجھے تو آنے کی فرصت نہیں اگر آپ آ جائیں تو میں آپ کا علاج کروں گا اور آپ کا تمام خرچ میں برداشت کروں گا۔

شفقت

اپنے دوستوں سے خاص طور پر حسن سلوک کرنا اور ان کی خیر اور بھلائی کے لئے ہر ممکن کوشش آخر وقت تک آپ کا

طریق رہا۔ آپ نہایت درجہ خلیق، ملنسار اور شگفتہ مزاج تھے۔ ہر شخص آپ سے مل کر بہت خوشی محسوس کرتا۔ عبدالمجید صاحب سالک لکھتے ہیں:

"۱۹۱۲ء کا ذکر ہے میں بعض لوگوں سے ملنے کے لئے بٹالہ سے قادیان گیا اور ایک عزیزہ کے علاج کے سلسلہ میں مولانا حکیم نورالدین مرحوم و مغفور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ضرورتمند لوگوں کا جمگھٹا تھا۔ کوئی نبض دکھار ہا تھا کوئی طب کی تعلیم حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔ کوئی دینی مسائل کے متعلق استفتاء کی غرض سے آیا بیٹھا تھا۔ میں بھی انہی لوگوں میں بیٹھ گیا۔ جب میری باری آئی میں نے اپنی عزیزہ کے لکھے ہوئے حالات پیش کئے۔ حکیم صاحب نے ان حالات کو غور سے پڑھتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے؟۔ میں نے عرض کیا بٹالہ سے۔ پوچھنے لگے کس محلہ میں رہتے ہو۔ جواب دیا ہاتھی دروازہ میں۔ پوچھا ککّے زئی ہو؟ عرض کیا جی ہاں۔ پوچھا کس خاندان سے ہو۔ میں نے بتایا کہ میاں میر محمد میرے دادا ہیں۔ چونک کر کہا وہی میاں میر محمد جو صبح سے شام تک لوگوں کو مفت پڑھاتے ہیں؟ میں نے مسکرا کر کہا جی ہاں۔ فرمایا وہ تو ہمارے دوست ہیں اور تم ہمارے بچے ہو۔ یہاں کس کے پاس ٹھہرے ہو۔ میں نے عرض کیا قاضی اکمل صاحب کے پاس۔ مسکرا کر کہا ہاں شاعر تو شاعر کے پاس ہی ٹھہرے گا۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۰، ۵۴۱)

مہمانوں کی خدمت میں آپ کو روحانی مسرت ہوتی تھی۔ آپ کے وطن کے غریب رشتہ دار آتے ان پر بہت شفقت فرماتے۔ ایک بار بخاری کی حدیث میں ماں کے رشتہ داروں سے سلوک کر کے دنیاوی فائدہ کا ذکر آیا تو فرمایا میری روزی کی وسعت کا ذریعہ حدیثِ نبوی پر عمل کرنا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو میری والدہ کی قوم کے لوگ میرے پاس اپنی اپنی ضرورت کے لئے کیسے دوڑتے آتے ہیں۔

مساکین و یتامیٰ کی پرورش کا خیال رکھتے۔ آپ کسی یتیم لڑکے لڑکی کو اپنے گھر میں گھر کے فرد کی طرح رکھتے تھے۔ ایک بار ڈاکٹروں اور حکیموں کو نصیحت کی کہ غریبوں کو ایسا نسخہ بتائیں جو چند پیسوں کا ہے اور امیروں کو ایسا نسخہ بتائیں جو ان کی حیثیت کے مطابق ہو اور ان سے جو دوائی بچے وہ غریبوں پر خرچ کریں اور ان کی دعائیں لیں۔

آپ کے پاس اگر کوئی سفارش کروانے کے لئے آتا تو کبھی انکار نہ کرتے۔ جب آپ مہاراجہ کے دربار میں ملازم تھے تو بہت سے لوگ اپنی عرضیاں لاتے کہ آپ اسے مہاراجہ کے سامنے پیش کر دیں۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ آٹھ عرضیاں ایک دن میں آ گئیں۔ آپ نے موقعہ دیکھ کر ایک عرضی مہاراجہ کے سامنے رکھی جو مہاراجہ نے نامنظور کر دی۔ پھر دوسری درخواست رکھ دی وہ بھی نامنظور ہو گئی۔ اسی طرح سات عرضیاں آپ نے باری باری پیش کیں جو نامنظور ہوتی گئیں۔ آپ نے آٹھویں عرضی بھی سامنے رکھ دی یہ دیکھ کر مہاراجہ صاحب آپ کی مستقل مزاجی پر حیران رہ گئے اور کہنے لگے مولوی صاحب! ایسا کوئی شخص میری نظر سے آج تک نہیں گذرا جسے سات بار ناکامی ہوئی مگر اس نے اپنا قدم ذرّہ بھر بھی پیچھے نہ کیا

ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ ضرور تمہاری عرضیاں مہاراجہ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ سو میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ یہ سن کر مہاراجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور آٹھوں درخواستیں منظور کر لیں۔

پڑوسیوں اور عام مسلمانوں و غیر مسلموں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے۔ مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر آپ کو بہت صدمہ ہوتا۔ بہت سے طالب علموں کی فیس خود ادا کرتے۔ سائل کے سوال کو کبھی ردّ نہیں کیا۔

حاجی مفتی عبدالرؤف صاحب بھیروی کا بیان ہے ایک بار ایک ضرورتمند آیا کہ بیٹی کی شادی ہے مگر کوئی پیسہ میرے پاس نہیں۔ آپ نے فرمایا کتنے پیسوں میں گذارہ ہو جائے گا۔ اس نے اڑھائی سو روپے بتائے۔ آپ نے اسے بیٹھنے کو کہا اور خود مریض دیکھتے رہے۔ ظہر کے وقت اٹھنے لگے تو کپڑا اٹھایا جس کے نیچے آپ پیسے رکھ رہے تھے۔ وہاں سے پیسے اٹھا کر گنے تو پورے اڑھائی سو بنتے تھے وہ آپ نے اس غریب کو دے دیے۔

آپ کی ہمدردی کسی خاص سے ہی مختص نہیں تھی۔ علاج کے سلسلہ میں آپ نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ ضرورتمند کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔

ایک بار ایک ہندو آپ کے پاس علاج کے لئے آیا۔ آپ نے اسے نسخہ لکھ دیا۔ اس نے عرض کی اس دوا کے لئے میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ آپ نے وہ دوا ڈاک کے ذریعہ اس کے لئے منگوائی اور جب تک وہ صحت مند نہ ہو گیا اسے اپنی طرف سے دوا دیتے رہے۔

ہمیشہ عورتوں سے حسن سلوک کی تاکید فرماتے رہتے۔ آپ کو بے فائدہ سوالات سے نفرت تھی۔ ایک بار کسی نے سوال کیا کہ کوئی خلیفہ ۴۰ سال کی عمر سے کم ہوا ہے۔ آپ نے " فرمایا میں خلیفوں کا مؤرخ نہیں ------------
خاکسار کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ آدم داؤد علیہما السلام کی کیا عمر تھی۔ نیز ثم جعلنٰکم خلٰئفَ فِی الارض میں سب بالغ بلکہ غیر بالغ شامل ہیں"۔

آپ کے وعظ و تلقین کا رنگ بہت مؤثر اور دلنشین ہوتا تھا۔ بات میں ایک درد اور دلکشی ہوتی تھی۔ کلام میں ایک عجیب شان تھی۔ آپ میں تالیف و تصنیف کی زبردست قوت تھی۔ تحریر میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ وقار اور سادگی کا قدرتی رنگ تھا۔

پردہ پوشی اور اغماض آپ کی عادت خاص تھی آپ کا ہمیشہ یہ طریق رہا کہ جس کا قصور ہوتا مجلس میں اسے مخاطب نہ کرتے بلکہ عمومی بات کرتے جس سے سب سمجھنے والے سمجھ جاتے۔

ایک دفعہ دس لوگ بیعت کے لئے آئے۔ آپ کو کشفاً بتایا گیا کہ ان میں سے ایک قتل کا جرم کر چکا ہے۔ اس پر آپ نے سبھی سے بیعتِ توبہ لی۔ اس طرح سب کی اجتماعی توبہ سے اس ایک شخص کی بھی پردہ پوشی ہو گئی۔ حسن ظنی کا مادہ آپ میں بہت تھا۔ ایک بار ایک زمیندار نے چند گنّے پیش کئے۔ دوسرے زمیندار نے کہا کہ یہ چوری کے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے

ارشاد فرمایا میں نے تو چوری کرتے نہیں دیکھا نہ میں اسے چور سمجھتا ہوں یہ بدظنّی ہے۔ اس کی قیمت اگر چاہو تو مجھ سے لے لو۔

حدیثوں کا بہت سا حصہ آپ کو یاد تھا۔ فرمایا کرتے تھے میں نے بہت روپیہ، محنت، وقت خرچ کر کے احادیث کو پڑھا ہے اور اس قدر پڑھا ہے کہ اگر بیان کروں تو تم کو حیرت ہو۔ ابھی میرے سامنے کوئی کلمہ حدیث کا ایک قرآن کا اور ایک کسی اور شخص کا پیش کرو میں بتا دوں گا کہ یہ قرآن کا ہے یہ حدیث کا اور یہ کسی معمولی انسان کا۔

ایک دفعہ فرمایا "خدا تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ سے ایسی محبت بخشی ہے کہ میرے کسی گوشہ میں آپ کی تعلیم، آپ کی اولاد، آپ کی آل سے ذرا بغض نہیں رہا"۔ خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کے لئے غیرت آپ کے ایمان اور عقیدے کا خاص جزو تھا۔ ایک دفعہ آپ کے ایک استاد کے یہاں پیرانِ پیر کی گیارھویں شریف کی جلیبیاں آئیں۔ استاد نے کہا ان کو کھا لینا جائز ہے۔ مگر آپ نے کھانے سے انکار کر دیا کہ **ما احل لغیر اللّٰہ** کا آپ کو خیال نہیں!

طبابت

حکمت کے بارہ میں آپ کا نظریہ عام طبیبوں سے بالکل الگ تھا۔ طبیبوں کے بارہ میں آپ فرماتے تھے کہ ڈاکٹروں اور حکیموں میں یہ مرض ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے شفاء دی اور اگر مریض اچھا نہ ہو تو کہتے ہیں خدا کی مرضی۔ آپ شافیٔ مطلق صرف خدا کو سمجھتے اور مریض کے علاج کے ساتھ اس کے لئے دعاؤں میں بھی مشغول رہتے۔

شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کا بیان ہے کہ میری بیوی بیمار تھیں۔ میں نے حضرت خلیفہ اوّل سے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا کہ بعض اوقات انسان کے پیٹ میں درد ہوتا ہے وہ چھوٹے حکیم کے پاس جاتا ہے مگر آرام نہیں آتا پھر ضلع یا صوبہ کے حکیم کے پاس جاتا ہے مگر پھر بھی آرام نہیں آتا۔ بعد ازاں وہ کسی باخدا کے پاس جاتا ہے مگر اس کی بیماری رفع نہیں ہوتی پھر وہ آخر خدا کے پاس جاتا ہے تو آرام آجاتا ہے۔

آپ پر آزمائش اور ابتلاء کے کئی دور آئے مگر آپ ہمیشہ خدا کی رضاء پر راضی رہے۔ آپ زندگی کے ہر مرحلہ پر دعا کرنا ضروری سمجھتے تھے اور دعا کی طاقت کو سب سے بڑی طاقت یقین کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے انسان کو چاہیے دعا کی عادت ڈالے اس سے کامیابیوں کی سب راہیں کھل جائیں گی۔

بحیثیت طبیب آپ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے تھے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

> "مولوی صاحب کا وجود ازبس غنیمت ہے۔ آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں۔ ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں؟"

(تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۲)

ایک بار امرتسر کی ایک عورت کو کوئی اندرونی تکلیف ہوگئی۔طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کوششوں کے باوجود فرق نہ پڑا۔ آپ اس کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی اجازت سے اس کے رشتہ داروں کے کہنے پر ان کے ساتھ قادیان سے تانگہ پر سوار ہو کر امرتسر کی طرف روانہ ہوئے اور تانگہ میں دعا شروع کر دی کہ اے خدا بڑے بڑے طبیبوں سے یہ شفاء نہیں پاسکی تو نورالدین تیرے فضل کے بغیر کیا کر سکتا ہے؟ آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کے علاج سے اسے شفاء بخشی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک رفیق چوہدری حاکم دین صاحب کے ہاں پہلے بچے کی پیدائش پر آپ کی بیوی کو بہت تکلیف تھی۔ چوہدری صاحب رات ۱۱ بجے آپ کے گھر گئے اور تکلیف بیان کی۔ آپ نے ایک کھجور پر دعا کر کے چوہدری صاحب کو دی کہ اپنی بیوی کو کھلا دیں اور بچہ پیدا ہو جائے تو اطلاع بھی دیں۔تھوڑی دیر بعد لڑکی پیدا ہوئی مگر انہوں نے حضرت خلیفہ اوّل کو دوبارہ جگانا مناسب نہ سمجھا۔صبح جب حضور کو بتایا تو حضور نے فرمایا کہ بچی پیدا ہونے پر تم دونوں میاں بیوی آرام سے سو گئے۔ اگر مجھے بھی اطلاع دے دیتے تو میں بھی آرام سے سو رہتا۔ میں تمام رات تمہاری بیوی کے لئے دعا کرتا رہا۔

آپ کی سیرت کے بعض پہلو بہت نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتے ہیں جن کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

بے مثال توکّل اور غیبی رزق کا آنا:

آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو آپ کا بے مثال توکل تھا۔خدا تعالیٰ سے آپ کا ایک ایسا ذاتی تعلق تھا کہ آپ کی ہر ضرورت پوری ہونے کا خود بخود غیب سے سامان ہو جاتا تھا۔آپ کی زندگی ان واقعات سے بھری ہوئی ہے۔فرمایا کرتے تھے کہ میری آمدنی کا راز خدا نے کسی کو بتانے کی اجازت نہیں دی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

> "حضرت خلیفۃ المسیح (اوّل) کو دیکھ لو انہیں جو ضرورت ہو اس وقت پوری ہو جاتی ہے اور کوئی روک یا دیر نہیں ہوتی۔ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تمہیں ضرورت ہو ہم دیں گے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے میرے سامنے ایک آدمی آیا اس نے دو سو روپیہ بطور امانت دو سال کے لئے دیا اور کہا کہ میں دو سال کے بعد آپ سے آ کر لے لوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک شخص جس نے جناب سے قرض مانگا ہوا تھا وہ بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا آپ نے ایک سوا سے دے دیا اور رسید لے کر اس تھیلی میں رکھ لی اور تھیلی روپوں کی گھر بھجوا دی۔تھوڑی دیر کے بعد وہی امانت رکھوانے والا پھر آیا اور کہا کہ میرا ارادہ بدل گیا ہے وہ روپے آپ مجھے دے دیں۔آپ نے فرمایا کب جاؤ گے۔اس نے کہا ایک گھنٹہ کو۔ آپ نے فرمایا اچھا تم یکّہ وغیرہ کرو اور ایک گھنٹہ کو آ کر مجھ سے روپیہ لے لینا۔میں اس وقت آپ کے

پاس ہی بیٹھا تھا۔آپ نے فرمایا دیکھو انسان پر بھروسہ کرنا کیسی غلطی ہے۔میں نے غلطی کی۔خدا نے بتلا دیا کہ دیکھو تم نے غلطی کی۔اب دیکھو میرا مولیٰ میری کیسے مدد کرتا ہے۔وہ ایک سو روپیہ ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ کو مل گیا اور آپ نے اسے دے دیا۔" (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۶۔۵۵۵)

ایک دن عبدالحئی صاحب عرب نے کہا میں نے چالیس روپے قرض دینے ہیں آپ نے فرمایا آج سے پندرہویں دن لے لیں۔جب وقت آیا تو اتوار کا دن تھا۔کوئی منی آرڈر نہ پہنچا نہ کہیں سے روپیہ آیا۔شام کے قریب حضرت خلیفہ اوّل کوٹ اور واسکٹ لٹکا کر وضو کرنے گئے۔عبدالحئی صاحب عرب صاحب نے ان کی جیبیں وغیرہ دیکھیں تو خالی نکلیں۔مگر جب آپ وضو کر کے واپس آئے تو کوٹ، واسکٹ پہنے اور عبدالحئی کو چالیس روپے نکال کر دیے۔اس پر عبدالحئی نے ہنسنا شروع کر دیا جس پر مولوی محمد جی صاحب نے بتایا کہ عبدالحئی صاحب نے کہا تھا کہ یونہی کہا کرتے ہیں کہ ہماری ضرورت پوری ہو جاتی ہے آج تو خالی ہی رہے۔حضرت خلیفہ اوّل بھی مسکرائے اور فرمایا کہ مجھ سے خدا تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے جس سے کوئی واقف نہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نانا جان (حضرت میر ناصر نواب صاحب) دارالضعفاء یا نور ہسپتال کے چندے کے لئے آپ کے پاس آئے۔آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں مگر حضرت نانا جان نے بہت اصرار کیا۔اس پر آپ نے کپڑے کا کونہ اٹھایا اور وہاں سے ایک پونڈ اٹھا کر دے دیا اور فرمایا اس پر صرف نورالدین کے ہاتھ لگے ہیں۔

قریشی امیر احمد صاحب بھیروی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے شیخ محمد چٹھی رساں کتابوں کا ایک وی۔پی لایا جو سولہ روپے کا تھا۔حضور نے فرمایا یہ کتابیں مجھے بہت پیاری ہیں اور میں نے بہت شوق سے منگوائی ہیں لیکن اب ان کی قیمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میرے مولیٰ کا میرے ساتھ ایسا سلوک ہے کہ یہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔چنانچہ ہمارے بیٹھے بیٹھے ایک ہندو اپنے بیٹے کے علاج کے لئے آیا اور نسخہ لے کر ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چلا گیا۔آپ نے اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا اور فرمایا کہ میں اپنے مولیٰ کے قربان جاؤں جس نے تمہارے سامنے مجھے شرمندہ نہیں کیا۔اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری تو عادت ہی مانگنے کی نہیں۔پھر ہو سکتا ہے ایک روپیہ دیتا یا اشرفی ہی دے دیتا مگر میرے مولیٰ نے اسے مجبور کیا کہ میرے نورالدین کو سولہ روپے کی ضرورت ہے اس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی ضرور رکھو۔

"خدا ہی رازق" کے عنوان کے تحت" بدر" میں حضرت خلیفۃ المسیح کا کلام ان الفاظ میں درج ہوا۔فرمایا "میرا

خدا ہمیشہ میرا خزانچی رہا ہے۔مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوئی چونکہ میرا توکل ہمیشہ خدا پر رہا اور وہی قادر ہر وقت میری مدد کرتا رہا ہے۔چنانچہ ایک وقت مدینہ میں میرے پاس کچھ نہ تھا حتیٰ کہ رات کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔جب نماز عشاء کے لئے وضو کر کے......کو چلا تو راستہ میں ایک سپاہی نے مجھ سے

کہا ہمارا افسر آپ کو بلاتا ہے۔ میں نے نماز کا عذر کیا پر اس نے کہا میں نہیں جانتا میں تو سپاہی ہوں حکم پر کام کرتا ہوں۔ آپ چلیں ورنہ مجھے مجبوراً لے جانا ہوگا۔ ناچار میں ہمراہ ہو گیا۔ وہ ایک مکان پر مجھے لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک امیر افسر سامنے جلیبیوں کی بھری ہوئی رکاب رکھا ہوا بیٹھا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اسے کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے ملک میں اسے جلیبی کہتے ہیں۔ کہا کہ ایک ہندوستانی سے سن کر میں نے بنوائی ہیں۔ خیال کیا کہ اس کو پہلے کسی ہندوستانی کو ہی کھلاؤں چنانچہ مجھے آپ کا خیال آ گیا اس لئے میں نے آپ کو بلوایا۔ اب آپ آگے بڑھیں اور کھائیں۔ میں نے کہا نماز کے لئے اذان ہوگئی ہے فرصت سے نماز کے بعد کھا لوں گا۔ کہا مضائقہ نہیں۔ ہم ایک آدمی...... کو بھیج دیں گے کہ تکبیر ہوتے ہی آ کر کہہ دے۔ خیر میں کھا کر جب شکم سیر ہو گیا تو ملازم نے اطلاع دی کہ نماز تیار ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر دوسری صبح میں جبکہ اپنا بستہ صاف کر رہا تھا اور اپنی کتابیں الٹ پلٹ کر رہا تھا تو ناگہاں ایک پونڈ مل گیا۔ چونکہ میں نے کبھی کسی کا کوئی مال نہیں اٹھایا اور نہ مجھے کبھی کسی کا روپیہ ہی دکھلائی دیا اور میں یہ خوب جانتا تھا کہ اس مقام پر مدت سے میرے سوائے کوئی آدمی نہیں رہا اور نہ کوئی آیا لہٰذا میں نے اسے خدائی عطیہ سمجھ کر لے لیا اور شکر کیا کہ بہت دنوں کے لئے یہ کام دے گا۔"

(اخبار ''بدر'' ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

اسی طرح کا ایک واقعہ مولوی محمد جی صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ دار الضعفاء اور سکول کے غریب طالب علموں کے لئے سردی کے لئے گرم کپڑے نہیں تھے۔ مولوی غلام محمد صاحب امرتسری نے اس کے متعلق عرض کیا تو فرمایا ہم ابھی دعا کرتے ہیں چنانچہ دعا شروع فرما دی۔ دوسرے یا تیسرے دن اعلیٰ قسم کے کمبل آنے شروع ہو گئے۔ جو کمبل آتے حضور تقسیم فرما دیتے۔ جب نواں یا گیارھواں کمبل آیا تو آپ کی حرم حضرت اماں جی کو وہ بہت ہی پسند آیا اور کہا کہ یہ کمبل تو ہم نہیں دیں گے۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا آج اکیس کمبل آنے تھے مگر اب نہیں آئیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد کوئی کمبل نہیں آیا۔

حضور کے فرزند مولوی عبد الوہاب عمر صاحب الفضل ۱۹ رمئی ۱۹۴۹ء میں لکھتے ہیں حضرت اماں جی حرم حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے بتایا کہ ایک روز حضرت خلیفہ اوّل کے پاس کشمیری دھسّہ (کمبل) آیا۔ آپ نے وہ کسی ضرورت مند کو دے دیا۔ اس روز کئی کمبل آئے اور سب کے سب آپ نے تقسیم کر دیے۔ ایک کمبل آیا تو مجھے خیال آیا کہ گھر کے لئے بھی ایک کمبل رہنا چاہیے میں نے کہا یہ کمبل آپ کسی کو نہ دیں۔ آپ نے وہ کمبل مجھے دے دیا اور فرمایا کہ:

"ہم تو اپنے مولیٰ سے سودا کر رہے تھے۔ وہ بھیجتا تھا اور ہم کسی حاجت مند کو دے دیتے تھے۔ تم نے

ہمارا سودا خراب کر دیا۔ اب کوئی کمبل نہ آئے گا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ سلسلہ بند ہو گیا۔"

(حیاتِ نور صفحہ ۵۲۲)

جموں جانے کا عجیب واقعہ:

ایک مرتبہ آپ بھیرہ سے جموں جانے کے ارادہ سے نکلے آپ کے ساتھ آپ کا ایک بھتیجا شاہسوار نام بھی تھا لیکن آپ کے پاس کرایہ کے لئے کوئی پیسہ نہ تھا۔ پہلے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ قرض لے لیں لیکن پھر طبیعت نہ مانی اور آپ ایسے ہی چل دیے۔ آپ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ شہر سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک آدمی نے آپ کو ایک روپیہ اور کچھ پیسے پیش کئے۔ ایک اور آدمی نے اٹھنّی پیش کی۔ جب تین چار کوس کا فاصلہ طے کر کے آوان نامی ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو آپ کے بھتیجے نے کہا کہ گرمی لگ رہی ہے ہمارے پاس بتاشے تو ہیں اگر آپ کہیں تو کنویں پر جا کر شربت پی لوں؟ آپ کی اجازت سے وہ پانی لینے چلا گیا لیکن تھوڑی دیر بعد واپس آ گیا اور آپ کو بھی ساتھ چلنے کو کہا۔ کنویں پر پہنچے تو کنویں کے مالک نے کہا کہ آپ اپنا برتن نہ نکالیں گاؤں کا نمبردار آپ کو آتا دیکھ کر دودھ لینے گیا ہے۔ چند منٹ بعد نمبردار آ گیا اور پینے کے لئے دودھ پیش کیا نیز ایک روپیہ نذرانہ بھی دیا کہ کسی وقت آپ نے اس کے بیٹے کا علاج کیا تھا جس سے وہ شفایاب ہو گیا تھا۔ اتنے میں ...... کا ملّاں آ گیا اور آپ کی خدمت میں ایک روپیہ پیش کیا۔ اس کی غربت کو دیکھتے ہوئے آپ نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس دوران وہاں کافی لوگ جمع ہو گئے تھے۔ سب نے اصرار کیا کہ آپ یہ روپیہ ضرور لیں اور بتایا کہ یہ شخص بہت بیمار تھا اور آپ سے اس نے بذریعہ ڈاک جموں سے دوائی منگوائی تھی جس کے استعمال سے یہ اچھا ہو گیا تھا۔ سب کہتے تھے تو نے مفت دوائی منگوائی اور شکریہ بھی ادا نہیں کیا جس پر اس نے کہا تھا کہ اگر نورالدین ہمارے گاؤں میں آئے تو روپیہ دے دوں گا۔ یہ کبھی روپیہ دینے والا نہیں آج اتفاق سے ہی قابو آ گیا ہے۔ اب آپ کے پاس ساڑھے تین روپے ہو گئے۔ جب آپ ریلوے اسٹیشن پہنچے تو خیال آیا کہ بھتیجے کو لاہور دکھا دیں۔ لاہور تک دو آدمیوں کا تیسرے درجے کا کرایہ تین روپے تھا۔ لاہور پہنچے اور اسٹیشن سے باہر آئے تو ایک گاڑیبان سے شیخ رحیم بخش کی کوٹھی تک کا کرایہ پوچھا اس نے ایک روپیہ بتایا۔ آپ نے کہا میرے پاس تو آٹھ آنے ہیں چنانچہ وہ اس پر راضی ہو گیا۔ واپسی پر شیخ رحیم بخش نے اپنی گاڑی منگوائی اور آپ کے کان میں کہا ہمارے ملازم کو آپ انعام نہ دیں۔ اسٹیشن پہنچے تو جیب میں کوئی پیسہ نہیں تھا لیکن یہ یقین تھا کہ اسی گاڑی میں جائیں گے۔ آپ کے کھڑے کھڑے ٹکٹ ملنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئے۔ ٹرین آئی۔ مسافر سوار ہو گئے۔ اندر جانے کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا مگر آپ ہیں کہ کوہ وقار بنے کھڑے ہیں اس یقین کے ساتھ کہ جانا اسی گاڑی میں ہے۔ گاڑی بھی بالکل چلنے کو تھی کہ ایک شخص کو دیکھا کہ نوردین، نوردین پکارتا دور تک چلا گیا۔ اب گاڑی چل بھی پڑی لیکن خدا کی قدرت کہ کسی وجہ سے پھر رک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور آپ کو دیکھ کر اسٹیشن سے تین ٹکٹ خریدے۔ اس کے ساتھ آئے ہوئے سپاہی نے آپ کو

گاڑی میں سوار کروانے میں مدد دی۔ جونہی آپ نے گاڑی میں قدم رکھا گاڑی چل پڑی۔ وہ شخص بھی ساتھ ہی تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ آپ نے نسخہ لکھ دیا۔ وہ ٹکٹ جو اس نے خریدے تھے وہیں کے تھے جہاں آپ کو جانا تھا۔ اس نے دو ٹکٹ آپ کے حوالے کر دیے اور کہا کہ میں ان کے دام نہیں لوں گا۔ وہ شاہدرہ اسٹیشن پر اتر گیا اور آپ وزیر آباد پہنچے۔ اسٹیشن سے نکل کر آپ نے شاہسوار سے کہا کہ تم بیگ لے کر یکّوں کے اڈہ تک پہنچو میں بھی پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ اس زمانہ میں وزیر آباد سے جموں گاڑی نہیں جاتی تھی یکّوں پر ہی جانا ہوتا تھا۔ راستے میں آپ کو ایک آدمی ملا کہ میری ماں بیمار ہے اسے دیکھ لیں۔ آپ نے کہا یہ علاج کا موقعہ نہیں ہے مجھے جلد جموں پہنچنا ہے۔ اس نے کہا میں اپنے بھائی کو اڈہ پر بھیج دیتا ہوں۔ جب آپ میری ماں کو دیکھ کر اڈہ پر پہنچیں گے تو یکّہ تیار ملے گا۔ چنانچہ آپ نے اس کے ساتھ جا کر اس کی ماں کو دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔ چلتے ہوئے اس شخص نے کچھ روپے آپ کی جیب میں ڈال دیے۔ آپ نے راستہ میں جیب میں ہاتھ ڈال کر روپے گن لئے تھے (جو دس تھے)۔ وہاں جا کر دیکھا یکّہ والا جھگڑا کر رہا ہے کہ دس روپیہ لوں گا اور اس شخص کا بھائی کہہ رہا تھا یہ بہت زیادہ ہیں کم کرو۔ آپ نے فرمایا جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں دس روپے کرایہ ٹھیک ہے۔

محترم چوہدری غلام محمد صاحب کا بیان ہے کہ ان کے ایک دوست حکیم خادم علی صاحب کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے ایک رشتہ دار جو حضرت مولوی نورالدین صاحب کے شاگرد تھے اور آپ کے کمپاؤڈر بھی رہ چکے تھے، نے بتایا "ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب کشمیر سے راولپنڈی کے راستہ سے واپس آرہے تھے کہ دوران سفر روپیہ ختم ہو گیا۔ میں نے اس بارہ میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا یہ گھوڑی چار پانچ صد روپے میں بیچ دیں گے فوراً بک جائے گی اور خرچ کے لئے روپیہ کافی ہو جائے گا۔ آپ نے وہ گھوڑی سات سو روپے میں خریدی تھی۔ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ گھوڑی کو درد قولنج ہوا اور راولپنڈی پہنچ کر وہ مر گئی۔ ٹانگے والوں کو کرایہ دینا تھا۔ آپ ٹہل رہے تھے۔ میں نے عرض کی ٹانگہ والے کرایہ طلب کرتے ہیں۔ آپ نے نہایت رنج کے لہجے میں فرمایا کہ نورالدین کا خدا تو وہ مرا پڑا ہے اب اپنے اصل خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں وہی کارساز ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک سکھ اپنے بوڑھے بیمار باپ کو لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھا۔ اس نے ہمیں اتنی رقم دے دی کہ جموں تک کے اخراجات کے لئے کافی ہو گئی"۔

محترم مرزا اسلام اللہ صاحب مستری قطب الدین بھیروی کی روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ایک مرتبہ عیدالاضحیہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے گھر سے دریافت فرمایا کہ کپڑے دھلے ہوئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ صرف ایک پاجامہ ہے وہ بھی پھٹا ہوا۔ آپ نے اس میں آہستہ آہستہ ازار بند ڈالنا شروع کر دیا۔ حضرت نواب محمد علی خان ان دنوں صدر انجمن کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے پیغام بھیجا کہ حضور نماز عید میں دیر ہو رہی ہے لوگوں نے قربانیاں بھی دینی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

فرمایا تھوڑی دیر تک آتے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی نے آکر دروازہ پر دستک دی۔ آپ نے ملازم کو فرمایا دیکھو باہر کون ہے۔ آنے والے نے کہا میں وزیر آباد سے آیا ہوں حضرت سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے اندر بلا لیا۔ عرض کی حضور میں وزیر آباد کا باشندہ ہوں۔ حضور کے، امّاں جی کے اور بچوں کے کپڑے لایا ہوں۔ رات یکّہ نہیں ملا تھا اس لئے بٹالہ ٹھہرا رہا۔ اب بھی پیدل آیا ہوں۔"

(حیاتِ نور صفحہ ۶۴۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ مکرم صوفی عطا محمد صاحب نے بیان کیا۔ آپ کہتے ہیں:

"ایک دفعہ عید کی صبح کو حضرت مولوی صاحب نے غرباء میں کپڑے تقسیم کئے حتیٰ کہ اپنے استعمال کے کپڑے بھی دے دیے۔ گھر والوں نے عرض کی کہ آپ عید کیسے پڑھیں گے۔ فرمایا خدا تعالیٰ خود میرا انتظام کردے گا۔ یہاں تک کہ عید کے لئے روانہ ہونے میں صرف پانچ سات منٹ رہ گئے۔ عین اس وقت ایک شخص حضور کے کپڑوں کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے وہ کپڑے لے کر فرمایا دیکھو ہمارے خدا نے عین وقت پر ہمارے لئے کپڑے بھیج دیے۔" (حیاتِ نور صفحہ ۶۴۲)

آپ کی غریب پروری:

آپ کی غریب پروری اور اللہ تعالیٰ کے سلوک کا یہ واقعہ بھی بہت عجیب ہے۔ یہ واقعہ بھی حکیم صاحب کے رشتہ دار نے سنایا کہ "ایک دن ایک مہترانی نے آکر کہا کہ میرے لڑکے کے پیٹ میں سخت درد ہے۔ آپ نے پوچھا کیا وہ یہاں نہیں آ سکتا۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا تمہارا گھر کتنی دور ہے؟ اس نے کہا نزدیک ہی ہے۔ میں نے کہا یہ جھوٹ کہتی ہے۔ ان کی ٹھٹھی (بستی) شہر سے قریباً دو میل دور ہوگی مگر آپ اس کے ساتھ چل پڑے۔ جب اس کے گھر پہنچے تو وہ بہت گندہ تھا اور اس کا لڑکا چارپائی پر گندے کپڑوں میں پڑا لیٹا ہوا کراہ رہا تھا۔ آپ ایک پیڑھی پر بیٹھے۔ نسخہ لکھ کر مجھے دیا کہ شہر جا کر دوا لے آؤں۔ ابھی میں گیا نہیں تھا کہ ایک اور مہترانی آئی اور کہنے لگی کہ میرے لڑکے کو پیٹ درد ہوئی تھی تو میں نے لہسن کا پانی نکال کر دیا تھا جس سے اس کو آرام آ گیا تھا۔ آپ نے مجھے ٹھہر جانے کو فرمایا اور لہسن منگوا کر اس کا پانی لڑکے کو پلوایا چنانچہ اسے آرام آ گیا۔ واپسی پر میں نے عرض کی آپ شاہی حکیم ہیں آپ کو ایسے ویسے لوگوں کے گھر نہیں جانا چاہیے۔ آپ کسی امیر کے گھر جاتے تو آپ کو بہت فیس ملتی۔ آپ نے فرمایا کہ جتنی غرباء کی فیس ملا کرتی ہے اتنی امراء کی نہیں ملتی اور پھر پیٹ درد کا یہ نسخہ کوئی کم فیس نہیں ہے............دوسرا دن اتوار تھا اور آپ نے مہندی لگائی ہوئی تھی باہر سے اطلاع آئی کہ مہاراجہ صاحب

تشریف لائے ہیں۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ مہاراجہ صاحب سے کہہ دو اگر حکم ہو تو اسی حالت میں حاضر ہو جاؤں۔ مہاراجہ نے کہا حکیم صاحب سے کہہ دو کہ آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ پرسوں والا نسخہ تیار کر دیں۔ ساتھ ہی مہاراج نے ایک تھیلی روپے کی دے دی۔ جب وہ روپیہ گنا گیا تو پانچ صد تھا۔ میں نے وہ تھیلی حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کل والے مہترلڑکے کی فیس ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اس نسخے پر پانچ روپے خرچ ہوں گے"۔

(حیاتِ نور صفحہ ۱۶۹۔۱۷۰)

اسی طرح کا ایک واقعہ حکیم خادم علی صاحب نے جو سیالکوٹ کے ایک مشہور طبیب تھے مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر سے بیان کیا۔ کہتے ہیں:

"ایک دفعہ آدھی رات کے بعد مہاراجہ کشمیر کی طبیعت علیل ہو گئی اور مہاراجہ نے حضرت مولوی صاحب کے پاس اپنا ملازم بھیجا جس نے آپ سے کہا کہ مہاراج کی طبیعت خراب ہے آپ کو یاد کیا ہے۔ اسی وقت ایک مہترانی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا خاوند بہت بیمار ہے، پیٹ میں درد ہے اور پاخانہ بھی نہیں آتا۔ خدا کے لئے چلیں اور اسے دیکھ لیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ نے مہاراج کے ملازم سے کہا تم چلو میں اس کو دیکھ کر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ ملازم نے کہا چوڑھا پہلے، مہاراج پیچھے؟ اور جو ہاتھ چوڑھے کو لگائیں گے وہی مہاراج کو بھی لگائیں گے۔ آپ نے فرمایا اس کی تکلیف زیادہ ہے میں اس کو دیکھ کر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ ملازم چلا گیا۔ شاید مہاراج سے شکایت بھی کی ہو گی۔ حضرت مولوی صاحب چوڑھے کے گھر گئے۔ اسے دردِ قولنج تھا۔ آپ نے اس کو انیما کیا۔ اسے پاخانہ آ گیا اور درد جاتا رہا ہوش آئی اور آنکھیں کھولیں۔ اس کے دل سے دعا نکلی 'پرمیشر تینوں سکھی رکھے تے اونوں وی جو تینوں ایتھے لیایا اے'۔ یعنی خدا تجھے خوش رکھے اور اسے بھی جو تجھے یہاں لایا ہے۔ آپ فرمانے لگے مجھے یقین ہو گیا کہ اس کے دل سے یہ دعا نکلی ہے اور وہ قبول ہو گئی ہے اور مہاراج ضرور اچھے ہو گئے ہوں گے اس لئے فارغ ہو کر آپ مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مہاراج انتظار کر رہے تھے کہنے لگے بہت دیر لگائی۔ آپ نے مہاراج کو ساری بات سنائی اور کہا کہ چوڑھے کے دل سے دعا نکلی تھی تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ مہاراج اچھے ہو گئے ہیں۔ مہاراج نے کہا اب میری طبیعت بہتر ہے۔ پھر کہا طبیب کو ایسا ہی ہونا چاہیے اور دو سونے کی چوڑیاں تحفہ دیں''۔ ایک چوڑی اس میں سے آپ نے اس ملازم کو دی جو بلانے آیا تھا۔

(حیاتِ نور صفحہ ۴۳۴)

آپ کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی کسی بڑے سے بڑے دنیاوی مرتبہ رکھنے والے انسان کے سامنے

جھکنا گوارا نہیں کیا۔ آپ مہاراجہ کشمیر کے پاس ملازم تھے اور ریاست کے دستور کے مطابق مہاراجہ صاحب کو نذر دکھلانا پڑتی تھی لیکن خدا تعالیٰ ہر مرتبہ آپ کو ایسے مواقع سے بچا لیتا تھا۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ تمام اہل دربار کو نذریں دکھلانا لازمی تھا آپ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

> "روپیہ ہاتھ میں لے کر جب میں نذر دکھلانے والا تھا ویسے ہی بلا کسی خیال کے میری نظر روپیہ پر پڑی۔ میں ہتھیلی میں روپیہ لئے خود ہی اس کو دیکھ رہا تھا تو مہاراجہ نے مجھ کو آواز دے کر کہا کہ مولوی صاحب آپ نذر دکھلاتے ہیں یا روپیہ دیکھتے ہیں۔ میں نے بے ساختہ کہا کہ مہاراج روپیہ کو دیکھتا ہوں جس کی وجہ سے مجھے نذر دکھلانے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ سن کر فوراً مہاراجہ نے کہا کہ ہاں آپ کو نذر دکھلانے کی ضرورت نہیں۔ آپ تو نذر دکھلانے سے آزاد ہیں۔ سب ہنس پڑے اور اس طرح بات ہنسی میں ٹل گئی اور مجھ کو نذر بھی نہ دکھلانی پڑی۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مہاراجہ کو بھی آپ کی خودداری کا علم تھا۔ ایک بار اس نے اپنے تمام درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا:

> "تم سب اپنی اپنی غرض کو آ کر میرے پاس جمع ہوئے ہو اور میری خوشامد کرتے ہو۔ لیکن یہ شخص (آپ کی طرف اشارہ کر کے) ہے جس کو میں نے اپنی غرض سے بلایا ہے اور مجھ کو اس کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔"

مہاراجہ جموں و کشمیر آپ کی نیکی اور تقویٰ سے اس قدر متاثر تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے آپ سے قرآن کریم پڑھنے کی درخواست کی جس پر آپ نے انہیں پندرہ پارے پڑھائے۔

عشق قرآن:

آپ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو آپ کا قرآن کریم سے عشق ہے۔ فرمایا کرتے تھے مجھے قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا ہی کی کتاب پسند آئی۔ پھر فرمایا میں نے دوسری کتابیں پڑھی ہیں اور بہت پڑھی ہیں مگر اس لئے نہیں کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں وہ مجھے پیاری ہیں بلکہ محض اس نیت اور غرض سے کہ قرآن کریم کے فہم میں معاون ہوں۔ قرآن کریم کے متعلق آپ کے کچھ اقوال یہاں درج کئے جاتے ہیں جن سے آپ کے عشقِ قرآن کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

☆　فرمایا ''میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں۔''

☆　　فرمایا"قرآن میری غذا میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔ بچپن سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنے والی بنائی ہے اور میں ہمیشہ دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور کیا کرتا ہوں۔"

☆　　فرمایا" مجھے قرآن مجید سے محبت ہے اور بہت محبت ہے۔ قرآن مجید میری غذا ہے۔ میں سخت کمزور ہوتا ہوں قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آجاتی ہے۔"

☆　　فرمایا " میرا تو اعتقاد ہے کہ اس کتاب کا ایک رکوع انسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنا دیتا ہے۔ جس باغ میں مَیں رہتا ہوں اگر لوگوں کو خبر ہو جاوے تو مجھے بعض دفعہ خیال گذرتا ہے کہ میرے گھر سے قرآن نکال کر لے جاویں۔"

☆　　ایک دفعہ فرمایا " خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سناؤں"۔

قرآن شریف کا یہ عشق آپ کی ساری زندگی پر حاوی نظر آتا ہے۔ ایک بار آپ درس قرآن کے لئے ......اقصیٰ تشریف لے جا رہے تھے کہ غلام رسول صاحب پٹھان کی دوکان پر آپ کو اطلاع ملی کہ صوفی غلام محمد صاحب بی اے نے قرآن حفظ کرلیا ہے۔ آپ وہیں دوکان کی چٹائی پر سجدہ شکر بجالائے۔

ایک دفعہ فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ حاشیہ پر اس کی منتخب یادداشتیں لکھوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

قرآن کریم کے انتخاب کے لئے قلم اٹھایا تو ایک شعر یاد آیا۔۔۔۔۔۔۔اور میں نے قلم توڑ دیا اور سیاہی کو الٹ دیا اور کہا کہ اے قلم تو بھی جھوٹا اور اے دوات تو بھی جھوٹی ہے۔ کیا قرآن کریم کا انتخاب لکھنا چاہتے ہو یہ خود سارے کا سارا انتخاب ہے۔"

فرمایا"قرآن شریف سے مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زلفِ محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے"۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۷)

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے آپ سخت بیماری میں بھی درس کا ناغہ نہ ہونے دیتے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب......فرماتے ہیں:

> "۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کا قاعدہ تھا کہ رحمت والے واقعات کی تشریح کر کے نیکی اور انابت الی اللہ کی رغبت دلاتے اور عذاب والے واقعات کے تعلق میں دلوں میں خشیت اور خوف پیدا کرنے کی کوشش فرماتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کے درس میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک وسیع سمندر ہے جس کا ایک حصہ موجزن ہے اور دوسرا ساکن اور عمیق اور اس میں سے ہر شخص اپنی استعداد کے

مطابق پانی لے رہا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت خلیفہ اوّل کے قرآن کے درس کا نمایاں رنگ یہ ہوتا تھا گویا ایک عاشق صادق اپنے دلبر ومعشوق کو سامنے رکھ کر اس کے دلر باحسن و جمال اور دلکش خدوخال کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ اللہ اللہ کیا مجلس تھی اور اس مجلس کا کیا رنگ تھا۔"

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی لکھتے ہیں:

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت اقدس علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے۔ صاحبزادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درس قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو۔ اگر تم نے دو تین سیپارہ بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جاوے گا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس نے شاید پچاس مرتبہ کہی ہو گی اور درحقیقت میں اسرارِ قرآنی اور تفسیرِ کلامِ رحمانی سے ناآشنا اور ناواقف تھا پس میں حضرت اقدس علیہ السلام کے فرمانے سے درس میں بیٹھنے لگا اور قرآن سننے لگا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ ہی کی برکت سے مجھے قرآن شریف کی تفہیم ہوتی گئی اور خود حضرت اقدس بھی مجھے پڑھایا کرتے تھے اور مطالب قرآن شریف سمجھایا کرتے تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ درحقیقت قرآن شریف اور بخاری شریف کے سمجھنے کا حق بعد حضرت اقدس علیہ السلام نورالدین ہی کا ہے۔ جس کا نام ہی نور دین ہو وہ نورِ قرآن سے حصہ نہ لے تو اور کون لے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو قرآن شریف کا یہاں تک عشق و محبت ہے کہ کوئی وقت آپ کا قرآن شریف سے خالی نہیں ہے اور اندر زنانہ مکان میں جا بجا قرآن شریف رکھے ہوئے ہیں تا کہ دیکھنے میں دیر نہ لگے اور سستی وکسل برپا نہ ہو جہاں ہو وہیں قرآن شریف دیکھ لیں۔ ایک دفعہ آپ فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ جو مجھے بہشت میں اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں اور طلب کروں تا کہ حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں، سناؤں۔"

(تذکرۃ المہدی صفحہ ۱۷۴۔۱۷۵)

حضرت مسیح موعودؑ سے فدائیانہ عشق اور اطاعت:

آپ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کا غیر معمولی عشق ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص مجھے ہزار روپے روزانہ بھی دے تب بھی میں حضرت صاحب کی محبت کو چھوڑ کر قادیان سے باہر جانے کے لئے تیار نہیں۔

حکیم محمد صدیق صاحب آف گھوگھیاٹ کا بیان ہے کہ آپ اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے کہ کسی نے پیغام دیا کہ حضور یاد فرماتے ہیں۔ یہ سن کر فوراً ہی اٹھ کر چل دیے۔ پگڑی گھسٹتی جاتی تھی اور آپ اسے لپیٹتے جاتے تھے۔

آپ کی اطاعت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ بٹالہ کے ایک ہندو کی بیوی کو دیکھنے کے لئے بٹالہ گئے۔ حضور نے آپ کو جانے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے۔ یکّہ پر قادیان سے شام تک بٹالہ پہنچے اور مریضہ کے لئے غذا اور دوا تجویز کر کے واپسی کے لئے بہت زور دے کر یکّہ کا انتظام کرایا۔ کچھ راستہ آپ نے یکّہ پر طے کیا مگر ان دنوں راستہ میں کیچڑ اور پانی ہونے کی وجہ سے یکّہ کے چلنے میں رکاوٹ آتی تھی اور گھوڑا قدم قدم پر رکتا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ پیدل چل دیے۔ راستہ میں آپ کے پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے مگر آپ برابر چلتے رہے اور رات گئے قادیان پہنچے۔ صبح کی نماز آپ نے ہی کرائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضور کے پوچھنے پر عرض کی میں رات ہی قادیان پہنچ گیا تھا لیکن کسی تکلیف کا اظہار نہ کیا۔

ایک بار حضرت خلیفہ اوّل کے بھتیجے مولوی دوست محمد صاحب بیمار تھے۔ حضور حضرت مسیح موعودؑ سے اجازت لے کر ایک دن کے لئے "میانی" تشریف لے گئے اور ایک دن رہ کر قادیان واپس آ گئے اور لوگوں کے ٹھہرنے کے اصرار پر فرمایا ہمیں اپنے مرشد کی طرف سے رات ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔

شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی سے ایک دفعہ فرمایا جب آپ حضرت اقدس کی محفل میں بیٹھا کریں تو کثرت سے درود پڑھا کریں اس سے بڑا روحانی فائدہ ہوگا۔ میں نے آج کی مجلس میں قریباً پانچ سو مرتبہ درود پڑھا ہے۔

ایک پٹھان نے حضرت مولوی نورالدین صاحب سے عرض کی کہ متواتر چھ ماہ سے میں آپ سے نقرس کا علاج کروا رہا ہوں لیکن مجھے فائدہ نہیں ہوا مگر آج یہ واقعہ ہوا کہ اتفاقاً...... میں داخل ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کا پاؤں میرے پاؤں پر پڑ گیا تو مجھے بیماری میں فرق محسوس ہوا۔ جب حضور اندر جانے لگے تو میں نے عرض کی کہ حضور ہے تو بے ادبی کی بات (یعنی حضور سے یہ تقاضا کرنا) مگر آپ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ کر چلے جائیں۔ حضور نے میری درخواست مان لی اب اللہ تعالیٰ کے فضل مجھے بالکل صحت ہے۔ اس پر حضرت مولوی نورالدین صاحب نے جواب دیا کہ بھائی میں تو معمولی حکیم ہی ہوں لیکن وہ تو خدا کے...... ہیں۔ ان کے ساتھ میں کیسے مقابلہ کر سکتا ہوں؟

ایک دفعہ نواب خان مرحوم تحصیلدار نے آپ سے دریافت کیا مرزا صاحب کی بیعت سے آپ کو کیا فائدہ ہوا؟ فرمایا "مجھے بہت فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ پہلے مجھے آنحضرت ﷺ کی زیارت خواب میں ہوتی تھی اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔-------" پھر فرمایا آپ کی صحبت سے یہ فائدہ اٹھایا کہ دنیا کی محبت مجھ پر بالکل سرد ہو گئی ---------- یہ سب مرزا صاحب کی قوتِ قدسیہ اور فیضِ صحبت سے حاصل ہوا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کے لئے لاکھوں روپے کی کتابیں خریدیں مگر قرآن تو میں نے مرزا صاحب سے ہی سیکھا ہے اور مرزا کا لفظ کہہ کر آپ بہت

خوش ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا " لوگ اکسیر اور سنگِ پارس تلاش کرتے پھرتے تھے میرے لئے تو حضرت مرزا صاحب پارس تھے میں نے ان کو چھوا تو بادشاہ بن گیا"۔

بعض اوقات حضرت خلیفہ اوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے شدّت محبت میں "مرزا" "میرے مرزا 'یا مرزا جی بولتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک مرتبہ اس کا ذکر کرتے فرمایا" حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی عادت تھی کہ جب آپ بہت جوش اور محبت سے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے تو مرزا کا لفظ استعمال کرتے اور فرماتے ہمارے مرزا کی یہ بات ہے۔ ابتدائی ایام سے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلقات تھے اس وقت سے یہ لفظ آپ کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے۔ کئی نادان اس وقت اعتراض کیا کرتے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے خود کئی دفعہ یہ اعتراض لوگوں کے منہ سے سنا اور حضرت مولوی صاحب کو اس کا جواب دیتے بھی سنا ہے چنانچہ ایک دفعہ اسی ...... میں حضرت خلیفہ اوّل جبکہ درس دے رہے تھے آپ نے فرمایا بعض لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ادب نہیں کرتا حالانکہ میں محبت اور پیار کی شدّت کے وقت یہ لفظ بولتا ہوں"۔

حضرت مولانا راجیکی صاحب ایک دعوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جب دعوت سے فارغ ہو کر قیام گاہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو راستہ میں ایک مکان تھا اس پر سرکنڈوں کا چھپر تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان میں سے ایک سرکنڈے سے مولوی حسن علی صاحب نے دانتوں کے خلال کے لئے ایک تنکا توڑ لیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (آپ نے) مولوی صاحب موصوف کو مخاطب کر کے فرمایا مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کی صحبت کا اثر میرے قلب پر بلحاظ تقویٰ کے اس قدر پڑا ہے کہ جس تنکے کو آپ نے توڑا ہے میرا قلب اس کے لئے ہرگز جرأت نہیں کر سکتا بلکہ ایسے فعل کو خلافِ تقویٰ اور گناہ محسوس کرتا ہے۔ اس پر مولوی حسن علی صاحب سخت متعجب ہو کر کہنے لگے کیا یہ فعل بھی گناہ میں داخل ہے؟ میں تو اسے گناہ نہیں سمجھتا۔ حضرت مولانا نے فرمایا جب یہ سرکنڈہ غیر کے مکان کی چیز ہے تو اس سے مالک مکان کی اجازت کے بغیر تنکا توڑنا میرے نزدیک گناہ میں داخل ہے۔''

(حیاتِ نور ۱۹۳-۱۹۴)

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا نورالدین کی شکل حضرت اقدس کی ہو گئی ہے۔ یہ خواب میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کو سنایا۔ فرمایا مولوی صاحب واقعی عقیدت و ارادت میں یکتا ہیں اور ہم میں فنا ہیں اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ صاحبزادہ صاحب مولوی صاحب کی پیروی اور اتباع کرو مولوی صاحب اسی لائق ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ نورالدین جیسی صلاحیت تقویٰ سب میں ہو۔"

(تذکرۃ المہدی حصّہ اوّل صفحہ ۱۷۶-۱۷۷)

آپ اپنی قلمی بیاض میں لکھتے ہیں:

"احمد مرزا نے قرآن کی محبت، رسول کریمؐ کی محبت، بخاری کی محبت، سید عبد القادر جیلانی کی محبت اور مجاہدات کے لئے فصل الخطاب، براہین احمدیہ کی تصدیق، الوہیتِ مسیح کا ابطال نور الدین وتفسیر وترجمہ قرآن جیسے بیج میرے اندر بوئے۔"

خاندانِ مسیح موعودؑ سے محبت:

آپ کو حضور کے خاندان سے بہت محبت تھی اور ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ خاص طور پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے خاص انس تھا۔ آپ جب حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور کھڑے ہو جاتے اور فرماتے میاں تم مجھ کو بہت ہی پیارے ہو۔

مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری بیان فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ نے نماز پڑھانے سے پہلے صفوں کی درستی کے لئے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میں آپ کے بالکل پیچھے کھڑا تھا اور بائیں طرف دوسرے یا تیسرے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے ہاتھ بڑھا کر حضرت میاں صاحب کو مجھ سے دائیں طرف پہلی صف میں کھڑا کر دیا اور فرمایا میاں آپ اس باپ کے بیٹے ہیں جو کبھی بائیں طرف کھڑا نہیں ہوا۔

مولوی ظہور حسین صاحب بخارا والوں کا بیان ہے حضور نے ایک خط میاں صاحب کے نام لکھا اور مجھے فرمایا کہ دے آؤ۔ میں نے کھول کر دیکھا تو ایسے ادب کے رنگ میں حضرت خلیفہ اوّل نے آپ کو مخاطب فرمایا تھا کہ گویا میاں صاحب خلیفہ ہیں اور آپ خود خادم ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں "حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولوی حکیم نور الدین بچپن سے آپ (یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) سے محبت اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم سب ہمسفر تھے (حضرت مسیح موعودؑ ساتھ نہ تھے) ایک اسٹیشن پر ہم گاڑی کے اندر بیٹھے کچھ کھا پی رہے تھے ۔۔۔۔۔۔۔ حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب کہیں پلیٹ فارم پر پھر رہے تھے جب آپ گاڑی کے اندر آئے تو ۔۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر نیچے بیٹھ گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنی جگہ پر بٹھایا۔ مولوی صاحب کو نیچے بیٹھا دیکھ کر ہم سب کھڑے ہو گئے اور جگہ نکال کر باصرار حضرت مولوی صاحب کو اوپر بٹھایا۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں۔ ''میرا بچپن ان کی گود میں کھیل کر گذرا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلا مبالغہ تقریباً روز ہی بڑے پیار سے فرماتے کہ یہ اولاد اور یہ عبدالحئی جو میری بڑھاپے کی نرینہ اولاد ہے یہ بھی تم لوگوں سے مجھے زیادہ پیارے نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ اکثر بہت زور دے کر فرماتے کہ ''محمود سے زیادہ یہ اولاد مجھے پیاری نہیں ہے''۔

(تحریراتِ مبارکہ صفحہ ۴۴)

''آپ کے صاحبزادے عبدالسلام مرحوم چھوٹے تھے میں جب پڑھنے کو روز صبح جاتی تو ان کے لئے جیب میں بادام اخروٹ وغیرہ لے جاتی اور جیسا کہ بچوں کے کھیل ہوتے ہیں روز ہی ان سے پوچھتی کہ بتاؤ عبدالسلام تم کتنے اخروٹ کے نوکر ہو؟ وہ روز جواب دیتے دو اخروٹ کا نوکر ہوں۔ ایک دن میاں عبدالحئی مرحوم نے غصہ سے کہا کہ عبدالسلام نوکر کیوں کہتے ہو؟ تم کوئی نوکر ہو۔ کہہ دو میں نوکر نہیں ہوں۔ اندر کمرے میں حضرت خلیفہ اوّل سن رہے تھے نہایت جوش سے کڑک کر فرمایا''عبدالحئی کیا کہا تم نے؟'' یہ نوکر ہے "اور فرمایا''کہو میرے سامنے میں نوکر ہوں" بچہ نے دہرا دیا۔ اس جذبہ کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو حضرت خلیفہ اوّل کی طبیعت سے واقف آپ کی صحبت میں رہ چکے یا آپ کی سیرت کا مطالعہ کر چکے ہوں۔ وہ کوہ وقار تھے۔ غیور تھے۔ خوددار تھے۔ ان کا سر کبھی کسی کے سامنے نہ جھکا۔ جھکا تو اپنے محبوب آقا کے سامنے اور اسی عشقِ کامل کا نتیجہ تھا کہ ان کی کم عمر لڑکی جوان کی شاگرد بھی تھی اس کے لئے بھی اپنے پیارے لڑکے کا اتنا کہنا''کہو میں نوکر نہیں ہوں" سخت ناگوار گذرا۔

''آپ کا چہرہ مجھے اب تک یاد ہے ایسا اثر تھا کہ صرف غصہ اور ناگواری ہی نہیں بلکہ بہت صدمہ گذرا ہے۔ حالانکہ جیسا وہ والدین کی مانند بے انتہا لاڈ پیار مجھ سے کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان کا حق تھا وہ بآسانی مجھے بھی کہہ سکتے تھے۔ سمجھا سکتے تھے کہ بچہ سے ایسا نہیں کہلواتے ذلیل ہو جاتا ہے۔ عزتِ نفس نہیں رہتی۔ تم اس کو جو چاہو ویسے ہی دے دیا کرو۔ مجھے بھی آپ کا روکنا ذرا بھی برا معلوم نہ ہوتا کیونکہ ان کی محبت کا پلڑا بہت بھاری تھا۔ مگر انہوں نے اپنے طبعی وقار کے خلاف صرف اپنے خاص جذبۂ عشق و محبت کے تحت الٹا بچہ سے سامنے کہلوایا کہ''میں نوکر ہوں''۔ (تحریراتِ مبارکہ صفحہ ۴۶-۴۵)

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ ان کی دوسری والدہ جو صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب کی حقیقی والدہ تھیں بیمار ہوگئیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ بارہ ایک بجے شب کا وقت تھا میں صحن میں دیوان خانہ کے نزدیک سویا ہوا تھا۔ والدہ کی طبیعت خراب تھی جس پر حضرت خلیفہ اوّل تشریف لائے۔ آپ واپس جا رہے تھے کہ میرے والد (حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) نے آپ سے یہ عرض کیا کہ میں بہت شرمندہ ہوں کہ آپ کو بے وقت تکلیف دی۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے میرے والد کی گردن میں بانہہ ڈال کر فرمایا مجھے تکلیف کیسے ہو سکتی ہے۔ میں تو مرزا کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کے پتہ نہیں کہاں تک گننے کے بعد فرمایا میں تو ان کا غلام ہوں۔ (تاریخ احمدیت صفحہ ۵۷۰)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ......آپ کی سیرت کے چند پہلو سامنے لاتے ہوئے بیان فرماتے ہیں ''حضرت خلیفہ اوّل کا پایہ حقیقتاً نہایت بلند تھا اور جماعت احمدیہ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جب کہ ابھی جماعت میں کوئی دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کا اہل نظر نہیں آتا تھا ایسے قابل عالم اور خدا ترس شخص کی قیادت نصیب

ہوئی۔آپ کا سب سے نمایاں وصف قرآن شریف کی محبت تھی جو حقیقتاً عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔

آپ نے اوائل زمانہ سے ہی قرآن شریف کا درس دینا شروع کر دیا تھا جسے اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی جاری رکھا اور آخر جب تک بیماری نے نڈھال نہیں کر دیا اسے نبھایا۔طبیعت نہایت سادہ اور بے تکلف اور انداز بیان بہت دلکش تھا اور گو آپ کی تقریر میں فصیحانہ گرج نہیں تھی مگر ہر لفظ اثر میں ڈوبا ہوا نکلتا تھا۔مناظرہ میں ایسا ملکہ تھا کہ مقابل پر خواہ کتنی ہی قابلیت کا انسان ہو وہ آپ کے برجستہ جواب سے بے دست و پا ہو کر سر دھنتا رہ جاتا تھا۔چنانچہ ایک دفعہ فرمایا کہ فلاں معاند (......) سے میری گفتگو ہوئی اور اس نے (......) کے خلاف یہ اعتراض کیا اور میں نے سامنے سے یہ جواب دیا اس پر تلملا کر کہنے لگا۔میری تسلی نہ ہوئی گو آپ نے میرا منہ بند کر دیا۔فرمایا تسلی دینا خدا کا کام ہے میرا کام چپ کرا دینا ہے تا کہ تمہیں بتا دوں کہ (......) کے خلاف تمہارا کوئی اعتراض چل نہیں سکتا۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۷۱)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مزید فرماتے ہیں:

حضرت خلیفہ اوّل کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لے گئے اور ہمارے نانا جان مرحوم یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے تو ان کے علاج کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحب کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔جب یہ قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔درس و تدریس کا شغل کر رہے تھے۔اس تار کے پہنچتے ہی آپ بلا توقف وہیں سے اٹھ کر بغیر گھر گئے اور بغیر کوئی سامان یا زادِ راہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ان دنوں قادیان کا ریلوے اسٹیشن تھا۔کسی نے عرض کیا حضرت! بلا توقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور اتنے لمبے سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں۔فرمایا امام کا حکم ہے کہ بلا توقف آؤ اس لئے میں ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہوگا۔خدا نے بھی اس نکتہ کو ایسا نوازا کہ بٹالہ کے اسٹیشن پر ایک متمول مریض مل گیا جس نے آپ کا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید کر دینے کے علاوہ ایک معقول رقم بھی پیش کی۔اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ مجھے ارشاد فرمائیں کہ اپنی لڑکی کسی چوہڑے کے ساتھ بیاہ دو تو بخدا مجھے ایک سیکنڈ کے لئے بھی تامل نہ ہو۔''

آپ کی خلافت کے متعلق پیشگوئیاں

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو آنے والے نیک بندوں کی خبریں بھی دیتا رہتا ہے۔حضرت خلیفہ اوّل کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ایک بار حضرت رسول کریمؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ایک مہدی تیری اولاد سے بھی ہوگا جو ذوشجہ ہوگا یعنی جس کے منہ اور سر کے کسی حصہ میں ایسا زخم لگا ہوگا جو ہڈی تک پہنچا ہوگا۔حضرت مولوی صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے اور آپ کی آخری عمر میں پیشگوئی کا دوسرا حصہ بھی گھوڑے سے گرنے کے نتیجہ

میں پورا ہو گیا گرنے کی وجہ سے آپ کے ماتھے پر ایک گہرے زخم کا نشان لگا جس کا اثر ہڈی تک پہنچا تھا اور ڈاکٹروں کو وہاں سے ہڈی کا ایک ٹکڑا بھی نکالنا پڑا تھا۔ (از رسالہ خلافتِ احمدیہ ۲۳ر نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۹)

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۶۴۔۱۲۴۰ نے پیشگوئی فرمائی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ وزرائے مہدی سب عجمی ہوں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان میں سے ایک حافظ قرآن ہوگا جو ان کی جنس میں سے نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ہوگی وہی اس موعود کا وزیر خاص اور بہترین امین ہوگا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۸۳)

حضرت امام یحییٰ بن عقب امام مہدی کے بعد ایک عربی النسل انسان کے ظہور کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں "امام مہدی کے بعد ایک عظیم الشان عربی النسل آئے گا جو خلیفہ برحق ہوگا"۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۸۳)

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کو بھی آپ کی خلافت کا علم دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے قادیان میں عجب خان صاحب تحصیلدار سے ارشاد فرمایا کہ واپسی کے وقت مولوی نور الدین صاحب سے جا کر ضرور اجازت لینا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد یہی خلیفہ ہوں گے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۸۳)

میاں نجم الدین صاحب بھیروی کی کسی عزیزہ کو بھی تیس سال پہلے جب ان کو حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کا بھی علم نہ تھا خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح بن گئے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۸۳)

حضرت خلیفہ اوّل کے متعلق
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

حضرت مسیح موعودؑ کی مختلف تحریرات میں حضورؑ نے حضرت خلیفہ اوّل کو جن خوبصورت الفاظ میں یاد کیا ہے اور جس دلکش انداز میں داد دی ہے انہیں پڑھ کر رشک آتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمۂ ...... کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ

سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائید دین کے لئے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔"

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۵)

آسمانی فیصلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

'حضرت مولوی صاحب کے محبت نامہ موصوفہ کے چند فقرہ لکھتا ہوں۔ غور سے پڑھنا چاہیے تا معلوم ہو کہ کہاں تک رحمانی فضل سے انکو انشراحِ صدر و صدقِ قدم و یقینِ کامل عطا کیا گیا ہے اور وہ فقرات یہ ہیں:

''عالی جناب مرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو۔ اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جس طرح وہ راضی ہو سکے تیار ہوں۔ اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی کی ضرورت ہے تو یہ نابکار (مگر محب انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں کام آوے۔' **تمّ کلامه جزاه اللّٰہ**

حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال و عزت اور جاں فشانی میں فانی ہیں وہ خود نہیں بولتے بلکہ ان کی روح بول رہی ہے۔" (آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۲۸ حاشیہ)

" مولوی حکیم نور دین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفتِ ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردیٔ...... میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرتِ مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی زیادہ سے زیادہ کرے۔ آمین!"

(نشانِ آسمانی روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۴۰۷)

"ازالہ اوہام" میں تحریر فرماتے ہیں:

" ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراحِ صدر سے دینی خدمتوں میں جانثار پایا۔ اگرچہ ان کی روزمرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر پہلو سے......اور...... کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں یقینا دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ

نسبت پیدا نہ ہو جو محب کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے تب تک ایسا انشراحِ صدر کسی میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنے قوی ہاتھ سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردّد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے 'آمنّا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین' ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولوی صاحب نے وہ صدق قدم دکھلایا جو مولوی صاحب کی عظمت ایمان پر ایک محکم دلیل ہے۔ دل میں از بس آرزو ہے کہ اور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ ہیں۔"

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۰۔۵۲۱)

''آئینہ کمالات اسلام'' میں فرماتے ہیں:

" آپ...... کا فخر ہیں اور آپ کو قرآنی دقائق کے استخراج اور حقائق فرقان کے خزانوں کی اشاعت میں عجیب ملکہ حاصل ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنی شان اور پاک طینتی کے مطابق نبی کریمؐ کے نور سے نور لیتے ہیں۔ آپ ایک بے مثال وجود ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ ابرار و اخیار اور مومنوں کا فخر ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ کو میرے دل سے عجیب تعلق ہے۔ میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بدزبانیاں اور وطن مالوف اور دوستوں کی مفارقت اختیار کرتے ہیں۔ میرے کلام کے سننے کے لئے آپ پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لئے آپ اپنے اصلی وطن کی یاد تک چھوڑ دیتے ہیں اور میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے اور میں آپ کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ کا دل سلیم، خلق عظیم اور کرم ابر کثیر کی طرح ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے آپ کو ان لوگوں میں سے پایا ہے جو اپنے عہدوں کی محافظت کرتے اور رب العالمین سے ڈرتے ہیں اور وہ اس پُرشر زمانہ میں اس ماء المعین کی طرح ہیں جو آسمان سے نازل ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرہ پر آیات مبین کی محبت ٹپکتی ہے۔ آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ کی فطرت کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام میں پوری پوری مناسبت ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کے لئے ودیعت رکھے

گئے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آسمان حکمت میں روشن آفتاب کی طرح ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ان لوگوں میں سے ہے جو توفیق دیے جاتے ہیں اور سب حمد اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھے یہ دوست ایسے وقت میں بخشا جبکہ اس کی سخت ضرورت تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا کی قسم میں اس کے کلام میں ایک نئی شان دیکھتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اس کے علم وحلم کو ان دو پہاڑوں کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ دین متین کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اے رب تو اس پر آسمان سے برکتیں نازل کر اور دشمنوں کے شر سے اس کو محفوظ رکھ۔ اور جہاں کہیں وہ ہو تو بھی اس کے ساتھ ہو اور دنیا اور آخرت میں اس پر رحم فرما۔ اے ارحم الراحمین۔ آمین!"

(ترجمہ از تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۸۸۔۵۹۰)

اپنی عربی کتاب سر الخلافہ میں تحریر فرماتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"میرے دوستوں میں ایک دوست سب سے محبوب اور میرے محبوں میں سب سے زیادہ مخلص، فاضل، علامہ، عالم رموزِ کتاب مبین عارف علوم الحکم والدّین ہیں جن کا نام اپنی صفات کی طرح مولوی حکیم نور الدین ہے۔"

(ترجمہ از تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۰)

حضور اپنی ایک اور عربی کتاب "حمامۃ البشریٰ" میں فرماتے ہیں: (اردو ترجمہ)

"میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان ......اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص، بزرگ، متقی، عالم، صالح، فقیہہ اور جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق حکیم حاجی الحرمین، حافظ قرآن، قوم کا قریشی، نسب کا فاروقی ہے جس کا نامِ نامی مع لقب گرامی حکیم نور الدین بھیروی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صدق وصفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اوّل نمبر پر ہے اور غیر اللہ سے انقطاع میں اور ایثار اور خدمات دین میں وہ عجیب شخص ہے۔ اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مختلف وجوہات سے بہت مال خرچ کیا ہے اور میں نے اس کو ان مخلصین سے پایا ہے جو ہر ایک رضا پر اور اولاد و ازواج پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور ہر حال میں شکر گذاری سے زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ شخص رقیق القلب، صاف طبع، حلیم، کریم اور جامع الخیرات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھلائی اور نیکی کا کوئی موقع اس سے ضائع نہیں ہوتا اور وہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعلاء اور تائید میں پانی کی طرح اپنا خون بہا دے اور اپنی جان کو بھی خاتم النبیین کی راہ میں صرف کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے اور

نور دین از ازواج مطہرہ

باریک بین اور نکتہ رس۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محب اس سے سبقت نہیں لے گیا۔" (ترجمہ از تاریخِ احمدیت جلد سوم ۵۹۰۔۵۹۱)

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعض اشتہارات میں اور خطوط میں بھی آپ کا ذکر انتہائی محبت سے کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک خط

مخدومی و مکرمی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یقین کہ آنمکرم بخیر و عافیت بھیرہ میں پہنچ گئے ہوں گے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ بہر حال آپ سے بہتر معاملہ کرے گا۔ میں نے کتنی دفعہ جو توجہ کی تو کوئی مکروہ امر میرے پر ظاہر نہیں ہوا بشارت کے امور ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ اور دو دفعہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا **انی معکما اسمع و اریٰ**۔ ایک دفعہ دیکھا گیا کہ گویا ایک فرشتہ ہے اس نے کاغذ پر ایک مہر لگا دی اور وہ مہر دائرہ کی شکل پر تھی۔ اس کے کنارہ پر محیط کی طرف اعلیٰ کے قریب لکھا "نوردین" اور درمیان یہ عبارت تھی ازواج مطہرہ میری دانست میں ازواج دوستوں اور رفیقوں کو بھی کہتے ہیں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نورالدین خالص دوستوں میں سے ہیں کیونکہ اسی رات اس سے پہلے میں نے ایک خواب دیکھا کہ فرشتہ نظر آیا۔ وہ کہتا ہے کہ تمہاری جماعت کے لوگ پھرتے جاتے ہیں۔ فلاں فلاں اپنے اخلاص پر قائم نہیں رہا۔ تب میں اس فرشتہ کو ایک طرف لے گیا اور اس کو کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں تم اپنی کہو کہ تم کس طرف ہو تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو تمہاری طرف ہیں۔ تب میں نے کہا کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ میری طرف ہے تو مجھے اس کی ذات کی قسم ہے کہ اگر سارا جہاں پھر جائے تو مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ پھر بعد اس کے میں نے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور آنکھ کھل گئی اور ساتھ الہام کے ذریعہ سے یہ جواب ملا کہ **اجی من حضرۃ الوتر**۔ میں نے سمجھا کہ چونکہ اس بیان سے جو فرشتہ نے کیا وتر کا لفظ مناسب تھا کہ وتر تنہا اور طاق کو کہتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ کا نام الوتر بیان کیا۔ اس خواب اور الہام سے کچھ مجھے بشریت سے تشویش ہوئی اور پھر سو گیا۔ تب پھر ایک فرشتہ آیا اور اس نے ایک کاغذ پر مہر لگا دی اور نقش مہر جو چھپ گیا دائرہ کی طرح تھا اور وہ اس قدر دائرہ تھا جو ذیل میں لکھتا ہوں اور تمام شکل یہی تھی۔

مجھے دل میں گذرا کہ یہ میری دل شکنی کا جواب ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسے خالص دوست بھی ہیں جو ہر ایک لغزش سے پاک کئے گئے ہیں جن کا اعلیٰ نمونہ آپ ہیں۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان

بخدمت اخویم حکیم فضل دین صاحب السلام علیکم!

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۳۵۔۱۳۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہارات میں بھی آپ کا ذکر فرمایا ہے مثلاً اپنے ایک اشتہار میں جو ۴/اکتوبر ۱۸۹۹ء کو شائع ہوا تھا فرمایا" میں اس بات کے لکھنے سے رہ نہیں سکتا کہ اس نصرت اور جانفشانی میں اوّل درجہ پر ہمارے خالص حِبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب ہیں جنہوں نے نہ صرف مالی امداد کی بلکہ دنیا کے تمام تعلقات سے دامن جھاڑ کر اور فقیروں کا جامہ پہن کر اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے قادیان میں موت کے دن تک آ بیٹھے اور ہر وقت حاضر ہیں۔ اگر میں چاہوں تو مشرق میں بھیج دوں یا مغرب میں۔ میرے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت براہینِ احمدیہ میں یہ الہام ہے اصحاب الصفّہ و ما ادراک ما اصحاب الصفّہ۔۔۔۔۔۔۔۔اور مولوی حکیم نورالدین صاحب تو ہمارے اس سلسلہ کے ایک شمعِ روشن ہیں"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۰۸۔۳۰۹ بحوالہ تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۲)

خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اوّل کے ارشادات

حضرت خلیفہ اوّل نے خلافت کو جو استحکام عطا کیا اس کا اندازہ حضور کی تقریر و تحریر سے کیا جا سکتا ہے جن کے چند نمونے ذیل میں درج ہیں:

انتخاب کے وقت حضرت خلیفہ اوّل کی پہلی تقریر:

تشہد اور قرآنی آیات پڑھنے کے بعد فرمایا:

"میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جو ابدی اور ازلی ہمارا خدا ہے۔ ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کرتا ہے۔ جب کر چکتا ہے خدا تعالیٰ اس کو بلا لیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد فرمایا "میری پچھلی زندگی میں غور کر لو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور

رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گذارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے میرا بیٹا بھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(اور بھی کئی نام لئے) یہ ایک بڑا بوجھ ہے خطرناک بوجھ ہے اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس وقت مردوں، بچوں اور عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کرلو میں تمہارے ساتھ ہوں۔میں خود ضعیف ہوں۔ بیمار رہتا ہوں۔ پھر طبیعت مناسب نہیں۔اتنا بڑا کام آسان نہیں۔حضرت صاحب کے ساتھ چار کام تھے۔

اوّل ایک ان کی اپنی عبودیت۔

دوم کنبہ پروری۔

سوم مہمان نوازی۔

چہارم اشاعت (......) جو ان کا اصل مقصد تھا۔

ان چار کاموں میں سے ایک سے ہم سبکدوش ہو سکتے ہیں وہ آپ کی عبودیت تھی جو ان کے ساتھ رہے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔باقی تین کام ہیں۔ان میں سے اشاعت (......) کا کام بہت اہم اور نہایت مشکل ہے۔اس وقت دہریت کے علاوہ اندرونی اختلاف بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اختلاف کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کو منتخب کرلیا ہے۔تم آسان سمجھتے ہو مگر بوجھ اٹھانے والے کے لئے سخت مشکل ہے۔پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کرلو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بِک جانے کا نام ہے۔ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال ان ہی سے وابستہ ہو گیا۔"

حضور نے اپنی تقریر میں آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کے حالات اور حضرت ابوبکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مگر وہ بڑی پاک روح تھی جس نے انہیں کہا کہ...... لانے میں تم سب سے پیچھے ہو۔مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو۔صدیقہ عائشہؓ کہتی ہیں میرے باپ کے اوپر جو

پہاڑ گرا ہے وہ کسی اور پر گرتا تو چُور ہو جاتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی ۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرھاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں ۔

وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں ۔ ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے ، واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے، کو شامل کرتا ہوں ۔ پھر تعلیم دینیات ، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں ۔ جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی ۔ "

(حیاتِ نور صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۵)

مختلف اوقات میں حضرت خلیفہ اوّل کے ارشاد فرمودہ اقوال جو خلافت کے بارہ میں دیے گئے ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

اقوال بابت خلافت:

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے ۔ اب کس میں طاقت ہے کہ وہ خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے ۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت نے چاہا اور اپنے مصالح سے چاہا کہ مجھے تمہارا امام و خلیفہ بنا دیا ۔

جس طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ بنایا ۔

ہزار نالائقیاں تم مجھ پر تھوپو ۔ مجھ پر نہیں یہ خدا پر لگیں گی جس نے مجھے خلیفہ بنایا ۔

۱۹۰۸ء کے جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

" کرزن گزٹ ایک اخبار ہے جو دہلی سے نکلتا ہے) اس نے جہاں حضرت صاحب کی وفات کا ذکر کیا وہاں ساتھ ہی یہ بھی لکھا اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے ۔ ان کا سر کٹ چکا ہے ۔ ایک شخص جوان کا امام بنا ہے اس سے اور تو کچھ ہو گا نہیں ۔ ہاں یہ ہے کہ وہ تمہیں کسی بیت الذکر میں قرآن سنایا کرے ۔ سو خدا کرے یہی ہو میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " (بدر ۷ جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۵)

اس تقریر کے اختتامی الفاظ یہ تھے:

"تم نے خود میری بیعت نہیں کی بلکہ میرے مولیٰ نے تمہارے دلوں کو میری طرف جھکا دیا۔ پس تمہیں میری فرمانبرداری ضروری ہے۔" (بدر ۷ جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۹)

خلافت اور انجمن کے متعلق جو لوگ بحثیں کرتے تھے اس سے حضرت خلیفہ اوّل کو بہت تکلیف پہنچتی تھی چنانچہ ۵ راگست ۱۹۱۱ء کو آپ نے فرمایا:

"تم میں اگر اس قسم کی بحثیں ہوں کہ خلیفہ اور فلاں کے کیا تعلقات ہیں اور پھر اس پر فیصلہ کرنے لگ جاؤ تو مجھے سخت رنج پہنچتا ہے۔ تم مجھے خلیفۃ المسیح کہتے ہو۔ میں تو اس خطاب پر کبھی پھولا نہیں بلکہ اپنے قلم سے کبھی لکھا بھی نہیں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس بیہودہ بحثیں کرنے والے لوگوں کو اپنی جماعت میں نہیں سمجھتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کو کیا حق ہے کہ تفرقہ اندازی کی باتیں کریں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسے لوگ اگر میری مدد کے خیال سے ایسا کرتے ہیں تو سن رکھیں کہ میں ان کی مدد پر تھوکتا بھی نہیں۔ اگر مخالفت میں کرتے ہیں تو وہ خدا سے جا کر کہیں جس نے مجھے خلیفہ بنایا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خدا نے چار جگہ قرآن میں خلافت کا ذکر کیا ہے اور چار بار اپنی طرف اس کی نسبت کی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پس میں بھی خلیفہ ہوا تو مجھے خدا نے بنایا اور اللہ کے فضل ہی سے ہوا ہے۔" (تاریخ احمدیت صفحہ ۳۸۱۔۳۸۲)

ایک قابل ذکر بات:

حضرت خلیفہ اوّل کی کئی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ آپ کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ ایک دفعہ حضور نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش رک نہیں سکا وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی۔ ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خاص بھلائی کے لئے کہی ہے۔" (۲۷ جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۹ کالم ۳)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:

اس واقعہ کے سنانے سے جس طرف آپ کا اشارہ ہے وہ بھی آپ کی اس وصیت سے معلوم ہوتا ہے

جبکہ آپ گھوڑے سے گر کر بیمار ہوئے اور ''ایک شب کو آپ کو خیال ہوا کہ سوجن دل کی طرف جا رہی ہے تب آپ نے رات کے وقت قلم دوات طلب کی اور ایک کاغذ پر صرف دو لفظ لکھے "خلیفہ محمود" اور اپنے ایک شاگرد کو وہ کاغذ دے دیا کہ لفافہ میں بند کر کے اپنے پاس رکھو۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۳۱۰)

نوٹ: طبیعت سنبھلنے پر آپ نے یہ وصیت واپس لے کر پھاڑ دی تھی۔

جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء کے بعد حضور نے "شکریہ" کے نام سے ایک مضمون شائع کروایا جس میں فرمایا:

"پچھلے سال بعض نادانوں نے قوم میں فتنہ ڈلوانا چاہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی بندہ نوازی سے مجھے اور جماعت کو اس فتنہ سے بچا لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امسال باوجود بہت سے موانع کے اور باوجود اظہار حق جیسے بدظنّی پھیلانے والے ٹریکٹوں کے اشاعت کے جلسہ پر لوگ معمول سے زیادہ آئے اور ان کے چہروں سے وہ محبت اور اخلاص ٹپک رہا تھا جو بزبان حال اس بات کی شہادت دے رہا تھا کہ جماعت احمدیہ ہر ایک بد اثر سے محفوظ اور مصئون ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پچھلے تمام سالوں کی نسبت اب کی دفعہ تگنے روپے کے وعدے اور وصولی ہوئی۔ اس جلسہ نے ان لوگوں کے خیالات کو بھی باطل کر دیا جو کہتے تھے کہ نور الدین گھوڑے سے گر گیا ہے۔ جب ایک دفعہ خلافت کے خلاف شور ہوا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں دکھایا تھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور ایسی جگہ پر جا رہا ہوں جہاں بالکل گھاس پھونس نہیں ہے اور خشک زمین ہے۔ پھر میں نے گھوڑے کو دوڑانا شروع کیا اور گھوڑا ایسا تیز ہو گیا کہ ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری رانیں نہ ہلیں اور میں نہایت مضبوطی سے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ دور جا کر گھوڑا ایک سبزہ زار میدان میں داخل ہو گیا جس میں قریباً نصف نصف گز سبزہ اگا ہوا تھا۔ اس میدان میں جہاں تک نظر جاتی تھی سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ گھوڑے نے تیزی کے ساتھ اس میدان میں بھی دوڑنا شروع کیا۔ جب میں درمیان میں پہنچا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس خواب سے سمجھا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ خلافت کے گھوڑے سے گر جائے گا جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قائم رکھے گا بلکہ کامیابی عطا فرمائے گا۔ سو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے میری اس خواب کو بھی پورا کیا اور اس سال کے جلسہ نے اس کی صداقت بھی ظاہر کر دی کہ باوجود لوگوں کی کوششوں اور مخالفتوں کے اور باوجود لوگوں کی گمنام ٹریکٹوں کی اشاعت کے اس نے میری تائید پر تائید کی اور جماعت کے دلوں میں روز بروز اخلاص اور محبت کو بڑھایا اور ان کے دل کھینچ کر میری طرف متوجہ کر دیے اور انہیں اطاعت کی

توفیق دی اور فتنہ پردازوں کی حیلہ سازیوں کے اثر سے بچائے رکھا۔"

(الفضل ۷ جنوری ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۴)

آپ کو جماعت کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔فرمایا کرتے تھے میں ڈرتا ہوں کہ مرنے کے بعد جب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو حضور مجھ سے یہ جواب طلبی نہ فرمائیں کہ تم نے میری جماعت کی ترقی اور استحکام کے لئے کیا کیا ہے؟

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۵)

چیدہ چیدہ

یہاں حضرت خلیفہ اوّل کے تجربات اور نصائح کے خزانہ سے چند ایک اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۶ء:

فرمایا: میں نے ایک مرتبہ کسی کا علاج کیا۔ایک بڑھیا نے نذرانہ میں مجھ کو سکھوں کے وقت کا تانبے کا ایک پیسہ دیا۔ میں نے نہایت خوشی اور شکرگذاری کے ساتھ لے لیا اور اپنے دل میں سوچا کہ میں اس کو اگر خدا کے نام پر کسی کو دے دوں تو کم سے کم اس ایک پیسہ کے سات سو پیسے بنا سکتا ہوں۔مثل الّذین یُنفقون اموالھم فی سبیل اللّٰہ (سورۃ بقرہ)

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۹۷)

۵ جنوری ۱۹۰۷ء:

فرمایا" میں سفر میں جانے لگا تو ایک بزرگ کی بات یاد آئی جس نے کہا کہ جس شہر میں جاؤ وہاں چار شخصوں یعنی ایک وہاں کے پولیس افسر، ایک طبیب، ایک اہل دل اور ایک امیر سے ضرور ملاقات رکھنا اور جس شہر میں یہ چاروں نہ ہوں وہاں جانا نہ چاہیے۔" (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۰۰)

فرمایا" میری ایک بہن تھیں ان کا ایک لڑکا تھا وہ پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔اس کے چند روز بعد میں گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔فرمانے لگیں بھائی اگر تم آجاتے میرا لڑکا بچ ہی جاتا۔ میں نے ان سے کہا تمہارا ایک لڑکا ہوگا اور میرے سامنے پیچش کے مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا۔ چنانچہ وہ حاملہ ہوئیں اور ایک بڑا خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔ پھر جب وہ پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا ان کو میری بات یاد تھی۔ مجھ سے کہنے لگیں اچھا دعا ہی کرو میں نے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس کے عوض میں ایک اور لڑکا دے گا لیکن اس کو تو اب جانے ہی دو۔ چنانچہ وہ لڑکا فوت ہو گیا اور اس کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا جو زندہ رہا اور

اب تک زندہ اور برسر روزگار ہے۔ یہ الٰہی غیرت تھی۔" (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۰۲)

۳/اگست ۱۹۰۸ء:

فرمایا: ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک مجتہد کے پاس ایک شیعہ آیا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ کربلا اور مکہ کے حج میں کیا فرق ہے؟ مجتہد نے کہا کہ مکہ کے حج میں تو بہت سے شرائط ہیں اور کربلا کے حج میں کوئی شرط نہیں۔ وہ سائل پاؤں چوم کر خوش ہو کر چلا گیا۔ جب وہ چلا گیا تو مجھ سے کہنے لگے کہ دیکھو میں تو کربلا کے حج کا قائل نہیں ہوں۔ اسی وجہ سے تو میں نے کہا کہ کربلا کے حج میں کوئی شرط نہیں کیونکہ قرآن شریف میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۴۳)

۱۵/اگست ۱۹۰۸ء:

فرمایا: ایک پادری نے مجھ سے کہا کہ بہشت میں کھائیں گے تو پاخانہ کیوں نہ پھریں گے۔ میں نے کہا کہ تو نے نو مہینے ماں کے پیٹ میں کھایا۔ کیا وہاں پاخانہ بھی پھرتا تھا؟ چپ ہو گیا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۸۳)

۲۶ ستمبر ۱۹۰۸ء:

فرمایا: میں نے اپنے ایک دوست کو دیکھا کہ ان کا کام نہیں چلتا۔ میں نے ان کو تجارت کی ترغیب دی اور تین ہزار روپے اپنے پاس سے ان کو دیے۔ انہوں نے وہ تین ہزار روپیہ لے کر کہا کہ بھلا ان میں کیا ہو سکتا ہے؟ کچھ بھی نہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ تم کو شکر ادا کرنا چاہیے تھا لیکن چونکہ تم نے شکر ادا نہیں کیا لہٰذا تم کو ہرگز نفع نہ ہوگا اور واقعی کچھ نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۲۳)

۲۵ جنوری ۱۹۰۹ء:

فرمایا: میرا ایک دوست تھا اس میں بہت سے عیوب تھے۔ میں نے اس سے کہا تم لوگوں کو وعظ بہت کیا کرو۔ اس نے اس پر عمل کیا اور اس کے بہت سے عیوب خود ہی کم ہو گئے۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۳۰۳)

۴ مارچ ۱۹۰۹ء:

فرمایا: میرے بچے جب مرے تو میرے دل میں یہی ڈالا گیا کہ اگر تم مرتے تب بھی یہ تم سے جدا ہو جاتے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۱۱)

۲۰ مئی ۱۹۰۹ء:

فرمایا: ہمارے خاندان میں ایک عورت بیوہ ہوگئی۔ اس نے کسی شخص سے شادی کرنی چاہی۔ اس شخص نے جس کے ساتھ شادی ہونے والی تھی مجھ کو لکھا کہ کیا آپ خوشی سے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس سے شادی کرلوں۔ میں نے کہا۔ ہاں! بڑی خوشی سے اور بڑی مبارکی کی بات ہے۔ وہ پڑھ کر حیران رہ گیا کہ دیکھو انہوں نے اپنی عزت کا خیال نہیں کیا۔ میں نے کہا اس شخص کو جس کی یہ بیوی تھی جب خدا تعالیٰ نے مار دیا تو اب خدا تعالیٰ کی مرضی ہی یوں تھی۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۰۷)

۲۲ مئی ۱۹۰۹ء:

فرمایا "میری تین بیویاں ہوئیں جن میں دو آپس میں لڑتی بھی تھیں۔ میں نے اس بات کے معلوم کرنے کی کہ لڑائی کی بنیاد کیا ہے بہت کوشش کی لیک بعض بعض باتوں کا مجھ کو آج تک بھی پتہ نہیں چلا۔ جب اپنے گھر کے متعلق اور اپنے متعلق واقعہ کی یہ حالت ہے تو دوسرے واقعات اور تاریخ پر کیا اعتماد"۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۰۸)

۲۴ مئی ۱۹۰۹ء:

فرمایا: ایک مرتبہ میرے دل میں کسی گناہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے بہت سی حمائلیں لے کر اپنی ہر ایک جیب میں ایک ایک حمائل رکھی۔ ایک حمائل ہاتھ میں رکھنے کی عادت ڈالی۔......غرض کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں قرآن سامنے نہ ہو پس جب وہ خیال آتا تو قرآن سامنے ہوتا کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ نفس تنگ ہوگیا اور اس گناہ کا خیال ہی جاتا رہا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۳۰۲)

۳۱ مئی ۱۹۰۹ء:

فرمایا: میں نے بڑی تحقیقات کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی ایک بھی بہرا نہ تھا۔ یہ بڑا ہی معرفت کا نکتہ ہے۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۱۷)

۱۰ ستمبر ۱۹۰۹ء:

فرمایا: ایک عیسائی مجھ کو ریل میں ملا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم بڑی کوشش کرتے ہو۔ کہنے لگا کہ جس کا گھر پہاڑ پر بنا ہو اس کو کیا فکر لیکن جس کا گھر ریت کے تودہ پر بنا ہو وہ کوشش بھی نہ کرے؟ ہمارا مذہب توریت کے تودہ پر ہے ہم کوشش نہ کریں تو کیا کریں۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۴)

۱۲ فروری ۱۹۱۰ء:

فرمایا: میرے بعض دوستوں نے مجھ کو ملامت کی کہ تو اس قدر حسنِ ظن سے کیوں کام لیتا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ تو میرے خدا تعالیٰ نے بلاواسطہ مجھ کو بتایا ہے۔ میں کیوں بدظنی سے نہ بچوں۔ بدظنی سے بچنے کا طریق سورۃ نور کے پہلے رکوع میں لکھا ہے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۲۶)

۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء:

فرمایا: میرے بہت سے لڑکے مرے۔ جب کوئی لڑکا مرتا تو میں یہی سمجھتا کہ اس میں کوئی نقص ہوگا خدا تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ دے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جاتی ہی نہیں مگر ناشکری سے۔ جب نعمت چلی جائے تو آدمی مایوس نہ ہو۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۱۰۔۲۱۱)

۱۷ دسمبر ۱۹۱۱ء:

فرمایا: میں ایک مرتبہ ایک عیسائی عورت سے شادی کرنے لگا تھا لیکن صرف پردہ کے مشکلات کے باعث باز رہا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۱۰)

۲۴ رفروری ۱۹۱۲ء:

فرمایا: "میں نے کبھی کسی چور، ڈاکو، رشوت خور، جعل ساز کو راحت کی حالت میں نہیں دیکھا۔"

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۷۲)

۱۳ رفروری ۱۹۱۲ء:

فرمایا: ''میرے سامنے میرے ساتھ کھیلنے والے لڑکوں نے کبھی گالی نہیں دی بلکہ مجھ کو دور سے دیکھ کر آپس میں کہا کرتے تھے یارو سنبھل کر بولنا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۰۳)

۱۸ رمئی ۱۹۱۲ء:

فرمایا: ''میں نے جب سے شادیاں کی ہیں آج تک اپنی کسی بیوی کا کوئی صندوق کبھی ایک مرتبہ بھی کھول کر نہیں دیکھا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۱۰)

۶ ر اکتوبر ۱۹۱۲ء:

فرمایا: میں نے کسی امیر کو زکوٰۃ کا پابند نہیں دیکھا اور سوائے ایک مولوی کے جو وہ بھی میرا بھائی تھا۔ کسی مولوی کو بھی زکوٰۃ دیتے نہیں دیکھا اور نہ کسی گدّی نشین کو زکوٰۃ دیتے دیکھا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۷۳)

فرمایا: "بدی سے بچنے کا یہ گُر ہے کہ انسان علمِ الٰہی کا مراقبہ کرے، سوچے اور فکر کرے اور بار بار اس بات کو دل میں لائے اور اس پر اپنا یقین جمائے کہ خدا علیم ہے، خبیر ہے۔ وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ میرے ہر فعل کی اس کو خبر ہے۔ اس ریاضت کرنے سے انسان بدی سے بچ جاتا ہے" (حیات نور صفحہ ۵۱۸)

بے فائدہ بحث: فرمایا: "بعض لوگ بے فائدہ بحثوں میں پڑتے ہیں کہ مثلاً یہ آنحضرتؐ کے والدین مومن تھے یا کافر۔ یہ بیہودہ بحث ہے۔ آنحضرتؐ کا زمانہ دن کا زمانہ تھا جبکہ سورج روشن تھا۔ آنحضرتؐ سے قبل کا زمانہ رات کا زمانہ تھا۔ رات کے وقت جو لوگ ہوتے ہیں ان پر کفرو...... کا فتویٰ کیا وہ تو اندھیرے میں چلے گئے۔ وہ لوگ بڑے گنہگار ہوتے ہیں جو مصلح کا زمانہ پاتے ہیں اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔ رات کو غفلت کا وقت ہوتا ہے مگر جب جگانے والا آ گیا تو اس کا نہ ماننے والا ملزم ہے"۔ (حیات نور صفحہ ۵۱۹)

بخل دور کرنے کا علاج: فرمایا: "بخل دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ جب ایک پیسے کا بخل ہو تو دو پیسے دے دینے چاہئیں اور دو پیسے کا بخل ہو تو چار پیسے دے دینے چاہئیں۔ اس کا میں نے جوانی میں خوب تجربہ کیا ہے اور بہت فائدہ اٹھایا ہے"۔

(حیات نور صفحہ ۵۱۹)

اپنے مردے آپ نہلاؤ: فرمایا: "مسلمانوں میں ہمدردی یہاں تک کم ہوگئی ہے کہ انہوں نے اپنے مُردوں کو آپ نہلانا بھی چھوڑ دیا ہے۔ جب کوئی مرتا ہے تو اس کی جائیداد کو منتقل کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں اور اس کے نہلانے، دھلانے کا کام کسی مُلّاں کے سپرد آٹھ، دس آنے کے پیسے دے کر کر دیتے ہیں۔...... کا یہ دستور نہ تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اہل بیت حضرت علیؓ، فضل، اسامہ نے غسل دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کم از کم احمدی احباب اس سنّت کو جاری رکھیں اور وہ اپنے مُردوں کو خود غسل دیا کریں"۔

(حیات نور صفحہ ۵۲۱)

قبر پر دعا: فرمایا: "سب سے زیادہ کبیرہ گناہ یہ ہے کہ صاحبِ قبر سے کچھ مانگا جائے۔ دیکھو حضرت صاحب سے میرا بے حد پیار تھا اور ان پر مال و جان سب کچھ قربان کرنا چاہتا تھا مگر میں نے ان کی قبر پر کبھی کسی مطلب کی دعا نہیں کی نہ کرنی جائز ہے۔ یہ سخت گناہ اور شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بچاوے"۔ (حیات نور صفحہ ۵۲۱-۵۲۲)

☆ نوٹ: مولوی عبدالقدوس ایک کشمیری بزرگ تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ ان کا علم آپ کو دیا جائے گا۔ اور وہ لڑکے فرشتے تھے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ 154)

فرمایا:" تقویٰ اللہ کیا ہے۔عقائد صحیح ہوں اور ان عقائد کے مطابق اعمالِ صالحہ ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کے لئے متقی بنو اور تم اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار بن جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ فرمانبرداری عجیب نعمت ہے۔ابوالملّت ابراہیم علیہ السلام پر تمام برکتیں اس فرمانبرداری کی وجہ سے نازل ہوئیں''

حبل اللہ کو پکڑو: حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیکھو تفرقہ نہ کرو۔اگر تفرقہ کرو گے تو جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ حبل اللہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی اور اس کے ساتھ ہی تم بھی بودے ہو جاؤ گے"۔ (حیات نور صفحہ ۵۲۳-۵۲۵)

نماز میں لذت: فرمایا:"ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور اسے لذت نہیں ملتی تو اس کو سوچنا چاہیے کہ یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ میں نے نماز تو پڑھ لی۔دوسرا اس سے اعلیٰ ہے وہ نماز سمجھ کر پڑھتا ہے مگر دنیاوی خیالات نماز میں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تو اس کو بھی خوش ہونا چاہیے کہ سمجھ کر تو نماز پڑھنی نصیب ہوئی۔تیسرا لذت بھی پاتا ہے اس کو بھی خوش ہونا چاہیے۔اس طرح انسان ترقی کر سکتا ہے۔شکر کرنے سے بھی ترقی ہوتی ہے۔اگر پہلے ہی نماز کو اس خیال سے کہ لذت نہیں ملتی کوئی چھوڑ دے تو وہ کیا ترقی کرے گا"۔ (حیات نور صفحہ ۵۱۹)

ایک شخص نے عرض کی کہ میں پچیس ہزار کا مقروض ہوں۔فرمایا"اس کے تین علاج ہیں (۱) استغفار (۲) فضولی چھوڑ دو (۳) ایک پیسہ بھی ملے تو قرض خواہ کو دے دو"۔ (حیات نور صفحہ ۵۱۷)

جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے احباب سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں " ہماری بابت کچھ بھی خیال نہ کرو۔ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ہم اگر بڑے تھے تو گھر رہتے، پاکباز تھے تو امام کی ضرورت ہی کیا تھی۔اگر کتابوں سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا تو پھر ہمیں کیا حاجت تھی۔ہمارے پاس کتابیں تھیں مگر نہیں ان باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح ہم جس قدر یہاں ہیں اپنے اپنے امراض میں مبتلاء ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور یہاں علاج کے لئے بیٹھے ہیں تو پھر ہماری کسی حرکت پر ناراض ہونا عقلمندی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔صادق مامور ایک ہی ہے جو مہدی ہو کر آیا ہے۔پس خدا سے مدد مانگو۔ذکر اللہ کی طرف آؤ جو فحشاء اور منکر سے بچانے والا ہے"۔

وفات سے ایک دو روز پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنی اہلیہ محترمہ کو ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر دیا اور فرمایا اسے پھر پڑھنا۔دین و دنیا کے خزائن کی چابی ہے۔آپ کی وفات کے بعد اسے کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا:

۱۔ پانچ وقت نماز کی پابندی رہے۔

۲۔ شرک سے نفرتِ تامہ ہو۔

۳۔ جھوٹ، چوری، بدنظری، حرص و بخل، عدم استقلال، بزدلی، بے وجہ مخلوق کا خوف تم میں نہ ہو بلکہ اس کی جگہ پابندیٔ نماز، وحدتِ الٰہیہ، صداقت، عفّت، غضِّ بصر، ہمتِ بلند، شجاعت استقلال میں اللہ کے فضل سے ترقی ہو۔آمین!''

(حیات نور صفحہ ۷۰۶)

چند ایک رؤیا کشوف

۱۔ فرمایا "ایک دفعہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ کو خواب یا کشف میں دیکھا۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت ابوبکر اور آپ کی فضیلت کا مسئلہ دنیا میں پیچ دار ہو رہا ہے اس کا اصل کیا ہے؟ فرمایا انسان کی فضیلت موقوف ہے اس تعلق پر جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ دلوں کے حالات کو علیم ذات الصدور کے سوا کون جانتا ہے۔" (الفضل ۱۲ر نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

۲۔ایک دفعہ آپ کو رؤیا میں لا الہ الا اللہ کے معنی یہ سمجھائے گئے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی حیثیت مستقل نہیں۔

(الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۵)

۳۔خواب میں دیکھا کہ جلسہ میں لیکچر ہو رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں آئندہ نوجوانوں کے لیکچر اچھے ہوں گے۔ (بدر ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۱)

۴۔ فرمایا "مجھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ **ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار** بہت پڑھا کرو۔

۵۔فرمایا میں ☆ اپنی جان و دل سے شہادت دیتا ہوں کہ اپنی آنکھ سے فرشتوں کو دیکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان کی محبت واحسان کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے کانوں سے انہیں یہ کہتے سنا ہے **نحن اولیاء کم فی الحیاۃ الدنیا**۔"

۶۔ فرمایا "ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ مولوی عبدالقدوس صاحب کی گود میں پانچ خوبصورت لڑکے ہیں جو میں نے اچک لئے ہیں۔ ان سے میں نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے تو وہ بولے **کھیعص**۔ (بدر ۲۷ جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۳)

7- فرمایا میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کو علی مرتضیٰؓ امام علیہ السلام عبدالکریم علیہ الرحمۃ اور حکیم فضل الدین کو دیکھا اور اُس جہان کا حال دریافت کیا۔ جیبی بیاض (علو کہ خاندان حضرت خلیفۃ الاوّل)

الہام: "**اغننی بفضلک عمن سواک**" (بدر ۱۶ر فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۲ کالم ۳)

الہام: "تو مجھ سے کہہ اور دعا کر میں اسے قبول کروں گا" (الحکم ۱۴ر جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۷)

الہام: "**ماعنداللہ خیر من اللھو و من التجارۃ**" (بدر ۱۶ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے رؤیا و کشوف

(مرتبہ: مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

حضرت مسیح موعود کی بعثت کے ساتھ پیشگوئیوں کے مطابق وہ دروازہ پھر کھولا گیا جس کو لوگ بند کئے بیٹھے تھے اور حضور علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں کے لئے خاص طور پر سچے رؤیا و کشوف اور الہامات کا انعام جاری ہوا۔ اس کے ایک خاص مورد حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل تھے۔

ذیل میں آپ کے رؤیا و کشوف اور الہامات کا انتخاب پیش کیا جارہا ہے جو آپ نے خطبات جمعہ، تقاریر اور درس القرآن کے دوران بیان فرمائے اور احاطہ تحریر میں آ گئے۔ ایسے بہت سے الہامات رؤیا کشوف یقیناً ہوں گے جو آپ نے بیان نہ فرمائے ہوں یا بیان ہوئے مگر تحریر میں نہ آ سکے۔

عشق مجازی کا انجام:

میں جب پنڈ دادنخاں میں مدرس تھا اس وقت میں نے ایک فوت شدہ شخص کو جو میرا ہم وطن تھا رؤیا میں دیکھا اور معلوم ہوا کہ یہ بہت بیمار رہے میں نے کہا کہ تم تو بہت بیمار ہو اور میں نے سنا ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس پر اس نے اپنے ہاتھ سے ایک لڑکی کو بازو سے پکڑ کر مجھے دکھایا کہ میں اس لڑکی پر دنیا میں عاشق تھا اس واسطے اب میں بیمار اور مبتلائے عذاب ہوں۔ جب میں اپنے شہر میں آیا تو اس کے ایک دوست سے میں نے پوچھا کہ فلاں شخص جس عورت کے عشق میں فوت ہوا ہے آپ مجھے اس عورت کا پتہ بتا سکتے ہیں؟

اس نے کہا آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟ میں نے کہا بھلا عشق کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ اس نے کہا جب میرے اس دوست کا انتقال ہوا ہے تو اس کا سر میری ران پر تھا اور میں نے اس وقت اس سے دریافت کیا تھا کہ اس عشق کا حال تم نے کسی کو بتایا ہے؟ تو اس نے کہا تھا کہ اس کا حال یا تو اس عورت کو معلوم ہے یا تم کو یا مجھ کو یا خدا تعالیٰ کو اور کسی چوتھے انسان کو معلوم نہیں مرتے ہوئے جب اس نے یہ کہا تو آپ کو کہاں سے خبر ہوئی۔ غرض کہ اس عورت کا نام مجھ کو نہ بتایا۔ ہمارے شہر میں ایک محلہ ہے وہاں کی عورتیں کسی قدر خدوخال میں اچھی ہوتی ہیں اور ان لوگوں میں پردہ کا رواج بھی نہیں گو مسلمان ہیں۔ اس محلہ کی عورتیں ایک روز کسی شادی میں جاتی تھیں۔ میں بھی اتفاق سے اس طرف سے گزرا۔

FINAL

03-03-08

ان کو دیکھ کر مجھ کو یقین ہوا کہ اس وقت اس محلہ کی سب عورتیں ہیں میں نے ان سے کہا ''مائیو! دیوار کے ساتھ مل کر ایک صف تو بناؤ۔'' میرے بزرگوں کی وجاہت ایسی تھی کہ انہوں نے میری بات مان لی اور سڑک کے کنارے سب ایک صف میں کھڑی ہوگئیں۔ ان میں بعینہٖ وہی لڑکی جو میں نے رؤیا میں دیکھی تھی نظر آئی جو ابھی کنواری ہی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ بعض دوسری عورتوں نے اس کو دھکیل کر میری طرف بھیج دیا جب میرے قریب آئی تو میں نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام مجھ کو بتایا۔ اس کا نام دریافت کر کے میں نے اُن سے کہا کہ بس اب چلی جاؤ کچھ دنوں کے بعد اس متوفی کا وہی دوست مجھ کو ملا۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم نے ہمیں اس عورت کا نام نہ بتایا مگر ہم کو معلوم ہو گیا۔ وہ فلاں محلہ کی لڑکی ہے اور اس کا نام یہ ہے۔ وہ سن کر ہکا بکا سا رہ گیا اور کہا کہ ہاں یہی نام ہے مگر آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔ میں نے اپنے رؤیا کا ذکر نہ کیا اور نہ مناسب تھا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

رحمت الٰہی:

ایک اور رؤیا میں نے پنڈ دادنخاں میں دیکھا۔ وہاں ایک سررشتہ دار تھا جو اپنی فضولیوں میں بڑا مشہور تھا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ بہشت میں ایک بڑی اونچی اٹاری پر ہے۔ جب میں نے اس کو اور اس نے مجھ کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا کہ تم تو بڑے سیہ کار تھے تم کو بہشت میں اور پھر عرفات میں کیونکر موقع ملا اس نے جواب میں کہا کہ ''میری غریب الوطنی پر جناب الٰہی نے رحم فرمایا۔''

میں نے بیداری کے بعد اس کی بہت جستجو کی مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ یہی معلوم ہوا کہ عرصہ سے مفقود الخبر ہے۔ دو برس کے بعد ایک میرے رشتہ دار نے مجھ کو بتایا کہ فلاں آدمی بمبئی کے قریب ایک مقام کلیانی میں مر گیا ہے۔ وہ مکہ معظّمہ کو پا پیادہ جاتا تھا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۴۰)

ناپسندیدہ کتاب:

میں نے ایک کتاب دیکھی اگرچہ وہ مجھے ناپسند آئی۔ مگر میں نے اس کو خرید لیا۔ رات کو مجھے رؤیا ہوا کہ ایک بازار ہے اس میں بہت خوبصورت پیاز اور لہسن خرید لیا جب جاگ آئی تو زبان پر ''فومِھا'' تھا۔

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۱۶۵)

الٰہی تفسیر:

FINAL

03-03-08

آج یہ جو دو آیت (سورہ بقرہ کی آیات 155 تا158) میں نے تمہارے سامنے پڑھی ہیں یہ میرے کسی خاص ارادے غور و فکر کا نتیجہ نہیں اور نہ میں نے کوئی تیاری قبل از وقت اس مضمون اور ان آیات کے متعلق آج جمعہ کے خطبہ میں سنانے کی کی تھی۔ وعظ کا بے شک میں عادی ہوں۔ مگر یہ آیتیں محض اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے دل میں ڈالی گئیں۔
(حقائق الفرقان صفحہ ۲۶۷ جلد اوّل)

مصیبتوں پر صبر کرنا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھ پر بہت سی مصیبتیں یک لخت ٹوٹ پڑیں۔ میں جماعت کرانے لگا **الحمد** کے اَلْ تک پہنچا تھا کہ حمد پڑھنے سے میری طبیعت نے مضائقہ کیا۔ میں نے اپنے دل سے سوال کیا کہ تو ایک قوم کا امام ہو کر الحمد پڑھنے لگا ہے کیا واقعی تیرا قلب شرح صدر سے اللہ کے حضور میں شکر گزار ہے۔ اس وقت بہت اضطراب کا وقت تھا ایک طرف یہ خیال کہ مقتدی منتظر ہیں دوسری طرف یہ کہ اگر نہیں پڑھتا تو مقتدیوں کو ابتلاء ہے اگر پڑھتا ہوں اور شرح صدر سے نہیں پڑھتا ہوں تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ قربان جاؤں اپنے مولا کے معاً اس نے میری دستگیری کی اور سمجھایا۔

’’ہم کوئی مصیبت بھیجتے ہیں اور اس پر اگر کوئی شخص صبر کرتا ہے تو ہم اسے بہتر سے بہتر بدلہ دیتے ہیں۔‘‘
(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۴۲۶)

شاگردی:

میں نے بھی خود بلا واسطہ حضرت علیؓ سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۲۳)

یاجوج ماجوج:

خدا نے انشراح صدر سے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جو بخارا سے لے کر شمال تک رہتی تھی۔ گاتھ نارمنڈے۔ وزی گاتھ سیکشن۔ یہ لوگ جرمن، فرانس، انگلینڈ وغیرہ میں جا کر آباد ہوئے۔
(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۴۴)

طاعون:

میں نے خود خواب میں طاعون کو ایک وقت میں ہاتھی اور آدمی کی شکل میں دیکھا۔ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۳۰۲)

FINAL

03-03-08

انسان لغو نہیں:

مجھے محمد اقبال ڈاکٹر نے میرے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا ڈریپر (Draper) مر گیا اس کا فلسفہ بھی مر گیا۔ یورپ ہر روز نئے فلسفہ کا دلدادہ ہے میرے دل میں آیا یہ کیا بات ہے ظہر کا وضو کرنے لگا القاء ہوا۔

''انسان پر انسان فنا ہوتا ہے اور نیا بنتا ہے۔ کیا یہ انسان لغو ہے ہرگز نہیں۔''

پھر القاء ہوا ''سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ تبدیلی ہمارا اپنا فعل ہے اور ایک حکمت پر مبنی ہے۔''

(خواجہ کمال الدین صاحب کے نام خط ۶ رمئی ۱۹۱۳ء، الفضل ۱۹ رستمبر 1915ء، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۴۳-۴۴۴)

بشارت:

8 فروری 1914ء کو آپ نے فرمایا:

خدا تعالیٰ نے اس بیماری میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پانچ لاکھ عیسائی افریقہ میں (احمدی) ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ مغربی افریقہ میں تعلیم یافتہ ہوں گے۔ (پیغام صلح ۳ رمارچ ۱۹۱۴ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۵۰۲)

یزید:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اپنی وفات سے ایک ہفتہ قبل بار بار مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یزید بہت ہی برا شخص ہوا ہے۔ خدا نے مجھے سالم سورۃ قرآن اس کے حق میں نازل فرمائی ہوئی بتائی ہے۔ اسی طرح بنی امیہ کے حق میں بھی ایک سالم سورۃ قرآن موجود ہے آپ ضرور اس کے متعلق نوٹوں میں زور زور سے لکھیں۔ یہ بہت ہی برا آدمی ہوا ہے اس لئے کہ اس نے بڑے پاک خاندان کا مقابلہ کیا ہے۔ آپ بار بار یہ کہتے ہوئے رو پڑتے تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۹۶)

حضرت مسیح موعود کی بیعت کا فائدہ:

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب بیان فرماتے ہیں:

نواب خان صاحب تحصیل دار مرحوم نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب سے ایک دفعہ عرض کیا کہ مولانا آپ تو پہلے ہی باکمال بزرگ تھے آپ کو حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے زیادہ کیا فائدہ حاصل ہوا۔ اس پر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا۔ نواب خان مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک فائدہ ان میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بذریعہ

FINAL

03-03-08

خواب ہوا کرتی تھی۔ اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔ (حیاتِ نور صفحہ ۱۹۴)

تجربہ:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک دفعہ یہ ذکر کرتے ہوئے کہ میں طالب علمی کے زمانہ میں چھ چھ، سات سات وقت کھانا نہیں کھایا کرتا تھا۔ فرمایا:

حافظ روشن علی صاحب نے میری تقریر ہوتے ہوئے آسمانی کھانا کھالیا تھا۔ بیداری میں کباب اور پراٹھے کھاتا رہا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

خاکسار راقم الحروف نے حضرت اقدس حافظ صاحب کے متعلق یہ سن کر بعد میں حافظ صاحب سے مفصل پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک دن میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا سبق کی انتظار میں بیٹھے بیٹھے کھانے کا وقت گزر گیا حتیٰ کہ ہمارا حدیث کا سبق شروع ہو گیا۔ میں اپنی بھوک کی پروا نہ کر کے سبق میں مصروف ہو گیا درآنحالیکہ میں بخوبی سبق پڑھنے والے طالب علم کی آواز سن رہا تھا اور سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ یکا یک سبق کا آواز مدھم ہوتا گیا اور میرے کان اور آنکھیں باوجود بیداری کے سننے اور دیکھنے سے رہ گئے اسی حالت میں میرے سامنے کسی نے تازہ بتازہ تیار ہوا کھانا لا رکھا۔

گھی میں تلے ہوئے پراٹھے اور بھنا ہوا گوشت تھا۔ میں خوب مزے لے لے کر کھانے لگ گیا جب میں سیر ہو گیا تو میری یہ حالت منتقل ہو گئی اور پھر مجھے سبق کا آواز سنائی دینے لگ گیا۔ مگر اس وقت بھی میرے منہ میں کھانے کی لذت موجود تھی اور میرے پیٹ میں سیری کی طرح ثقل محسوس ہوتا تھا اور سچ مچ جس طرح کھانا کھانے سے تازگی ہو جاتی ہے وہی تازگی اور سیری مجھے میسر تھی حالانکہ نہ میں کہیں گیا اور نہ کسی اور نے مجھے کھانا کھاتے دیکھا۔

اس کے بعد حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا میں نے خود ان باتوں کا بڑا تجربہ کیا ہے۔ (حیات نور صفحہ ۲۸۹-۲۹۰)

صدر انجمن احمدیہ کے بعض ممبران نے خلیفۃ المسیح کے اختیارات کم کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے جماعت میں پراپیگنڈہ بھی کیا۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے خطبہ عید الفطر جس میں آپ نے ان لوگوں کے بارے میں اعلان کرنا تھا فرمایا:

''میں آج کے دن ایک اور کام کرنے والا تھا مگر خدا تعالیٰ نے مجھے روک دیا اور میں اس کی مصلحتوں پر قربان ہوں۔ تم میں جو نقص ہیں ان کی اصلاح کرو...... میں ایسے لوگوں کو جماعت سے الگ نہیں کرتا۔ شاید وہ سمجھیں پھر سمجھ جائیں۔ پھر سمجھ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں ان کی ٹھوکر کا باعث بنوں۔'' (حیاتِ نور صفحہ

FINAL

03-03-08

(۳۹۲

مظہر قدرت ثانیہ:

مکرم ماسٹر نواب دین صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے قرآن کریم کا درس با قاعدگی کے ساتھ نوٹ کیا کرتے تھے ذیل کے بعض حصص حضرت صاحب کے درس فرمودہ یکم دسمبر 1912ء سے لئے گئے ہیں۔ مکرم ماسٹر صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے وعدے کئے ہیں اور ضروری ہے کہ وہ پورے ہوں لیکن افسوس ہے کہ تم لوگوں کی گستاخیوں کی وجہ سے ان میں التوا ہو رہا ہے اور جس طرح موسیٰؑ کے وقت میں ان وعدوں کے پورا ہونے کا زمانہ چالیس برس پیچھے ڈال دیا گیا۔ اسی طرح تمہاری گستاخیوں کی وجہ سے احمدیت کی فتوحات کا زمانہ بھی پیچھے ڈال دیا گیا ہے لیکن آج سے تیس سال بعد مظہر قدرت ثانیہ ظاہر ہوگا اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس بندہ کے ذریعہ اس بند کئے ہوئے دروازہ کو کھولنے کے سامان کر دے گا۔ (حیات نور صفحہ ۴۰۲-۴۰۳)

پرندوں کا شوربا:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے 5 فروری 1911ء کی صبح کو فرمایا:

ابھی میں نے دیکھا ہے کہ اس مقام پر کسی پرند کا مزیدار شوربا کھایا ہے اور اس کی باریک باریک ہڈیاں پھینک دی ہیں۔

جونہی آپ نے یہ کشف سنایا۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے عرض کی کہ اس کو پورا کرنے کے لئے کسی پرندے کے گوشت کا انتظام کیا جاوے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے تا کہ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب جو کبھی کبھی ہوائی بندوق سے شکار کھیلا کرتے تھے، انہیں عرض کریں کہ کوئی پرند شکار کریں شیخ یعقوب علی صاحب ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت انہوں نے کچھ پرند شکار کئے ہیں وہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے گئے اور حضرت بہت خوش ہوئے۔ گویا ادھر رؤیا دیکھا اور ادھر خدا تعالیٰ نے اسے پورا کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک۔ خدا تعالیٰ کے پیاروں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا عجب سلوک ہوتا ہے۔ (حیاتِ نور صفحہ ۴۹۹-۵۰۰)

دعاؤں کی برکت:

آپ نے 10 فروری 1911ء بروز جمعۃ المبارک بیماری کے ایام میں احباب کو مخاطب کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ کا مجھ

FINAL

03-03-08

پر بڑا فضل ہے اس بیماری میں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرتوں اور بندہ نوازیوں کے عجیب جلوے دکھائے ہیں میں اس بیماری میں دعاؤں کا بڑا قائل ہو گیا ہوں دعائیں مجھ پر بڑا بڑا فضل کرتی ہیں۔ میرے خدا نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے خدا تعالیٰ مجھ کو طاقت دے تو میں تم پر وہ انعامات بیان کروں جو خدا تعالیٰ نے مجھ پر فرمائے ہیں۔ آج بھی مجھ کو الہام ہوا ہے کہ

اغننی بفضلک عمّن سواک (حیاتِ نور صفحہ ۵۰۰)

جنتی ہونے کی دعا:

مورخہ 10 مارچ 1912ء نماز مغرب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل درس دے رہے تھے۔ آپ نے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''ایک دفعہ شاہ صاحب مجلس میں تشریف فرما تھے کہ یک لخت ان پر کشفی حالت طاری ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ جتنے لوگ اس وقت تیری مجلس میں موجود ہیں اگر تو ان کے لئے دعا کرے گا تو وہ سب کے سب جنت میں جائیں گے۔ شاہ صاحب نے اسی وقت اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ جتنے لوگ اس وقت میری مجلس میں موجود ہیں انہیں گن لو۔ حاضرین مجلس کی اس مردم شماری کے بعد آپ نے دعا فرمائی اور بعد دعا فرمایا کہ پھر سب لوگوں کو گن لیا جائے۔ حاضر احباب کا شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ تعداد اتنی ہی ہے جتنی پہلی گنتی کے وقت تھی لیکن اتفاق سے اسی وقت مجلس کے بعض لوگوں کی نظر ایک اجنبی شخص پر پڑی جو پہلی گنتی کے وقت مجلس میں موجود نہ تھا۔ لوگ حیران تھے کہ ایک نیا شخص بھی مجلس میں موجود ہے اور حاضرین مجلس کی تعداد بھی اتنی ہی ہے جتنی پہلی گنتی کے وقت تھی کہ اتنے میں شاہ صاحب کے مریدوں میں سے ایک شخص جو پہلی گنتی کے وقت مجلس میں موجود تھا باہر سے اندر داخل ہوا۔ اس سے جب پوچھا گیا کہ تم کہاں گئے تھے اس نے جواب میں کہا کہ عین دعا کے وقت مجھے رفع حاجت کے لئے باہر جانا پڑا۔ اس اجنبی شخص سے جب پوچھا گیا کہ میاں! تم یہاں کیسے آ گئے تو اس نے جواب دیا کہ میں ایک مسافر آدمی ہوں یہاں سے گزر رہا تھا کہ میں نے دیکھا دعا ہو رہی ہے میں بھی اس میں شامل ہو گیا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کہ مجھے بھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جتنے لوگ اس وقت تیری مجلس میں بیٹھے ہیں اگر تو ان کے لئے دعا کرے گا تو یہ بھی سب جنت میں جائیں گے اس وقت آپ نے فرمایا کہ کوئی دوست میری مجلس سے نہ اٹھیں میں ابھی دعا

FINAL

03-03-08

کرتا ہوں۔ حضرت خلیفہ اوّل کا یہ فرمانا تھا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب جو اس وقت درس میں موجود تھے پیشاب کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے انہیں اٹھتے دیکھا اور بہت بیتاب ہوئے اور دعا کرنے سے رکے رہے اور ایک دوست کو بھیجا کہ حضرت میاں صاحب کو جلدی واپس لائے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب پیشاب کر کے مجلس میں واپس آ گئے اور حضرت خلیفہ اوّل (......) نے دعا فرمائی۔ اس مجلسِ درس میں شامل ہونے والے احباب کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی کیونکہ وہ بیٹھک جس میں درس ہوا کرتا تھا کچھ زیادہ بڑی نہ تھی۔ جو احباب اس مجلس میں موجود تھے ان میں مخدومی محترمی برادرم (نواب) میاں محمد عبداللہ خاں صاحب اور برادرم مکرم صوفی محمد ابراہیم صاحب بھی تھے۔ دعا کے بعد دوستوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۵۵۲ - ۵۵۳)

فرشتوں کی مدد:

جلسہ سالانہ 1912ء میں حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی تقریر میں خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں سے تعلق پیدا کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ

جب کسی آدمی کا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ اس سے تعلق پیدا کرو۔ اس طرح جبرائیلی رنگ کی مخلوق سے تعلق اور قبولیت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے......

تحدیث نعمت کے لئے کہتا ہوں کہ میں نے خود ایسے فرشتوں کو دیکھا ہے اور انہوں نے ایسی مدد کی ہے کہ عقل فکر وہم میں نہیں آسکتی اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ دیکھو ہم کس طرح اس معاملہ میں تمہاری مدد کرتے ہیں۔ (حیات نور صفحہ ۵۹۶)

1913ء کا پُر رونق جلسہ:

آپ نے جلسہ سالانہ 1913ء کا پُر رونق نظارہ دیکھا تو جلسہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل پر شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک نوٹ لکھا جس میں اپنی اس رؤیا کا ذکر کیا۔

اس جلسہ نے ان لوگوں کے خیالات کو بھی باطل کر دیا۔ جو کہتے تھے کہ نور الدین گھوڑے سے گر گیا ہے جب ایک دفعہ خلافت کے خلاف شور ہوا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں دکھایا تھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور ایسی جگہ پر جا رہا ہوں جہاں بالکل گھاس پھونس نہیں ہے اور خشک زمین ہے پھر میں نے گھوڑے کو دوڑانا شروع کر دیا اور گھوڑا ایسا تیز ہو گیا کہ ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری رانیں نہ ہلیں اور میں نہایت مضبوطی سے

FINAL

03-03-08

گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ دور جا کر گھوڑا ایک سبزہ زار میدان میں داخل ہو گیا جس میں قریباً نصف نصف گز سبزہ اگا ہوا تھا۔ اس میدان میں جہاں تک نظر جاتی تھی سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ گھوڑے نے تیزی کے ساتھ اس میدان میں بھی دوڑنا شروع کیا۔ جب میں درمیان میں پہنچا تو میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے اس خواب سے سمجھا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ خلافت کے گھوڑے سے گر جائے گا جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قائم رکھے گا بلکہ کامیابی عطا فرمائے گا۔

سو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے میری اس خواب کو بھی پورا کیا اور اس سال کے جلسہ نے اس کی صداقت بھی ظاہر کر دی۔ (حیاتِ نور صفحہ ۶۹۰-۹۱)

فروری 1914ء سے مارچ 1914ء کے دوران آپ کو درج ذیل الہام ہوئے۔

ان الذی فرضَ علیک القراٰن لَرادکَ الی معاد

الحمّٰی من نار جھنم فاطفئوھا بالماء

بتایا گیا کہ اکثر بیماریوں کا علاج ہوا پانی اور آگ سے اور دردوں کا آگ اور پانی سے۔

پھر فرمایا بہت حکمتیں کھلی ہیں انشاء اللہ طبیعت بحال ہونے پر بتاؤں گا۔ (حیاتِ نور صفحہ 696 جدید ایڈیشن)

اطمینان:

نومبر 1906ء کی بات ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر ہائیکورٹ نے عرض کیا کہ حضور ابھی سعد اللہ لدھیانوی کے ابتر رہنے والے الہام کی اشاعت نہ کی جائے مگر حضور نے الہام الٰہی کے چھپانے سے صاف انکار فرما دیا اور زوردار لفظوں میں کہا کہ یہ پیشگوئی پوری ہو کے رہے گی اور فتح ہماری ہوگی۔ اس مجلس میں حضرت مولوی صاحب بھی تشریف فرما تھے کہ یکایک آپ کی زبان مبارک پر حدیث رب اشعث اغبر جاری ہو گئی چنانچہ حضور خود فرماتے ہیں:

> ترجمہ از عربی: جب میری یہ بات میرے یکتا مخلص فاضل ماہر علوم دین مولوی حکیم نور الدین صاحب نے سُنی تو اُن کی زبان پر حدیث رُبَّ أَشْعَثَ اَغْبَر جاری ہوئی اور میرے جواب کو سُن کر اور نیز مولوی صاحب سے یہ حدیث سُن کر جماعت کے لوگوں کو اطمینان حاصل ہو گیا اور انہوں نے اس وکیل کو جس نے مجھے ڈرایا تھا غلطی خوردہ قرار دیا اور اس کی تخویف کو ہیچ سمجھا۔ اس کے بعد میں نے تین روز تک سعد اللہ کی موت کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں دعائیں کیں جس

FINAL

03-03-08

کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی نازل کی رُبَّ اَشۡعَثَ اَغۡبَرَ لَوۡ اَقۡسَمَ علی اللّٰہ لاَبَرَّہٗ یعنی بعض لوگ جو عوام کی نظروں میں پراگندہ مُو اور غبار آلود ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور وہ مقام رکھتے ہیں کہ اگر وہ کسی بات کے متعلق قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم کو ضرور پورا کردیتا ہے۔‘‘

(تذکرہ صفحہ ۵۸۱)

دل نرم ہو جائیں:

31 جنوری 1909ء کو جب جماعت احمدیہ کے دواڑھائی صد نمائندے جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مشورہ کو بلایا تھا۔ 30 جنوری کی رات تک پہنچ چکے تھے۔ صبح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نماز پڑھانے کے لئے......مبارک تشریف لے آئے بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ صبح کی نماز سے قبل آپ کو الہاماً سورۃ بروج کے پڑھنے کا حکم دیا گیا اور بتایا گیا کہ اس کے پڑھنے سے اکثر لوگوں کے دل نرم ہو جائیں گے۔

چنانچہ اس کے مطابق آپ نے اس سورۃ کی تلاوت فرمائی اور اگرچہ شروع سے لے کر آخر تک ساری ہی نماز سوز و گداز عجز و نیاز گریہ و بکا اور تضرع و خشوع کا دردناک نمونہ تھی مگر جب آپ اس آیت پر پہنچے کہ **ان الذین فتنوا المؤمنین والمومنت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق** تو مسجد گویا ماتم کدہ میں بدل گئی۔ خود حضرت خلیفہ اوّل کی آواز بھی شدت گریہ سے رک گئی۔ اس کے بعد آپ نے دوبارہ جو یہ آیت دہرائی تو تمام جماعت رقت سے نیم بسمل سی ہوگئی اور چند سنگدل لوگوں کے سوا سب کے دل کثافتوں سے دھل گئے اور ان میں خشیت اور تقویٰ اللہ کا نور چھا گیا۔ یہ ایک آسمانی نشان تھا جو خلافت کی تائید غیبی کے لئے ظاہر ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۲۵۹)

لا الٰہ الا اللّٰہ کے معنیٰ:

ایک دفعہ آپ کو رؤیا میں لا الٰہ الا اللّٰہ کے یہ معنے سمجھائے گئے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی حیثیت مستقل نہیں۔

(الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۲۴ء)

فرشتے:

فرمایا: میں نے ایک بار مَلک کو دیکھا ہے وہ انسان کی شکل میں منتقل تھا قرآن مجید میں ہاروت ماروت کا نام بھی ہے جس کو میں نے دیکھا ہے۔ اس کا نام محی الدین تھا۔

(اخبار بدر قادیان ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۸ء، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۴)

FINAL

03-03-08

درس بخاری:

''مجھے ایک دفعہ خواب آیا کہ آدھا پیالہ دودھ کا ہے اور میرے ایک دوست نے جو مجھ سے ناراض تھے اسے پی لیا۔ میں بخاری شریف پڑھایا کرتا تھا۔ نصف باقی تھا کہ وہ ایک روز آئے بعض باتیں جو پسند آئیں تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ اب میں بھی پڑھوں گا۔ چنانچہ باقی نصف بخاری انہوں نے مجھ سے پڑھی۔

(اخبار بدر قادیان ۱۴؍جنوری ۱۹۰۹ء، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۴)

یہ دوست خلیفہ نورالدین جمونی صاحب تاجر کتب جموں تھے۔

ملاقات:

میں نے مابعد الموت لوگوں سے ملاقات کی ہے اور ان سے جہنم و جنت کے حالات کی نسبت سوال کیا ہے۔

پھر میں نے ایک اور نظارہ دیکھا ایک شخص بہشت میں ہے جو فی عرفات آمنون ہے۔ ترجمہ: از مرتب۔ عرفات میں امن سے ہیں۔ (بدر ۷؍اپریل ۱۹۱۰ء صفحہ ۷، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۴)

جب روح جسم خاکی سے علیحدہ ہوتی ہے تو وہ اپنے ساتھ ایک نیا جسم لے کر نکلتی ہے جو ہر عضو سے نکلتا ہے میں نے ایسے جسم خود دیکھے ہیں ایک شخص کو جو اس وقت زندہ موجود ہے۔ اس کو میں نے دیکھا اس کا جسم خنزیر کا ہے ایک ہی وقت میں اس کا ظاہری جسم اور خنزیر والا جسم اپنے چار پیروں پر چلتا دیکھا ہے۔

(بدر ۲۳؍فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۵)

رزق:

فرمایا: خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اگر کہیں جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا اور میں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا۔ (بدر ۳؍اگست ۱۹۱۰ء صفحہ ۶، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۴)

دعا کر:

فرمایا: بعض اوقات لوگوں کے دل میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں کہ ان کے لئے دعا کر۔

(بدر ۱۷؍اکتوبر ۱۹۱۲ء، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۴)

FINAL

03-03-08

لیکچر:

خواب میں دیکھا کہ جلسہ میں لیکچر ہو رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب مرحوم مغفور فرماتے ہیں آئندہ نوجوانوں کے لیکچر اچھے ہوں گے۔ (بدر ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۱، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۵)

مُردوں سے باتیں:

فرمایا: صاحب نسبت جو لوگ ہوتے ہیں ان کی ملاقات ہو جاتی ہے میں نے کبھی توجہ نہیں کی باوجود اس کے میں نے بھی مُردوں سے باتیں کی ہیں۔ (بدر ۱۴ر نومبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

فری میسن:

مجھ کو خدا تعالیٰ نے عالم رؤیا میں یہاں ایک شخص دکھایا کہ یہ فری میسنوں کی طرف سے خاص طور پر یہاں رہتا ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۵)

عمائدین اچھے نہیں:

فرمایا: میں نے سلطان عبد الحمید کو دیکھا کہ ایک جھولدار چارپائی پر میلی توشک پڑی ہے اور وہ اس پر بیٹھا دکن کی طرف منہ کر کے رو رہا ہے اور کپڑا چاروں طرف سے سمٹا جا رہا ہے اس کے ہاتھ میں ایک خالی گھڑا ہے میں نے چاہا کہ بھر دوں مگر بھرا نہیں گیا۔ تعبیر اس کی یہ سمجھائی گئی کہ سلطان عبد الحمید کی سلطنت کے عمائد اچھے نہیں اور اس کا ملک کم ہوتا جا رہا ہے اور میں نے دعا کرنی چاہی مگر توفیق نہ دی گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۶)

خوشخبری:

میں اپنی جان و دل سے شہادت دیتا ہوں کہ اپنی آنکھ سے فرشتوں کو دیکھا ہے...... ان کی محبت و احسان کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے کانوں سے انہیں یہ کہتے سنا ہے کہ

نَحْنُ اَوْلِيَآئُ كم فِي الْحَيٰوةِ الدنيا

ترجمہ: ہم دنیا میں تمہارے دوست ہیں۔ (الحکم ۲۱ر جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۳، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۵)

FINAL

03-03-08

مقدمہ:

فرمایا: ایک ہمارا محسن ......تھا وہ مارا گیا...... مجھے اس جج سے ملنے کا موقع ملا۔ جس نے تحقیقات کی تھی اس نے بتایا ......کل اتنے آدمیوں کو پھانسی لگ جائے گی ...... میں لیٹ گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ جن کے متعلق پھانسی کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ چارپائی پر بیٹھے ہیں اور کچھ سکھ مجھ کو دکھائے گئے جو زمین پر بیٹھے تھے میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ وہ سب چھوٹ جائیں گے اور اس کے قاتل وہ سکھ ہیں جو سزا پائیں گے ٹھیک نو بجے جب کہ...... پھانسی کا مقرر وقت تھا سیالکوٹ سے تار آ گیا کہ اصل مجرم پکڑے گئے ہیں......تحقیقات پر مقدمہ نئی طرز کا ہو گیا اور وہ رہا ہو گئے تب اس نے پوچھا کہ اب کون سزا پائے گا؟ میں نے کہا وہ سکھ ہیں۔ ان مجرموں میں سے ایک سرکاری گواہ وعدہ معافی پر بن گیا۔ وہ بچ گیا اور باقی پھانسی پا گئے اس پر جج نے کہا کہ ایک تو بچ گیا۔ میں نے کہا مجھے تو یہ نہیں دکھایا گیا کہ یہ بچے چنانچہ اس نے وہاں سے نکل کر خوشی میں شراب پی کر ایک لڑکی کو چھیڑا۔ اس کے رشتہ داروں نے وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (الحکم ۲ر فروری ۱۹۱۵ء)

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کی بیعت:

ایک دن میں خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بیعت کرنی چاہتا ہوں آپ نے فرمایا استخارہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو بہت کچھ استخارہ اور فکر کیا ہے لیکن شاہ صاحب نے جونہی اپنا ہاتھ بیعت لینے کے لئے بڑھایا میرے دل میں بڑی مضبوطی سے یہ بات آئی کہ معاہدہ قبل از تحقیقات۔ یہ کیا بات ہے؟ اس لئے باوجود کہ حضرت شاہ صاحب نے ہاتھ بڑھایا تھا میں نے اپنے دونوں ہاتھ کھینچ لئے مربع بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ بیعت سے کیا فائدہ؟ آپ نے فرمایا سمعی کشفی گرددودید، بشنید مبدل گردد اور یہ جواب ہے جو نجم الدین کبریٰ نے دیا ہے پھر میں نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے لیکن اس دفعہ آپ نے اپنے ہاتھ کو ذرا سا پیچھے ہٹا لیا اور فرمایا تمہیں وہ حدیث یاد ہے جس میں ایک صحابی نے درخواست کی تھی کہ **اسئلک مرافقتک فی الجنۃ** میں نے عرض کیا خوب یاد ہے آپ نے فرمایا اس امر کے لئے تم کو اگر اصول...... سیکھنے ہوں تو کم سے کم چھ مہینے میرے پاس رہنا ہوگا اور اگر فروع...... سیکھنے ہیں تو ایک برس رہنا ہو گا۔ تب میں نے پھر جب ہاتھ اور بھی بڑھایا تو آپ نے میری بیعت لی اور فرمایا کہ کوئی مجاہدہ سوائے اس کے آپ کو نہیں بتاتے کہ ہر وقت آپ آیت ''**و نحن اقرب الیہ من حبل الورید**'' پر توجہ رکھیں پھر **واللہ معکم این ما کنتم** کی نسبت ایسا ہی فرمایا۔

اس توجہ میں میں نے بارہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور بارہا زیارت کی اور اپنی بعض غلطیوں اور سستیوں کے نتائج کا مشاہدہ کیا چھ مہینہ کے اندر اندر آپ کا وہ وعدہ میرے حق میں بہرحال پورا ہو گیا۔

FINAL

03-03-08

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۲۲-۱۲۱)

تمہارا کھانا ہمارے گھر میں ہے:

قیام مدینہ کے ذکر میں فرماتے ہیں: ''میرے حجرہ کے ساتھ ایک اور حجرہ تھا اس میں مولوی نبی بخش نام چشتی جاپور کے رہنے والے تھے...... رہتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ رؤیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ ''تمہارا کھانا تو ہمارے گھر میں ہے لیکن نبی بخش کا ہم کو بہت فکر ہے''

ان دنوں میں نے نبی بخش کو بہت ڈھونڈا باوجودیکہ میرے ساتھ کے حجرے میں رہتے تھے مگر ملاقات نہیں ہوسکی اور وہ حجرہ میں آئے ہی نہیں۔ بہت دنوں کے بعد جب ملے تو میں نے کہا کہ آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بتائیں اور ضرورت ہو تو میں آپ کو کچھ دام دے دوں کہا کہ مجھ کو بہت شدت کی تکلیف تھی مگر آج مجھ کو چونا اٹھانے کی مزدوری مل گئی ہے اور یہ پیسے مزدوری کے ہاتھ آ گئے اس لئے ضرورت نہیں ہے۔'' (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۲۴)

مقطعات کا علم دیا جانا:

کشمیر میں ایک مولوی عبدالقدوس صاحب رہتے تھے۔ وہ بڑے بزرگ آدمی تھے اور میرے پیر بھائی بھی تھے کیونکہ وہ شاہ جی عبدالغنی صاحب کے مرید تھے اور میں بھی شاہ صاحب کا مرید تھا۔ ان کو مجھ سے خاص محبت تھی اور باوجود ضعف پیری کے میرے مکان پر ترمذی کا سبق پڑھنے آتے تھے۔

میں نے ایک رؤیا دیکھا کہ ان کی گود میں کئی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میں نے ایک جھپٹا مارا اور سب بچے اپنی گود میں لے کر وہاں سے چل دیا۔ رستہ میں میں نے ان بچوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا نام کٓھٰیٰعٓصٓ ہے۔

میں اپنے اس رؤیا کو بہت ہی تعجب سے دیکھتا تھا جب میں حضرت صاحب کا مرید ہوا تو میں نے ان سے اس خواب کا ذکر کیا مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپ کو اس کا علم دیا جائے گا اور وہ لڑکے فرشتے تھے۔

دھرم پال نے جب ''ترک اسلام'' کتاب لکھی تو اس سے بہت پہلے مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ

''اگر کوئی شخص قرآن شریف کی کوئی آیت تجھ سے پوچھے اور وہ تجھ کو نہ آتی ہو اور پوچھنے والا منکر قرآن ہو تو ہم خود تم کو اس آیت کے متعلق علم دیں گے۔''

جب دھرم پال کی کتاب آئی اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس کے جواب کی توفیق دی۔ حروف مقطعات کے متعلق اعتراض تک پہنچ کر ایک روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان میں نے صرف اتنا ہی خیال کیا کہ مولا یہ منکر

FINAL

03-03-08

قرآن تو ہے گو میرے سامنے نہیں۔ یہ مقطعات پر سوال کرتا ہے۔ اسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا۔ جس کا ایک شمہ میں نے رسالہ نورالدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا ہے اور اس کو لکھ کر میں خود بھی حیران ہو گیا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۷۷-۱۷۸)

استغفار اور لاحول:

اس کتاب (نورالدین) کے سرورق پر آپ نے استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ کے الفاظ لکھے۔ ان الفاظ میں دراصل ایک روحانی نظارہ کی طرف اشارہ تھا جو آپ کو انہی دنوں دکھایا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ہندوؤں کے گھر میں شادی کے بعد ایک مندر کی طرف لے جائے گئے ہیں۔ جس میں دو بڑے بڑے بت ہیں۔ آپ کی موحدانہ طبیعت میں جوش آیا تو آپ نے استغفار پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک آپ گر گیا۔ پھر آپ دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت استغفار پڑھا مگر بت جوں کا توں موجود تھا۔ تب آپ کو تحریک ہوئی کہ یہاں لاحول کے تبّر سے کام لینا چاہیئے چنانچہ آپ نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا تو بت پاش پاش ہو گیا اس کی تفہیم یہ ہوئی کہ ''نورالدین'' کی اشاعت کے بعد دھرم پال کا فتنہ آپ کی زندگی میں مٹایا جائے گا اور دوسرا کام خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے کر دے گا چنانچہ وہ دھرم پال جو اسلام کو دنیا کا نعوذ باللہ سب سے برا مذہب قرار دیتا تھا نئے سرے سے مسلمان ہو کر اسلام کی تعریف میں رطب اللسان ہو گیا اور اسلام کے خلاف لکھی ہوئی کتابیں اپنے ہاتھ سے جلا دیں۔

(الحکم ۱۴؍ مارچ ۱۹۱۲ء، تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۱۶۴-۱۶۵)

نامکمل تفسیر:

ائمہ اربعہ، ائمہ حدیث، ائمہ تصوف، ائمہ کلام میں سے کسی نے قرآن شریف کی پوری تفسیر نہیں لکھی۔ مجھ کو بچپنے سے ہی تفسیر کا بہت شوق ہے۔ میں نے کئی مرتبہ تفسیر لکھنی شروع کی اور پوری نہ ہو سکی۔ ایک مرتبہ میں نے بڑی دعا مانگی کہ خدا تعالیٰ تفسیر لکھنے کی توفیق دے۔ خواب میں دیکھا کہ مجھ کو ایک دوات دی گئی لیکن وہ خشک تھی میں سمجھا کہ اور دعا مانگنی چاہئے کیونکہ پانی ڈالنے سے دوات کام دے سکتی ہے۔ پھر دوسری مرتبہ خواب دیکھا کہ ایک قلم دیا گیا جو چرا ہوا تھا۔ میں نے سمجھ لیا کہ چرے ہوئے قلم کا تو کوئی علاج ہی نہیں اس کی وجہ یہی تھی کہ میرے اوپر بھی امام کا لفظ آنے والا تھا۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۱۶)

فرمایا: مجھے تو خدا تعالیٰ نے آپ قرآن پڑھایا ہے اور میں نے بعض آیتوں کو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے پڑھا ہے۔ (الحکم جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۶، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ

FINAL

03-03-08

(۵۹۶

نصیر الدین:

نصیر الدین صاحب حال مانسہرہ ضلع ہزارہ کا بیان ہے کہ ان کے والد عمر دین صاحب کے ہاں بیس سال سے اولاد نہیں تھی۔ مولوی محمد یحیٰی صاحب دیپ گراں نے آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی آپ کو کشف میں ایک لڑکا نصیر الدین نامی دکھایا گیا۔ چنانچہ سات ماہ بعد ان کی پیدائش ہوئی اور کشف کی بنا پر ان کا نام نصیر الدین رکھا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

ایک حدیث کی تصدیق:

اندازاً 1877ء کے قریب کا واقعہ ہے۔

ان دنوں مجھ کو ایک بیوہ کا پتہ لگا کہ جس کو مختلف اسباب سے میں پسند کرتا تھا۔ میں نے اس کے یہاں نکاح کی تحریک کی وہ عورت تو راضی ہو گئی مگر ملک کا رواج جو بیواؤں کے نکاح کا نہیں ہے اس کے متعلق اس نے عذر کیا اور پھر یہ بھی کہا کہ آپ نکاح کر لیں کچھ دنوں کے بعد میرے ولی راضی ہو جائیں گے......اس نکاح میں جرأت کر لی قبل اس کے کہ وہ ہمارے گھر میں آئے میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کا چہرہ زرد ہے۔ زمین پر لیٹے ہیں اور داڑھی منڈی ہوئی ہے۔ میں ہوشیار ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ نکاح سنت کے خلاف واقع ہوا ہے۔

تب میں نے ایک خط میاں نذیر حسین دہلوی اور ایک خط شیخ محمد حسین بٹالوی کو لکھا اور اس میں لکھ دیا کہ وہ بیوہ بالغ ہے ولی مانع ہے یہ تو اب مجھ کو یاد نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کا خط آیا تھا مگر ایک کا خط تھا جس میں لکھا تھا کہ ایسے ولی معزول ہو جاتے ہیں اور ایسی بیوہ اپنے اختیار سے نکاح کر سکتی ہے کیونکہ حدیث لا نکاح الا بولی میں کلام ہے میرے تو مطلب کے مطابق تھا۔ میں بڑا خوش ہو کر اٹھا کہ اب اس کو گھر میں بلا لوں۔ بیٹھک کے پھاٹک پر پہنچا تو ایک شخص ایک حدیث کی کتاب لایا اور کہا کہ یہ حدیث سمجھا دو۔

الاثم ما حَاکَ فِی صَدْرِکَ و لَوْ اَفتَاکَ الْمفتون

اس کے دیکھتے ہی میرا بدن بالکل سُن ہو گیا اور میں نے کہا کہ تم لے جاؤ پھر بتا دیں گے۔ میں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو آگاہ کیا ہے کہ ان مفتیوں کے فتویٰ کی طرف توجہ نہ کرو میں نے وہ پھاٹک بند کر دیا۔ بیٹھک کے اندر دالان میں آیا۔ دلان میں آتے ہی مجھ پر نوم غیر طبعی طاری ہو گئی میں لیٹ گیا تو میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کے قریب معلوم ہوتی تھی۔ گویا وہ عمر تھی جب آپ کی شادی ہوئی ہوگی۔

میں نے دیکھا کہ بائیں جانب سے آپ کی داڑھی خشخشی ہے اور داہنی طرف بال بہت بڑے ہیں اور میں حضور

FINAL

03-03-08

میں بیٹھا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا کہ بال دونوں طرف کے برابر ہوتے تو بہت خوبصورت ہوتے پھر معاً میرے دل میں آیا کہ چونکہ اس حدیث کے متعلق تجھ کو تامل ہے اس لئے یہ فرق ہے تب میں نے اسی وقت دل میں کہا کہ اگر سارا جہاں بھی اس (حدیث) کو ضعیف کہے گا تب بھی میں اس حدیث کو صحیح سمجھوں گا۔ یہ خیال کرتے ہی میں نے دیکھا کہ دونوں طرف داڑھی برابر ہوگئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور مجھ سے کہا کہ کیا تو کشمیر دیکھنا چاہتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ چل پڑے اور میں پیچھے پیچھے تھا۔ بان ہال کے رستے سے ہم کشمیر گئے یہ بھیرہ چھوڑنے اور کشمیر کی ملازمت کی تحریک ہے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۶۳)

حدیث پر عمل کرنا ہی حدیثوں کے یاد کرنے کا ذریعہ ہے:

جموں میں ٹھیٹھروں کی دو کانوں کے پاس جلاکا کے محلہ میں ایک مندر ہے میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اس مندر کے سامنے آٹے، نمک، تیل وغیرہ یعنی پرچون کی ایک دوکان ہے وہاں ایک لکڑی کی چوکی پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہیں میں وہاں سے گذرا تو آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے یہاں سے آٹا لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک لکڑی کی ترازو میں آٹا تولا جو بظاہر ایک آدمی کی خوراک کے قابل تھا۔ میں نے اپنے دامن میں اس کو لیا جب وہ آٹا میرے دامن میں ڈال چکے تو کفۂ ترازو کو زور سے ڈنڈی پر مارا تا کہ سب آٹا میرے دامن پر گر جائے۔ جب میں آٹا اپنے دامن میں لے چکا تو میں نے سوال کیا کہ آپ نے حضرت ابوھریرہؓ کو کوئی ایسی بات بتائی تھی جس سے وہ آپ کی حدیثیں یاد رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا وہ بات مجھے بھی بتادیں تا کہ میں آپ کی حدیثیں یاد کرلوں۔ کہا کہ ہم کان میں بتاتے ہیں۔ میں نے کان آگے کیا اور آپ نے اپنا منہ میرے کان سے لگایا کہ اتنے میں خلیفہ نورالدین نے میرے ایک پاؤں کو خوب زور سے دبایا اور کہا کہ نماز کا وقت ہے میری سمجھ میں آیا کہ حدیث پر عمل کرنا یہی حدیثوں کے یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔ اٹھانے والا بھی خواب ہی کا فرشتہ ہوتا ہے اور نورالدین کے لفظ سے یہ تعبیر میری سمجھ میں آئی۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۷۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

فرمایا۔ مجھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ **ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وَّ فی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النّار** بہت پڑھا کرو۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۱۵)

الہام: لَآ اِلٰہَ اِلا اللّٰہ (بدر ۱۵ر دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۵، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

الہام: قُلْ مَاعِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَ مِنَ التِّجَارَۃِ (بدر ۱۶ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۴، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

الہام: اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ (بدر ۱۶ر فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۲، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

FINAL

03-03-08

الہام: تو مجھ سے کہہ اور دعا کر میں اسے قبول کروں گا۔ (حبیبی بیاض سے ماخوذ، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

ایک روز میں نے دودھ اور جلیبیاں خوب کھالیں اس کی وجہ سے ریاح بہت خارج ہوئی اس روز مجھ کو الہام ہوا:

بطن الانبیاء صَامَتٌ

ترجمہ: انبیاء کا پیٹ خاموش ہوتا ہے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۹۸)

الہامات:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَہ (اخبار نور ۱۰ر فروری ۱۹۱۴ء صفحہ ۷۰، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

ناپسندیدہ کتاب:

آپ کو راجہ رام موہن کی سوانح عمری کے بارے میں الہام ہوا کہ اس کی کتاب نہ پڑھو۔

(الفضل ۸ر اکتوبر ۱۹۱۸ء صفحہ ۶، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

یہ کتاب آپ کو جموں کے کسی آدمی نے دی تھی۔

حضرت علیؓ سے قرانی معارف سیکھے:

میں نے بھی خود بلاواسطہ حضرت علیؓ سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۲۳)

اللہ کی اپنی ذات کی نسبت گواہی:

میں بھی خود گواہ ہوں کہ اللہ نے اپنی ذات کی نسبت گواہی دی اس نے مجھے فرمایا:

"مَنْ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ فَقَدْ تَصِنَ وتَصَانَ۔" تَصَنَ کے معنے میں نہیں جانتا۔ (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۴۵۵)

ترجمہ: جس نے قرآن جمع کیا اس نے اپنے آپ کو بچالیا اور وہ بچا یا گیا۔

فوت شدہ بزرگان سے ملاقات:

میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، امام علیہ السلام، عبدالکریم علیہ الرحمۃ ......اور حکیم فضل الدین کو دیکھا ہے اور اُس جہان کا حال دریافت کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۷)

FINAL

03-03-08

اختلافاتِ سلسلہ کا قبل از وقت انکشاف:

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب صوبہ سرحد 28 دسمبر 1912ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں دعا کا ایک رقعہ لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت خلیفہ اوّل نے رقعہ کی نسبت یہ الفاظ تحریر فرمائے:

انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔ آپ خود بھی دعا کریں۔ ایک رؤیاء ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایران برباد ہو گئی گو مجھے تبرّا کرتے ہیں مگر اس کی پرواہ نہیں۔ اب فوجیں تیار کرتا ہوں اللہ کرے تم بھی افسر فوج ہو جاؤ۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۲۸-۴۲۹ جدید ایڈیشن)

آپ پر خدا کی طرف سے آئندہ بعض اختلافات سلسلہ کے بارے میں انکشاف ہو چکا تھا۔

سوتے میں کھانا کھانا:

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے بھوک تھی میں سو گیا۔ خواب میں پلاؤ اور زردہ کھالیا جب جاگا تو دیکھا پیٹ بھرا ہوا تھا...... میں نے خود ان باتوں کا بڑا تجربہ کیا ہے۔ (کلام امیر صفحہ ۵۰، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۶)

اللہ سے قرآن مجید پڑھا ہے:

مجھے تو خدا تعالیٰ نے آپ قرآن پڑھایا ہے اور میں نے بعض آیتوں کو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے پڑھا ہے۔ (الحکم ۷رجنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۶، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۶)

۴رفروری ۱۹۱۴ء کو فرمایا:

''سورۃ نجم کا ابتدائی بلکہ دور تک خود اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پڑھایا ہے۔''

(الفضل ۱۱رفروری ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۴، تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۹۶)

تو ہم کو محبوب ہے:

میں نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں پھر میرے کان میں کہا کہ تو ہم کو محبوب ہے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۹۸)

میں نے حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ غلام علی صاحب اور صحابہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو ایک عالم میں خود دیکھا ہے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۱۴)

FINAL

03-03-08

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی مبارک تحریکات

(از: مکرم نذر رند یر صاحب گولیکی مربی سلسلہ)

آپ کے مبارک وجود سے جماعت احمدیہ میں قدرت ثانیہ کا آغاز ہوا۔ 27 مئی 1908ء کو قادیان دارالامان میں آپ کو خدا تعالیٰ نے خلعتِ خلافت سے نوازا۔ تقریباً چھ سال تک آپ کا دور خلافت جاری رہا۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ استحکام خلافت تھا۔

آپ نے اپنے دورِ خلافت میں بعض نہایت مبارک اور اہم نوعیت کی تحریکات احباب جماعت کے سامنے رکھیں جن پر احباب جماعت نے والہانہ لبیک کہا اور اس طرح یہ آسمانی اور روحانی نظام ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ اب جبکہ جماعت احمدیہ 2008ء میں خلافت جوبلی منا رہی ہے، خلافتِ اولیٰ کی مبارک تحریکات ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

1- تمام بیعت کنندگان کو قادیان آکر ملنے کی تحریک:

حضرت خلیفۃ المسیح کا حکم ہے کہ تمام بیعت کنندگان کے واسطے ضروری ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے کچھ نہ کچھ فرصت نکال کر ملاقات کے واسطے سب قادیان آویں۔ کیونکہ اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے اور ایمان میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔ (اخبار بدر ۹؍جون ۱۹۰۸ء نمبر ۲۳ جلد ۷ صفحہ ۹)

2- خوشنویس حضرات کو مرکز میں آکر رہنے کی تحریک:

حضور نے یہ تحریک فرمائی تھی کہ خوشنویس حضرات یہاں مرکز میں آکر رہیں تا کہ سلسلہ کے کام بروقت ہوسکیں۔

(الحکم ۱۴؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم ۳)

3- دینی مدرسہ کے لیے تحریک:

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے دل میں خلافت کے ابتدائی ایام میں ہی یہ تحریک اٹھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار میں اعلیٰ پیمانہ پر ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں واعظین ...... تیار کئے جائیں 1905ء میں ایک ’’شاخ دینیات‘‘ مدرسہ تعلیم (......) کے ساتھ قائم تھی۔ مگر غالباً فنڈ کی کمی کی وجہ سے اس کی حالت نہایت درجہ ناقص تھی۔ لہٰذا حضرت خلیفہ اوّل کے حکم سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے یہ تحریک پوری جماعت کے سامنے رکھی اور بتایا کہ اعلیٰ پیمانہ پر مدرسہ چلانے کے لئے عمدہ مکان اور بہترین لائبریری کا ہونا ضروری ہے یہ مدرسہ دنیا میں اشاعت (دین)

کا ایک بھاری ذریعہ ہوگا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار بھی، لہٰذا دوستوں کو اس کے لئے پوری پوری مالی قربانی کرنی چاہئے۔ نیز لکھا۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ بڑے بھاری اخراجات ہیں ......اور قوم ان اخراجات کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکے گی تو یہ ایک کمزوری کا خیال ہوگا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۱۵-۲۱۶)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس تحریک کی اشاعت پر ''مرقع قادیانی'' میں یہ تبصرہ کیا کہ ''خلیفہ نورالدین نے حکم دیا ہے کہ مرزا کی یادگار میں دینی مدرسہ قائم کیا جائے ہم اس مدرسہ کی تائید کرتے ہیں امید ہے کہ مرزا صاحب کے راسخ مرید جی کھول کر اس میں چندہ دیں گے کہ آخر کار یہ مدرسہ ہمارا ہوگا اور مرزائی خیال عنقریب نسیاً منسیا ہو کر اڑ جائے گا۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۱۵-۲۱۶)

4- مبائعین کی مکمل فہرست تیار کرنے کی تحریک:

ایک اہم تحریک آپ نے یہ فرمائی کہ جماعت کے مبائعین کی مکمل و مفصل فہرست تیار کی جائے تا قادیان سے جو کچھ شائع ہو جلد سے جلد جماعت کے ہر فرد تک پہنچ جائے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۳۲)

5- واعظین سلسلہ کے تقرر کی تحریک:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں انجمن کی طرف سے باقاعدہ کوئی واعظ ......سلسلہ کے لئے مقرر نہ تھے مگر اب خلافت اولیٰ کے شروع میں ہی اس کی پوری شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور خود حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے اس کی تحریک ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفہ اوّل کی اجازت سے انجمن نے سب سے پہلے شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کو [۱] اور بعد ازاں مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی، حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو واعظ مقرر کیا ان کے بعد بعض اور واعظ مثلاً الہ دین صاحب فلاسفر بھی نامزد ہوئے۔[۲]

([۱] الحکم ۲؍اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۳ ، [۲] تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۲۱۶)

اس سلسلہ میں ایک اشتہار بھی دیا گیا جس کا تذکرہ بدر 23 جولائی 1908ء میں ملتا ہے۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب بدر قادیان لکھتے ہیں:

ضرورت واعظین

چند روز کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح کے دل میں اس بات کا جوش ڈالا کہ جماعت میں واعظین پیدا ہوں جو علوم دینیہ سے اچھی طرح واقف ہو کر اور مسائل شرعیہ سے آگاہ ہو کر اور دلائل حقیت ...... سے ماہر ہو کر مختلف ملکوں میں پھریں مخلوق الٰہی کو راہ ہدایت پر لا دیں، آپ اسی خیال میں تھے کہ اس کی کیا تجویز ہو کہ حکمت الٰہی سے

حضرت مسیح موعود کا ایک پُرانا اشتہار 1901ء کا چھپا ہوا آپ کوکہیں سے مل گیا جس میں حضرت موصوف نے ایسے واعظین کے کو تیار کرنے کے واسطے ایک امتحان مقرر فرمایا تھا جو غالباً کسی سبب سے اُس وقت نہ ہوسکا مگر اب اس کے لئے وقت آ گیا ہے اس لئے خلیفۃ المسیح کا منشاء ہے کہ دسمبر آئندہ کے جلسہ میں ایسا امتحان قادیان میں ہو اور جو دوست اس میں شامل ہوسکیں وہ ابھی سے مطلع فرماویں تا کہ ان کے نام ایک رجسٹر میں درج کر لئے جاویں۔

(بدر ۲۳ /جولائی ۱۹۰۸ء جلد ۷ نمبر ۲۸ صفحہ ۱)

6– اولی الأمر کی اطاعت کی تحریك:

حضرت خلیفۃ المہدی کا فرمان تمام احمدیہ جماعت کے نام

اطیعو اللہ واطیعو االرسول وَ او لی الامر منکم

ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول اور حکام وقت کی اطاعت کرو۔

اس وقت میں اپنی تمام جماعت کو ایک نہایت ضروری امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا ایک ضروری جُز وگورنمنٹ کی وفاداری تھی یہاں تک کہ کوئی کتاب آپ کی ایسی نہیں جس میں اس بات پر زور نہیں دیا گیا آپ نے نہ صرف اپنی جماعت کو عام طور پر گورنمنٹ کے احسان اور اس کے برکات یاد دلا کر ہی یہ نصیحت کی تھی کہ وہ اس گورنمنٹ کے دل و جان سے وفادار اور ہر حال میں خدمات کے لئے تیار رہیں۔ جیسا کہ تعلیم قرآنی **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** کا منشاء ہے بلکہ اپنی اس تعلیم سے......اس سلسلہ میں شامل ہونے والوں کے دلوں کو پھر ایک قسم کی بغاوت اور فساد اور شر کے خیالات سے پاک کر دیا تھا۔ ایسا ہی سال گذشتہ میں جب اس ملک ہند کے بعض اطراف میں بعض لوگوں نے فساد اور بغاوت کے خیالات پھیلانے شروع کئے تو اُس وقت بھی ہمارے امام نے پُر زور الفاظ میں ساری جماعت کو یہ نصیحت کی کہ وہ گورنمنٹ کی وفاداری میں ثابت قدم رہیں اور نہ صرف ایسے لوگوں کے ساتھ جو گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو اُکساتے ہیں شامل نہ ہوں بلکہ حتی الوسع اپنے دوسرے وطنی بھائیوں کے اُن غلط اور مفسدانہ خیالات کی اصلاح کی کوشش کریں۔ چنانچہ 7 مئی 1907ء کے اشتہار میں جو بعنوان ''اپنی تمام جماعت کے لئے ضروری نصیحت'' آپ نے شائع فرمایا تھا آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بُو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ اُن کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری

اس تعلیم کو خوب یا د رکھیں ۔ جو قریبا چھبیس برس سے تقریری اور تحریری طور پر اُن کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں ۔یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں ۔ کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے اور پھر اسی اشتہار میں آگے چل کر یوں تحریر فرمایا تھا۔’’سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا ۔ جو اس گورنمنٹ کے مقابلہ پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم ظالموں کے پنجہ سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے ۔اُس کے احسان کے ہم شکرگزار نہ ہوں ۔‘‘

اس تعلیم کے ہوتے ہوئے مجھے ضرورت نہ تھی کہ میں کچھ لکھتا مگر اس وقت بعض اور واقعات ایسے پیش آ گئے ہیں ۔ کہ حضرت امام کی ہی تعلیم کی یاد دہانی میں ضروری سمجھتا ہوں ۔ اس وقت بنگال میں اس بغاوت نے جس کے متعلق حضرت امامؑ نے فکر ظاہر کیا تھا ۔ بمب سازی کا خطرناک رنگ اختیار کیا ہے ۔ اور بعض شریر اور مفسد لوگوں نے بعض جوشیلے مگر کم عقل نوجوانوں کو ساتھ ملا کر ملک میں بدامنی اور بدعملی پھیلانی چاہی ہے ۔مگر خوش قسمتی سے اس باخبر گورنمنٹ نے وقت پر اطلاع پا کر مفسدوں کو گرفتار کر لیا ہے ۔ ان مفسد لوگوں کی کارروائیوں کو ہم سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ جماعت جس کے امام نے گورنمنٹ کے مقابلہ پر کسی باغیانہ رنگ خیال کے دل میں جگہ دینے کو سخت ترین بدذاتی قرار دیا ہے بلکہ ایسے شخص کو جماعت سے خارج کیا ہے تمام مفسدین کی کارروائیوں کو اسی طرح نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے ۔ پھر بھی میں اپنی تمام جماعت کو جس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے یہ تاکید اور نصیحت کرتا ہوں اور خصوصاً جماعت کے اُس حصہ کو جو بنگال میں رہتے ہیں کہ وہ ایسے تمام مفسد لوگوں کی صحبت سے اجتناب کریں ۔ بلکہ جس شخص کے خیالات میں کچھ بھی بغاوت اور فساد کی بُو آتی ہو اُس سے قطع تعلق کریں اور حتی الوسع ایسے مفسد لوگوں کے حالات کو گورنمنٹ کے نوٹس میں لانے کی کوشش کریں اور جہاں تک ہو اس گورنمنٹ کی خدمت کو عین اپنی سعادت سمجھیں ۔

ایک اور امر بھی اس جگہ ذکر کرنے کے قابل ہے آج کل بہت سے اخبارات نے یہ رویہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ باغیانہ اور مفسدانہ خیالات کو پھیلاتے اور پبلک کو گورنمنٹ یا اس کے یورپین افسروں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں میں اپنی جماعت کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسی اخباروں کو ہرگز نہ خریدیں اور نہ پڑھیں اور نہ ہی ایسے لوگوں کے ساتھ جو اس قسم کے جرائم کے بدلے سزایاب ہوتے ہیں ۔ کسی قسم کی کوئی ہمدردی کا اظہار کرنا چاہئے ۔ کیونکہ ایسی ہمدردی دراصل ایک قسم کا ظلم ہے ۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مفسدانہ خیالات کے پھیلانے کا جرم کوئی بُرا جرم نہیں ۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں ۔ گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو اُکسانے اور مفسدانہ خیالات کی اشاعت کرنا نہ صرف گورنمنٹ کے خلاف ہی کارروائی ہے بلکہ اُس کا بُرا اثر عام طور پر ملک کے امن پر پڑتا ہے اور جو لوگ ایسے مفسدانہ خیالات کو پھیلاتے ہیں وہ ملک کے ساتھ بھلائی نہیں کرتے بلکہ وہ دراصل اپنے ہم وطنوں سے دشمنی کرتے ہیں ۔

پھر یاد رکھو کہ مخفی سوسائٹیاں قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہیں۔قرآن مجید میں ہے۔

انما النجویٰ من الشیطان ۔(ترجمہ:بات یہ ہے کہ بعض مشورے شیطانی ہوتے ہیں)اورفرمایاہے **یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَى** ۔(ترجمہ:اے مومنومشورہ کروبھی توکسی گناہ،بغاوت،رسول کی نافرمانی پرنہ کرو بلکہ حقیقی نیکی اورتقویٰ پرکرو۔)

یہ صریح احکام قرآن کریم ہیں پس ہرایک مسلمان کوان صریح احکام کا پابند ہونا چاہئے ۔نیز یاد رکھو کہ ہمارے نبی کریمؐ جو ہمارے حقیقی مطاع ومقتدا ہیں۔صلی اللہ علیہ وسلم۔آپ نے عملی طور پرمختلف گورنمٹوں میں رہ کراورصحابہ کرام نے مکہ معظّمہ کے بے قانون شہرو ملک میں کیسے تیرہ برس بسر کئے کہ عقل حیران ہوتی ہے۔

اور جب دیکھا کہ صحابہ کرام پر طاقت سے زیادہ تکالیف پڑتی اور بڑھتی جاتی ہیں اور ایذائیں ناقابل برداشت ہیں تو آپ نے صحابہ کرام کوارشادفرمایا کہ ملک حبشہ میں جہاں کا بادشاہ مسیحی تھاہجرت کردو۔اس میں ایک مخفی راز یہ بھی تھا کہ میری قوم کوکسی نہ کسی وقت عیسائی سلاطین کے ماتحت رہنا پڑے گا اس وقت مسیحی سلطنت کے ماتحت رہیں جس طرح صحابہ کرام حبش کے مسیحی بادشاہ کے ماتحت رہے۔

پس ہماری اس سلطنت کے ماتحت رہنے کانمونہ صحابہ کرام موجود ہیں۔جس طرح وہ حبشہ میں رہے اسی طرح تم ہندوستان میں رہو۔یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ ہمارے امام صاحب کس طرح بلاطمع اورغرض کے اپنی اسّی کتابوں میں ہم کو تعلیم کرگئے ہیں اس کی خلاف ورزی ہرگزمت کرو۔اتباع قرآن واتباع نبی کریم وصحابہ کرام کونہ چھوڑو۔

(اخبار بدر ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۸ء نمبر ۳۵ جلد ۷ صفحہ ۱۰)

7– ناصر وارڈ کے لیے چندہ کی تحریک:

میر ناصر نواب صاحب کو جو انجمن ضعفاء کے سرگرم ممبر تھے۔بیماروں کے لئے ایک وسیع مکان بنانے کا خیال آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح تحریر فرماتے ہیں:

میر صاحب کی تجویز ہے کہ بیماروں کے لئے ایک وسیع مکان بنانا ضروری ہے تاکہ ڈاکٹر اورطبیب ایک ہی جگہ ان کودیکھ لیا کریں اوران کی تیمارداری میں کافی سہولت ہو۔ان کی اس جوش بھری خواہش کو میں نے محسوس کر کے ایک سو روپیہ کا وعدہ ان سے بھی کرلیا ہے اور 30 روپے نقد بھی دیئے ہیں۔ایک پرانی رقم ساٹھ روپیہ کی جو اس کام کے لئے جو میں نے جمع کی اس کو بھی نکلوا دینے کا وعدہ کیا۔اس جوش بھرے مخلص نے قادیان کی بستی مخالفوں اورموافقوں اور ہندوؤں اور مسلمان دشمن و دوست سب کو چندہ کے لئے تحریک کی۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس کا اثر تھا کہ رات کے

وقت میری بیوی نے مجھ سے بیان کیا کہ آج جو میر صاحب نے تحریک کی ہے اس میں میں نے سچے دل اور کامل جوش اور پورے اخلاص سے چندہ دیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اگر ایسے مکان کے لئے ہمارے کوئی مکان کسی طرح بھی مفید ہوسکیں تو میں اپنی خام حویلی دینے کو دل سے تیار ہوں۔ (الحکم ۱۴رجنوری ۱۹۰۹ء نمبر۲رجلد۱۳صفحہ۴ کالم۱)

مکرم میر ناصر نواب صاحب نے اس کام کو بارشاد حضور مزید آگے بڑھایا اور تحریک کی۔مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل - ناقل) کے نام سے ایک بیت اور حضرت اماں جان کے نام سے زنانہ ہسپتال بنایا جاوے۔ان دونوں کے لئے دس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے اور پانچ ہزار روپیہ مردانہ ہسپتال کے لئے گویا کل 15 ہزار روپیہ جمع کرونگا......فرمایا ڈیڑھ ہزار چندہ جمع کیا جاچکا ہے۔ (الحکم ۲۱رجنوری ۱۹۰۹ء نمبر۳ جلد۱۳صفحہ۸ کالم نمبر۳)

8- یتامیٰ مساکین اور طالب علموں کے لئے تحریک:

سلسلہ احمدیہ کی طرف سے بھی صدر انجمن احمدیہ کے انتظام میں ایک حد معین تک جو ہر سال بجٹ میں ظاہر کر دی جاتی ہے۔مساکین یتامیٰ اور طالب علموں کی مدد کی جاتی ہے۔چنانچہ سال حال میں ایک ہزار روپیہ یتامیٰ کے لئے۔دو ہزار سے زیادہ روپیہ مساکین کے لئے۔اور ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ کے اخراجات کے لئے۔جس سے بھی طالب علموں کو اور بعض مساکین اور مؤلفۃ القلوب اور دیگر حق جوؤں کو مدد دیجاتی ہے۔تجویز کیا گیا ہے۔چونکہ ہماری قوم کے سامنے کئی قسم کے چندے مثلاً لنگر خانہ، مدرسہ، اشاعت......تعمیر مدرسہ، یادگار وغیرہ کے اور بھی ہیں۔لہذا ان تمام چندوں کو مدنظر رکھ کر قریباً چار ہزار روپیہ یتامیٰ اور مساکین کی مدد کے لئے الگ نکل آنا اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ہے۔مگر یہ رقم دراصل اس قدر تھوڑی ہے کہ بہت سے درخواست کنندگان کو جواب دینا پڑتا ہے۔کیونکہ جب تک پہلے وظیفہ خواروں میں کمی ہو کر کوئی گنجائش نہ نکلے نئے وظیفہ خوار نہیں لئے جاسکتے چنانچہ اس وقت بھی سات آٹھ یتامیٰ اور قریب سترہ اٹھارہ کے مساکین کی درخواستیں آئی ہوئی ہیں اور گنجائش قریباً کچھ بھی نہیں۔اس لئے بظاہر ان درخواستوں کے منظور ہونے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔مگر اس بات کا علم حضرت خلیفۃ المسیح کو ہونے پر اور نیز اس خیال پر کہ بعض طالب علموں کا جو قریباً سترہ ہیں لنگر خانہ پر بوجھ ہے اور یہ مد خود مقروض ہے۔آپ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں آپ کی طرف سے احباب کی خدمت میں یہ تحریک کروں کہ ان لوگوں کے لئے کچھ انتظام ہونا چاہئے۔بلکہ یہ تو ابھی ابتدائے سال ہے اور اثنائے سال میں اور بھی درخواستیں آئیں گی۔کیونکہ مہینہ میں عموماً پانچ سات ایسی درخواستیں آجاتی ہیں۔پس ایسے لوگوں کے لئے علاوہ رقم مندرجہ بجٹ کے کوئی انتظام ہونا چاہئے۔گویا صورت حال یہ ہے کہ قریب چار ہزار روپے کے رقم تو ان یتامیٰ، مساکین، طالب علموں وغیرہ کے گزارہ کے لئے بکلی ہے۔جو اس وقت انجمن کے انتظام کے نیچے اس امداد کے مستحق ہیں۔اور اکیس سو روپے کی رقم ان یتامیٰ، مساکین وغیرہ کے ایک سال کے گزارہ کے لئے چاہئے۔جن

کی درخواستیں آئی ہوئی ہیں اور گو اس روپے کا بالفعل کوئی اندازہ پیش نہیں کیا جا سکتا جو آئندہ درخواست کنندگان کے لئے درکار ہوگا مگر یہ ظاہر ہے کہ کچھ نہ کچھ گنجائش اور بھی ہونی چاہئے۔ پس مجھے یہ ارشاد ہوا ہے کہ میں ان سب کے لئے تمام احمدی احباب کی خدمت میں اپیل کروں۔ چار ہزار روپیہ تو موجودہ مسکین فنڈ، یتیم فنڈ، زکوٰۃ فنڈ میں آنا چاہئے۔ اور اس کی طرف تمام احباب کو اور تمام انجمنوں کو خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے۔ اور موجودہ اکیس سو روپے کی ضرورت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں ایک سو روپیہ وہ خود دیں گے اور باقی دو ہزار روپے کو ایک ہزار احباب دو دو روپے دے کر پورا کر دیں۔ اور ان میں سے ذی وسعت اصحاب کئی مستحق آدمیوں کے قائمقام ہو جاویں۔ مگر ان دو دو روپے دینے والے احباب کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس رقم سے ان پہلے چندوں پر جو وہ دیتے ہیں یا ان کو دینے چاہئے۔ کوئی اثر نہ پڑے۔ اور ان کی ادائیگی کے بعد جو شخص شرح صدر سے اس تحریک میں حصہ لے سکتا ہے۔ لے۔ یعنی نہ صرف ان چندوں پر اثر نہ پڑے۔ جو لنگر خانہ، مدرسہ اشاعت...... وغیرہ مقدم اغراض سلسلہ کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ جن کا قیام ایک طرح سے اس سلسلہ کے قیام کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہے۔ بلکہ پہلے مسکین فنڈ، یتیم فنڈ اور زکوٰۃ فنڈ پر بھی کسی قسم کا ان کا اثر نہ پڑے۔ کیونکہ اگر ایک جگہ سے کم ہو کر وہی رقم دوسری جگہ دے دی گئی۔ تو اس سے اس تحریک کا اصل مدعا مفقود ہو جاتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے جب یہ ارشاد فرمایا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ جلسہ سالانہ پر ہم نے خود کسی روپے کے لئے تحریک نہیں کی۔ بلکہ صرف وعظ و نصیحت پر ہی کفائت کی تھی اور نیز مندرجہ ذیل آیات قرآنی کی طرف بھی توجہ دلائی ہے:-

ارأیت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم و لا یحض علیٰ طعام المسکین ۔ گویا ایسے لوگوں کو جو یتیم یا مسکین کی پرواہ نہیں کرتے۔ **مکذب بالدین** قرار دیا ہے۔ اور پھر یتیم کے متعلق فرمایا **و لا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن** ۔ اور پھر فرمایا **ما ادرٰک ماالعقبة۔ فک رقبة او اطعام فی یوم ذی مسغبة یتیماً ذامقربة او مسکیناً ذامتربة** ۔ گویا یتیم اور محتاج کے لئے دُنیا سخت دشوار گزار گھاٹی میں سے ہو گزرنے کے برابر ہے۔ اور پھر علم دینی کے حصول کے لئے ان الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ **فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة الیتفقهوا فی الدین** ۔ گویا ہر جماعت اور ہر قوم میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہئے جو حصول علم دینی کے بعد **تفقه فی الدین** کریں۔ اور لوگوں کو سمجھاویں۔ پس یتامیٰ، مساکین اور طالب علموں کے لئے انتظام کرنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر بعض تائید حق یا ایسی اور کتابیں جو یہاں ہیں خرید کریں۔ تو ان کا روپیہ بھی ہم اس غرض میں صرف کر سکتے ہیں۔ والسلام۔ محمد علی

نوٹ: جو احباب اس تحریک کے مطابق دو دو روپے بھیجیں وہ منی آرڈر کوپن میں خصوصیت سے اس تحریک کا ذکر کر دیں کہ یہ دو روپیہ فنڈ میں جاوے۔ تا کہ اس طرح سے جو رقم جمع ہو اس کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ یہ روپیہ بنام

محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان آنا چاہئے۔ (الحکم ۲۱ رجنوری ۱۹۰۹ء نمبر ۳ جلد ۱۳ صفحہ ۲)

9- بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام کی تعمیر کے لئے تیس ہزار روپیہ کی تحریک:

مدرسہ تعلیم الاسلام کو جاری کرنے کے لئے اکتوبر 1897ء میں اشتہار دیا گیا اور جنوری 1898ء میں افتتاح ہوا۔ اور اس مدرسہ نے اس قدر ترقی حاصل کی کہ کالج بن گیا اور اس میں حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جیسے جلیل القدر انسان بھی کچھ وقت دیتے رہے مگر بعد ازاں یونیورسٹی کمیشن کی ہدایات کے ماتحت کالج مذکور کو بند کرنا پڑا۔ ورنہ کالج بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا تھا۔ بہرحال اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ مدرسہ تعلیم الاسلام اور بورڈنگ تعلیم الاسلام جو اندرون قصبہ کچی عمارتوں میں تھے ان کے لئے باہر کھلی فضا میں بڑی عمدہ عمارتیں تعمیر کروائی جائیں۔ اس لئے خلافت اولیٰ کی ابتداء ہی میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ حضرت نواب صاحب کی کوٹھی کے سامنے قصبہ کی جانب مدرسہ اور بورڈنگ ہاؤس کے لئے شاندار عمارتیں تعمیر کی جائیں۔ چنانچہ اس کام کے لئے چندہ کی تحریک کی گئی اور جب کچھ روپیہ جمع ہو گیا تو اینٹیں تیار کرنے کے لئے بھٹہ بنوایا گیا اور چونکہ بورڈنگ ہاؤس کی زیادہ ضرورت محسوس کی گئی۔ اس لئے مجلس معتمدین نے فیصلہ کیا کہ پہلے بورڈنگ ہاؤس کی عمارت تعمیر کی جائے۔ جس کے خرچ کا اندازہ چالیس ہزار یا اس سے کچھ زیادہ رقم کا تھا مگر چونکہ دس ہزار روپیہ چندہ گزشتہ سال ہو چکا تھا اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے حکم سے بقیہ تیس ہزار روپیہ کی فراہمی کے لئے جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے قوم سے اپیل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اس رقم کی فراہمی کے لئے ایک وفد بھی مقرر فرمایا جس کے ممبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب، جناب خواجہ کمال الدین صاحب، جناب ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب اور جناب مولوی محمد علی صاحب تھے۔

اس وفد نے سب سے پہلے قادیان میں اپنا کام شروع کیا۔ سوالحمدللہ کہ احباب قادیان نے اس مبارک کام کے لئے سولہ سو روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح کے چھ سو روپیہ کے چندہ سے جو کل رقم کا پچاسواں حصہ تھا، اس مبارک کام کی ابتداء کی۔ (حیات نور باب ششم صفحہ ۴۳۰)

حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد عالی۔ فرمایا:

مکرم معظم حضرت میر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے کاموں اور خواہشوں کو دیکھ کر میری خواہش ہوتی اور دل میں بڑی تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ جس طرح آپ کے دل میں جوش ہے کہ شفاء خانہ زنانہ مردانہ بیت اور دار الضعفاء کے لیے چندہ ہوا اور آپ ان میں سچے دل سے سعی و کوشش فرما رہے ہیں اور بحمد اللہ آپ کے اخلاص، صدق وسچائی کا نتیجہ نیک ظاہر ہو رہا ہے اور ان کاموں میں آپ کے

ساتھ والے قابل شکر گزاری سے پُر جوش ہیں۔ ہمارے اور تمام کاموں میں سعی کرنے والوں سے ایسے ہی پیدا ہوں۔
وماذالک علی اللہ العزیز۔ (نورالدین ۳۰/اپریل ۱۹۰۹ء)(الحکم ۱۴/مئی ۱۹۰۹ء نمبر ۱۷-۱۸ جلد ۱۳ صفحہ ۲ کالم ۳)

10– دعاؤں کی تحریک:

الاِنْذَار

اللہ تعالیٰ کی طرف جھکو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے

حضرت خلیفۃ المسیح کا تاکیدی فرمان درس میں اور دوسرے وقتوں میں

ان ایام میں اللہ تعالیٰ کے قہری نشانات کس زور سے ظاہر ہو کر مخلوق کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور اپنے اعمال کو سنوارنے کے لئے بار بار بیدار کر رہے ہیں۔ ایرانؔ، یونانؔ، وسط ایشیاؔء، اٹلی، سسلی اور امریکہ کے پے در پے زلازل، حیدر آباد اور پیرس کے تباہ کن سیلاب، متفرق مقامات کے طوفان اور جہازوں کی غرقابیاں کس قدر عبرت گاہوں کا نقشہ انسانوں کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ غیر قومیں ان باتوں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں پر مسلمانوں کی مقدس کتاب تو ان واقعات کو آیات اور نشانات کے نام سے پکارتی ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ یہ معمولی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرعون کے متعلق فرمایا ہے **فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدَّم ایٰتٍ مفصّلاتٍ فاستکبروا وکانوا قوماً مجرمین** ۔ پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا۔ اور ٹڈیاں اور چچڑیاں اور مینڈک اور لہو۔ یہ سب نشانات جدا جدا آئے۔ پس انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب اس واسطے آتا ہے کہ لوگ تضرع اختیار کریں۔ طاعون پچھلے سالوں میں کچھ کم تھی۔ مگر اب پھر اس کا زور ہوتا جاتا ہے۔ چاہئے کہ لوگ ان باتوں کو سمجھیں، تکبر اور شیخی سے باز آجاویں، نیکی کی طرف قدم بڑھاویں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو بخشوائیں اور خدا کے مقدس بندوں کے حق میں بے باکی سے مونہہ نہ کھولیں۔ یہ ایک نصیحت ہے جو سننے والوں کو سنائی جاتی ہے۔ چاہئے کہ اخبار پڑھنے والے حتی الوسع آگے دوسروں کو پہنچاویں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔
حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ یہ دعائیں نماز فجر و شام کے بعد بالالتزام پڑھی جاویں۔ **بســـــم اللہِ الّـــذی لا یَضُرَّمَعَ اسمہٖ شیٌٔ فِی الارضِ وَلَا فی السَّمآءِ وھو السمیع العلیم اَعوذ بکلمات اللہِ التَّامات مِنْ شِرِّ مَا خَلَق**۔ تین بار۔ انشاللہ طاعون سے محفوظ رہیں۔

(بدر ۳/مارچ ۱۹۱۰ء نمبر ۱۹ جلد ۹ صفحہ ۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا:
میری طرف مختلف علاقوں سے خط آ رہے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے طاعون بڑی سُرعت و شدت کے ساتھ ترقی

کررہاہے اس لئے تم

۱- بہت استغفار کرو۔ بہت استغفار کرو۔
۲- گھروں میں دعا کرنے کی عادت ڈالو اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی دعا و استغفار کی تاکید کرو۔
۳- حسب استطاعت مالی خیرات کرو۔
۴- باطنی صفائی کے ساتھ ظاہری صفائی کی طرف توجہ کرو۔ مکانوں کو اور گھروں کے اسباب کو بہت صاف رکھو۔
۵- چوہوں کے دفیعہ کی تدابیر عمل میں لاؤ غالباً اسی کی راہ سے یہ مرض پھیلتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ بڑا فاسق ہے۔ (بدر ۳ر مارچ ۱۹۱۰ء نمبر ۱۹ جلد ۹ صفحہ ۱ کالم ۱)

11- اعلان ضروری بتعلق تکمیل تجویز محمڈن یونیورسٹی:

فرمایا: چونکہ اس وقت ایک عام تحریک اسلامی یونیورسٹی کے ہندوستان میں قائم کرنے کے لئے ہو رہی ہے اور بعض احباب نے دریافت کیا ہے کہ اس چندہ میں ہمیں بھی شامل ہونا چاہئے یا نہیں۔ اس لئے ان سب احباب کی اطلاع کے لئے جو اس سلسلہ میں شامل ہیں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر چہ اپنے سلسلہ کی ضروریات بہت ہیں اور ہماری قوم پر بہت چندوں کا بوجھ ہے تاہم چونکہ یونیورسٹی کی تحریک ایک مفید اور نیک تحریک ہے اس لئے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے احباب بھی اس میں شامل ہوں اور قلمے، قدمے، سخنے، درمے مدد دیں۔ نورالدین

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۶۸)

12- لنگرخانہ کے لئے چندہ کی تحریک کی یاددہانی:

فرمایا: ...... یہاں ایک لنگر خانہ ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی دنیوی کاروبار سے فراغت کا وقت نکال کر یہاں علم دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی شاخ ہے۔ وہ بھی اس وقت قریباً دو ہزار روپے کا مقروض ہے۔ اگر سب احمدی اپنے اوپر حسب استطاعت ایک رقم مقرر کر کے اسے باقاعدہ ادا کریں تو اس کے اخراجات بآسانی چل سکتے ہیں۔ مگر بہت ہیں جن کو باوجود بار بار کی تاکید کے اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ یا کوئی رقم مقرر کر کے وعدہ کر لیتے ہیں تو پھر ادا نہیں کرتے۔ پھر ایک مدرسہ ہے جس میں تمہارے بچوں کی دنیوی و دینی تعلیم کا سامان کیا گیا ہے اور اس زہریلی ہوا سے بچانے کی فکر اس میں کی جاتی ہے۔ جس نے بہت سی روحوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایک دوسرا مدرسہ ہے جس میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے اس کے استحکام کے لئے ابھی بہت سے روپے کی ضرورت ہے اشاعت اسلام کا سلسلہ ہے۔ یتامیٰ اور مساکین کے لئے علیحدہ ضرورت ہے۔ ایسے ہی اور کئی قسم کے ضروری کاروبار ہیں جن میں تم سب کو حصہ لینا ضروری ہے۔ پھر ان کے ساتھ ہر ایک کام کے لئے عمارت کی ضرورت ہے۔ تمہیں ان

اخراجات کا فکر کم از کم اتنا تو ہونا چاہئے۔ جتنا اپنی ضروریات کا فکر رکھتے ہو۔......

ان اغراض کے لئے جو اس سلسلہ کے اہم اغراض ہیں۔ چندہ دینے کو اپنے اوپر فرض کرلو۔ دنیا کی حرص کو کم کرو۔ اور ہر ایک قسم کے ناجائز طریق حصول روپیہ کو سخت آگ سمجھو۔ میں نے محض تمہاری خیر خواہی کے لئے اور تمہارے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے یہ باتیں تم کو کہی ہیں۔ اگر تم ان باتوں کو مان لو گے تو دنیا اور آخرت میں سکھ پاؤ گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔(نورالدین-۷/اکتوبر۱۹۱۱ء)

(بدر۹/نومبر۱۹۱۱ء جلد۱۱نمبر۲،۳صفحہ۹)

13– حضرت صاحب کی کتابوں کی اشاعت کرو:

ایڈیٹر اخبار بدر نے لکھا:

ہمیں اس بات کے معلوم ہونے سے بہت افسوس ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی فروخت بہت کم ہوتی ہے ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ان کے متعلق اشتہار نہیں دیا جاتا۔ پرانے احباب سب خرید چکے ہوں اور نئے بیعت کنندہ ان کی فہرست سے ناواقف ہوں بہرحال ان کتابوں کی کثرت اشاعت کی طرف احباب کو توجہ کرنا ازبس ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس مضمون کو سن کر فرمایا ہے:

> ’’میں توجہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ توجہ دوطرف مشکل ہوتی ہے جب تک احباب ان کتب اور ریویو پر توجہ نہ فرمائیں گے کام نہیں چلے گا‘‘

ہم انشاءاللہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت حضرت اقدسؑ کی کتابوں کی فہرست اخبار بدر میں شائع کرتے رہیں گے۔

(اخبار بدر قادیان۲۲/فروری۱۹۱۲ء جلد۱۱نمبر۲۲صفحہ۳)

14– یتامیٰ فنڈ میں رقوم دینے کی تحریک:

’’مجھے اس بات کو معلوم کر کے بہت افسوس ہوا ہے کہ فنڈ یتامیٰ اس وقت پانچ چھ سو روپیہ کا مقروض ہے اور جہاں اس کے اخراجات دوسو روپیہ ماہوار کے قریب یا اس سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ آمدنی پچاس روپیہ ماہوار بلکہ اس سے بھی کم ہے اس لئے میں جماعت کے مخلصوں کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔

مذہب کے دو ہی بڑے جزو ہیں۔ ایک اطاعت لامراللہ اور دوسرے شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اس دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شریف میں یتامیٰ کی خبر گیری کے لئے سخت تاکید فرمائی ہے چنانچہ قرآن کریم میں جہاں صدقات کا ذکر آیا ہے وہاں یتامیٰ کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے چنانچہ ایک جگہ پارہ دوم میں قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

لٰکن البِرَّمَنُ اٰمَنَ باللّٰہ والیوم الاخرو الملئکۃ والکتب والنّبیین واتی المال علی حُبّہٖ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل والسّائلین و فی الرّقاب۔

اس آیت میں حقیقی نیکی کوانہی دوحصوں پرمنقسم فرمایا ہےجن میں سے پہلے حصہ میں ایمان یا طاعت لامراللہ کا ذکر ہےاور دوسرے میں مال کےخرچ کرنے یا شفقت علیٰ خلق اللہ کا حکم ہے۔اور انفاق فی سبیل اللہ میں ذوی القربیٰ کے بعد دوسرے درجہ پر مستحق امداد یتامیٰ کوقرار دیا ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کے متعلق جوتاکیدفرمائی ہےاس سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا ہے:

تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی لہ سائر الجسدُ بالسھروالحمیٰ

یعنی مومن باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے پرمہربانی کرنے میں ایک جسم کےحکم میں ہیں۔

اگرجسم کے ایک عضوکوتکلیف پہنچےتواس کی خاطر ساراجسم تکلیف اُٹھاتا ہےاور پھرخصوصیت سےان بےکس بچوں پررحم کے لئے جنہیں یتیم کہتے ہیں فرمایا۔**انا و کافل یتیم لہ ولغیرہ فی الجنۃ ھکذا** یعنی میں اوروہ شخص جو یتیم کی خبرگیری کرتا ہے۔جنت میں اس طرح سے ملے ہوئے ہوں گے۔جس طرح دوانگلیاں باہم ملی ہوئی ہیں۔ایک سچے مومن کی آرزواس سے بڑھ کرکیا ہوسکتی ہے کہ نہ صرف جنت میں ہو بلکہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔اس کے لئے فرمایا کہ یہ جو چاہتا ہے یتیم کا کفیل بن جاوے۔خواہ وہ یتیم کوئی اس کا اپنا رشتہ دار ہو یا کوئی اور ہو۔ میرے دوستو!تم میں سے کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنت میں ہو پس تم علیحدہ علیحدہ تو یتیموں کے کفیل بن نہیں سکتے۔اگرتم اس ثواب میں شریک ہونا چاہوتو یتیم فنڈ کے لئے کچھ اپنے ذمہ لگا لو۔خواہ وہ تھوڑی رقم ہی ہو یہاں انجمن کی زیرنگرانی تمہاری قوم کے بہت سے یتیم بچے پرورش پارہے ہیں اور بہت سے ہیں جن کی درخواستیں آتی ہیں۔پس جوشخص تم میں سےان کی پرورش کے لئے چندہ دیتا ہے وہ یتیم کی کفالت کرتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے مخلص جلد اس طرف توجہ کر کے یتیم فنڈ کی موجودہ حالت کوایسا بنانے کی کوشش کریں گے کہ اس کے لئے دوبارہ مجھے کہنے کی ضرورت نہ ہو۔نورالدین‘‘

(بدر ۲۸؍مارچ ۱۹۱۲ء نمبر ۲۵ جلد ۱۱ صفحہ ۱۴ کالم ۱-۲)

15- ترکی کے زخمیوں کے لئے چندہ کی تحریک:

آپ نے فرمایا: ’’میں نے سنا ہے کہ تم لوگوں کا خیال ہے کہ ترکی چندے کے متعلق میں نے کوئی قول فیصل نہیں

دیا۔ یہ تمہاری نافہمی ہے۔ میں کھول کر سُناتا ہوں کہ

ہر نیک کام میں چندہ دینے کو میں اچھا سمجھتا ہوں ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی میں بھی میں آپ چندہ دینا چاہتا ہوں لیکن بعض معاملات مجھے معلوم نہیں ہوتے اس لئے ان میں معذور ہوں۔ تمہارا خیال ہوگا کہ میں چپ بیٹھا ہوں ہرگز نہیں۔ دیکھو میں نے بہت کوشش کی۔ تاکہ مجھے یہ معلوم ہوسکے کہ غریب مسلمانوں کا روپیہ ضائع نہ ہو۔ اور ترکی کے مجروحین کو پہنچ جانے کا ثبوت مل جائے۔ اس لئے میں نے کراچی، مدراس، کلکتہ، برہما، کولمبو قنصلوں (کونسل خانوں) کو ضروری خطوط لکھے۔ ان میں سے کسی نے جواب نہ دیا۔ ہاں البتہ کولمبو والے نے اتنا جواب دیا کہ عبدالمجید ظالم تھا اب جو بادشاہ ہیں بڑے نیک ہیں۔ میرا بڑا جی چاہا کہ اگر ایک بھی اور گواہ ہو جائے مگر مجھے تو میسر نہ ہوا۔ البتہ اب تم اگر اس سے زیادہ تحقیقات کر کے اطمینان حاصل کر سکتے ہو کہ یہ روپیہ ترک مجروحین کو پہنچ جائے گا تو اس چندے میں حصہ لو۔ اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ تم سے دو کروڑ مانگا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر چودہ کروڑ بھی دینے سے ایک مسلمان سلطنت بچ جائے تو پھر بھی یہ سودا سستا ہے۔ کشمیر کو قریباً کروڑ روپے سے ہندو راجہ نے مول لیا تھا۔ ترکی کی سلطنت اگر دو کروڑ سے بچتی ہے تو خوشی کی بات ہے۔

میں نے مولوی محمد علی سے کہا تھا کہ **تعاونوا علی البرّ و التقویٰ** نہایت پاک کلمہ ہے۔ ہر ایک نیکی میں، نیک کام میں، تقویٰ میں مدد کرنا چاہئے اگرچہ تاریخ میں مَیں نے نہیں سُنا کہ جب ہندوستان کے مسلمان غرق ہونے لگے تھے تو تُرکوں نے کچھ ہماری مدد کی تھی اور کیا کچھ چندہ دیا تھا لیکن ہم کو صرف اتنی سی بات سے نیکی کرنے سے نہیں رُکنا چاہئے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ نیک سلوک نہ کیا۔ لیکن یہ اطمینان ہونا ضروری ہے کہ چندہ وہاں پہنچتا ہے اور پھر وہ مجروحین ہی کی مرہم پٹی میں دیانت و امانت کے ساتھ خرچ ہوتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ ریا و سمعہ سے نہ ہو۔ نہ تو اس سے طلب شہرت مقصود ہو۔ جیسا کہ میں آجکل یہ مرض پھیلا ہوا دیکھتا ہوں اور نہ اس میں کوئی اور ذاتی غرض ہو۔ سوم **ما ذا ینفقون** کے جواب میں **قل العفو** فرمایا یعنی اپنی حاجات سے زیادہ۔ دیکھو! میں نے ابھی سُنا ہے کہ مدرسہ احمدیہ کے بہت سے بورڈر اس جاڑے کے موسم میں رات کو بغیر لحاف و توشک کے سوتے ہیں۔ تمہارا خیال ترکی چندہ تک تو جا پہنچا مگر گھر کی خبر نہیں۔ ان کے لئے تم نے کیا انتظام کیا۔ ان کے منتظم سے میں نے پوچھا اس نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ یہ کہا کہ صدر انجمن کی طرف سے جواب ملا۔ گنجائش نہیں۔ ابھی گنجائش نہیں تو کیا تم نے چندہ کی فہرست کھولی۔ اگر تم کچھ نہیں کر سکتے تو پھر ان کو یہاں قید کیوں کر رکھا ہے۔ ملک خدا تنگ نیست۔ میں تو طالب علم کو روٹی کھلا دینا، بستر کا انتظام کر دینا سب سے ضروری سمجھتا ہوں۔ تم نے اس سے کوتاہی کی۔ اسی طرح سلسلہ کی ضرورتیں ہیں۔

اور یہ جو قربانیوں کی نسبت کہتے ہیں۔ قربانی چھوڑنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ لوگ قسطنطنیہ سے ہی فتویٰ منگا دیکھیں

کیونکہ حالت تو وہاں کی نازک بیان کی جاتی ہے۔سب سے پہلے قربانیاں اُن کو چھوڑنی چاہئیں۔ پھر مکہ معظّمہ میں کئی لاکھ قربانیاں ہوتی ہیں۔ پہلے وہ قربانیاں موقوف کراتے۔مصر ہی سے فتویٰ منگاتے۔ہم نے تو ترکی چندے کے متعلق مصر بھی خط لکھا مگر اس کا تشفی بخش جواب نہ آیا۔ دیکھو تم ایسی ایسی باتوں پر اختلاف نہ کیا کرو۔ میں ترکی چندے کا ہرگز مخالف نہیں۔البتہ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں جو غریب ہیں۔رات کو اوڑھنے کے لئے بھی نہیں رکھتے اور ہمارے پاس زخمی بھی آجاتے ہیں۔ دیکھو۔ابھی کل مولوی محمد علی کے ایک آدمی کو زخم لگا ہے۔ان کے لئے تو تمہیں جوش نہیں آتا اور وہاں کے لئے جوش ہے۔کیا اس میں کوئی ریا وسمعہ تو نہیں۔ یہاں تو ذات للہ یہ سے مرجائیں تمہیں فکر نہ ہو۔اور ایسی جگہ کے لئے جہاں چندہ پہنچنے کا یقین بھی نہیں تم مجھ سے استفتاء کرتے ہو۔ یہاں کی ضرورتوں اور یہاں کے مجروحوں کے لئے تمہاری جیبوں میں کچھ نہیں مگر باہر کے لئے ہے۔ مجھے تمہارے اختلافوں کی خبر سُن کر بہت دُکھ پہنچتا ہے۔اور جب تم اس میں حد سے بڑھنے لگتے ہو۔تو مجھے الزام دیتے ہو کہ میں قول فیصل نہیں دیتا۔حالانکہ میں حق کہنے سے نہیں ڈرتا اور نہ کسی سے دبتا ہوں۔اہل فقہ نے لکھا ہے کہ میں موم کی ناک ہوں اور خواجہ صاحب کے آنے سے پہلے مجھے فتویٰ دے لینا چاہئے۔ میں بار ہا تم کو سُنا چکا ہوں۔کہ میں تمہارے نذرانوں،تمہارے سلاموں،تمہارے اُٹھنے بیٹھنے کا ذرہ بھی محتاج نہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے اور میں تم میں سے کسی کا بھی احسان مند نہیں۔ جسے یقین نہ ہو۔وہ مقابلہ پر آکر دیکھ لے۔ (الحکم ۱۴ردسمبر ۱۹۱۲ء نمبر ۲۸ جلد ۱۶ صفحہ ۷)

16– علم الرؤیا پر ایک ضخیم کتاب تیار کرنے کا ارشاد:

حضرت (......) نے ہفتہ زیر اشاعت میں فرمایا کہ سورۂ یوسف پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم الرؤیاء بھی ایک بڑا علم ہے۔خوابیں کافر کی بھی ہوتی ہیں۔مومن کی بھی۔ یہ علم اللہ تعالیٰ اپنے بعض انبیاء کو دیتا ہے اور ان سے ورثہ میں علماء امت محمدیہ کو بھی پہنچا ہے۔ چنانچہ پہلے مسلمانوں نے اس فن پر بہت عمدہ کتابیں لکھی ہیں۔کامل التعبیر اور تعطیر الانام مجھے بہت پسند ہیں۔آجکل کے نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اور جنٹلمین تو خوابوں کو پریشان خیالات کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ مگر ہمیں ایسی بے ادبی نہیں کرنی چاہئے۔خوابیں تو نبوت کا جزو ہیں۔ ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ جو جو خواب اُن کو آئے۔وہ مختصر طور پر ان کو لکھ لیا کریں اور پھر جو تعبیر اللہ تعالیٰ سمجھائے یا دکھائے اُسے بھی نوٹ کرلیا کریں۔اس طرح پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس فن میں ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکے گی۔ہم سے پہلوں نے تو اپنا فرض ادا کردیا۔لیکن اب کئی چیزیں ایسی نکل آئی ہیں۔ جو پہلے موجود نہ تھیں۔اس لئے ان کی تعبیر ان کتابوں میں نظر نہیں آتی۔مثلاً خواب میں کوئی موٹر کار دیکھے یا ہوائی جہاز یا ایسی اور ایجادیں۔ایسے خوابوں کی تعبیریں تجارب کی بنا پر سمجھ میں آجاتی ہیں۔

(الحکم ۱۴ردسمبر ۱۹۱۲ء نمبر ۳۸ جلد ۱۶ صفحہ ۶ کالم ۱)

17– مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارہ میں تشریح اور اس کی تحریک:

آپ نے ایک تحریک یہ فرمائی کہ مال غنیمت کی تقسیم کے لئے جو اللہ اور رسول کا حق ہے اس کا مصرف اس زمانے میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کی صفات، اس کے افعال، اس کے اسماء، اس کے کلام پاک کی اشاعت پر رسالے اور ٹریکٹ لکھے جائیں اور رسول کا جو حصہ ہے اسے حدیث شریف کی اشاعت اور آپ پر۔ آپ کے نواب پر جو اعتراضات ہوتے ہیں ان کے جواب پر خرچ کیا جائے۔ (الحکم ۱۴؍دسمبر ۱۹۱۲ء نمبر ۳۸ جلد ۱۶ صفحہ ۶ کالم ۱)

18– درس قرآن میں شامل ہونے والی مستورات کی فہرست تیار کرنے کا ارشاد:

آپ کے درس قرآن میں بہت بڑی تعداد مستورات کی ہوتی ہے اس میں غیر احمدی عورتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ آپ نے مستورات کی درخواست پر ان کی بیعت لی تا کہ ایسی بی بیوں کے لئے خصوصیت سے دعائیں ہوں اور حضور کو علم ہو جائے کہ کون کون بی بی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہے۔ حضرت اماں جان کو فرمایا کہ ان کی فہرست تیار کرا دیں۔ (الحکم ۱۴؍دسمبر ۱۹۱۲ء نمبر ۳۸ جلد ۱۶ صفحہ ۶ کالم ۱)

19– مکرم خواجہ کمال الدین صاحب کی طرف سے لندن سے جاری کردہ رسالہ کی امداد کے لئے تحریک:

> احباب و اہل ......اس چٹھی پر غور فرماویں ایک دردمند دل کی تحریر ہے۔ دردمند دل سے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ پوری توجہ کریں۔ تین ہزار ایک پرچہ کے لئے۔ زیادہ نہیں۔ چاہو خریدار بنو۔ چاہو امدادی رنگ میں دو۔ جس طرح ہو خواجہ صاحب کی ہمت بڑھاؤ۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ۔ والسلام (نورالدین عفی اللہ عنہ ۲۶؍فروری ۱۹۱۳ء)

(اخبار بدر ۶؍مارچ ۱۹۱۳ء نمبر ۱ جلد ۱۳ صفحہ ۱-۲)

20– درس ہال تعمیر کرنے کی تحریک:

چونکہ...... جامع میں ایک عالیشان کمرہ برائے درس قرآن و آسائش نمازیاں تجویز ہوا ہے لہذا احباب کو مناسب ہے کہ اس ایزادی ''......'' کی تعمیر میں روپیہ سے امداد فرما کر ثواب حاصل کریں۔ فراہمی چندہ کا کام میر صاحب کے سپرد کیا گیا ہے ان کا ہاتھ بٹائیں۔ خصوصاً جو کسی محکمہ کے افسر ہیں وہ خاص کر توجہ فرمائیں۔ انشراح صدر سے جو ہو سکے۔ فقط نورالدین 23 فروری 1913ء (بدر ۱۳؍مارچ ۱۹۱۳ء نمبر ۲ جلد ۱۳ صفحہ ۲ کالم ۱)

21- نیّر...... کتاب خریدنے کی تحریک:

فرمایا: کتاب نیّر ...... میں واقف کار مصنف نے بائبل کی پیشگوئیوں کو جو بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو ظاہر کرتی ہیں۔ بہت عمدگی سے واضح کیا ہے کچھ اپنا اور اپنی مرحومہ بی بی کے ترک دین عیسوی وقبولیت ...... کا حال بھی دلچسپ الفاظ میں بیان کیا ہے اور عیسائیت کے ردّ میں مختلف مفید باتوں کو نئے طرز میں ادا کیا ہے۔جس کا پڑھنا انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا۔احباب اس کو خرید کریں۔اس میں شیخ رحیم بخش صاحب نومسلم کی امداد بھی ہے۔ قیمت کتاب ۵/فی نسخہ ہے۔نورالدین 22مارچ 1913ء۔ (بدر۳/اپریل ۱۹۱۳ءجلد۱۳نمبر۵صفحہ۱)

22- ترجمہ قرآن مجید اور کتب احادیث کی اشاعت کی تحریک:

حضرت میر ناصر نواب صاحب نے بیت نور اور دارالضعفاء اور ہسپتال کے لئے چندہ کی فراہمی کے بعد جماعت کی طرف سے قرآن مجید کے مستند اردو ترجمہ اور بخاری اور دوسری اسلامی کتب کے تراجم شائع کرنے کی تحریک کی اور حضرت خلیفہ اوّل سے درخواست کی کہ ’’آپ مجھے ترجمہ اور نوٹ عنایت فرماویں نیز .... کچھ روپیہ بھی بخشیں‘‘۔ حضرت خلیفہ اوّل نے اس تحریک پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے دعا فرمائی۔اور اعانت کا وعدہ فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد۳صفحہ۴۶۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا

یتامیٰ، مساکین اور بیوگان سے حسن سلوک

(از: مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب)

خدائے رحمن و رحیم نے مومنوں کو جہاں حقوق اللہ ادا کرنیکی تاکید فرمائی ہے وہاں حقوق العباد کی ادائیگی میں بھی غفلت نہ برتنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کی سیرت میں یہ دونوں پہلو نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ آپ کے اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بے شک اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب نہایت قابل تعریف اخلاق سے متخلق ہیں اور مجھ کو ان کے ہر ایک خط کے دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ ان نادر الوجود مردوں میں سے ہیں کہ جو دنیا میں بہت ہی کم ہیں۔ صفت جوانمردی اور یک رنگی اور خلوص اور وفا اور روبحق ہونے کے اور بایں ہمہ انشراح صدر اور غریب اور فروتنی اور تواضع ایسی ان میں پائی جاتی ہے کہ جس پر درحقیقت ہر ایک مومن کو رشک کرنا چاہئے ......''

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۳۰،۳۱ مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی کا مطالعہ کیا جاوے تو فی الواقع آپ کی ذات میں غربت، فروتنی اور تواضع کا رنگ نظر آتا ہے اور اس کے نتیجے میں غریب پروری، یتامیٰ و مساکین سے حسنِ سلوک کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ متعدد غریب بچوں کی پرورش، ان کی تعلیم کے لئے انتظام، تعلیم کے بعد لائق اور مستحق احباب کی نوکریوں کے لئے افسران سے سفارش کرنا وغیرہ۔ یہ سب پہلو آپ کے غرباء یتامیٰ و مساکین سے حسن سلوک کے طور پر ملتے ہیں اور ان کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے دل میں ایک درد، احساس اور ایثار کا جذبہ موجود تھا خود فرماتے ہیں۔

''مجھے شروع سے ایک دردمند دل دیا گیا ہے۔''

(الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم ۱)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ علم طب میں مہارت کا جب چرچا ہوا تو تقدیر الٰہی آپ کو مہاراجہ جموں و کشمیر کے دربار میں لے آئی۔ جموں میں آپ نے بہت سے غریب طلبہ کے لئے تعلیم اور ملازمت کے مواقع پیدا فرمائے اور ہر لحاظ سے ان کی مالی معاونت فرمائی، ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ ایک لڑکے ...... کی پڑھائی پر میں نے

ہزاروں روپیہ خرچ کیا تھا۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۱۰۸)

سلسلہ احمدیہ کے ایک خادم حضرت خان بہادر غلام محمد خان صاحب گلگتی (وفات ۲۶ جون ۱۹۵۶ء بہشتی مقبرہ ربوہ) جو بھیرہ کے رہنے والے تھے بچپن میں یتیم ہوئے سکول میں پڑھائی کے دوران تو رشتہ داروں نے چاہا کہ تھوڑا بہت کام کاج سیکھ لیں مگر انہیں پڑھائی کا شوق تھا چنانچہ وطنی تعلق کی بناء پر حضرت خلیفہ اول کے پاس جموں پہنچے آپ نے ان کا شوق دیکھتے ہوئے جموں کے ایک سکول میں داخل کرایا۔ ہوسٹل کے اخراجات خود ایک عرصہ تک ادا کرتے رہے۔

(تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ ۲۱۰ از محمد اسد اللہ قریشی صاحب)

حضرت خان بہادر غلام محمد خان صاحب خود فرماتے ہیں:

’’میں اپنے محسن حضرت حاجی الحرمین حکیم نورالدین صاحب کی سرپرستی میں رنبیر ہائی سکول جموں میں انٹرنس میں پڑھتا تھا۔‘‘ (رجسٹر روایات ......نمبر ۸ صفحہ ۱۱۰)

جماعت احمدیہ کے ایک اور مشہور و معروف بزرگ حضرت ماسٹر عبدالرحمن صاحب جالندھری سابق مہر سنگھ (وفات ۴ جون ۱۹۵۶ء) بھی آپ کے زیر کفالت تعلیم پاتے رہے کیونکہ بوجہ احمدی ہونے کے اپنے سکھ والدین کو چھوڑ آئے تھے جب آپ کی جموں والی ملازمت ختم ہوئی تو آپ اپنے ساتھ حضرت ماسٹر صاحب کو بھی اپنے ہمراہ بھیرہ لے آئے اور تعلیم کو جاری رکھا اس دوران کھانے کا خرچ آپ نے اپنے ذمہ ہی رکھا۔

(’’رفقاء‘‘ احمد جلد ہفتم صفحہ ۱۵، ۱۶ مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب)

حضور ان طلباء کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد پھر ان پر اپنے اس احسان کو جتلاتے نہ تھے اور نہ ہی ان سے کسی بدلے کی امید رکھتے تھے اگر بدلہ کی امید تھی تو یہی کہ حصول تعلیم کے بعد وہ خدمات دینیہ بجالانے والے ہوں چنانچہ 1886ء میں آپ نے چاہا کہ اپنے خرچ پر بارہ آدمیوں کو مختلف زبانوں کی اعلیٰ تعلیم دلوا کر زمانے کے جدید تقاضوں کے مطابق ان سے اشاعت دین حق کا کام لیا جائے آپ نے یہ تجویز کی کہ

عربی کے دو عالم، عبری کے دو ماہر، یونانی جاننے والے دو، سنسکرت جاننے والے دو، انگریزی دان دو، عربی، انگریزی جاننے والے دو تیار کئے جائیں اور انہیں دوران تعلیم میں پچاس روپے ماہوار دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’پھر اس خیال پر دو مولوی بڑے عربی دان اور میرے نزدیک بہت ٹھیک عبری پڑھنے کے لئے پہلے چڑیا کوٹ پھر کلکتہ بھیجے اور دو برس میں بڑے کامل عبری دان بن کر واپس آئے۔ اور دو علیگڑھ کے کالج میں بھیجے اور سیّد احمد خاں کے کہنے پر ان کو ماہانہ تیس روپے کے قریب دیتے رہے۔

’’غرض قصہ مختصر جب یہ صاحبان میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ایک جلسہ کیا اور اپنے خیال میں اہل الرائے احباب کو جمع کیا اور پوچھا کہ سردست کس طرح کام شروع کیا جائے تو سب ساکت ہوئے، آخر میرے اصرار پر وہ عبری دان بولے آپ کو جنون ہے ہم تو طب پڑھ کر روپیہ جمع کریں گے اور بس کہاں کا بکھیڑا!

مذہب۔مذہب یا قوم۔قوم!

''علیگڑھ والے بولے ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اب پلیڈری کریں گے تو روپیہ جمع کر کے بیرسٹری کے لئے ولایت جائیں گے۔اب گھبرا کر میرا کچھ کہنے کا ارادہ تھا کہ ایک پیر صاحب بولے ''اُٹھیے، ہمارے مرید بہت ہیں ہم تمہارے منشاء کے مطابق قرآن کریم اُن کو سنایا کریں گے۔'' آخر جلسہ مابین ناکامی و کامیابی (پیر صاحب کے بھولے پن کی مہربانی) برخاست۔''

(الحکم ۲۴؍مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۵)

1902ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مجلس ''تحقیق الادیان'' کے نام سے قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، حضرت خلیفہ اوّل نے افتتاحی جلسہ میں مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا:

میں نے بھی ایک دفعہ چند نوجوانوں کو منتخب کر کے مختلف زبانوں مثلاً عبرانی، فرنچ، جرمن وغیرہ کی تحصیل کے واسطے مقرر کیا تھا اور ان کے تمام اخراجات کا کفیل بھی ہوا مگر چونکہ ارادۂ الٰہی اُس وقت نہ تھا اور یہ کام اِس زمانہ کے لئے مقدر تھا اس لئے اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

(البدر ۱۹؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۳ کالم ۲،۳)

حضرت خلیفہ اوّل کا غریبوں اور یتیموں سے یہ حسن سلوک آخری عمر تک جاری رہا قادیان میں بھی طلبہ کی خبر گیری کا احوال ہمیں ملتا ہے ایک مرتبہ ایک عید کے خطبے میں آپ نے ارشاد فرمایا:

''جس قدر بچے یہاں بورڈنگ میں رہتے ہیں وہ سب ہمارے بچے ہیں ......'' (خطبات نور صفحہ ۱۵۷)

یتامیٰ کی خبر گیری اور ان سے مشفقانہ سلوک کے متعلق آپ کی سیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت چوہدری غلام محمد صاحب بی اے بیان کرتے ہیں:

ایک دن ایک یتیم لڑکے سراج دین نامی نے ایک جولاہے کا تانا خراب کر دیا۔ جولاہا تانا لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس آیا اور آپ سے اس نقصان کے عوض پانچ روپیہ وصول کیے یہ لڑکا بورڈنگ میں داخل تھا حضور نے مجھے بلا کر فرمایا کہ سراج دین نے جولاہوں کا تانا خراب کر دیا ہے اسے اس کی سزا دیں میں نے عرض کیا بہت اچھا، جب میں دروازہ تک پہنچا تو آپ نے مجھے واپس بلا لیا اور فرمایا کہ سراج دین یتیم لڑکا ہے اس کو جھڑکنا نہیں۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا اور واپس آکر میں نے اسے یہ سزا دی کہ آٹھ دن تک وہ روزانہ ایک صفحہ خوشخط لکھ کر مجھے دکھایا کرے۔

(''رفقاء'' احمد جلد ہشتم صفحہ ۷۳ از ملک صلاح الدین صاحب)

حضرت چوہدری صاحب ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے بچوں سے زیادہ یتامیٰ پر خرچ کرتے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ آپ نے اپنے بڑے لڑکے میاں عبدالحیٔ مرحوم کو بورڈنگ میں داخل کرا دیا اور مجھے لکھ دیا کہ میں غریب آدمی ہوں اس لئے عزیز عبدالحیٔ کے خرچ میں حتی الوسع کفایت کرنے کی کوشش کریں۔ میں نے حاضر ہو کر

عرض کی کہ اگر عبدالحئی کا کھانا گھر سے آجایا کرے تو خرچ میں بہت تخفیف ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نوکر نہیں ہے اس لئے کھانا بھیجنا بہت مشکل ہے نیز میری بیوی اکثر بیمار رہتی ہے اس لئے وقت کی پابندی بھی مشکل ہے اس لئے بورڈنگ کے خرچ میں ہی تخفیف کریں۔

حضور نے اپنے بچہ کے متعلق کفایت شعاری کے لئے اس قدر تاکید فرمائی حالانکہ اس وقت بورڈنگ ہاؤس میں پانچ یا چھ یتیم ایسے تھے جن کا خرچ آپ اپنی گرہ سے دیتے تھے اور ان کے خرچ میں تخفیف رکھنے کے لئے آپ نے کبھی بھی نہیں فرمایا تھا۔'' (''رفقاء'' احمد جلد ہشتم صفحہ ۷۲)

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب سیالکوٹ کے ایک دوست حکیم خادم علی صاحب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

''حکیم صاحب کے رشتہ دار نے یہ بھی سنایا کہ ایک دن ایک مہترانی نے آ کر کہا کہ میرے لڑکے کے پیٹ میں سخت درد ہے، آپ نے پوچھا کیا وہ یہاں نہیں آ سکتا؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا تمہارا گھر کتنی دور ہے؟ اس نے کہا نزدیک ہی ہے، میں نے کہا یہ جھوٹ کہتی ہے ان کی ٹھٹھی شہر سے قریباً دو میل دور ہو گی مگر آپ اس کے ساتھ چل پڑے۔ جب اس کے گھر پہنچے تو وہ بہت گندہ تھا اور اس کا لڑکا چارپائی پر گندے کپڑوں میں لپٹا ہوا پڑا کراہ رہا تھا آپ نے ایک پیڑھی پر بیٹھے نسخہ لکھ دیا کہ شہر سے جا کر لے آؤں، ابھی میں گیا نہیں تھا کہ ایک اور مہترانی آئی اور کہنے لگی کہ میرے لڑکے کو پیٹ درد ہوئی تھی تو میں نے لہسن کا پانی نکال کر دیا تھا جس سے اس کو آرام آ گیا تھا، آپ نے مجھے ٹھہر جانے کو فرمایا اور لہسن منگوا کر اس کا پانی لڑکے کو پلوایا چنانچہ اسے آرام آ گیا۔ واپسی پر میں نے عرض کی آپ شاہی حکیم ہیں آپ کو ایسے ویسے لوگوں کے گھر نہیں جانا چاہئے آپ کسی امیر کے گھر جاتے تو آپ کو بہت فیس ملتی، آپ نے فرمایا کہ جتنی غرباء کی فیس ملا کرتی ہے اتنی امراء کی نہیں ملتی اور پھر پیٹ درد کا یہ نسخہ کوئی کم فیس نہیں ہے۔''

(''رفقاء'' احمد جلد ہشتم صفحہ ۷۵، ۷۶)

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی (بیعت ۱۹۰۴ء۔ وفات ۳۰/اگست ۱۹۶۸ء) آپ کی یتیم پروری وغریب پروری کے متعلق بیان کرتے ہیں:

ایک روز میاں عبدالوہاب صاحب حضرت کے پاس آئے آپ کوئی کتاب مطالعہ کر رہے تھے اور پیسے مانگے، آپ خاموش رہے پاس ہی ایک زمیندار بھائی بیٹھے تھے وہ اپنے پاس سے کچھ دینے لگے آپ نے انہیں منع فرمایا، انہوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ اس طرح بچوں کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے والد کے پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ ہمیں کچھ نہ کچھ دیں گے، تھوڑی دیر تک آپ نے اپنے بچے کو کچھ نہ دیا اور وہ خاموش کھڑے رہے اس وقت ان کی عمر غالباً تین چار سال ہو گی مگر تھوڑی دیر میں ایک یتیم بچہ آیا اور اس نے شاید رضائی بنوانے کے لئے پندرہ بیس روپے کا مطالبہ کیا جو آپ نے فوراً پورا کر دیا۔

ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا وہاں ایک نوجوان لڑکا جو زمیندار معلوم ہوتا تھا اور بہت غریب تھا بیٹھا تھا، اتنے میں ہمارے بعض احمدی بھائی جن میں ایک ذیلدار اور کچھ معزز زمیندار تھے آئے اور تھوڑی دیر بعد اس غریب لڑکے کے متعلق سفارش کے طور پر عرض کیا کہ یہ واقعی غریب ہے، حضور خاموش رہے، جب ان افراد نے دوبارہ یہی بات کہی تو آپ نے حضرت حکیم صوفی غلام محمد صاحب امرتسری کو ارشاد فرمایا کہ وہ بتلائیں کہ ہم اس نوجوان کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ صوفی صاحب نے بتایا کہ آپ نے اس کے لئے فلاں اٹھارہ یا بیس روپے کی دوائی لاہور سے منگوائی جو موافق نہ آئی، پھر آپ نے فلاں دوائی منگوائی جس پر اتنے روپے خرچ ہوئے، پھر اس کے لئے پرہیزی کھانے کا انتظام کیا ہوا ہے اور اسے علیحدہ مکان دیا ہوا ہے اور اس پر بہت سا خرچ اب تک کیا ہے۔ حضور نے ان زمیندار بھائیوں سے کہا کہ اگر ہمیں الٰہی خوف یا فرمایا الٰہی محبت نہ ہوتی تو کس طرح ہم اتنا خرچ اس پر کرتے یہ بیچارہ تو بالکل نادار ہے تمام حاضرین حضور کی فیاضی پر متعجب ہوئے۔

(''رفقاء'' احمد جلد سوم صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲ از ملک صلاح الدین صاحب)

آپ کے ذہن میں یتامیٰ اور مساکین کا صرف وہ مفہوم نہیں تھا جو عام رائج ہے بلکہ آپ نے اپنی خداداد فہم سے اس کے وسیع مطالب سے بھی دنیا کو آگاہ کیا اور اس کے مطابق مساکین سے برتاؤ کی تلقین فرمائی چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے جماعت کو یتامیٰ اور مسکینوں سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

''...... پھر یتامیٰ سے سلوک کرو، مساکین جو بے دست و پا ہیں ان کی خبر گیری کریں، ایک جلد ساز ہے اس کے پاس تراش نہیں یا اور ضروری سامان نہیں، موچی کے پاس چمڑا نہیں، لوہار کے پاس ہتھوڑا نہیں یہ سب مساکین میں داخل ہیں۔ وَابْنَ السَّبِیْلِ مسافروں کو دو پھر سَائِلِیْنَ کو دو کیا خبر کہ ان کے پاس ہے یا نہیں، تم انہیں دو۔ وَفِی الرِّقَابِ غلاموں کے آزاد کرنے میں خرچ کرو، دیوانی کے مقدمات میں قیدی ہو جاتے ہیں ان کو چھوڑانے میں خرچ کرو۔''

(خطبات نور صفحہ ۴۹۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ہر وقت اسی فکر میں لگے رہتے تھے کہ آپ زیادہ سے زیادہ خدمات سلسلہ بجالا کر

''الاعلام''

حضرت اقدس کے عظیم الشان کام میں مدد و معاون ہو جائیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے چند احباب کے سامنے کچھ باتیں پیش کیں جنہیں بعد میں ''الاعلام'' کے عنوان سے اخبار میں شائع بھی کرایا، وہ باتیں درج ذیل ہیں:

''میں عرصہ دراز سے بحضور حضرت امام...... سلمہ اللہ تعالیٰ سعادت افروز رہا اور اب بھی ہوں ہمیشہ حضرت ممدوح کی محنتوں اور مشقتوں کو دیکھتا تو مجھے جوش اٹھتے تھے کہ الٰہی! کوئی دینی خدمت مجھ سے بھی ہوتی اور خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے توفیق عطا ہو۔ بحمد اللہ کہ یہ مراد اس طرح پوری ہوئی کہ عید الاضحیٰ کے بعد چند احباب

کے حضور فقیر نے یہ امر پیش کیا کہ یہاں مقام قادیان حضور امام ...... کے آستانہ مبارک میں چند ضرورتیں ہیں۔

اوّل: چند......نوجوان موجود ہیں جن کے لباس اور تعلیم اور دوسری ضروریات کا کوئی انتظام نہیں۔

دوم: مؤلفۃ القلوب لوگ آتے ہیں اور ان کی آمدورفت اور دوسری ضروتوں کا سامان نہیں۔

سوئم: بعض نوجوان نیک چلن ہماری جماعت کے لڑکے اپنے سلسلہ کی تعلیم کو باینکہ وہ ہر طرح تعلیم کے قابل ہیں صرف قلت مال وافلاس کے باعث قائم نہیں رکھ سکتے۔

چہارم: بعض شرفا اپنی روحانی تعلیم کے واسطے یہاں مقیم ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ کوئی عمدہ ہنر اور حرفہ نہیں جانتے جس سے اپنی اور اپنے کنبہ کی خبر گیری کر سکیں۔

پنجم: بعض مسافر ایسے آجاتے ہیں جن کے پاس جانے کے لئے کرایہ نہیں ہوتا اور وہ اپنے شوق سے کسی طرح یہاں پہنچ جاتے ہیں یا کسی صدمہ سے بے خرچ ہو جاتے ہیں پھر واپسی کے وقت ان کو سوال کرنا پڑتا ہے یا حضرت امام...... کو رقعہ لکھتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں۔

ششم: بعض ''نو......'' اور غرباء جماعت کی شادی کا سامان یہاں کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے وقتاً فوقتاً چندہ کرنے میں مشکلات پیش آجاتی ہیں اور اس طرح بعض کو امراض میں ایسی ضرورتیں پیش آجاتی ہیں جن کے پورا کرنے کے لئے مالی امداد کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہفتم: بعض ہمارے نوجوان ہیں جن کو کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے اور میرے کتب خانے میں حد سے حد دو دو تین تین نسخے ہوئے اور وہ ان کو کافی نہیں ہوتے۔

ہشتم: بعض یتیم لڑکے اور لڑکیاں حضور کے دولت سرائے میں ہیں ان کی تعلیم اور شادی اور ضرورتوں کا خیال ہے۔

نہم: جن نو......اور شرفا کا ارادہ ہے کہ یہاں حضور امام صادق کے قدموں میں دینی زندگی بسر کریں ان کے لئے رہنے کو مکان نہیں اور ہمارے مکان اور حضرت جی کے تمام مکانات پُر ہیں۔توسیع مکانات کی ضرورت ہے......

......اس لئے گذارش ہے کہ جو احباب اس خیال کو پسند فرماویں وہ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماویں اور بحکم **تعاونوا علی البِرِ والتقویٰ** ہمارا ساتھ دیں۔ حضرت امام ...... نے بھی اجازت دے دی ہے اور آمد و خرچ کے رجسٹر مجلس شوریٰ ہائے میں دکھائے جائیں گے اور قرآن شریف، نقد، کرتہ، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی وغیرہ جو کچھ کسی سے میسر ہو، ہر ایک فریسندہ کو بھیجنے کا اختیار ہے۔والسلام

المعلن نورالدین بھیروی از قادیان

(الحکم ۲۴ ؍مارچ ۱۹۰۰ء صفحہ ۷)

آپ کے اس اشتہار سے ظاہر ہے کہ آپ کس طرح جماعت کے مختلف نو واردین، مؤلفۃ القلوب، طالب علموں، مسافروں، یتیموں اور مساکین وغیرہ کی ضروریات کو پورا کر کے حضرت اقدسؑ کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیفہ بنایا تو آپ نے صدر انجمن احمدیہ کو ارشاد فرمایا کہ یتامیٰ مساکین اور طالب علموں کے لئے جماعت میں چندہ کی تحریک کی جائے اور جہاں آپ نے اس تحریک کی بنیاد ڈالی وہاں خود اپنی طرف سے اس تحریک میں ایک سو روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا۔

(حیات نور صفحہ ۴۲۶ مؤلفہ شیخ عبدالقادر صاحب)

آپ کی اس تحریک کے چند سال بعد اس کام میں

اشتہار ضروری

افراد جماعت کی طرف سے کچھ سستی واقع ہوگئی اور یتامیٰ فنڈ خود مقروض ہوگیا آپ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک ضروری اشتہار کے ذریعے جماعت کی اس ضروری کام کی طرف پھر توجہ مبذول کرائی جس سے آپ کے دل میں اس کام کی اہمیت اور دُھن کا پتا چلتا ہے۔

''مجھے اس بات کو معلوم کر کے بہت افسوس ہوا ہے کہ فنڈ یتامیٰ اس وقت پانچ چھ سو روپیہ کا مقروض ہے اور جہاں اس کے اخراجات دوسو روپیہ ماہوار کے قریب یا اس سے بڑھے ہوئے ہیں آمدنی پچاس روپیہ ماہوار بلکہ اس سے بھی کم ہے اس لئے میں جماعت کے مخلصوں کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔

مذہب کے دو ہی بڑے جزو ہیں ایک اطاعت لامر اللہ اور دوسرے شفقت علیٰ خلق اللہ، اس دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں یتامیٰ کی خبرگیری کے لئے سخت تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں صدقات کا ذکر آیا ہے وہاں یتامیٰ کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔

...... اور انفاق فی سبیل اللہ میں ذوی القربیٰ کے بعد دوسرے درجہ پر مستحق امداد یتامیٰ کو قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائیوں پر رحم کرنے کے متعلق جو تاکید فرمائی ہے اس سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں ...... اور پھر خصوصیت سے ان بے کس بچوں پر رحم کے لئے جنہیں یتیم کہتے ہیں فرمایا اَنَا وَ کَافِلِ یَتِیْمٍ لَہٗ وَ لِغَیْرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا یعنی میں اور وہ شخص جو یتیم کی خبرگیری کرتا ہے جنت میں اس طرح سے ملے ہوئے ہوں گے جس طرح دو انگلیاں باہم ملی ہوئی ہیں۔ ایک سچے مومن کی آرزو اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہے کہ نہ صرف جنت میں ہو بلکہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو، اس کے لئے فرمایا کہ یہ

جو چاہتا ہے یتیم کا کفیل بن جاوے خواہ وہ یتیم کوئی اس کا اپنا رشتہ دار ہو یا کوئی اور ہو۔ میرے دوستو! تم میں سے کون ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہو۔ پس تم علیحدہ علیحدہ تو یتیموں کے کفیل بن نہیں سکتے اگر تم اس ثواب میں شریک ہونا چاہو تو یتیم فنڈ کے لئے کچھ اپنے ذمہ لگا لو خواہ وہ تھوڑی رقم ہی ہو یہاں انجمن کی زیر نگرانی تمہاری قوم کے بہت سے یتیم بچے پرورش پا رہے ہیں اور بہت سے ہیں جن کی درخواستیں آتی ہیں پس جو شخص تم میں سے ان کی پرورش کے لئے چندہ دیتا ہے وہ یتیم کی کفالت کرتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے مخلص جلد اس طرف توجہ کر کے یتیم فنڈ کی موجودہ حالت کو ایسا بنانے کی کوشش کریں گے کہ اس کے لئے دوبارہ مجھے کہنے کی ضرورت نہ ہو۔ نورالدین''

(بدر ۲۸/مارچ ۱۹۱۲ء صفحہ

(۱۴

یتیم خانہ کو چلانے کے لئے آپ نے افراد جماعت کو مختلف طریقوں سے تحریک فرمائی، حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اپنے ایم اے کے امتحان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب میں امتحان دے کر واپس قادیان پہنچا تو حضور نے فرمایا ''اگر تم نے اوّل پوزیشن حاصل کر لی تو پچاس روپے میرے یتیم خانہ میں دے دینا......''

(حیات نور صفحہ ۶۲۱ مؤلفہ شیخ عبدالقادر صاحب)

اواخر ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن میں ایک شدید طوفان آیا جس کی وجہ سے متعدد محلّوں کے بیشتر مکانات تباہ ہو گئے اور ہزاروں نعشیں برآمد ہوئیں ایسے پُر خطر موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنی جماعت کے حالات دریافت کرنے کے لئے کئی رجسٹرڈ خطوط اور تار روانہ فرمائے جو اس افراتفری کے عالم میں جماعت تک نہ پہنچ سکے اس پر آپ نے گھبرا کر مکرم مولوی ابوسعید عرب صاحب کو جماعت کا حال احوال جاننے کے لئے حیدر آباد دکن روانہ فرمایا جس پر وہاں کی جماعت نے شکریہ کا عریضہ حضور کی خدمت میں بھجوایا، اس عریضہ سے حضور کی یتامیٰ پروری، غریب پروری اور لاوارثوں کی غم خواری کے پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں اس عریضہ کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے:

''بعالی خدمت خلافت مآب خلیفۃ المسیح والمہدی......

جماعت احمدیہ حیدر آباد حضرت خلافت پناہی کا کس زبان سے شکریہ ادا کرے کہ ان ایام حشر میں...... بکمال شفقت و مرحمت کئی رجسٹرڈ خطوط و تار روانہ فرمائے مگر افسوس کہ بسبب بدامنی کے وہ ہم تک پہنچ نہ سکے اور نہ ان کا جواب دیا گیا مگر پھر امیر...... کی خاص شفقت قلبی و ہمدردی آخر کار یہ کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اپنے ایک مخلص محب جناب حافظ ابوسعید صاحب کو اس قدر دُور دراز مسافت سے اور خاص اپنے ذاتی مصارف سے ہم دورافتادوں اور مصیبت زدوں کی خبر گیری کے لئے روانہ فرمایا۔ جناب عرب صاحب موصوف نے یہاں تشریف لا کر......حضرت خلافت مآب کا یہ پیغام بھی پہنچایا کہ اگر

کسی احمدی کے اہل و عیال اس ناگہانی طوفان سے لاوارث ہو گئے ہوں یا کوئی خانماں برباد ہو گیا ہو تو ان کو اگر وہ چاہیں فوراً روانہ قادیان کر دو، ہر طرح سے ہم ان کی بار برداری کے ذمہ دار و کفیل ہو جائیں گے......''

(بدر ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی کے ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہاں کہیں رہے یتامیٰ، مساکین اور طالب علموں کے ملجا و ماویٰ بن کر رہے آپ کی وفات پر غیروں نے جہاں آپ کی سیرت کا نقشہ کھینچا وہاں اس پہلو کو بھی خاص طور پر بیان کیا اخبار ''کرزن گزٹ'' نے لکھا:

''حکیم صاحب موصوف کو دو سو یا اڑھائی سو روپے کی تنخواہ ملتی تھی بعد ازاں مستقل اعلیٰ طبیب ہو گئے اور آپ کو چھ سو سے سات سو تک اخیر دم تک تنخواہ ملتی رہی آپ تعجب سے سنیں گے کہ اس تنخواہ کا بڑا حصہ نہایت سیر چشمی اور فیاضی سے طلباء پر آپ خرچ کر دیا کرتے تھے۔ بہت سے طلباء آپ کے ساتھ رہتے تھے نہ صرف ان کی تعلیم کے آپ کفیل تھے بلکہ کھانا کپڑا بھی بڑی فراخی سے انہیں دیا کرتے تھے آپ نے اپنی عمر میں صدہا بے خانماں اور غریب طلباء کو پرورش بھی کیا اور پڑھا بھی دیا......غرض یہ ہے کہ طبیعت میں ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ کی زندگی کے دو ہی بڑے ذوق تھے ایک طلباء کی پرورش اور تعلیم، دوسرا نادر الوجود کتابوں کا جمع کرنا......''

(اخبار ''کرزن گزٹ'' ۲۳ر مارچ ۱۹۱۷ء)

ان یتیم طلبہ کی کفالت و پرورش کے علاوہ کئی تعلیم یافتہ احباب کی ملازمت کے لئے متعلقہ حکام تک سفارش کی اور ان کے روزگار کے سامان پیدا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود کے آپ کے نام مکتوبات میں بھی حضور نے آپ کو متعدد افراد کی سفارش کے لئے لکھا ہے جس سے آپ کے جذبہ ایثار کے اس پہلو کا بھی خوب اظہار ہوتا ہے آپ کی غرباء پروری اور خدمت خلق کے متعلق بے شمار واقعات کا ذکر ملتا ہے، مکرم عبدالغفور صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ درگانوالی ضلع سیالکوٹ ایک روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کشمیر میں مہاراجہ امر سنگھ صاحب حکومت کرتے تھے اور آپ ان کے ہاں شاہی طبیب تھے درباری مصروفیات کے علاوہ آپ کو جب کبھی موقع ملتا غریب مریضوں کا اپنی خداداد حکمت و قابلیت سے علاج کرتے اور مفت کرتے۔ غریب مریضوں کے مفت علاج کے ساتھ ساتھ حضور اور بھی ایسے طریق اختیار فرماتے جن سے غریب اور ضرورتمند کی خدمت ہوتی ان میں سے ایک طریق یہ تھا کہ غریبوں کی درخواستیں مہاراجہ تک پہنچاتے۔

چنانچہ ایسا ہوتا کہ روزانہ ہی لوگ اپنی عرضیاں سفارش کے لئے لاتے آپ نہ صرف سفارش کرتے بلکہ مہاراجہ صاحب سے منظور کروا دیتے۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ یکے بعد دیگر آٹھ امیدوار اپنی عرائض سفارش کی غرض سے لائے۔ آپ

نے ان کی دل شکنی نہ کی بلکہ ہر ایک سے یہی فرمایا کہ میں تمہاری عرضی رکھ لیتا ہوں صبح مہاراجہ صاحب کے پیش کر کے تمہیں اطلاع دوں گا دوسرے روز حسب معمول آپ دربار میں گئے اور اچھا موقعہ پا کر ایک عرضی مہاراجہ صاحب کے پیش کر دی مگر مہاراجہ صاحب نے عرضی نامنظور کر دی آپ نے دوسری پیش کر دی وہ بھی قبولیت کا درجہ حاصل نہ کر سکی حتیٰ کہ آپ نے سات عرضیاں پیش کیں اور ساتوں کا حشر یہی ہوا لیکن آپ بالکل مایوس نہ ہوئے بال آخر آٹھویں بھی پیش کر دی مہاراجہ صاحب آپ کی مستقل مزاجی سے حیران رہ گئے اور آپ سے اس طرح مخاطب ہوئے کہ مولوی صاحب! کوئی ایسا شخص آج تک نہیں گزرا جسے سات بار ناکامی ہوئی ہو اور اس نے اپنا قدم ذرہ بھر بھی پیچھے نہ کیا ہو۔ مگر آپ نے اپنی تعریف کا سننا گوارا نہ کیا اور مہاراجہ صاحب کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ چونکہ میں عرائض کنندگان سے وعدہ کر چکا تھا کہ تمہاری عرضیوں کو ضرور مہاراجہ کے پیش کر دوں گا اس لئے فریضہ کو ادا کیا ہے۔ مہاراجہ صاحب اس جواب سے اور زیادہ محظوظ ہوئے اور آٹھوں عرضیوں کو منظور کر لیا۔

(الفضل ۳۰ ر نومبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۹)

قادیان میں بھی حضرت اقدس کے دور میں درس و تدریس کی مصروفیات کے بعد غریب اور نادار مریضوں کی خبر گیری میں وقت خرچ ہوتا اور اس کام کے لیے بسا اوقات آپ اپنے آرام کا خیال بھی نہ رکھتے، ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے اخبار الحکم آپ کی اس ناسازی طبیعت کی کیفیت کے متعلق لکھتا ہے:

> ''حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین صاحب سلمہ ربہ کی طبیعت ہفتہ زیر اشاعت کے **آخری دنوں میں ناساز رہی مگر بنی نوع کی ہمدردی اور سچی غمخواری بیماری کے بستر سے اُٹھا اُٹھا کر بیماروں کے دیکھنے اور علاج کے لئے باہر لے ہی آتی رہی** اس قسم کا استقلال اور ہمدردی حقیقت میں قابلِ رشک ہے ولنعم ما قیل
>
> ؎
>
> چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
> ہمیں بودے اگر ہر دل پُراز نور یقیں بودے''

(الحکم ۱۳ر جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۳)

اسی طرح اخبار الحکم ۲۰ر فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵ کالم ۲ پر آپ کے شفاخانہ کی رپورٹ اس طرح چھپی ہے:

> ......روزانہ اوسط نئے اور پرانے بیماروں کی مل کر قریباً ایک سو رہی اور وہ مریض الگ ہیں جن کا علاج آپ نے بذریعہ خطوط کیا ہے **اس انداز سے سال تمام میں قریباً چالیس ہزار انسان کو حضرت حکیم الامۃ کے شفاخانہ سے فائدہ پہنچا۔''**

آپ کی غریب نوازی کا دائرہ یہاں تک ہی محدود نہ تھا اور بیسیوں طریقے آپ نے اختیار کر رکھے تھے جن سے محتاجوں کی حاجت براری ہوا کرتی تھی

انسانی معاشرے میں بیوگان کی خبر گیری اور ان کی

دیکھ بھال ایک نہایت اہم اور قابل توجہ مسئلہ ہے۔ یہ طبقہ جہاں اپنے شوہروں کی جدائی کا غم برداشت کرتا ہے وہاں آنے والے کل کی فکر بھی ان کی پریشانی اور تنگی کا باعث بنتی ہے اور بوجہ حیا وشرم یہ بیوائیں اپنے مسائل کو بیان کرنے سے بھی جھجکتی ہیں اور اپنے مستقبل کی بہتری کے لئے اگر دوسرا جیون ساتھی کرنا چاہیں تو معاشرے کے طعنوں کی وجہ سے ایسا قدم اٹھانے سے ڈرتی ہیں حالانکہ قرآن کریم نے وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی (النور: ۳۳) کا واضح ارشاد فرما کر معاشرے کی ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ بیواؤں کے نکاح کرائیں اور ان طعنہ دینے والوں کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل جو عاشق قرآن تھے، نے اس قرآنی تعلیم کو بار بار اپنے درسوں، خطبوں اور خطابات میں بیان فرمایا اور ایسے موقعوں پر لعن طعن کرنے والوں کو وعظ نصیحت کرتے ہوئے بیوگان کے لئے پیدا کردہ تنگ فضا کا خاتمہ کیا چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

''بعض عورتیں قسم قسم کے دکھوں میں مبتلا ہو جاتیں اور عورتیں ان کو طعنہ یا ملامت کرتی ہیں ایسی عورتیں بڑی بدطینت ہوتی ہیں مثلاً اگر بیوہ کو نکاح کرنا موجب ملامت ہے تو جناب خدیجہؓ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے خاوند تھے پس ایسی طاعن کس کو طعنہ دیتی ہے بلکہ نبی کریمؐ کی ساری بیبیوں میں سے صرف حضرت عائشہؓ کنواری تھیں۔'' (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۱۶)

ایک اور موقع پر فرمایا:

''بیوہ کا نکاح کرنا بڑا ثواب کا کام ہے مگر لوگوں نے نافہمی کی وجہ سے اس کو برا سمجھا۔''

(خطباتِ نور صفحہ ۵۷۰)

خود طبقہ نسواں آپ کی اس ہمدردی کا اقراری تھا حضرت استانی سکینۃ النساء صاحبہ زوجہ حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب نے آپ کی وفات پر لکھا:

......میں اس بات کے اظہار سے نہیں رہ سکتی کہ حضرت استاذی المعظم و مرشد مکرم نور الدین کا وصال ہم عورتوں کے لیے سخت صدمہ ہے اور حضور ممدوح ایسا نیک سرشت و بےنظیر عالم، ہمدرد بے بدل ہِت ہِت پیدا نہیں ہوتے حضور کے دل میں جس قدر غمگساری و ہمدردی اس غریب کمزور فرقہ کی بھری ہوئی تھی وہ بہت ہی بےنظیر ہے میں نے خود مشاہدہ کیا کہ آپ نے کئی اجڑے گھر آباد کئے اور کئی ناامید بیویوں کو جو اپنے خاوندوں کی مہربانی و حسن سلوک سے محروم ہو چکی تھیں انہیں اپنے خاوندوں سے ملاپ کرا دیا......

(الفضل ۲۵؍مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۰ کالم۱)

غرض یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی اور پہلوؤں کے علاوہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے بےشمار واقعات اور رنگ پیش کرتی ہے۔ حضور جہاں خود اس پہلو سے بےمثال نمونہ تھے وہاں دوسروں کو بھی غرباء، یتامیٰ اور بیوگان وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرماتے رہتے۔ آپ ایک احمدی دوست حضرت منشی اللہ داد صاحب آف شاہ پور صدر یکے از ۳۱۳ ''رفقاء'' احمد کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ یہاں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی طبّی خدمات

(از: مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب)

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق علوم دو ہی ہیں علم الادیان اور علم الابدان۔ اسی بناء پر مسیحِ پاک علیہ السلام فرماتے ہیں کہ علم دین کے بعد طبابت کا پیشہ بہت عمدہ ہے۔

کتنے ہی خوش قسمت ہیں وہ وجود جنہیں ان دونوں علموں یعنی علم الادیان اور علم الابدان پر دسترس حاصل ہوا اور وہ ان سے بنی نوع انسان کو روحانی اور جسمانی فائدہ پہنچانے پر ہمیشہ کمربستہ رہتے ہوں۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل بھی ایسے ہی خوش نصیب وجودوں میں سے ہیں کہ جن کی خوبیوں اور کمالات کے بارے میں خود امام الزماں ایک جگہ یوں فرماتے ہیں۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نُورِ یقیں بودے

اور دوسرے موقع پر آپ کے بارہ میں یہ سند عطا فرما رہے ہیں کہ

''مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دُعا بھی کرتے ہیں ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں۔''

(حیاتِ نور مصنفہ شیخ عبدالقادر سوداگرمل صفحہ ۳۰۳)

آپ کے طبی مقام کا تذکرہ برصغیر کے نامور حکیم نیر واسطی (۱۹۰۱ء تا ۱۹۸۲ء) حضرت مصلح موعود (......) کے نام ایک مکتوب میں یوں بیان کرتے ہیں۔

''حکیم نورالدین صاحب بھیروی کا مرتبہ اطبائے کاملین کی صفِ اوّل میں خصوصاً بہت بلند ہے۔ ان کے مجربات کے نسخوں اور ان نسخوں کی ترکیبوں کو دیکھ کر جالینوس اور شیخ کے عہد کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔''

جناب حکیم محمد حسین قریشی صاحب فرماتے ہیں:

''حکیم (نورالدین) صاحب موصوف دورِ گزشتہ کے ان تین چار طبیبوں میں سے ہیں جن کا اسمِ گرامی ہندوستان کے طول وعرض میں غیر معمولی شہرت حاصل کئے ہوئے تھا۔لکھنؤ میں حکیم عبدالعزیز صاحب، دہلی میں حکیم عبدالمجید خان صاحب اور پنجاب میں حکیم نورالدین صاحب۔یہی تین ایسے طبیب تھے جو دوسرے سب طبیبوں سے ممتاز اور معالجہ میں شہرہ آفاق تھے۔''

(بیاض خاص مصنفہ حکیم محمد حسین قرشی بحوالہ حیاتِ نور صفحہ ۷۷۰)

ایک اچھے طبیب کے لئے علم حاصل کرنا اور اس سے متعلقہ کتب ورسائل کے مطالعہ کا شوق ہونا نہایت ضروری ہے۔آپ کے اندر علم کی یہ پیاس ابتدا ہی سے بہت زیادہ تھی۔چنانچہ آپ نے ابتدائی تعلیم بھیرہ میں حاصل کرنے کے بعد کچھ دیر سکول میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔پھر لاہور، دہلی، رامپور، میرٹھ، بھوپال، لکھنؤ اور دکن تک گھوم کر اس زمانے کے ماہر اطباء سے درس لئے۔دُور دراز مقامات پر دن اور رات کے مختلف اوقات میں جا جا کر سبق پڑھتے اور دن رات مطالعہ میں منہمک رہتے۔آپ اساتذہ کی ہر بات اپنی مجتہدانہ بصیرت سے پرکھتے اور جانچتے۔آپ کی عادت تھی کہ سبق کو پڑھ کر کسی بڑے کتب خانے میں اس موضوع کی تشریح کے لئے دیگر کُتب کا مطالعہ کرتے۔اگر کوئی لغوی الجھن ہوتی تو لُغات بھی دیکھ لیتے اور جب تک پوری تسلی نہ ہو جاتی کوئی بات قبول نہ کرتے۔آپ کے ساتھ یہ بھی خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ ہر جگہ آپ کی تعلیم اور رہائش کے غیبی سامان ہو جاتے۔یہ سب نہایت درجہ ایمان پرور اور رُوح افزاء حالات ہیں۔اور حدیث مبارکہ کہ طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پَر بچھاتے ہیں کی سچائی کا زبر دست ثبوت بھی۔

آپ کو ڈاکٹری طبّ (طبّ جدید) کی طرف بھی توجہ پیدا ہوئی۔طب جدید کی مصر سے بہت سی کتب منگوا کر مطالعہ کیں۔ (حضرت حکیم الأمّت کی اجمالی خودنوشت طبی سوانح عمری صفحہ ۱۹)

حضرت مولوی غلام نبی صاحب کو ۱۹۰۲ء میں مصر بھیجا کہ وہ طب جدید پر عربی کتب لے کر آئیں۔اسی طرح ایک شخص کو استنبول کے کُتب خانوں سے طبی نوادرات کو نقل کرنے پر مامور کیا۔

کشمیر کی ملازمت کے دوران میں شاہی طبیب کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے ایک معمولی پنڈت سے آریو ویدک طب پڑھنا شروع کر دی تھی اور اس پنڈت کی آپ بہت عزت کیا کرتے تھے۔

(حیات نور صفحہ ۱۳۰)

آپ مریض کو جس ہمدردی، خلوص اور توجہ سے دیکھتے تھے وہ ایک منفرد انداز تھا۔آپ کے مطب میں کسی راجہ یا رئیس کو ایک غریب مزدور پر فوقیت حاصل نہ تھی اس زمانے میں امراء کے لئے ایسے نُسخے لکھے یا تیار کئے جاتے تھے جن

میں مریض کو متاثر کرنے کے لئے بلا ضرورت ہیرے، موتی، یاقوت، الماس، کستوری، عنبر جیسے مہنگے اجزاء شامل کئے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے رؤسا کے یہاں سستے نسخوں کی کوئی قدر نہ تھی لیکن آپ مریض کی اعلیٰ مالی حیثیت سے قطع نظر صحیح نسخہ لکھتے خواہ وہ بہت ہی کم قیمت ہو۔ مریض کی مایوسی کو دور کرنے کے لئے اُسے ہر ممکن اطمینان دلاتے۔

آپ کے نسخوں کی سب سے بڑی خوبی ان کا مختصر، جامع اور آسان ہونا ہے۔ سوزاک کے علاج میں طبِّ یونانی میں اگرچہ بڑے بڑے طویل نسخے ہیں مگر آپ نے بھوپال کے ولی عہد کا علاج صرف قلمی شورہ اور آبِ کیلا سے کیا۔

سیالکوٹ کے ایک ہندو صنعت کار عرصہ سے بیمار تھے۔ علاج کے لئے لکھنؤ تک سے ہو آئے لیکن شفا نہ ہوئی۔ آپ کے پاس پہنچے آپ نے ان کی امارت سے متاثر ہوئے بغیر نسخہ تجویز کیا تو بازار میں اس کی قیمت ایک آنہ بتائی گئی۔ اُسے افسوس ہوا کہ حکیم صاحب نے یہ کیا نسخہ لکھا ہے دل برداشتہ ہو کر چلے گئے اور دوائی پھینک دی۔ تکلیف برقرار رہنے کی وجہ سے چھ ماہ بعد لوگوں کے سمجھانے پر دوبارہ آئے۔ کیفیت بیان کی اور نسخہ وصول کیا دیکھا تو دوائیں پھر وہی تھیں۔ جل کر پچھلی مایوسی کا حال بھی سنایا اور یہ اظہار کیا کہ ایک آنہ کی دوائی سے بھلا کیا فائدہ ہوگا جب کہ ہزاروں کی قیمت کی جواہرات سے لبریز دوائیں بے کار جا چکی تھیں۔ آپ نے انہیں چند روز اپنے پاس قیام کی ہدایت کی۔ تین دن میں بیماری آدھی رہ گئی کمزوری البتہ باقی تھی۔ اب جو دکھانے آئے تو انہیں بتایا کہ دوائی وہی ایک آنہ والی تھی اور دوائی کا فیصلہ مریض کی امارت یا غربت کی بنیاد پر نہیں بلکہ جسمانی ضرورت کے مطابق کیا جاتا ہے ہیرے جواہرات قیمتی مرکبات کا استعمال اکثر اوقات بلڈ پریشر وغیرہ بڑھا دیتا ہے۔

ایسی دوائیاں جو آسانی سے میسر نہ آسکتی ہوں آپ عموماً استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔ ۱۱/جون ۱۹۱۲ء کو آپ نے ایک مریض سے فرمایا:

> ''ہر پیشہ میں میعاد کو دخل ہے ایک معمار کہہ سکتا ہے کہ میں مکان اتنے دنوں میں تیار کر دوں گا۔ ایک کلرک کہہ سکتا ہے کہ میں اتنے دنوں میں اس رجسٹر کی خانہ پُری کر دوں گا ایک درزی کہہ سکتا ہے کہ میں اتنے دنوں میں کپڑا سی کر تیار کر دوں گا۔ لیکن ایک طبیب یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اتنے دنوں میں مرض کو اچھا کر دوں گا۔ ہاں جاہل طبیب ایسا کہہ دیتے ہیں لیکن جس قدر اعلیٰ درجہ کا طبیب ہوگا اسی قدر اس قسم کے دعوے سے ڈرے گا۔ ہم شوقین بھی اتنے ہیں کہ چین سے بھی دوائیں منگوا لیتے ہیں اور محتاط بھی اس قدر ہیں کہ بعض وہ دوائیں جو بڑی محنتوں اور صرف زرِ کثیر کے بعد میسر ہوئیں ان کو آج تک کسی مریض پر تجربہ نہیں کیا۔ صرف اس لئے کہ کوئی طبیب ایسا نہیں ملا جو ان کے متعلق کوئی اپنا ذاتی تجربہ اور طریق استعمال بیان کر سکے۔ بوٹیاں اور ایسی دوائیں جو سہل الحصول نہ ہوں ہم کبھی استعمال نہیں کرتے۔''　(حیاتِ نور صفحہ ۵۵۶، ۵۵۷)

ایک بار نیلہ گنبد لاہور کے ایک سائیکل مرچنٹ نے اپنا بیمار بچہ ان کو راستہ میں دکھایا انہوں نے ایک مختصر سا نسخہ تجویز کیا۔ لواحقین کو خیال ہوا کہ بچے کو بخار زیادہ ہو گیا ہے وہ شام کو پھر حاضر ہو گئے حالات مزید تفصیل کے ساتھ دوبارہ بیان کئے تو آپ نے فرمایا

''نور الدین نے ساری عمر کسی مریض کو سرسری نہیں دیکھا۔ آپ وہی نسخہ دیں۔ بچہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا اور بچہ چار گھنٹے بعد ٹھیک ہو گیا۔ (بیاضِ نور الدین جدید ایڈیشن صفحہ ۲۶)

مریضوں سے مناسب یا کم فیس لینا تو کُجا آپ خود فرماتے ہیں کہ مخلوق پر کبھی بھروسہ نہیں کیا اور ارادہ بھی نہ کیا کہ کسی کو قیمتاً دوائی دوں بلکہ یقینِ کامل تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص کارخانہ سے رزق بھیجے گا۔ (حیاتِ نور صفحہ ۹۵)

بھیرہ میں آپ نے ایک طبیب سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ یہاں آپ کا کام چلنا مشکل ہے۔ میں جو مانگ لیتا ہوں مجھے بھی پانچ روپے سے زائد آمدنی نہیں ہوتی اور آپ کو تو مفت دوا دینے کی عادت ہے اور پھر آپ کے علاج کا جو طریق ہے اس کی وجہ سے عطار اور جراح بھی آپ کی مخالفت کریں گے اور علماء تو مخالف ہیں ہی۔

لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے ایک طالب علم سے ایک سُرمہ تیار کروایا۔ یہ سُرمہ بڑا مفید ثابت ہوا اور آپ کا کام چل نکلا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۷۸)

ایک فالج کا مریض آپ کے علاج سے اچھا ہو گیا جس کی وجہ سے بھیرہ کے گرد و نواح میں آپ کی طب کا غیر معمولی چرچا ہو گیا۔

پھر آپ کے پڑوسی لالہ متھرا داس نام جو جموں کے محکمہ پولیس میں ملازم تھے تپ دق میں مبتلا ہو گئے تو آپ کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی شفا عطا فرمائی۔ (حضرت حکیم الاُمّت کی اجمالی خود نوشت طبی سوانح عمری صفحہ ۱۷)

انہی ایام میں وزیر اعظم جموں دیوان کرپارام کا گزر پنڈ دادنخان سے ہوا۔ انہوں نے بھی آپ کی شہرت سنی اور واپس جا کر انہوں نے اور متھرا داس دونوں نے ریاست جموں وکشمیر کے مہاراجہ رنبیر سنگھ سے آپ کی طبی قابلیت کا ذکر کیا۔ جس کے باعث مہاراجہ کشمیر کے دل میں بھی آپ کی عظمت قائم ہو گئی۔

انہی دنوں ایک خواب کے ذریعہ آپ کو کشمیر جانے کی تحریک ہوئی۔ اُدھر مہاراجہ نے آپ کو ملازمت کی پیش کش کی۔ جو آپ نے منظور فرمالی۔ (حیاتِ نور صفحہ ۹۸)

ابتداء میں آپ کو ریاست کے شاہی طبیب حکیم فدا محمد خان صاحب کا اسسٹنٹ مقرر کیا گیا مگر جلد ہی مہاراجہ نے آپ کو مستقل شاہی طبیب بنا لیا۔ ریاست کے تمام مدرسے اور شفا خانے بھی آپ کے ماتحت تھے جن کا انتظام آپ

نہایت ہی عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کرتے تھے۔ درباری مصروفیات کے علاوہ آپ کو جب کبھی موقع ملتا غریب مریضوں کا اپنی خداداد حکمت اور قابلیت سے علاج کرتے اور مفت کرتے۔ (حیاتِ نور صفحہ ۴۳۵)

غریب مریضوں کی ہمدردی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ایک دفعہ آدھی رت کے وقت مہاراجہ کشمیر کی طبیعت علیل ہوگئی اور مہاراجہ نے حضرت مولوی صاحب کے پاس اپنا ملازم بھیجا۔ جس نے آپ سے کہا کہ مہاراج کی طبیعت خراب ہے آپ کو یاد کیا ہے۔ اسی وقت ایک مہترانی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا خاوند بہت بیمار ہے پیٹ میں درد ہے اور پاخانہ بھی نہیں آتا۔ خدا کے لئے چلیں اور اسے دیکھ لیں۔ یہ کہہ کر وہ زار وقطار رونے لگی۔ آپ نے مہاراج کے ملازم سے کہا تم چلو۔ میں اس کو دیکھ کر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ ملازم نے کہا ''چوڑھا پہلے مہاراج پیچھے اور جو ہاتھ چوڑھے کو لگائیں گے وہی مہاراج کو بھی لگائیں گے'' آپ نے فرمایا۔ اس کی تکلیف زیادہ ہے میں اس کو دیکھ کر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔

ملازم چلا گیا۔ شاید مہاراج سے شکایت بھی کی ہوگی۔ حضرت مولوی صاحب چوڑھے کے گھر گئے۔ اسے درد قولنج تھا۔ آپ نے اس کو انیمہ کیا۔ اسے پاخانہ آ گیا اور درد جاتا رہا ہوش آئی اور آنکھیں کھول لیں اس کے دل سے دعا نکلی۔ ''پرمیشر تینوں سکھی رکھے۔ تے اونہوں وی جو تینوں ایتھے لیایا اے'' یعنی خدا تجھے خوش رکھے اور اسے بھی جو تجھے یہاں لایا ہے۔

آپ فرمانے لگے مجھے یقین ہوگیا کہ اس کے دل سے یہ دعا نکلی ہے اور وہ قبول ہوگئی ہے اور مہاراج ضرور اچھے ہوگئے ہوں گے۔ اس لئے فارغ ہوکر آپ مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مہاراج انتظار کر رہے تھے کہنے لگے بہت دیر لگائی۔ آپ نے مہاراج کو ساری بات سُنائی اور کہا کہ چوڑھے کے دل سے دعا نکلی تھی تو مجھے یقین ہوگیا تھا کہ مہاراج اچھے ہوگئے ہیں مہاراج نے کہا۔ اب میری طبیعت بہتر ہے پھر کہا طبیب کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور دوسونے کی چوڑیاں تحفہ دیں۔ آپ نے اس ملازم کو بلایا جو آپ کو بلانے گیا تھا۔ وہ جھینپتا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں تمہارا بھی حصہ ہے اگر تم مہاراج کے پاس میری شکایت نہ کرتے تو یہ انعام مجھے نہ ملتا اور ایک چوڑی اُسے دے دی۔

(حیاتِ نور صفحہ ۴۳۴، ۴۳۵)

مہاراجہ کے عزیزوں میں سے ایک راجہ موتی سنگھ جی کو ذوسنطاریا Dysentery کا شدید مرض لاحق ہوا۔ آپ کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی شفا عطا فرمائی۔ (حیاتِ نور صفحہ ۱۰۲)

آپ ایک مریض کو ایک ہی طرح کی دوائی نہ دیتے تھے بلکہ مریض کی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے دوائی تجویز

فرمایا کرتے۔

جموں میں قیام کے دوران وہاں چونگی کے ایک افسر کو شدید قولنج ہوا۔ آدھی رات کے قریب آدمی آپ کو لینے آیا۔ آپ نے سوچا کہ شدت درد کے باعث مسہل مفید نہیں رہے گا اس لئے افیون، بکوج، نوشادر کا مرکب اپنے پاس سے دیا جس سے اس کا قولنج دُور ہو گیا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۶۷)

اسی طرح آپ کسی ایک ہی نوع کی طب کے قائل نہ تھے بلکہ ہر نوع کی طب کے مجرب نسخوں کو استعمال میں لایا کرتے۔

جموں کے ایک ممتاز رئیس میاں لعل دین کی لڑکی کو ذحیر کا ذب ہوئی۔ دیسی طبیبوں نے علاج کی بہت کوشش کی لیکن مرض روز بروز بگڑتا ہی گیا۔ آپ کے ساتھ رئیس مذکور کو کچھ مذہبی رنج تھا اس لئے اُس نے آپ سے علاج کروانا پسند نہ کیا۔ لیکن جب مریضہ کی حالت خطرناک ہو گئی تو مجبوراً آپ کی طرف دوڑا۔ آپ نے طب جدید سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے ایک ایسا مرکب دیا جس میں پوڈافلین تھی وہ خدا کے فضل سے کارگر ثابت ہوا جس پر رئیس مذکور نے باوجود کدُورت کے گراں قدر رقم آپ کو پیش کی۔

امراض کی تشخیص اور علاج میں آپ کی مہارت کا اعتراف جدید طب کے ماہرین بھی کیا کرتے۔ ریاست جموں کی کونسل کے ایک سینئر رکن راجہ سورج کول کے گردے میں مدت سے درد تھا۔ آپ نے ان کے گردے میں پتھری کی تشخیص کی اور انہیں اس سے آگاہ کر دیا۔ لیکن وہ اس بات کو ماننے پر تیار نہ تھے۔ کچھ عرصہ بعد لاہور سے میڈیکل کالج کے ایک انگریز پروفیسر ڈاکٹر پیری وہاں آئے اور مہاراجہ نے ان سے راجہ صاحب کے درد گردہ کا علاج کرنے کو کہا اور یہ بھی بتایا کہ ایک دیسی طبیب نے انہیں یہ کہا تھا کہ گردے میں پتھری ہے۔ یہ سُنتے ہی انگریز نے دوسرے انگریز کو کہا کہ فوراً گردے کو چیر دو۔ اس انگریز نے شگاف دیا مگر پتھری نظر نہ آئی۔ اس پر ڈاکٹر پیری صاحب نے نشتر خود ہاتھ میں لیا اور شگاف کو وسیع کیا تو گردے کی نالی کے پاس پتھری نظر آ گئی۔ اسے نکالا اور نہایت خوش ہو کر آپ کے متعلق بھی انتہائی تعریفی کلمات کہے۔ (حیات نور صفحہ ۱۷۷)

خطرناک ضعفِ باہ میں مبتلا ایک شخص نے آپ سے کوئی خاص دوا چاہی تو آپ نے نسخہ زد جام عشق بنا کر دیا۔ جس کے استعمال کے بعد اس نے آپ کی اور آپ کی اہلیہ محترمہ کی دعوت اپنے گھر میں کی اور اس کی اہلیہ نے آپ کی اہلیہ کے ہاتھ میں سونے کے بڑے بڑے کنگن بہت محبت سے ڈال دیئے اور خود اُس شخص نے اصرار کر کے آپ کو بہت قیمتی گھوڑے پیش کئے۔ (حضرت حکیم الأمّت کی اجمالی خودنوشت طبی سوانح عمری صفحہ ۲۰)

۱۸۹۲ء میں ریاست جموں میں مہاراجہ کی ملازمت سے فارغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد آپ قادیان تشریف لائے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر قادیان کے ہو گئے۔

آپ جہاں ربّانی مصلح زمانہ کے علم الادیان، علم الابدان اور انفاخِ قُدسیہ سے فیض پاتے رہے۔ وہاں آپ کو یہ عظیم الشان شرف بھی حاصل ہوا کہ اس امام الزمان کو جب اور جہاں اپنے یا کسی اور کے علاج کے سلسلے میں آپ کی ضرورت پیش آئی تو آپ فی الفور یہ خدمت بجالاتے رہے۔

مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر 2 جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط بنام حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب پر مشتمل ہے میں کئی ایسے خطوط ہیں جن میں آپ کی قادیان آمد سے پہلے بھی متعدد مرتبہ حضور اقدسؑ نے آپ سے کئی نسخہ جات اور آپ کے ذریعہ کئی ادویات طلب فرمائیں۔

یہ نسخہ جات اور ادویات بعض اوقات حضور اقدس کی ذاتِ بابرکات کے لئے ہوتے۔ بعض اوقات آپ کے اہل خانہ کے لئے اور بسا اوقات قرب و جوار کے دیگر افراد کے لئے۔

قادیان آنے کے بعد تو حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے افراد خاندان کے علاج کا شرف زیادہ قریب ہو کر حاصل ہوتا رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لختِ جگر مرزا مبارک احمد صاحب کی شدید بیماری کی حالت میں آخری وقت تک حضرت مولوی صاحب اُن کا علاج فرماتے رہے۔ (انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۶۶)

اکتوبر ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب دہلی میں قیام فرما تھے تو حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے۔ اُس وقت حضور نے علاج کے لئے آپ کو بذریعہ تار قادیان سے دہلی بُلوایا۔ آپ مطب میں تار موصول ہوتے ہی بلاتوقف وہیں سے سیدھے دہلی پہنچ گئے۔

آپ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو اولادِ نرینہ کے لئے نسخہ ''نورِ نظر'' دیا جو مجرب ثابت ہوا۔ اس دوا کا اشتہار قادیان کے کئی دواخانوں کی طرف سے دیا جاتا رہا۔ اور اب تک بھی یہ استعمال ہو رہا ہے۔

(حیاتِ نور صفحہ ۱۹۸)

اکتوبر ۱۹۰۴ء میں آپ کو حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے بیٹے عبدالرحیم کا علاج کرنے کی بھی توفیق حاصل ہوئی۔ (حیات نور صفحہ ۲۷۶)

آپ نے قادیان میں اپنے صرفِ خاص سے ایک شفاخانہ کھول رکھا تھا جس میں ہر خاص و عام کو مفت دوا ملتی تھی۔ جنوری ۱۹۰۰ء کے الحکم میں سابقہ سال کی ایک رپورٹ یوں درج ہے۔

''روزانہ اوسط مریضوں کی ۲۰ سے لے کر ۵۰ تک رہی۔ چنانچہ سال میں جن لوگوں نے جسمانی فیض حاصل کیا ان کی تعداد قریباً بیس ہزار ہے۔''

۱۹۰۱ء کا تذکرہ کرتے ہوئے اخبار الحکم ۲۰ رفروری ۱۹۰۲ء میں لکھتا ہے:

''سال تمام میں قریباً چالیس ہزار انسان کو حضرت حکیم الامۃ کے شفاخانے سے فائدہ پہنچا۔''

آپ دوا کی قیمت تو لیتے ہی نہ تھے بلکہ اگر کسی شخص کے لئے غذا کے طور پر دودھ، ڈبل روٹی تجویز فرماتے اور وہ کہتا کہ میں غریب آدمی ہوں خرید نہیں سکتا تو آپ اپنی گرہ سے اس کی خوراک کا انتظام فرماتے اور اس طرح بعض نادار لوگ کئی کئی دن بیماری کا بہانہ بنا کر دودھ اور ڈبل روٹی کھاتے رہتے۔ (حیاتِ نور صفحہ ۳۰۶)

آپ کی ایسی طبی خدمات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت مصلح موعود (......) جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۲ء کے موقع پر اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ گھر میں حضرت مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحب) کا ذکر آیا تو آپؑ ان کا نام لے کر دیر تک الحمدللہ الحمدللہ کرتے رہے اور فرمایا مولوی صاحب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں۔ ان کے ذریعے کئی غریبوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ (انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۳۵)

جو لوگ شفایاب ہوتے اپنی خوشی سے کچھ رقم دے جاتے۔ آپ نے کبھی توجہ نہیں کی کہ کتنی رقم دی گئی ہے۔ متمول مریض تو بعض اوقات کافی بڑی بڑی رقمیں بطور نذرانہ پیش کر دیا کرتے تھے۔ اور ان مقامات اور افراد سے آپ کو منی آرڈر آیا کرتے تھے جہاں سے وہم و گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعتاً اللہ تعالیٰ خود آپ کی ضرورتوں کا کفیل ہو جایا کرتا تھا۔

مریض کے لئے صرف ہمدردی کے ساتھ دوا ہی تجویز نہ فرماتے اس کی دیگر ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ شافی مطلق کے حضور اس کے لئے دُعا بھی کیا کرتے۔

چنانچہ چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کے ہاں پہلے بچے کی پیدائش کے وقت آپ ساری رات ان کے لئے دعا کرتے رہے۔ (اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ ۵۲)

اسی طرح اکبر شاہ خان نجیب آبادی کے والد مولوی نادر شاہ خان صاحب شدید بیمار ہو گئے لیکن آپ کی دُعا سے خدا تعالیٰ نے انہیں معجزانہ شفا بخشی اور اُسی وقت مرض کی تمام علامات یک لخت جاتی رہیں۔ (بدر ۲۵ جولائی ۱۹۰۷ء)

علم طب بنیادی طور پر ایک ظنی علم ہے۔ بعض حکماء اور ڈاکٹرز اس علم کو خود سے منسوب کرتے ہیں۔ لیکن اس لحاظ سے بھی حضرت مولوی صاحب کی طبابت کی شان ہی کچھ نرالی ہے۔

حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک روایت اُن کے پوتے محترم ملک منور احمد جاوید صاحب نائب ناظر ضیافت ربوہ کی زبانی خاکسار کو معلوم ہوئی ہے کہ حضرت مولوی صاحب مریض کی کیفیت اچھی طرح معلوم کر کے اُس کی نبض وغیرہ دیکھ کر عموماً مریض کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے۔

''میاں! انسانی جسم اندھیری کوٹھڑی ہے۔ نور الدین کو کیا پتہ اُس کے اندر کون کون سی بلا ہے جب تک اُس کا خدا نہ اُسے بتائے۔''

جس طرح آپ کی زندگی کے دیگر پہلوؤں میں توکل علی اللہ بڑی شان سے جلوہ گر نظر آتا ہے وہاں آپ کی طبیبانہ زندگی میں بھی آپ کا اصل توکل خدا تعالیٰ ہی کی ذات پر ہوا کرتا۔ اپنے علم اور اپنی مہارت فخر وغرور تو کُجا اُس پر قطعاً بھروسہ ہی نہ کیا کرتے تھے

ایک مرتبہ آپ کی بہن کے ہاں ایک لڑکا پیچش کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں ''میرے ہاتھ سے انہوں نے کسی پیچش کے مریض کو اچھا ہوتے ہوئے دیکھا تو مجھ سے فرمانے لگیں۔ بھائی اگر تم آجاتے تو میرا لڑکا بچ جاتا۔ میں نے ان سے کہا کہ تمہارے ایک لڑکا ہوگا اور میرے سامنے پیچش کے مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا۔ پھر جب وہ پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا ان کو میری بات یاد تھی۔ مجھ سے کہنے لگیں کہ اچھا دُعا ہی کرو میں نے کہا خدا تعالیٰ آپ کو اس کے عوض میں ایک اور لڑکا دے گا لیکن اس کو تو اب جانے ہی دو۔ چنانچہ وہ لڑکا فوت ہو گیا اور اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جو زندہ رہا۔ اب تک برسرِ روزگار ہے۔ یہ الٰہی غیرت تھی۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۰۲)

علاج کے معاملہ میں آپ احمدی وغیر احمدی، مسلم و کافر سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے تھے۔

(حیاتِ نور صفحہ ۳۰۵)

ایک بوڑھا آدمی جو احمدی نہیں تھا متواتر سات ماہ تک آپ کے مطب پر محض شربت بنفشہ مفت لینے کے لئے آتا رہا مگر آپ نے اُس کو کبھی اشارۃً بھی نہیں روکا۔

اہلِ حرفہ بالعموم دوسرے ہم پیشہ کو اپنا حریف سمجھتے ہیں۔ مگر آپ کے مدنظر مخلوق خدا کی ہمدردی تھی۔ آپ کے مطب کا دروازہ صرف مریضوں ہی کے لئے نہیں طبیبوں کے لئے بھی ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور آپ اُن کو قیمتی نسخہ جات بتانے میں کچھ تأمل نہیں کرتے تھے چنانچہ اس زمانہ کے بعض نسخے بھیرہ کے قدیم خاندانوں کی طبی بیاضوں میں آج تک موجود ہیں۔

حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب کی طبابت کی ایک معرکتہ الآراء خصوصیت یہ تھی کہ آپ بعض بیماریوں کا علاج قرآن کریم کی مختلف آیات سے استدلال کر کے تجویز فرمایا کرتے تھے۔

آپ کے پاس خطرناک جنسی مرض آتشک میں مبتلا ایک شخص آیا آپ نے جَو بھون کر اس میں تھوہر کا دودھ جذب کر کے گولیاں تیار کیں اور طعام الاثیم (یعنی گنہگاروں کی غذا) سمجھ کر اُس کو بھی وہ دوائی دی۔ پہلے تو وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ میرے اندر تو آگ لگ گئی ہے۔ پھر آپ نے قرآنی آیت ہی کا خیال کر کے اُسے چند گھونٹ گرم پانی پلا دیا۔ اُسے قے اور دست شروع ہو گئے مگر آتشک اچھا ہو گیا۔ (بدر ۱۵رمئی ۱۹۱۳ء)

اس طرح سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۴۲ سے استدلال کرتے ہوئے آپ بے اولادی کا علاج کم گوئی اور تسبیح وذکر میں مشغول ہونے سے فرمایا کرتے۔ آپ کا یہ نُسخہ بھی اکثر مریضوں میں نہایت مفید ثابت ہوا۔ (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ ۴۶۸)

عموماً دیکھا گیا ہے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر خود بیمار ہو جائے تو شدید گھبراہٹ چڑ چڑا پن اور پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے لیکن حضرت مولوی نور الدین صاحب میں ایک نمایاں خوبی یہ بھی تھی کہ تکلیف دہ بیماری میں بھی سخت تکلیف کے باوجود نہایت متانت اور وقار کا مظاہرہ فرماتے۔ کوئی مزاج پُرسی کرتا تو پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے پھر معالج ڈاکٹر صاحبان اور تیمارداروں کی تعریف فرماتے۔ اور کوئی شکوہ زبان پر نہ لاتے۔ ہر وقت ایک راحت اور خوشی کی حالت میں رہا کرتے۔ کوئی اضطراب یا گھبراہٹ نہ ہوتی۔ کوئی بیماروں کا سا چڑ چڑا پن نہ ہوتا ہر حالت میں اپنے رب کے ساتھ راضی رہتے۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ ''دانت نکلے تو ٹھنڈا پانی پینے کو مل گیا۔ ایک تکلیف ہوتی ہے تو اس کے عوض میں ایک آرام بھی مل جاتا ہے۔'' (بدر ۵رجنوری ۱۹۱۱ء)

اپنی شدید بیماری کے ایام میں فرمایا:

> ''خدا پر توکل کرو۔ میرا بھروسہ نہ ڈاکٹروں پر ہے نہ حکیموں پر۔ میں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اُسی پر تم بھروسہ کرو۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۴۷۲)

آپ نے بے شمار نادر طبی نسخے طبیبوں کو عطا کر کے طبی دنیا پر بے بہا احسانات کئے ہیں۔ آپ کے بعض نسخے تو ایسے مفید ثابت ہوئے کہ متعدد طبیب انہی نسخوں کی بدولت ہی آسودگی وخوشحالی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

مثلاً نسخہ حبِ اٹھرا۔ زدجامِ عشق، اکسیر جگر، صندل پاؤڈر، مرکب افسنتین، حبِ سعال، نُورِ نظر، اکسیر شافی۔ ان گنت مریض ان سے شفایابی حاصل کر رہے ہیں، یوں جس طرح آپ کے فیض سے روحانی طور پر دنیا فائدہ اُٹھا رہی ہے اسی طرح جسمانی اور طبی لحاظ سے بھی مسلسل مستفید ہوتی چلی آ رہی ہے۔

آپ کی خوبیوں اور کمالات کے نہ صرف اپنے قائل تھے بلکہ غیر بھی اُن کا برملا اعتراف کرتے تھے۔ آپ کی وفات پر اخبار ''طبیب'' یوں رقمطراز ہے:

> ''افسوس کہ ہندوستان کے ایک مشہور معروف طبیب مولوی حاجی حکیم نور الدین صاحب جو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا

توّکل علی اللہ

(مکرم محمود احمد اشرف صاحب)

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر کام کی خاطر بے شمار اسباب پیدا کر رکھے ہیں۔ یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے۔ ہمارے دین نے ان اسباب کو بروئے کار لانے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ جائز اسباب کو استعمال نہ کرنے کو غلط قرار دیا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ تعلیم بھی دی ہے کہ اصل بھروسہ ان اسباب پر نہیں بلکہ ان تمام اسباب کو پیدا کرنے والی ہستی یعنی اللہ تعالیٰ پر کرنا ہے۔ اس تعلیم کا نام توکل ہے۔ اس مادی دنیا میں جہاں ہم اپنے سب کام مادی اسباب کے ذریعے ہی کرتے ہیں اصل توکل اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسباب اور ان کے مفید نتائج ہر وقت ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی ہستی مادی آنکھوں سے بہت دور ہے۔ پس اسباب کو استعمال کرتے ہوئے توکل اللہ تعالی پر کرنے کے لیے ہم اس کی نہاں در نہاں ذات کی معرفت کے محتاج ہیں۔ یہ معرفت نصیب نہ ہو تو انسان کی نظر لازماً اسباب تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ وہ انہیں اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ حالانکہ یہ اسباب تو انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ انسان کوتاہ نظر اور کم فہم رہے۔ اس کی اصل منشاء یہ ہے کہ انسان اس مادی دنیا میں رہتے ہوئے اپنے خالق کو پہچان لے۔ مسبب الاسباب خدا کی یہ شناخت ہی ہے جو حقیقی معنوں میں توکل پیدا کرتی ہے۔

وہ لوگ جنھیں خدا کے فضل سے معرفت نصیب ہوتی ہے اور وہ توکل کے اعلیٰ مقام پر کھڑے ہوتے ہیں وہ مادی اسباب کی تاریکیوں میں روحانی روشنی پھیلانے والے چراغوں کی مانند ہوتے ہیں۔ افسوس کہ ایسے نابغہ روزگار انسان بہت بہت کم دنیا میں آتے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایک ایسے ہی نادر وجود تھے۔ آپ کے عظیم المرتبت شخصیت میں دوسری متعدد صفات کی طرح توکل علی اللہ کی شان بھی بہت نمایاں ہے۔

انسان دراصل اپنی ہر خوبی کے لیے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے فضل کا محتاج ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ذات پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل تھا کہ آپ نے نیک والدین کے ہاں جنم لیا۔ آپ کے بزرگ والد اور والدہ دونوں بے حد متوکل اور عاشق قرآن تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پس سعادت اور ایمان کا ایک وافر حصہ آپ کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول جیسے وجود اللہ تعالی اپنے خاص ارادے سے پیدا فرماتا ہے۔ ان کی

تربیت کا انتظام خود اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیارے مسیح موعودؑ کا سلطان نصیر بنانا تھا۔آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ امر خوب واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کے اندر دعا کی عادت اور توکل جیسی صفت پیدا کرنے کے لیے آپ سے خاص سلوک فرمایا۔چنانچہ ایک دفعہ کسی ضرورت کے پیش آنے پر اپنے استاد سے پوچھا کہ کیا تدبیر کروں؟۔جواب ملا کہ افسوس اس مطلب کے حصول کے لیے میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے۔اس پر خدا تعالیٰ نے آپکی راہ نمائی کرتے ہوئے آپ سے کہا کہ ''ہمت سے کام لو اور دعا کرو۔'' چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔اور آپ کا مطلب پورا ہوگیا۔ (تاریخ احمدیت جلد۳ صفحہ ۲۷ جدید ایڈیشن)

توّکل کا ایک نتیجہ غنا ہے

انسان کو خدا کی معرفت کا جس قدر حصہ ملا ہو اسی قدر وہ مادہ پرستی سے دور ہوتا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو ایک ایسی فطرت عطاء ہوئی تھی جو خدا تعالیٰ کی طرف جھکی ہوئی اور مادی اسباب پر بھروسہ کرنے سے سخت متنفر تھی۔چنانچہ پنڈ دادن خان سکول کا واقعہ اس پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل وہاں ایک سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے تو ایک دن انسپکٹر سکول وہاں آ گیا۔حضور اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔آپ نے انسپکٹر صاحب کو بھی کھانے میں شامل ہونے کی دعوت دی۔آپ کی اس دعوت کو قبول کرنے یا اس کا شائستگی سے جواب دینے کی بجائے اس نے کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں میں انسپکٹر مدارس ہوں۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے کہا کہ آپ بڑے نیک آدمی ہیں اساتذہ سے کھانا نہیں کھاتے۔یہ کہہ کر آپ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے اور انسپکٹر اپنے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا رہا۔پھر اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے کہا کہ کسی لڑکے کو بھیج دیں کہ وہ میرا گھوڑا تھام لے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اس سے کہا کہ لڑکے تو یہاں پڑھنے کے لیے آتے ہیں گھوڑے تھامنے کے لیے تو نہیں آتے۔پھر اس نے کہا کہ میں لڑکوں کا امتحان لوں گا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے لڑکوں کو امتحان کے لیے تیار کر دیا اور انسپکٹر نے ان کا امتحان لیا۔پھر آپ سے کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے لائق ہیں اور آپ نے بڑی عمدہ اسناد حاصل کر رکھی ہیں اسی لئے آپ کو اس قدر ناز ہے۔یہ بات سن کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... نے اس کو کہا کہ ہم اس ایک بالشت کے کاغذ کو خدا نہیں سمجھتے۔اور ایک شخص کو کہا کہ بھائی ذرا اس بت کو نکال کر تو لاؤ۔وہ لایا تو آپ نے اس کے سامنے ہی اپنی اسناد کو پھاڑ ڈالا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ......فرماتے تھے کہ جب سے میں نے اس ڈپلومہ کو پھاڑا تب ہی سے میرے پاس اس قدر روپیہ آتا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

(حیات نور صفحہ ۱۴-۱۵)

دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس پر حقیقی توکل کا ایک لازمی نتیجہ استغناء ہے۔جب انسان کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے تو وہ لوگوں سے ایک رنگ میں بے نیاز ہوگا یعنی ان کو اپنا حقیقی حاجت روا نہیں سمجھے گا

بلکہ زیادہ سے زیادہ انہیں خدا کے فضل کا وسیلہ قرار دے گا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ......کی شخصیت میں یہ استغناء اور دنیا اور اس کے اسباب سے بے نیازی ایک عجیب شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔آپ ۱۶ سال تک مہاراجہ کشمیر کے ہاں ملازم رہے جو اسی ۸۰ ہزار مربع میل کا مالک اور قریباً ۲۵ لاکھ نفوس پر حکمران تھا اور ۴۸ ہزار فوج اس کے ادنیٰ اشارے پر حرکت میں آجاتی تھی۔اس کی شان وشوکت اور رعب ودبدبہ کو دیکھ کر بڑے بڑے لوگوں کے لئے اس کی خوشامد اور چاپلوسی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔مگر مہاراجہ کے دربار میں آپ کی حق گوئی، جرات اور خودداری مشہور تھی۔مہاراجہ کشمیر بارہا اپنے دربار میں سب کے سامنے بیٹھے ہوئے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے تم سب اپنی اپنی غرض لے کر میرے پاس جمع ہو کر میری خوشامد کرتے ہو لیکن صرف ایک شخص ہے جس کو میں نے اپنی غرض کے لئے بلایا ہے اور مجھے اس کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ (ملخص از مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۶۱)

متوکل انسان غیب سے رزق پاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جیسا کہ توّکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح رزق دے گا جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زندگی میں ایسے بیسوں واقعات ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں غیب سے آپ کو رزق عطا فرمایا۔آپ کے تعلق باللہ اور توّکل علی اللہ کا نتیجہ یہ بھی تھا کہ بارہا ایسے واقعات بھی ہوئے کہ آپ نے کسی چیز کی خواہش کی اور خدا تعالیٰ نے وہ پوری فرمادی۔یعنی کامل توکل کے باعث آپ کی خواہش ہی مقبول دعا کا رنگ رکھتی تھی۔یوں لگتا ہے جیسے آپ ایک پیارے بچے کی طرح اللہ تعالیٰ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔

معجزانہ واقعاتِ سفر۔ تقویٰ بہترین زادراہ ہے

اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کا کچھ اندازہ کرنے کے لئے آپ کے ایک سفر کی کہانی بیان کرنا مناسب ہوگا۔ایک مرتبہ آپ اپنے ایک بھتیجے کو ساتھ لے کر بھیرہ سے جموں جانے لگے تو آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا اس لئے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لیں لیکن پھر ایسا کرنے سے طبیعت میں انقباض پیدا ہو گیا اور آپ خالی جیب ہی گھر سے چل دیئے۔ راستہ میں آپ کو خیال آیا کہ اپنے بھتیجے کو لاہور دکھا دیں۔چنانچہ آپ لاہور گئے اور چند دن لاہور میں رہے اور پھر جموں کے لئے روانہ ہوئے۔اس سارے سفر میں ہر بار اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے زادراہ کا سامان غیب سے مہیا کیا۔اسی سفر میں آپ کا لاہور سے بذریعہ ریل وزیرآباد اور پھر بذریعہ یکہ جموں جانا ایک عجیب وغریب واقعہ ہے۔اس واقعہ کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے اپنے الفاظ میں پڑھ کر انسان کو یقین آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ ایک غیر معمولی اور خارق

عادت سلوک تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

''کچھ دن لاہور رہنے کے بعد جب چلنے لگے تو شیخ صاحب نے اپنی گاڑی میرے لئے منگوادی..........اسٹیشن پر مجھے یقین تھا کہ میں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ پیسہ تو پاس ایک بھی نہ تھا لیکن یقین ایسا کامل تھا کہ اس میں ذرا بھی تزلزل نہ تھا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہوگئے۔ ٹرین بھی آئی۔ مسافر بھی سوار ہو گئے۔ اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب بالکل گاڑی چلنے ہی کو تھی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نوردین نوردین پکارتا ہوا دور تک چلا گیا۔ اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا کہ وہ چل کر پھر رک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا وہاں سے تین ٹکٹ لایا۔ ایک اپنا اور دو ہمارے۔ ساتھ ہی ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھلوایا اور ہم تینوں سوار ہوئے۔ ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اس نے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ میں نے نسخہ لکھ دیا اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا کہ یہ کہاں تک کے ہیں اور کیا کرایہ دیا گیا ہے۔..........ٹکٹ وہیں تک کے تھے جہاں ہم کو جانا تھا یعنی وزیرآباد۔ وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اتر گیا۔ ہم وزیرآباد پہنچے..........وزیرآباد سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی علاج کا موقع نہیں۔ مجھ کو جانے کی جلدی ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی جو میرے ساتھ ہے یہ آگے اڈے پر جاتا ہے اور یکہ کرایہ کرتا ہے۔ اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں۔ آپ کو اڈے پر پہنچ کر یکہ تیار ملے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی ماں کو دیکھا اور نسخہ لکھا۔ جب میں وہاں سے چلا تو اس شخص نے چلتے چلتے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیئے جن کو میں نے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی پہلے جیب میں ہاتھ ڈال کر گن لیا معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈے پر پہنچے تو اس کا بھائی اور یکہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکہ والا کہتا تھا کہ دس روپیہ لوں گا اور وہ کہتا تھا کہ کم۔ میں نے کہا کہ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں دس روپیہ کرایہ ٹھیک ہے۔''
(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۴۱-۲۴۲)

بہت ہی کم لوگ ہوں گے جو بالکل خالی جیب لے کر ایک طویل سفر پر نکل سکیں۔ اور جو ایسی جرأت کر سکتے ہیں ان میں سے بھی اکثر اپنی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا کریں گے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل......کا بھروسہ اسباب پر یا اپنی ذات پر نہیں تھا بلکہ محض خدا تعالیٰ پر تھا۔ بظاہر یوں ہی نظر آتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ طب کے ذریعے رزق دیتا تھا لیکن درحقیقت آپ کا توکّل اپنے فنِ طِبّ پر بھی نہیں تھا۔ بلکہ......اکثر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں اگر نوردین کے پاس طبابت کا پیشہ نہ ہوتا تو پھر ہم دیکھتے کہ آپ کس طرح محض توکل پر گزارہ کرتے ہیں۔ اس سوال کا جو جواب حضور نے دیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے جناب ایڈیٹر الحکم لکھتے ہیں ''ایک روز بعد مغرب مَیں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ چند اور احباب بھی موجود تھے۔ فرمایا بیماری کا ابتلا بھی عجیب ہوتا ہے۔ اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ اور آمدنی کم ہو جاتی ہے اور دوسرے لوگوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ میری آمدنی کا ذریعہ بظاہر طِبّ تھا۔ اب اس رشتہ کو بھی اس بیماری نے کاٹ دیا ہے۔ جو لوگ میرے

حالات سے واقف نہیں۔ وہ جانتے تھے کہ اس کو طِبّ ہی کے ذریعہ روپیہ ملتا ہے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو بھی درمیان سے نکال دیا۔ میری بیوی نے آج مجھے کہا کہ ضروریات کے لئے روپیہ نہیں۔ اور مجھے یہ بھی کہا کہ مولوی صاحب! آپ نے کبھی بیماری کے وقت کا خیال نہیں کیا کہ بیماری ہو تو گھر میں دوسرے وقت ہی کھانے کو نہ ہوگا۔ میں نے اسے کہا کہ ُمیرا خدا ایسا نہیں کرتا۔ میں روپیہ تب رکھتا جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا۔...... حضرت یہ بیان کر ہی رہے تھے کہ شیخ تیمور صاحب نے مجھے کہا کہ حضرت کی ڈاک میں ایک خط آیا ہے کہ ایک شخص نے ایک سو پچیس روپے ذات خاص کے لئے ارسال کئے ہیں۔''

(حیات نور صفحہ ۴۷۶)

جنگل بیابان میں رزق کا ملنا

اپنی کل کی ضروریات کے لئے کچھ رقم بچا کر رکھنا نہ صرف جائز بلکہ عام انسانوں کے لئے ایک مستحب بات ہے۔ مگر صوفیاء نے لکھا ہے کہ عام لوگوں کی نیکیاں ابرار کی برائیاں ہوتی ہیں۔ بالعموم روپے پیسے کو بچا کر رکھنا انبیاء اور اولیاء کی سنت نہیں ہے۔ وہ اسے توکل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس شان کا تَوکل کرنا انسان کے لئے ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بشارتیں حاصل نہ کر چکا ہو۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل...... کو ایسا تعلق باللہ اسی کے فضل کے ساتھ حاصل تھا۔ آپ نے اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا ''خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اگر کہیں جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ ۵۹۵)

اور واقعتہً ایک مرتبہ ایک بیابان میں بھی خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ محترم حکیم محمد صدیق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرمایا کرتے تھے کہ ''ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بُھول گئے۔ اور کہیں دُور نکل گئے۔ کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے سخت ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ نورالدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے میں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی۔ ٹھہرو! ٹھہرو جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آ رہے تھے۔ جب پاس آئے تو انہوں نے کہا۔ ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا۔ گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی بہت ہے۔ آپ کھالیں۔ چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا''۔ فرمایا کرتے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا۔

(حیات نور ایڈیشن اوّل صفحہ ۱۶۷)

قریشی امیر احمد صاحب بھیروی کی شہادت ہے کہ ہمارے سامنے حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں شیخ محمد چٹھی رساں کتابوں کا ایک وی پی لایا جو سولہ روپے کا تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ یہ کتابیں مجھے بہت پیاری ہیں اور میں نے

بڑے شوق سے منگوائی ہیں۔لیکن اب ان کی قیمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میرے مولیٰ کا میرے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ سولہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔ چنانچہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک ہندو اپنا ایک بیمار لڑکا لے کر آیا۔ حضرت نے نسخہ لکھ دیا۔ ہندو ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چل دیا۔ آپ نے اسی وقت سجدہ شکر کیا اور فرمایا کہ میں اپنے مولیٰ پر قربان جاؤں کہ اس نے تمہارے سامنے مجھے شرمندہ نہیں کیا۔ اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری عادت ہی مانگنے کی نہیں۔ پھر ہو سکتا تھا کہ وہ صرف ایک روپیہ دیتا یا اشرفی ہی دیتا۔ مگر میرے مولیٰ نے اسے مجبور کیا کہ میرے نورالدین کو سولہ روپے کی ضرورت ہے اس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی ضرور رکھو۔ (تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ ۵۵۶)

خارق عادت سلوک خارق عادت تبدیلی کو چاہتا ہے

غیب سے انسان کی تمام ضرورتیں بروقت پوری ہونے کا سامان اس طرح ہو جانا جبکہ بظاہر عام اسباب کو اختیار نہ کیا گیا ہو بلاشبہ ہم جیسے عام انسانوں کے روزمرہ کے تجربے سے بہت مختلف بات ہے۔سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ غیر معمولی سلوک جو ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... کی زندگی میں نظر آتا ہے وہ اتنا شاذ کیوں ہے۔اس کا جواب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

''وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔خوارق اور معجزات کی یہی جڑھ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو۔اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق وصفاء دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں۔اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنے چہرہ چھپا لیا ہے۔'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۱)

پس حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... سے اللہ تعالیٰ کا یہ غیر معمولی سلوک آپ کے غیر معمولی تقویٰ اور تعلق باللہ کا نتیجہ ہے۔اس قسم کے سلوک کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ تاریخ احمدیت میں رقم ہے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت نانا جان دارالضعفاء یا نور ہسپتال کے چندے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں مگر حضرت نانا جان نے کئی بار اصرار کیا۔اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے کپڑا اٹھایا اور وہاں سے ایک پونڈ اٹھا کر دے دیا اور فرمایا اس پر صرف نورالدین نے ہاتھ لگایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کو کوئی ضرورت پیش آئی تو آپ نے دعا مانگی۔ مصلیٰ اٹھایا تو ایک پونڈ پڑا ہوا تھا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ ۵۵۶)

توکّل، تدبیر اور خدا کا ارادہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے کہ

''تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہو گا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۳)

ہم نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... کو توکل کے ایک عظیم الشان مقام پر کھڑے ہونے کی طاقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مختصر سے فقرے کو غور سے پڑھیں اس میں توکل کے متعلق اٹھنے والے کئی سوالات کے جوابات موجود ہیں۔ اسباب خدا تعالیٰ کے ہی پیدا کردہ ہیں اس لئے ان کا استعمال منع نہیں۔ ہاں مومنوں کو حکم یہ ہے کہ وہ ان اسباب کو خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق بروئے کار لائیں۔ اور ان کو استعمال کر کے جب کسی کوشش اور تدبیر کا نتیجہ نکلے تو یہ نہ سمجھیں کہ ان کی کوشش سے یہ ہوا۔ ایک مومن کے نزدیک اسباب از خود کوئی نتیجہ پیدا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ اسباب بے کار ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔ انساں کوئی دوا یا تدبیر کر سکے یا نہ کر سکے اور اپنی ایمانی قوت اور معرفت کے مطابق محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرے ہر دو صورتوں میں نتیجہ وہی نکلے گا جو خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوگا۔ لیکن توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ان عظیم وجودوں میں سے تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اس دوسرے مقام کے لئے چن لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں ایسے بیسوں واقعات نظر آتے ہیں جب ظاہری اسباب کی غیر موجودگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد معجزانہ طور پر آپ کے شامل حال ہوئی۔ اسباب سے بھری اس مادی دنیا میں خُدا کا منشاء یہی ہے کہ ہم اسباب کو کام میں لاتے ہوئے اس کی وراء الوراء ذات پر ایمان رکھیں۔ لیکن وہ اپنے فضل سے ایسے وجود بھی پیدا کرتا ہے جو مادی اسباب سے بعض اوقات کام نہیں بھی لیتے تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مسبب الاسباب ہستی کا چہرہ ایسے بابرکت وجود کی زندگیوں میں دیکھ لیں۔

متوکّل نہ گھبراتا ہے نہ شیخی بگارتا ہے

مومن کے لئے توکل محض ایک فلسفہ نہیں ہے بلکہ یہ اس کی عملی زندگی کا پورا لائحہ عمل ہے۔ جب اس کے پاس کوئی اسباب نہیں ہوتے اور وہ بظاہر بے یار و مددگار نظر آتا ہے تو چونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اس لئے کسی غم اور حزن کا شکار نہیں ہوتا۔ مایوسی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔ وہ پورے جوش کے ساتھ اپنی بے بسی کے باوجود تندہی سے مصروف کار رہتا ہوا اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور جب اسے طاقت حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے مقاصد کو پالیتا ہے تو وہ شیخی نہیں بگارتا بلکہ سمجھتا

ہے کہ اس کی کوششوں میں بہت کمزوریاں ہیں اور وہ خدا کے فضلوں کا پہلے سے بھی بڑھ کر محتاج ہے۔

فتنہ انکار خلافت اور حضرت خلیفۃ المسیح کا توکل

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... کے عظیم الشان توکل کا ایک نظارہ ہمیں فتنہ انکارِ خلافت کے موقع پر نظر آتا ہے۔ جماعت میں مولوی محمد علی صاحب کی شخصیت بادی النظر میں بلاشبہ بہت نمایاں تھی۔ آپ صدر انجمن کے ایک سرکردہ ممبر تھے۔ دینی اور دنیوی طور پر ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان تھے۔ چنانچہ جب خلافت کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہوا تو بعض رفقاء کے دل میں مولوی محمد علی صاحب کی اسی نمایاں شخصیت کی وجہ سے یہ خیال گزرا کہ اگر وہ جماعت سے الگ ہوگئے تو گویا اس سے بڑا نقصان ہوگا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... مولوی محمد علی صاحب کے لئے بڑا حسنِ ظن رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... کی خدمت میں خلافت کا بارگراں اٹھانے کی درخواست کی گئی تو آپ نے نہایت عجز وانکسار کا اظہار فرمایا۔ اور چار عمایدین سلسلہ کے نام پیش کئے کہ آپ کی بجائے ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ ان میں مکرم مولوی محمد علی صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ پس مولوی محمد علی صاحب کی شخصیت اپنی قابلیت اور خدمات کی وجہ سے بہت نمایاں اور معتبر تھی۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی ان لوگوں میں سے تھے جو ان پر خاص حسن ظن رکھتے تھے۔ وہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں اس قدر گھبرائے ہوئے حاضر ہوئے کہ گویا آسمان ٹوٹ پڑا ہے اور آتے ہی سخت گھبراہٹ کی حالت میں عرض کہ بڑی خطرناک بات ہوگئی ہے۔ آپ جلدی کوئی فکر کریں۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری یہاں سخت ہتک ہوئی ہے میں اب قادیان میں نہیں رہ سکتا۔ آپ جلدی سے کسی طرح ان کو منوا لیں ایسا نہ ہو کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... کے توکل علی اللہ کی بلند شان نظر آتی ہے۔ آپ نہ صرف محمد علی صاحب کی خدمات کے معترف تھے بلکہ آپ کو یہ بھی اندازہ تھا کہ یہ فتنہ ظاہری طور پر جماعت کے لئے کتنا خطرناک ہوسکتا ہے۔ مگر آپ نے اس موقع پر بڑے اطمینان سے فرمایا:۔

''ڈاکٹر صاحب میری طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو جا کر کہہ دیں کہ اگر انہوں نے نکل جانا ہے تو آج ہی قادیان سے تشریف لے جائیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۲۶۴)

اب ظاہر ہے کہ جو شخص ظاہری اسباب پر بھروسہ رکھتا ہے وہ ایسی بے نیازی نہیں دکھا سکتا جو اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ...... نے دکھائی۔ ایک عام انسان جسے پورا توکل نصیب نہیں ہوتا ایسے مواقع پر حکمت اور مصلحت کے نام پر بیسیوں تدابیر کو کام میں لانے کو سوچتا ہے۔ مگر یہی وہ مواقع ہیں جہاں اہل اللہ کا عظیم الشان توکل ظاہر ہوتا ہے۔

اولاد اور توکل علی اللہ

دنیا کے اسباب میں سے ایک بڑی نعمت اولاد ہے۔سب لوگ اولاد سے محبت کرتے ہیں۔یہ محبت بسا اوقات اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس میں ایک مخفی شرک پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اولاد کو اپنا ایسا سہارا سمجھنے لگتا ہے جس کی خاطر وہ اپنے مالک حقیقی کے احکامات کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔حالانکہ ایک عارف باللہ جانتا ہے کہ اصل سہارا تو اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔بھروسہ اور توکل دراصل اسی پر کیا جا سکتا ہے۔عمر کے چراغ کی لو کم ہونے لگے اور انسان کچھ بھی اپنے یا راز لی کو پہچان نہ سکا ہو تو ایسے میں اولاد کی شرک آمیز محبت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔لیکن اولیا پر جب یہ زمانہ آتا ہے تو زندگی کے اس مرحلے پر بھی ان کے توکل علی اللہ کی ایک اور شان ظاہر ہوتی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی حیات مبارکہ کے اس دور میں آپ کی کیفیات کیا تھیں اس کی ایک جھلک آپ کے اس ارشاد میں نظر آ سکتی ہے۔فرماتے ہیں

جو کچھ میری عمر ہے وہ آجکل کی عمروں کے مطابق انتہائی زمانہ ہے ستر برس سے تجاوز ہے اب اتنی عمر مجھے اور پانے کی امید نہیں ۔۔۔۔۔۔پھر میری اولاد ایسی نہیں جو میری خدمت کرے اور مجھے بھی اس بات کی فکر نہیں کہ میری اولاد میرے بعد کس طرح اپنا گزارہ کرے گی کیونکہ جب میں نے اپنے باپ دادا کے مال سے پرورش نہیں پائی تو میں بڑا مشرک ہوں اگر اپنی اولاد کی نسبت میں یہ خیال کروں کہ ان کا میرے مال پر موقوف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے **ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم و ایاھم** (سورۃ الانعام:۱۵۲) جب رزق دینے کا خدا وعدہ کرتا ہے تو مجھے کیا فکر ہے پس اگر مجھے فکر ہے تو یہ کہ قبر اور قیامت میں میرے ساتھ جانے والا کوئی نہیں۔

(خطبات نور جدید ایڈیشن صفحہ ۴۱۵،خطبہ عید الفطر ۱۵،اکتوبر ۱۹۰۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل......کی سیرت کے اس عظیم الشان پہلو کا مطالعہ اللہ کی وراء الوراء ہستی پر ہمارے ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ جو غیر معمولی سلوک تھا۔اس کو دیکھ کر ہم باآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بناتا ہے اور اس دوستی کا حق ادا کرتا ہے اور پھر اسی پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر اس کا ہر موقع پر اس کا معاون اور مددگار رہتا ہے۔اور حقیقی توکل کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوتا بلکہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ساری زندگی ایسے عظیم الشان توکل کی مثال ہے۔خدا کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعا ہم سب کے حق میں قبول ہو جائے جو آپ نے اپنے مشہور فارسی شعر میں کی ہے کہ کاش امت کا ہر فرد نور الدین بن جائے۔

مالی قربانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل......

(از: مکرم ابوارسلان احمد صاحب)

براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعارف ہوا اور آپ قادیان تشریف لائے اور ایک نظر میں مہدی و مسیح دوراں کے والہ وشیدا ہو گئے۔حضرت اقدسؑ سے آپ کو ایک عاشقانہ تعلق تھا۔اور آپ اپنے عشق و جذب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ''میرے مرزا'' کے محبت سے لبریز الفاظ میں کرتے تھے حضرت اقدس علیہ السلام اپنے اس عاشق صادق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''جب سے مَیں خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی وقیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں۔دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں۔اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے۔اور مَیں رات دن خدا تعالے کے حضور چلاّ تا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون مددگار ہے۔مَیں تنہا اور ذلیل ہوں پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے درپے اٹھا اور آسمان کی فضا میری دعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا۔جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد۵صفحہ۵۸۱ترجمہ از مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۳۵)

حضرت مسیح موعودؑ حضرت حکیم مولانا نورالدّین کی مالی قربانیوں کے متعلق اپنی کتاب فتح اسلام میں فرماتے ہیں۔

''سب سے پہلے مَیں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نوردین ہے۔مَیں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ ٔ(دین حق) کے لئے وہ کررہے ہیں۔ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔ان کے دل میں جو تائید دین کے لیے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں ہروقت اللہ اور رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔اور مَیں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔اور اگر مَیں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کرکے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ان کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ

ناظرین کو دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست جمّوں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں۔

’’مولانا۔ مرشدنا۔ امامنا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عالیجناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدّد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں اگر اجازت ہو تو مَیں نوکری سے استعفادے دوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ مَیں آپکی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرو مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو مَیں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ انکی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کردوں۔ حضرت پیرو مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپکی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو،

’’مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غم خواری اور جانثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر ان کے حال سے ان کی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کردیں۔ ان کی روح محبت کے جوش اور مستی سے انکی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے۔ اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نہایت درجہ کی بے رحمی ہے کہ ایسے جان نثار پر وہ سارے فوق الطاقت بوجھ ڈال دیئے جائیں جن کو اٹھانا ایک گروہ کا کام ہے۔ بے شک مولوی صاحب اس خدمت کو بہم پہنچانے کے لیے تمام جائیداد سے دست بردار ہو جانا اور ایوبؑ نبی کی طرح یہ کہنا ’مَیں اکیلا آیا اور اکیلا جاؤں گا‘ قبول کرلیں گے‘‘ (فتح اسلام روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۳۵-۳۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی کی مالی قربانیوں کے بارے میں اپنی کتاب ازالہ اوہام میں مزید فرماتے ہیں-’’حبی فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی۔ مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح اسلام میں لکھ آیا ہوں۔ لیکن ان کی تازہ ہمدردیوں نے پھر مجھے اس وقت ذکر کرنے کا موقعہ دیا۔ ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے مَیں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ مَیں نے انکو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔ اگرچہ ان کی روزمرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر یک پہلو سے......اور...... کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے۔ مولوی صاحب موصوف

اگرچہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ قرار در کفِ آزادگاں نگیرد مال۔لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا۔اور اب بیس روپے ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کر دیا اور ان کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد نمبر۳ صفحہ ۵۲۰)

پھر حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب آسمانی فیصلہ میں حضرت حکیم مولانا نورالدین کے خط کے چند فقرے لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔فقرات یہ ہیں:

''عالیجناب مرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو۔اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جس طرح وہ راضی ہو سکے طیار ہوں۔اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی ضرور ہے تو یہ نابکار (مگر محبِّ انسان) چاہتا ہے کہ اس کام میں کام آوے تم کلامہ جزاہ اللہ

''حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال و عزت اور جان فشانی میں فانی ہیں وہ خود نہیں بولتے۔ بلکہ انکی روح بول رہی ہے۔درحقیقت ہم اسی وقت سچے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خداوند منعم نے ہمیں دیا ہم اسکو واپس کر دینے کے لیے تیار ہو جائیں۔ہماری جان اسکی امانت ہے اور وہ فرماتا ہے کہ **تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا** ۔

سرکہ نہ درپائے عزیزش رود　　　بارِ گران ست کشیدن بدوش

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۳۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب کے خط کا خلاصہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم مع التسلیم امابعد ایک خاکسار بالکل نابکار اور خاکساری کے ساتھ نہایت ہی شرمسار بحضور حضرت مسیح الزمان عرض پرداز۔اس خادم باخلاص اور دلی مرید کا جو کچھ ہے۔تمامہ آپ ہی کا ہے۔زن و فرزند و روپیہ۔ آبرو و جان میری یہی سعادت ہے کہ تمام خرچ میرا ہو۔'

''مولوی حکیم نورالدین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی (دین حق) میں عجیب شان رکھتے ہیں۔کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے مولوی صاحب موصوف اب تک تین ہزار روپیہ کے قریب للہ اس عاجز کو دے چکے ہیں اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں اگرچہ یہ طریق دنیا اور معاشرت کے اصولوں کے مخالف ہے مگر جو شخص خدائے تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر اور دین حق کو ایک سچا اور منجانب اللہ دین سمجھ کر اور بااین ہمہ اپنے زمانہ کے امام کو بھی شناخت کر کے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلعم

اور قرآن کریم کی محبت اور عشق میں فانی ہو کر محض اعلاءِ کلمۂ .... کے لئے اپنے مال حلال اور طیب کو اس راہ میں فدا کرتا ہے اس کا جو عنداللہ قدر ہے وہ ظاہر ہے اللہ جلشانہ، فرماتا ہے کہ لن تنالو االبرّ حتّٰی تنفقوا ممّا تحبّون

''خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز شب کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جاں باربار ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

''خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اِس امّت میں زیادہ سے زیادہ کرے آمین ثم آمین

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُراز نور یقیں بودے''

(نشان آسمانی روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۴۰۷۔۴۰۶)

دین کی نصرت کی راہوں میں سب سے آگے

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصے میں فرماتے ہیں:

ترجمہ ''اور مَیں نے دین کی راہوں میں اسکو سابقین میں سے پایا اور مجھے کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اسکے مال نے جو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دیا اور کئی سال سے دیتا ہے وہ علم و فضل اور نیکی و سخاوت میں اپنے ہم چشموں پر فوقیت لے گیا ہے اور باوجود اسکے اس کا علم کوہ رضویٰ سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس نے اپنا تمام چیدہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا ہے اور اپنی تمام خوشی خدا تعالیٰ کے کلام میں رکھی ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ سخاوت اس کی عبادت ہے اور علم اس کی غذا ہے اور حلم اس کی سیرت ہے اور توکّل اسکی قوت اور مَیں نے اس کی مانند جہان میں کوئی عالم نہیں دیکھا......اور نہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی مانند کوئی خرچ کرنے والا دیکھا''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد نمبر۵ صفحہ ۵۸۲ تا ۵۸۳ ترجمہ از مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۳۶)

پھر فرمایا (ترجمہ) ''اور مَیں نے اپنے فکر کے گھوڑے کو اس کے کمال کی طرف چلایا تو مَیں نے اس کو اسکے علوم اور اعمال اور نیکی اور صدقات میں یکتائے زمانہ پایا۔ وہ نہایت ذکی الذہن، حدید الفواد، فصیح اللسان، نخبۃ الابرار اور زبدۃ الاخیار ہے۔ اس کو سخاوت اور مال عطا کیا گیا ہے امیدیں اس کے ساتھ وابستہ کی گئیں ہیں پس وہ خدام دین کا سردار ہے اور مَیں اس پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۸۵ ترجمہ از مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۳۹)

(ترجمہ)''جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ بلا توقف پورا کرتا ہے اور جب کسی کام کی طرف مدعو کیا جاتا ہے تو وہ سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں سے ہوتا ہے اس کا دل سلیم ہے اور خلق عظیم اور کرم ابر کثیر کی طرح ہے''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد نمبر ۵ کتاب ۵۸۶ ترجمہ از مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۴۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''برکات الدعا'' میں فرماتے ہیں:

''ایسی تالیفات کے لیے جو لاکھوں آدمیوں میں پھیلانی چاہیے بہت سے سرمایہ کی حاجت ہے اور اب صورت یہ ہے کہ اوّل تو ان بڑے بڑے مقاصد کے لئے کچھ بھی سرمایہ کا بندوبست نہیں اور اگر بعض پُر جوش مردان دین کی ہمت اور اعانت سے کوئی کتاب تالیف ہو کر شائع ہو تو بباعث کم توجہی اور غفلت زمانہ کے وہ کتاب بجز چند نسخوں کے زیادہ فروخت نہیں ہوتے اور اکثر نسخے اس کے یا تو سالہا سال صندوقوں میں بند رہتے ہیں یا للہ مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔

'' پُر جوش مردان دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی ہیں جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لٹا دیا ہے۔'' (برکات الدعاء روحانی خزائن جلد نمبر ۶ صفحہ ۳۴ تا ۳۵ وحاشیہ)

مہمانوں کی مالی اعانت اور کتب کے اخراجات میں امداد

التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء کے اشتہار میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانوں کی موجودہ میزان کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے جن میں اکثر ایسے غرباءفقراء دور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں جو جاتے وقت ان کو زادراہ دیکر رخصت کرنا پڑتا ہے برابر یہ سلسلہ ہر روز لگا ہوا ہے اور اسکے اہتمام میں مکرمی مولوی حکیم نور الدین صاحب بدل وجان کوشش کر رہے ہیں اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادراہ دیتے ہیں چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ کے دینے کا اتفاق ہوا ہے اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہمانداری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوانمردی اور کریم النفسی سے علاوہ امدادات سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں اور نیز طبع کتب کے اکثر اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ کر لیے کیونکہ کتابوں کے طبع کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے گو بوجہ ایسے لابدی مصارف کے اپنے مطبع کا اب تک انتظام نہیں ہو سکا لیکن مولوی صاحب موصوف ان خدمات میں بدل وجان مصروف ہیں۔'' (شہادت القرآن روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۹۹)

مختلف خدمات دینیہ میں مالی معاونت کا تذکرہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں:

(ترجمہ)''اور صدق وصفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اول نمبر پر ہے۔ اور

غیر اللہ سے انقطاع اور ایثار اور خدمات دین میں وہ عجیب شخص ہے اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مختلف وجوہات سے بہت مال خرچ کیا ہے۔ اور مَیں نے اس کو ان مخلصین سے پایا ہے جو ہر ایک رضا پر اور اولاد اور ازواج پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں اور ہمیشہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور اس کی رضا کے حاصل کرنے کے لیے مال اور جانیں صرف کرتے ہیں اور ہر حال میں شکر گزاری سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

(ترجمہ از مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۴۶)

اشتہارات میں حضرت مولانا نورالدینکی مالی قربانیوں پر تعریفی کلمات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکتوب اشتہار من انصاری الی اللہ میں فرماتے ہیں:

''مَیں اس بات کے لکھنے سے رہ نہیں سکتا کہ اس نصرت اور جانفشانی میں اوّل درجے پر ہمارے خالص مخلص حِبّی فی اللہ مولوی حکیم نور الدین صاحب ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف مالی امداد کی بلکہ دنیا کے تمام تعلقات سے دامن جھاڑ کر اور فقیروں کا جامہ پہن کر اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے قادیان میں موت کے دن تک آ بیٹھے اور ہر وقت حاضر ہیں۔ اگر مَیں چاہوں تو مشرق میں بھیج دوں یا مغرب میں میرے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے۔ **اصحاب الصُفّه و ما اَدْراکَ ما اصحاب الصفه ۔**

''سفر نصیبین کے خرچ کے لئے بھی جس کا ذکر تیسری شاخ میں آئے گا اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب نے ایک آدمی کے جانے کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۷ و حاشیہ)

خطوط میں قربانیوں کے سلسلے میں خراج تحسین کا ذکر:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط میں بھی آپ کی شاندار مالی خدمات اور بلند منصب اور دیگر خدمات کا بار بار ذکر ملتا ہے چنانچہ حضور نے آپکو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''مجھ کو آنمخدوم کے ہر ایک خط کے پہنچنے سے خوشی پہنچتی ہے کیونکہ مَیں جانتا ہوں۔ خالص دوستوں کا وجود کبریت احمر سے عزیز تر ہے اور آپ کا دین کے لیے جذبہ اور ولولہ اور عالی ہمتی ایک فضل الٰہی ہے جس کو مَیں عظیم الشان فضل سمجھتا ہوں'' (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم جز ۲ صفحہ ۲۶)

''سچ تو یہ ہے کہ مَیں نے اس زمانہ میں خلوص و محبت و صدق قدم براہ دین کسی دوسرے میں نہیں پایا اور آپ کی عالی ہمت کو دیکھ کر خداوند کریم جلّ شانہٗ کے آگے خود منفعل ہوں ...... جس قدر میری طبیعت آپ کی للّٰہی خدمات سے شکر گذار ہے مجھے کہاں طاقت ہے کہ مَیں اس کو بیان کروں۔'' (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم جز ۲ صفحہ ۴۵)

''سرمہ چشم آریہ'' اور ''سراج منیر'' کی اشاعت میں حصہ

''براہین احمدیہ'' کی تصنیف و اشاعت تک چونکہ آپ کی حضور اقدس سے کوئی رسم و راہ نہ تھی اس لئے آپ اس کی طباعت کے وقت کوئی مالی خدمت نہ کر سکے۔ لیکن جونہی آپ حضور کے قدموں میں آئے آپ نے اوّل براہین احمدیہ کی اشاعت میں حصہ لیا دوم حضور کی ہر تالیف و تصنیف میں اعانت پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۸۶ء میں ''سرمہ چشم آریہ'' کی سو جلدیں خرید کر مفت تقسیم کیں اور رسالہ ''سراج منیر'' کے لئے بھی چندہ دیا۔

''ازالہ اوہام'' کی اشاعت میں اعانت

حضرت مولوی نورالدین صاحب نے ''ازالہ اوہام'' کی اشاعت میں قابل قدر حصہ لیا۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک اشتہار بنام ''عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش'' میں خاص طور پر اس کا ذکر فرمایا اور لکھا:۔

''اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی نئی امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۲۸۷)

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کے لئے چندہ

مولوی سید محمد احسن صاحب احمدیت کی وجہ سے محلّہ چوبدار پورہ (بھوپال) میں نوکری سے علیحدہ کر دیئے گئے اور خانہ نشین ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے گذارہ کے لئے اپنے مخلصین سے چندہ کی اپیل فرمائی جس پر حضرت مولوی صاحب نے ملازمت سے علیحدگی کے باوجود لبیک کہی۔ اور اپنے ذمہ کچھ رقم چندہ واجب کر لی۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۳۳۷)

مہمانان جلسہ کے لئے ایک مکان کی تعمیر

۱۸۹۳ء میں سالانہ جلسہ کی بنیاد پڑ چکی تھی اور اس جلسہ پر آنے والوں کا باقاعدہ ایک سلسلہ شروع ہو رہا تھا لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''حبی فی اللہ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب نے اس مجمع ...... کے لئے اپنے صرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا اس سے کچھ زیادہ ہوگا قادیان میں ایک مکان بنوایا۔'' (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد نمبر ۵ صفحہ ۶۰۶)

عربی اُم الالسنہ ثابت کرنے میں مالی معاونت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ''منن الرحمان'' میں فرماتے ہیں:

''جہاں تک ہمارا علم اور رویت ہمیں جتلاتا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ کوشش اخویم حکیم مولوی نورالدین

صاحب اور اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کی ہے- جو تمام تعلقات چھوڑ کر کئی مہینوں سے اس کام کے لئے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت مولوی نورالدین صاحب نے نہ صرف اتنی ہی مدد دی- بلکہ اس کام کے لئے عمدہ عمدہ کتابیں انگریزی اپنی قیمت سے خرید کر منگوادیں اور اسی مطلب کے لئے قیمتی کتابوں کا ذخیرہ اکٹھا کیا-**جزاھم اللہ خیراً واللہ لا یضیع اجر المحسنین اٰمین** -'' (من الرحمان روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۴۴)

چولہ باوانانک کے کھلوانے کے لئے مالی امداد

حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ''ست بچن'' میں فرماتے ہیں:

''تب پھر شیخ صاحب نے فی الفور دو روپیہ اور اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے یہ دو روپیہ اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب کی طرف سے تھے-'' (ست بچن روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۵)

۱۸۹۷ء کے جلسہ ڈائمنڈ جوبلی کے لئے امداد

کتاب 'تحفہ قیصریہ' کے بعد دی گئی فہرست میں دوسرا نام حضرت مولوی حکیم نورالدین کے چندہ دینے کا ہے جو انہوں نے جلسہ ڈائمنڈ جوبلی کے لئے دیا- (تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۰۱)

انجمن اشاعت اسلام میں اعانت

۱۹۰۱ء میں آپ انجمن اشاعت اسلام کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے اس کام میں سب سے بڑھ کر اعانت فرمائی اس ادارہ کا ابتدائی سرمایہ دس ہزار قرار پایا جس کی فراہمی کے لئے اس ادارہ کے ایک ہزار حصے مقرر کئے گئے ہر حصہ دس روپے کا تجویز ہوا انجمن کی بنیاد کے دو ہفتہ کے اندر اندر اس کے قریباً ۵۷۷ حصے فروخت ہو گئے جن میں سے سب سے زیادہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے تھے آپ نے ۱۶۰ حصے خریدے- (الحکم ۱۷/اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۹)

اخبار البدر کی مالی معاونت

سلسلہ کا دوسرا مرکزی اخبار ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء کو 'البدر'' کے نام سے نکلنا شروع ہوا- تو آپ نے الحکم کی طرح اس اخبار کی بھی زور شور سے قلمی و مالی اعانت شروع کر دی جو آخر دم تک جاری رہی- (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۶۲)

کالج فنڈ میں اعانت

۲۹/جون ۱۹۰۵ء کو دعوت کے موقعہ پر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے عرض کیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ اس موقعہ پر مدرسہ تعلیم الاسلام میں ایک حافظ قرآن مقرر کیا جائے جو قرآن حفظ کرائے فرمایا میرا بھی دل چاہتا ہے اللہ تعالیٰ جو

چاہے گا کرے گا ان دنوں تعلیم الاسلام کالج نیا نیا بند ہوا تھا جس کا آپ کو صدمہ تھا اس لئے حضرت عرفانی صاحب کی تحریک پر آپ نے کالج فنڈ میں بھی سو روپیہ عطا فرمایا- (الحکم ۳۰؍جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۸ کالم ۳-۴)

احمدیہ بلڈنگز میں درس قرآن اور طلباء کی اعانت

احمدیہ بلڈنگز کے میدان میں آپ نے سورۃ فاتحہ سے قرآن شریف کا درس شروع کر دیا آپ نے طلبائے دینیات کو بھی بلا لیا تھا اور ان کی تعلیم باقاعدگی سے جاری رکھتے تھے- چنانچہ مولوی حاجی محمد فاضل صاحب کا بیان ہے کہ ''۱۹۰۸ء میں لاہور میں آپ کے ہمراہ قریباً گیارہ طلبہ تھے جناب کمال الدین صاحب مرحوم کے مکان پر جماعت ہوا کرتی تھی ظہر کے وقت میں اور عبدالرحمٰن کاغانی وہاں گئے آپ نے فرمایا کیا کھانا کھا لیا ہے- مَیں نے عرض کی، کھا لیا ہے- پوچھا کہاں سے مَیں نے کہا انارکلی کی ایک دکان سے آپ نے حکیم محمد حسین صاحب کو بلا کر نقدی دی اور فرمایا کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا مجھ سے روپے لیتے رہنا کھانے کا انتظام کرو- محمد صادق ایک غیر احمدی دیو بند سے آیا ہوا تھا ایک دکاندار کے پاس اس کو لے گئے اور روٹی کا انتظام کرا دیا- لاہور میں ہندو مسلمان اپنے اپنے مکانوں کو بابرکت بنانے کے لئے مولوی صاحب کو لے جایا کرتے تھے اور نقدی کی صورت میں نذریں پیش کرتے تھے- (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۷۷)

گذشتہ صفحات میں خاکسار نے ان مالی قربانیوں کا ذکر کیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ نے کیں- اب خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے اس وقت سے لے کر آپ کی وفات تک کی مالی خدمات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے-

قادیان میں پہلی پبلک لائبریری کا قیام

حضرت سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے جواب کے بعد دوسرا اہم کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے مشورہ سے انجمن ''تشحیذ الاذہان'' کے زیر انتظام وسط ۱۹۰۸ء میں ایک پبلک لائبریری قائم کی- لائبریری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے کتابیں بھی دیں اور چندہ بھی دیا-

(تشحیذ الاذہان ۱۹۰۸ء جلد ۳ نمبر ۶-۷ صفحہ ۲۷-۲۸)

بھیرہ کی جائیداد- احمدیت کے لئے وقف

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے جولائی ۱۹۰۸ء میں اپنی بھیرہ کی قیمتی جائیداد صدر انجمن احمدیہ کے نام کر دی- جو دیوان گنپت رائے اور دولت رائے آف بھیرہ نے پانچ ہزار چھ سو ستاسی روپیہ بارہ آنے میں خریدی- جس میں سے دو سال کی زکوٰۃ کی رقم آپ نے مد زکوٰۃ میں منتقل کرنے کی ہدایت فرمائی- (رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۰۷-۱۹۰۸ء صفحہ ۳۴)

اعانت یتامٰی ومساکین کے لئے تحریک

جنوری۱۹۰۹ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے یتامٰی اور مساکین فنڈ کی اعانت کے لئے تحریک فرمائی جس کے لئے سوروپیہ آپ نے خود بھی عطافرمایا۔ (بدر۲۱رجنوری۱۹۰۹ءصفحہ۱)

مدرسہ تعلیم الاسلام کے لئے وظائف

مدرسہ تعلیم الاسلام کے یتامٰی ومساکین کے وظائف کی مدمیں چونکہ گنجائش کم تھی اس لئے اس سال حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنی جیب خاص سے سوروپیہ عطا فرمائے۔ (تاریخ احمدیت جلدسوم صفحہ ۳۲۰)

سیلاب اور جماعت کی خبر گیری کی انتظام

حیدرآباددکن سے زلزلہ کی اطلاع ملنے پرحضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے وہاں کئی رجسٹری خطوط لکھےاورتار بھجوائے تا جماعت کی خیریت کا علم ہو۔مگر جب کوئی خبر نہ ملی تو آپ نے حاجی ابوسعید صاحب عرب کواپنے ذاتی مصارف سے مصیبت زدوں کی خبر گیری کے لئے روانہ فرمایا۔ (تاریخ احمدیت جلدسوم صفحہ ۲۱۹)

......نوربھیرہ

حضرت خلیفہ اوّل کے بزرگوں کی خاندانی............ایک ایسے محلّہ میں واقع ہے جہاں احمدی اورغیراحمدی دونوں رہتے ہیں ابتداً بہت کوشش ہوئی کہ دونوں صلح سے رہیں مگرایک تھانیدار کے اکسانے پرکشمکش شروع ہوگئی اورفریقین کے مچلکے ہوگئے اور گوفساد تک نوبت نہ پہنچی مگرحضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو یقین ہوگیا کہ فسادرفع نہیں ہوگا جس پرآپ نے اپنا ایک سہ منزلہ مکان جو............کے متصل تھا ہبہ کر کے ....بنوادی۔ جواب بیت نور کے نام سے موسوم ہے۔ اس ....کا غربی کمرہ جواب تک اپنی اصل صورت میں ہے آپ کا مقام ولادت ہے یہ............دوسری منزل پرواقع ہےاور نچلے حصہ کی کوٹھڑیاں بدستور موجود ہیں۔ (حیات نور صفحہ ۴۳۹۔۴۳۸)

دیانندمت کھنڈن سبھادہلی

دہلی اوراس کے ماحول میں آریہ سماج نے......اور......کے خلاف زبردست فتنہ برپاکررکھا تھا۔ جماعت احمدیہ دہلی کے نامور ممبر حضرت میر قاسم علی صاحب نے ملازمت چھوڑ کران دشمنان (دین حق) کےتحریری وتقریری دفاع کے لئے اپنی زندگی وقف کردی اور دہلی میں دیانندمت کھنڈن سبھا کے نام سے ایک انجمن قائم کی۔حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی جیب خاص سے اس انجمن کے لئے ایک سوروپیہ عطا فرمایا۔اس انجمن نے آریوں کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں بڑا بھاری کام کیا اورمسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے۔ (الحکم ۲۸راکتوبر۱۹۰۹ءصفحہ۲ کالم نمبر۱۔۲)

اشاعت اسلام کے لئے معقول رقم

کان پور میں ایک نیا "مدرسہ الٰہیات" قائم ہوا جس کی غرض اشاعت و حفاظت اسلام تھی۔ حضرت خلیفہ اوّل کو چونکہ ایسی انجمنوں سے شروع ہی سے گہری دلچسپی رہی تھی۔ اس لئے آپ نے مدرسہ کے سیکرٹری مولوی احمد اللہ صاحب کو نصاب کے بارے میں عمدہ مشورے دیئے اور ایک معقول رقم اشاعت اسلام کے لئے بھجوائی۔

(الحکم ۷؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۹ کالم نمبر ۳)

اپنے خرچ پر دو احمدیوں کو حج پر بھجوانے کی خواہش

حضرت خلیفہ اوّل نے وسط جولائی ۱۹۱۰ء میں اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ہم دو احمدیوں کو اپنے خرچ پر حج کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں جو زادراہ سے معذور اور حج کی تڑپ رکھنے والے صالح اعمال متقی ہوں ایک ان میں سے پہلے حج کر چکے ہوں۔ (بدر ۱۴؍جولائی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱)

دارالضُعفاء میں اعانت

غربا کے لئے رہائشی مکانات کا ملنا سخت مشکل ہو رہا تھا۔ حضرت میر ناصر نواب نے بہشتی مقبرہ کے ساتھ دارالضعفاء کا ایک حصہ آباد کر دیا۔ اس محلّہ کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ۱۹۱۱ء میں رکھی نواب محمد علی خان صاحب نے ۲۲ مکانات کے لئے زمین عطا فرمائی۔ پہلا مکان حضرت خلیفہ اوّل کے خرچ پر بنا یہ محلّہ ناصر آباد کے نام موسوم ہوا اور ۱۹۱۳ء میں آپ نے ناصر آباد میں بیت الذکر بھی تعمیر کرا دی اور اس کے ساتھ ایک کنواں بھی بنوا دیا۔

(الحکم ۲۱-۲۸؍فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۵)

کرکٹ کھیلنے کی ترغیب اور روپیہ کا وعدہ

۳۰؍اکتوبر ۱۹۱۳ء کو حضرت خلیفہ اوّل دارالعلوم میں ٹانگہ پر تشریف لے گئے پہلے مولوی شیر علی صاحب کے مکان کی بنیاد رکھی۔ دو اینٹیں خود اپنے دست مبارک سے اور تیسری صاحبزادہ (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد) صاحب کے ہاتھ سے۔ بعد ازاں آپ نے مدرسہ تعلیم الاسلام اور بورڈنگ کا معائنہ فرمایا لڑکوں کے کھیل بھی دیکھے اور ارشاد فرمایا کہ کرکٹ کیوں نہیں کھیلتے ہم اس میں روپیہ دیں گے۔ (الفضل ۵؍نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱)

الحکم کے احیاء کی کوشش اور اعانت

الحکم نہایت خطرناک مالی بحران سے دوچار ہو چکا تھا۔ اور اندیشہ تھا کہ یہ اخبار بند نہ ہو جائے۔ لہٰذا حضرت خلیفہ

اوّل نے نہ صرف جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء پر جماعت کے سامنے اس کے لئے اپیل کی بلکہ آئندہ کے لئے اس کے مالی انتظام کے لئے حضرت میاں (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد) صاحب کو ناظم مقرر فرمایا اور اس کے دوبارہ احیاء کے لئے اپنے پاس سے ایک ہزار روپیہ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ (الحکم ۲۸؍فروری ۱۹۱۴ء صفحہ ۱)

اب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ان مالی قربانیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو واقعات کی شکل میں ہیں اور آپ نے خود بیان کئے ہیں۔

حضرت خلیفہ اول کی قربانی کے مزید واقعات

۱۶؍ستمبر ۱۹۰۸ء آپ نے فرمایا:

''مَیں نے اپنے ایک دوست کو دیکھا کہ ان کا کام نہیں چلتا۔ مَیں نے ان کو تجارت کی ترغیب دی اور تین ہزار روپے اپنے پاس سے ان کو دیئے انہوں نے وہ تین ہزار لے کر کہا بھلا ان میں کیا ہوسکتا ہے۔ کچھ بھی نہ ہوگا۔ مَیں نے کہا کہ تم کو شکر ادا کرنا چاہئے تھا لیکن چونکہ تم نے شکر ادا نہیں کیا لہٰذا تم کو ہرگز نفع نہیں ہوگا اور واقعی کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۲۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

''مجھے کتابوں کا بہت شوق تھا ایک بزرگ شاہ صاحب میری کتابیں لکھا کرتے تھے اور شاہ صاحب کتابت میں بہت کچھ کماتے تھے مگر سب کیمیا میں لگا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ دس روپیہ مجھ کو دے دیں اور میں آئندہ کتاب نہ لکھوں گا۔ بلکہ نقد روپیہ آپ کو ادا کردوں گا۔ مَیں نے کہا کیوں؟ کہا کہ مَیں اٹھارہ برس کا تھا تب سے مجھ کو کیمیا کے نسخوں کا شوق ہے۔ مَیں کیمیا کے معاملات میں خوب تجربہ کار ہوں۔ اب مجھ کو کیمیا کا اصل نسخہ مل گیا ہے چاندی بناؤں گا۔ اور آپ کے روپے ادا کردوں گا۔ مَیں نے ان کو دس روپے دے دیئے مگر بہت دنوں تک شاہ صاحب ملے نہیں۔ ایک روز مَیں اس ...... میں چلا گیا جہاں وہ امامت کراتے تھے مگر وہ ...... میں نظر نہ آئے جس حجرہ میں وہ رہتے تھے اس کو دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ اندر سے زنجیر لگی ہوئی ہے آواز دی مگر اندر سے جواب نہ آیا دروازہ کو کھٹکھٹایا دھکا دیا۔ کواڑ کچھ کمزور سے تھے۔ دروازہ کھل گیا۔ شاہ صاحب چار پائی پر بیٹھے تھے مجھ کو دیکھ کر چونک پڑے۔ مجھ سے کہنے لگے۔ دیکھیئے ہم نے کیمیا تو بنائی تھی یہ کہہ کر ایک مٹی کا برتن اٹھا لائے اس میں جلی ہوئی کوئی چیز تھی کچھ ذرات سے بھی چمکتے تھے کہا چاندی تو بننے ہی لگی تھی مگر ہم نے کچھ سستی کی اچھی طرح برتن کو بند نہیں کیا تھا۔ خیر اب تو کتاب لکھے دیتا ہوں مگر آئندہ نہ لکھوں گا۔ مجھ کو کیمیا گری سے بڑی ہی نفرت ہوگئی۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۸۲۔۸۱)

''شیخ عبدالکریم صاحب مغلپورہ کا بیان ہے کہ بٹالہ کے ایک مسلمان نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے

دو بچوں کو پادری مرتد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان بچوں کا خرچ بھی دے رہے تھے- آپ دعا کریں یا تو یہ بچے مر جائیں یا (بیت الذکر) میں رہیں- حضرت خلیفہ اوّل نے یہ بچے اپنی نگرانی میں لے لئے اور ان بچوں کے اخراجات دیتے رہے- ان بچوں میں سے ایک کا نام شیخ عبدالرحیم ہے اور یہ واقعہ خلافت اولیٰ سے پہلے کا ہے-

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۶)

۲۰ر مئی ۱۹۰۹ء کو فرمایا:

''یک نو ...... کی تعلیم پر مَیں نے ہزار ہا روپیہ خرچ کیا اس نے مجھ کو ایک کارڈ لکھا کہ مَیں تمہارے اس ناپاک مذہب ...... سے پھرتا ہوں اور اب گنگا نہانے یعنی پوتر ہونے جاتا ہوں- مَیں نے اس کو لکھا کہ تمہارا روح افزاء کارڈ پہنچا- اگر تم ایک مرتد ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ہم کو ایک جماعت دے گا......

''جس وقت یہ کارڈ لکھا تھا اس وقت سید حامد شاہ بھی کشمیر میں میرے پاس تھے- وہ لڑکا اب ہمارے مریدوں میں ہے-''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۸۹-۲۹۰)

۲۰ر دسمبر ۱۹۰۶ء کو فرمایا:

''مَیں نے ایک مرتبہ کسی کا علاج کیا- ایک بڑھیا نے نذرانہ میں مجھ کو سکھوں کا وقت کا تانبے کا ایک پیسہ دیا میں نے نہایت خوشی اور شکرگزاری کے ساتھ لے لیا اور اپنے دل میں سوچا کہ مَیں اس کو اگر خدا کے نام پر کسی کو دے دوں تو کم سے کم اس ایک پیسے کے سات سو پیسے بنا سکتا ہوں- **مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ** ......الخ''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۳۰۴)

۱۵ر مئی ۱۹۰۹ء بعد نماز ظہر فرمایا:

''مَیں نے اس وقت تک ہزار ہا روپیہ لوگوں کو قرض دیا لیکن سوائے ایک شخص کے کہ اس نے نو روپیہ قرض لئے تھے اور جس آنکھ سے لئے تھے اسی آنکھ سے ادا کئے تھے اور کسی نے اس سے ادا نہیں کئے-''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۲۷)

خودداری مَیں آپ یکتائے روزگار تھے- ایک دفعہ نواب خاں زماں خاں نے اپنا مدارالمہام قادیان بھیجا کہ مَیں بیمار ہوں- میرے علاج کے لئے تشریف لائیں- مہربانی ہوگی- مَیں چھوٹی سی ریاست کا حکمران ہوں- آپ نے فرمایا مجھے تو آنے کی فرصت نہیں کہ اگر آپ آ جائیں تو مَیں آپ کا علاج کروں گا اور آپ کا تمام خرچ میں برداشت کروں گا-

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۳۸)

آپ کے درس میں غیر احمدی طلباء بھی شامل ہوتے تھے اور ان پر حضرت کی نگاہ شفقت رہتی تھی- ایک شخص سید محمد نصیب نامی نے کہا- میری والدہ بوڑھی ہے اس کی خدمت نہیں کر سکتا اور اس وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتا- آپ نے فرمایا

تمہاری والدہ کو مَیں خرچ دوں گا۔تم پڑھنا شروع کردو۔ چنانچہ اس نے متنبّی وغیرہ پڑھنی شروع کردی اور آپ اس کی والدہ کو ماہوار خرچ دیتے رہے یہ شخص منشی فاضل پاس کر کے گورداسپور میں ملازم ہو گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۴)

سائل کے سوال کو آپ نے کبھی ردنہیں فرمایا۔ حاجی مفتی عبدالرؤف صاحب بھیروی کا بیان ہے۔ جو چیز آپ کے پاس آتی وہ تقسیم کر دیتے تھے۔ایک حاجت مند آیا کہ لڑکی کی شادی کرنی ہے مگر کوئی پیسہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کتنے پیسوں میں گذارہ ہو جائے گا۔ اس نے اڑھائی سو روپے بتائے فرمایا بیٹھ جائیں۔ چنانچہ آپ مریضوں کو دیکھتے رہے۔ ظہر کے وقت اٹھنے لگے اور کپڑا اٹھایا اور گنتی کی گئی۔ پورے اڑھائی سو روپے نکلے جو اس غریب کو دیئے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۴)

ایک شخص نے مصلّٰی آپ کو تحفہ دیا۔ آپ نے وہ رکھ لیا اور ایک خادمہ کو بلوایا اور فرمایا ''تم جائے نماز مانگتی تھیں۔ خدا نے بھیج دیا ہے یہ اٹھا لے جاؤ۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۴)

''نواب عبدالرحیم خاں صاحب خالد کی روایت ہے کہ دو اشخاص میاں صفدر علی اور ایک احمد دین (ہمارے ملازم) دونوں آپ کے قصے سنایا کرتے تھے کہ لوگ مالی امداد کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوتے آپ کبھی کسی کو انکار نہیں فرماتے تھے کہہ دیا کرتے تھے بیٹھ جاؤ جو تمہاری قسمت کا ہو گا وہ تم کو مل جائے گا آپ کے علاج سے جو مریض صحت یاب ہوتے۔ یا اعتقاداً لوگ آپ کو حاضر ہو کر یا کسی کے ہاتھ بھیج کر یا بذریعہ منی آرڈر روپیہ دیتے یا ارسال کرتے تو اگر دو یا تین حاجت مند منتظر بیٹھے ہوتے تو ان کو سلسلہ وار جس کی پہلی درخواست ہوتی اس کو پہلے پھر دوسرے پھر تیسرے کو جو آتا یہ کہہ کر دے دیا کرتے لو بھئی یہ تمہاری قسمت کا ہے۔ اب اس پر اکتفا کرو۔ آپ ہر مذہب و مشرب کے بیمار کا نہایت شفقت سے علاج فرمایا کرتے۔ ایک ہندو علاج کے لئے آیا جو دق کا مریض تھا۔ آپ نے اسے نسخہ لکھ دیا۔ اس نے عرض کی اس دوا کے خریدنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ آپ نے بذریعہ ڈاک دوا منگوا دی۔ اور فرمایا ختم ہونے پر اطلاع دینا۔ اس کو دوا باقاعدہ منگوا کر دیتے رہے حتّٰی کہ وہ تندرست ہو گیا۔ (روایت مولوی محمد جی صاحب فاضل بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۴۴-۵۴۵)

ایک دفعہ حضرت نانا جان دارالضعفاء یا نور ہسپتال کے چندے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں مگر نانا جان نے کئی بار اصرار کیا اس پر حضرت خلیفہ اوّل نے کپڑا اٹھایا اور وہاں سے ایک پونڈ اٹھا کر دے دیا اور فرمایا اس پر صرف نورالدین نے ہاتھ لگایا ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۶)

حضرت خلیفۃ المسیح کی شانِ سادگی

(مولانا سلطان محمود انور)

حضرت خلیفہ اول کی ساری زندگی سادگی کا نمونہ تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ مجسم سادگی تھے کسی بھی پہلو اور کسی بھی زاویئے سے آپ کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا جائے آپ کی سادگی میں ایک نرالی شان نظر آتی ہے اس سادگی میں ایک وقار بھی تھا عقل وفراست کا کمال بھی تھا اور ایک جلال کا رنگ بھی اس میں نمایاں ہوتا تھا۔

باوجود اپنی شان اور وجاہت کے آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے آپ کی طبیعت میں تکلف اور بناوٹ بالکل نہ تھی۔ اکثر پاجامہ اور کھلا کرتہ پہنتے اور سر پر عام طور پر لنگی کا استعمال کرتے صدری کا استعمال بھی کرتے تھے شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹی آپکے لئے گرگابی کا تحفہ لایا کرتے تھے مگر آپ اسکی ایڑھی بٹھا لیتے اکثر لکھتے ہوئے کلِک اور دیسی سیاہی استعمال کرتے کبھی کبھی نب والے قلم سے بھی لکھ لیتے تھے جس پر معمولی سا اونی بچھونا ہوتا تھا اور گاؤ تکیہ ہوتا تھا ساتھ چھوٹی سی تپائی بھی رکھی ہوتی تھی اکثر دوزانو بیٹھ کر لکھتے تھے خضاب استعمال نہیں کرتے تھے اکثر مہندی لگایا کرتے تھے اور سادہ پگڑی کے پیچوں میں سے مہندی رنگے سرخ بال کبھی باہر نکلے ہوئے نظر آتے تھے ہاتھ میں عصا رکھتے تھے۔ کھانے میں شوربے میں روٹی بھگو کر کھانا پسند کرتے تھے۔

غرض کہ آپ کے لباس اور کھانے پینے اور رہنے سہنے میں سادگی کا رنگ نمایاں تھا لیکن اس کے باوجود آپ میں ایک خداداد رعب تھا اس سادگی کے ساتھ خودداری بھی بہت تھی ایک دفعہ نواب خان زمان خان نے اپنا مدارالمہام قادیان بھیجا کہ میں بیمار ہوں میرے علاج کے لئے تشریف لائیں۔ مہربانی ہوگی میں ایک چھوٹی سی ریاست کا حکمران ہوں آپ نے فرمایا مجھے تو آنے کی فرصت نہیں اگر آپ آجائیں تو میں آپ کا علاج کروں گا اور آپ کا تمام خرچ اٹھاؤں گا اس واقعہ کو اگر آپ کی غریب پروری کے اس واقعہ سے ملا کر دیکھیں تو یہ خودداری اور واضح ہوجاتی ہے کہ ایک بار ایک مہترانی کی درخواست پر اسکے بیمار بیٹے کو دیکھنے اسکے گھر تشریف لے جاتے ہیں اس گندگی کے ماحول میں مریض کی چارپائی کے قریب پیڑھی پر بیٹھ کر اسکا معائنہ کرتے ہیں اور اپنے سامنے اسے دوا کھلا کر جب وہ ٹھیک ہوجاتا ہے تو واپس تشریف لاتے ہیں اور کوئی فیس نہیں لیتے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۳۹)

اپنے لباس کی سادگی کے متعلق آپ نے خود مولوی محمد علی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''لباس میں میں نے ترقی نہیں کی جب سے ہوش سنبھالا یہی لباس پہنتا ہوں''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۹۷)

اسی طرح فرمایا۔

میں جب مرزا صاحب کا مرید نہ تھا تب بھی میرا یہی لباس تھا میں امرا کے پاس گیا اور معزز حیثیت سے گیا مگر تب بھی یہی لباس تھا مرید ہو کر بھی میں اسی حالت میں رہا۔ (بدر ۴؍ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

لباس کے بارہ میں ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''بعض آدمی لباس ہی کے بنانے میں مصروف رہتے ہیں۔ میں جب ریاست بھوپال میں تھا تو وہاں کے شاہی خاندان میں ایک شادی تھی۔ میرے وہاں ایک شاگرد تھے جو اب بھی وہاں اچھے عہدے پر ہیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہم بھی چلیں گے۔ میں نے کہا اچھا۔ وہ گھر سے کپڑے بدل کر آئے بڑے ہی زرق برق تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان میں سونا ہی سونا ہے۔ وہ جب آ گئے تو مجھ سے کہا کہ آپ نے کپڑے نہیں بدلے۔ میں نے کہا کہ بھائی ہمارا دوست ہدایت اللہ تو کہیں مکان بند کر کے چلا گیا ہے چنانچہ ویسے ہی چل کھڑے ہوئے جب پہلی ڈیوڑھی پر پہنچے تو وہ آگے تھے اور میں پیچھے۔ دربان نے ان کو روکا۔ میں آگے بڑھ کر گیا اور دربان سے کہا کہ یہ ہمارے ساتھ ہیں اس نے کہا اچھا۔ میں نے دربان سے کہا کہ تو ان کے لباس کو نہیں دیکھتا اس نے کہا لباس کا کیا ہے کرایہ پر اس سے بھی اچھا لباس ہر شخص کو مل سکتا ہے آگے گئے تو وہاں معلوم ہوا کہ اس وقت خاص دربار ہے۔ سوائے خاندان کے خاص خاص آدمیوں کے کوئی نہیں جا سکتا۔ مجھ کو تو دربان نے کہا آپ اندر تشریف لے جائیں لیکن ہمارے ان ہمراہی کو وہیں دالان میں بٹھا لیا۔ جہاں پہلے سے اور بھی رؤسا بیٹھے ہوئے تھے غرض کہ میں اپنے اسی سادہ اور معمولی لباس سے اس خاص دربار میں بلا روک ٹوک چلا گیا''۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۹۶۔۲۹۵)

حضور نے کبھی لباس کو اہمیت نہیں دی جو ملا سو پہن لیا آپ بیان کرتے ہیں۔

''میں کشمیر میں تھا۔ ایک روز دربار کو جا رہا تھا یار محمد خاں ایک شخص میری اردلی میں تھا۔ اس نے راستہ میں مجھ سے کہا کہ آپ کے پاس جو یہ پشمینہ کی چادر ہے یہ ایسی ہے کہ میں اس کو اوڑھ کر آپ کی اردلی میں بھی نہیں چل سکتا میں نے اس سے کہا کہ تجھ کو اگر بری معلوم ہوتی ہے تو میرے خدا کو تجھ سے بھی زیادہ میرا خیال ہے میں جب دربار میں گیا تو وہاں مہاراجہ نے کہا کہ آپ نے ہیضہ کی وبا میں بڑی کوشش کی ہے آپ کو تو خلعت ملنا چاہئے چنانچہ ایک قیمتی خلعت دیا۔ اس میں جو چادر تھی وہ نہایت ہی قیمتی تھی میں نے یار محمد خاں سے کہا کہ دیکھو ہمارے خدا تعالیٰ کو ہمارا کیسا خیال ہے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ ۲۴۹۔۲۵۰)

کشمیر میں قیام کا ہی ایک واقعہ ہے ایک مرتبہ حضرت مولوی صاحب کی غیر معمولی عظمت سے حسد کر کے ریاست کے درباریوں نے مہاراجہ صاحب سے نوٹیفیکیشن کرایا کہ ہر درباری کا لباس کم از کم اسکی ایک ماہ کی تنخواہ کے برابر ہونا چاہئے۔ اور درباریوں نے تو اس پر عمل کیا لیکن حضرت مولوی صاحب پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا اور آپ حسب سابق اپنے

عام لباس میں ہی دربار میں تشریف لے جاتے رہے۔آپ کے مخالفین نے جب دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب نے اپنے لباس میں کوئی تبدیلی نہیں کی تو ان میں سے کسی نے مہاراجہ کے پاس شکائیت کی کہ مولوی صاحب آپ کے حکم کی کوئی پرواہ ہی نہیں کرتے۔خدا کی قدرت دیکھئے کہ مہاراجہ حضرت مولوی صاحب کو کچھ کہنے کی بجائے شکائیت کرنے والے پر ہی سخت ناراض ہوئے۔

قادیان کے قیام کے زمانہ میں ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے پادری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا۔اس مقدمہ کی سماعت گورداسپور میں ہو رہی تھی اسمیں حضرت مولانا نورالدین صاحب کو بھی گواہ کے طور پر طلب کیا گیا۔

راجہ غلام حیدر صاحب جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ڈگلس جو مقدمہ کی سماعت کر رہے تھے کے ریڈر تھے کا تحریری بیان ہے کہ:

''مولانا مولوی نورالدین صاحب کی شہادت ہوئی ان کی سادہ ہیئت یعنی ڈھیلی ڈھالی سی بندھی ہوئی پگڑی اور کرتے کا گریبان کھلا ہوا اور شہادت ادا کرنے کا طریق نہائیت صاف اور سیدھا سادھا ایسا موثر تھا کہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم! اگر یہ شخص کہے کہ میں مسیح موعود ہوں تو میں یہ پہلا شخص ہوں جو اسپر پورا پورا غور کرنے کے لئے تیار ہوں گا''

حضور یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کسی کام میں بے ضرورت روپیہ خرچ ہو آپ کے بیٹے صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب کی وفات اگست ۱۹۰۵ء میں جب تعزیت کے خطوط آنا شروع ہوئے تو حضور نے بذریعہ اخبار دوستوں کو یہ نصیحت کی۔

''آپ لوگوں میں سے بہت ہیں جنہوں نے مجھے تعزیت کے خطوط لکھے۔اب میں ان سب کا جواب دوں اور ان کا شکریہ کرتے ہوئے جزاکم اللہ احسن الجزاء لکھوں تو کم سے کم نصف آنہ خرچ ہوتا ہے اور آپ لوگوں پر ضروری اخراجات کے اور بہت بوجھ ہیں دینی ضروریات کا ایک سلسلہ ہے جو روز افزوں ہے۔۔۔اس لئے میری درخواست ہے کہ بجائے اس کے کہ مجھے ایسے خطوط لکھے جاویں آپ صاحبان ان خرچوں کو جمع کر کے دینی کاموں میں لگاویں۔یہ میرا دلی جوش ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ایسے اخراجات کہیں اسراف میں داخل نہ ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو فراست عطا فرماوے۔''

(بدر ۱۰/ اگست ۱۰۹۵ء صفحہ ۷ کالم ۲)

حضور۔۔۔کی ذات کے اسی وصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفہ اول مستعمل لفافوں سے ہی بہت سے کام لے لیا کرتے تھے اور انہی پر رقعہ جات وغیرہ لکھ دیا کرتے تھے اِس زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگ تو اسے شاید خسّت کہیں مگر قومی کاموں کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے یہ خسّت نہیں بلکہ درددلی پر دلالت کرنے والی بات ہے''۔ (خطبات محمود جلد ۱۲ صفحہ ۵۱۵)

آپ کبھی اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار نہیں سمجھتے تھے خواہ اپنا کام ہو یا کسی کا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول میں بعض خوبیاں نہایت نمایاں تھیں حضرت خلیفہ اول اسی ۔۔۔ میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے مجھے یاد ہے میں چھوٹا سا تھا سات آٹھ سال کی عمر ہوگی ہم باہر کھیل رہے تھے کہ کوئی ہمارے گھر سے نکل کر کسی کو آواز دے رہا تھا کہ فلانے مینہہ (بارش۔ ناقل) آ گیا ہے اوپلے بھیگ جائیں گے جلدی آؤ اور ان کو اندر ڈالو حضرت خلیفہ اول درس دے کر اُدھر سے جا رہے تھے انہوں نے اس آدمی سے کہا کیا شور مچا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں ملتا جو اوپلے اندر ڈالے آپ نے فرمایا تم مجھے آدمی نہیں سمجھتے یہ کہہ کر آپ نے ٹوکری لے لی اور اس میں اوپلے ڈال کر اندر لے گئے آپ کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی شامل ہو گئے اور جھٹ پٹ اوپلے اندر ڈال دیے گئے''۔

(خطبات محمود جلد ۱۵ صفحہ ۴۶۶)

حضرت خلیفہ اول کی سادگی اور بے تکلفی کا ایک نہایت پیارا واقعہ مرقاۃ الیقین میں ملتا ہے حضور اپنے لکھنو کے سفر کا واقعہ بیان فرماتے ہیں جب حکیم علی حسین صاحب کے مکان پر پہنچے تو آگے خود حضورؓ کے الفاظ میں سنیئے'' کچی سڑک اور گرمی کا موسم، گرد وغبار نے مجھے خاک آلودہ کر دیا تھا کہ میں لکھنوء پہنچا۔ جہاں وہ گاڑی ٹھہری وہاں اترتے ہی میں نے حکیم صاحب کا پتہ پوچھا۔ خدائی عجائبات ہیں کہ جہاں گاڑی ٹھہری تھی، اس کے سامنے ہی حکیم صاحب کا مکان تھا یہاں ایک پنجابی مثل یاد کرنے کے قابل ہے لل کرے اولیاں رب کرے سولیاں میں اسی وحشیانہ حالت میں مکان میں جا گھسا۔ ایک بڑا ہال نظر آیا ایک فرشتہ خصلت دلربا، حسین سفید ریش، نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک گدیلے پر چار زانو بیٹھا ہوا پیچھے اس کے ایک نہایت نفیس تکیہ اور دونوں طرف چھوٹے چھوٹے تکیے تھے سامنے پاندان، اگالدان، خاص دان، قلم دوات کاغذ دھرے ہوئے ہال کے کنارے کنارے جیسے کوئی التحیات میں بیٹھتا ہے بڑے خوشنما چہرے قرینے سے بیٹھے ہوئے نظر آئے نہایت براق چاندنی کا فرش اس ہال میں تھا وہ قہقہہ دیوار دیکھ کر میں حیران سا رہ گیا چونکہ پنجاب میں کبھی ایسا نظارہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا بہر حال اس کے مشرقی دروازے سے (اپنا بستہ اس دروازہ ہی میں رکھ کر) حضرت حکیم صاحب کی طرف جانے کا قصد کیا گرد آلودہ پاؤں جب اس چاندنی پر پڑے تو اس نقش ونگار سے میں خود ہی محجوب ہو گیا۔ حکیم صاحب تک بے تکلف جا پہنچا اور وہاں اپنی عادت کے مطابق زور سے السلام علیکم کہا جو لکھنو میں ایک نرالی آواز تھی یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ حکیم صاحب نے وعلیکم السلام زور سے یا دبی آواز سے کہا ہو مگر میرے ہاتھ بڑھانے سے انہوں نے ضرور ہی ہاتھ بڑھایا اور خاکسار کے خاک آلودہ ہاتھوں سے اپنے ہاتھ آلودہ کئے اور میں دوزانو بیٹھ گیا یہ میرا دوزانو بیٹھنا بھی اس چاندنی کے لئے جس عجیب نظارہ کا موجب ہوا وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جوارا کین لکھنو سے تھا اس وقت مجھے مخاطب کر کے کہا آپ کس مہذب ملک سے تشریف لائے ہیں؟ میں تو اپنے قصور کا پہلے ہی قائل ہو چکا تھا۔ مگر ''خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد'' میں نے نیم نگاہی کے ساتھ اپنی

جوانی کی ترنگ میں اس کو یہ جواب دیا کہ یہ بے تکلفیاں اور السلام علیکم کی بے تکلف آواز وادی غیر ذی ذرع کے امی اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی۔اس میرے کہنے کی آواز نے بجلی کا کام دیا اور حکیم صاحب پر وجد طاری ہوا اور وجد کی حالت میں اس امیر کو کہا کہ آپ تو بادشاہ کی مجلس میں رہے ہیں کبھی ایسی زک آپ نے اٹھائی ہے؟ اور تھوڑے وقفہ کے بعد مجھ سے کہا کہ آپ کا کیا کام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اب بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور پڑھانے سے مجھے ایک انقباض ہے میں خود تو نہیں پڑھا سکتا میں نے قسم کھالی ہے کہ اب نہیں پڑھاؤں گا میری طبیعت ان دنوں بہت جوشیلی تھی اور شاید سہر کا بقیہ بھی ہوا اور حق تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہی کے کام ہوتے ہیں منشی محمد قاسم صاحب کی فارسی تعلیم نے یہ تحریک کی کہ میں نے جوش بھری اور دردمندانہ آواز سے کہا کہ شیرازی حکیم نے بہت ہی غلط کہا۔''رنجانیدن دل جہل است وکفارہ یمین سہل''۔اس پر ان کو دوبارہ وجد ہوا اور چشم پر آب ہو گئے تھوڑے وقفہ کے بعد فرمایا مولوی نور کریم حکیم ہیں اور بہت لائق میں آپ کو ان کے سپرد کر دوں گا اور وہ آپ کو اچھی طرح پڑھائیں گے جس پر میں نے عرض کیا کہ ''ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست''۔تب آپ پر تیسری دفعہ وجد کی حالت طاری ہوئی اور فرمایا۔ہم نے قسم توڑ دی'' (مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۸۶۔۸۷)

قادیان میں قیام کے دوران جب کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو یاد فرماتے تو آپ کسی بھی کام میں مصروف ہوتے فوراً اس کو چھوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چل پڑتے اور اتنا توقف بھی نہ کرتے کہ پگڑی ٹھیک طرح باندھ لیں یا جوتا ہی پہن لیں آپ کا یہ رنگ جہاں آپ کی سادگی کا نمونہ ہے وہاں آپ کے اس احساس کا بھی مظہر ہے کہ آقا کے حکم کی تعمیل میں لحہ بھر کی تاخیر بھی نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں جب کہ حضور علیہ السلام کے بہت سے رفقاء بھی حاضر ہوتے تھے حضرت مولوی صاحب کا بیٹھنا ایک علیحدہ ہی رنگ کا ہوتا۔آپ مجلس میں عموماً دوسروں کے پیچھے ہو کر بیٹھتے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آپ پر نظر پڑتی تو آپ کو آگے آنے کے لئے فرماتے جس پر حضرت مولوی صاحب کھسک کر کچھ آگے آجاتے پھر حضور دیکھتے تو پھر حکم فرماتے کہ مولوی صاحب اور آگے آئیں تو پھر آپ کچھ اور آگے آجاتے۔

خلافت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول کی مجلس کا رنگ کیا تھا اسکا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں۔

''قادیان میں باہر سے جب کوئی شخص آتا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح کو اسکی آنکھیں تلاش کرتی ہیں تو وہ اس دربار میں پہنچ کر سخت حیران ہوتا ہے جب دیکھتا ہے کہ معمولی چٹائیوں کے فرش پر بہت سے لوگ بیٹھے ہیں ان میں بظاہر کسی قسم کا امتیازمسند و پائیں کا نظر نہیں آتا وہ اتنا تو دیکھتا ہے کہ ایک وجیہہ، پُر ہیبت اور پُر نور بوڑھا ان میں موجود ہے مگر اسکا لباس نشست و برخاست اسکا اپنے خدام سے انداز گفتگو ایسا نہیں جس سے وہ سمجھ سکے کہ یہ نورانی وجود مسند خلافت پر بیٹھا ہوا ہے وہ نہایت

سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ مریضوں کے ہجوم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہر قسم کے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے مریضوں کی تشخیص کرتا ہے اور انہیں علاج بتاتا ہے انہی میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کئی قسم کے مذہبی سوال کرتے ہیں اور انکا جواب بھی وہ اسی منہ سے سنتے ہیں تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جس وجود کو آنکھیں ڈھونڈ رہی ہیں وہ یہی ہے اس وقت دیکھنے والے کا تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے اور اُسے دربار خلافت کا نقشہ نظر آ جاتا ہے۔

ہمارا خلیفہ اور موجودہ امام نہایت سادہ مزاج اور نہایت ہی بے تکلف امام ہے وہ ادنیٰ سے اعلیٰ کے ساتھ ایسے طور پر کلام کرتا ہے کہ ہر شخص یقین کرتا ہے کہ جو محبت اور بے تکلفی اسکے ساتھ ہے شاید کسی اور کے ساتھ نہ ہو مگر یہ غلطی ہے وہ سب کے ساتھ وہی ہمدردی اور محبت رکھتا ہے اسکی اندرونی اور بیرونی نشست میں سادگی ہی سادگی ہے اس کے کھانے میں اس کے پہننے میں بھی سادگی ہے غرض اسکو عام لوگوں میں سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ اسکا پُر شوکت اور نورانی چہرہ اور اسکی عام ہمدردی اور خدمت دین ہے جس میں تمام وقت مصروف رہتا ہے۔''

(حیات نور صفحہ ۴۳۷۔۴۳۸)

حضرت حکیم مولانا نورالدین کا عشق قرآن

(از: مکرم قمرالزمان مرزا صاحب)

حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل ایک عاشق قرآن تھے آپ کو ہروقت یہی لگن تھی کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف بیان کئے جاویں اور لوگ زیادہ سے زیادہ ایسی مجالس میں جمع ہوکر قرآن شریف کے نور سے منور ہوں۔ چنانچہ طالب علمی کے زمانہ میں قرآن مجید کے علوم حاصل کرنے کا شوق رہا۔ آپ نے ہندوستان بھر کے چوٹی کے علماء سے قرآن مجید اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ مکہ و مدینہ حصول علم کے لئے تشریف لے گئے اور مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا۔ بچپن سے لے کر اپنی وفات تک آپ قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے میں لگے رہے۔ قرآن مجید سے محبت اور عشق کے بارے میں آپ نے اپنے درسوں اور خطبات اور تقاریر میں بے شمار واقعات بیان فرمائے۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری ماں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بڑے بڑے درجات عطا کرے۔ بہت سارے بچوں کی ماں تھیں مگر وہ کبھی نماز قضا نہ کرتیں۔ ایک چادر پاک صاف صرف اس لئے رکھی ہوئی تھی کہ نماز کے وقت اسے اوڑھ لیتیں۔ نماز پڑھ کر اوپر کھونٹی پر لٹکا دیتیں۔ فرقان حمید کا پڑھنا کبھی قضا نہ کیا بلکہ میں نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرآن مجید سنا اور پھر ان سے ہی پڑھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۶)

پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ میری والدہ پر انہوں نے اپنی زبان میں عجیب عجیب طرح کے نکات قرآن مجھ کو بتائے''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۱۹۸)

حفظ قرآن مجید

آپ کو ریاست جموں میں ملازمت کے دوران ایک سفر درپیش آیا۔ آپ دوران سفر سپرنگ لگنے سے زخمی ہوگئے۔ چنانچہ آپ نے یہ سفر ایک پالکی میں طے کیا۔ اور آپ نے اس ایک مہینہ میں چودہ پارے قرآن شریف کے یاد کر لئے۔ جموں کی ملازمت کے دوران آپ کو مہاراجہ کے خاص خدمتگاروں کو قرآن کریم سنانے کا موقعہ ملا۔ ان میں بعض اس قدر متاثر ہوئے اور کہا کہ قرآن شریف بڑی دلربا کتاب ہے۔ (ملخص از حیات نور صفحہ ۱۰۴)

مہاراجہ جموں و کشمیر آپ کی نیکی اور تقویٰ سے اس قدر متاثر تھے کہ ایک مرتبہ مہاراجہ نے آپ سے قرآن کریم پڑھنے کی درخواست کی جس پر آپ نے مہاراجہ کو پندرہ پارے پڑھائے۔ جموں میں بھی آپ درس القرآن دیا کرتے تھے اور

لوگ ذوق شوق سے آ کر شامل ہوا کرتے تھے۔اس سلسلہ میں مولوی تاج الدین صاحب ناظم دارالقضا نے بیان کیا کہ ’’مولوی غلام قادر صاحب نے جو رشتے میں میرے ماموں تھے اور اہلحدیث فرقہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ایک دفعہ مجھے سنایا کہ مولوی نورالدین صاحب کا درس سننے کے لئے میں جموں جایا کرتا تھا نیز کہا کہ ہندوستان میں اگر کوئی قرآن جانتا تھا تو وہ میرے خیال میں حکیم نورالدین ہی تھے۔‘‘ (حیات نور صفحہ ۱۷۴)

حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں آپ کے درس قرآن کا آنکھوں دیکھا حال

حضرت حاجی غلام احمد صاحب جالندھر سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قادیان پہنچے۔آپ کے درس کا آنکھوں دیکھا حال ان الفاظ میں بیان کیا:

’’ہم (بیت) اقصیٰ کو چلے گئے۔عصر کی نماز ہو چکی تھی درس قرآن کریم شروع ہونے والا تھا۔عصر کی نماز ادا کی اور درس میں شامل ہو گئے۔حضرت مولوی نورالدین صاحب......اینٹوں کی طرف جو مینار کے لئے جمع تھیں پیٹھ کر کے بیٹھ گئے۔صحن......اقصیٰ کے اردگرد احمدی احباب قرآن کریم ہاتھوں میں لئے بیٹھے تھے......قرآن کریم سے پارہ دوم کے ثلث کے قریب کا حصہ جس میں طلاق کا ذکر ہے۔آپ نے خاص پیرایہ میں ایک رکوع تلاوت فرمایا جو سننے والوں پر ایک خاص اور عجیب اثر پیدا کر رہا تھا۔پھر معارف قرآن اور تفسیر بیان کرنا شروع کی۔ہم وعظ تو سنا کرتے تھے مگر یہاں اور ہی سماں تھا۔ہمارا دل تو کھنچا گیا۔میں نے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہی شخص مسیح موعود ہیں اس نے کہا کہ یہ تو مولوی نور الدین ہیں اس پر میں اور بھی خوش ہوا کہ جس دربار کے مولوی ایسے باکمال ہیں وہ خود کیسے بے نظیر ہوں گے۔‘‘

(......احمد جلد دہم صفحہ ۷۹۔۸۰)

اعتکاف میں قرآن مجید کا دور

’’اپنی خلافت کے پہلے سال ۱۹۰۸ء میں آپ ’’بیت مبارک میں اعتکاف بیٹھ گئے ہیں......مولانا کی فیض رساں طبیعت اس خلوت میں بھی جلوت کا رنگ دکھا رہی ہے۔قرآن مجید سنانا شروع کیا۔صبح سے ظہر کی اذان تک اور پھر بعد از نماز ظہر عصر تک اور عصر سے شام تک اور پھر عشاء کی نماز کے بعد تک تین پارے ختم کرتے ہیں مشکل مقامات کی تفسیر فرما دیتے ہیں۔سوالوں کے جواب بھی دیتے جاتے ہیں یہ نہ تھکنے والا دماغ خاص موہبت الٰہی ہے۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۲۰)

درس قرآن کے لئے ایک کمرہ کی خواہش

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو چونکہ سب سے زیادہ مرغوب چیز درس قرآن تھا اس لئے آپ یہ چاہتے تھے کہ درس القرآن کے لئے ایک ہال تیار کروالیا جائے تا آئندہ ہمیشہ اس میں درس ہوا کرے۔حضرت میر ناصر نواب صاحب کو جب حضور کی اس

خواہش کا علم ہوا تو آپ نے اس کام کے لئے روپیہ فراہم کرنا اور ہال تعمیر کروانا اپنے ذمہ لے لیا۔ مگر بجائے اس کے کہ کوئی الگ ہال تعمیر کروایا جائے۔ حضرت کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ موجودہ......اقصیٰ میں ہی ایک بڑا کمرہ تیار کرا لیا جائے جو درس کے کام بھی آ سکے۔ چنانچہ اس فیصلہ کی تعمیل میں ہال کمرہ بنایا گیا۔'' (حیات نور صفحہ ۶۰۵)

بیماری کے ایام اور درس القرآن

مصنف حیات نور نے ان ایام کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ''جب آپ جنوری ۱۹۱۴ء کے شروع میں بیمار ہوئے تو باوجود بیماری اور کمزوری کے حسب معمول......اقصیٰ میں تشریف لے جا کر ایک توت کے درخت کا سہارا لے کر درس دیتے رہے۔ گورستہ میں چند مرتبہ ناتوانی کی وجہ سے مقام بھی کر لیتے تھے۔ جب کمزوری بہت بڑھ گئی اور......کی سیڑھیوں پر چڑھنا دشوار ہو گیا تو بعض دوستوں کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ کے صحن میں درس دینا شروع فرما دیا۔ ان ایام میں آپ نقاہت کی وجہ سے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لاتے تھے۔ اور اس طریق پر واپس تشریف لے جاتے تھے۔ مگر جب ضعف اور بھی بڑھ گیا اور دوسروں کے سہارے بھی چلنا مشکل ہو گیا تو اپنے صاحبزادہ میاں عبدالحی صاحب کے مکان میں درس دیتے رہے اور آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کھڑے ہو کر درس دیا جائے۔ مگر آخری دو تین ہفتے جب اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور ڈاکٹروں نے درس بند کر دینے کا مشورہ دیا تو فرمایا کہ قرآن کریم میری روح کی غذا ہے اس کے بغیر میرا زندہ رہنا محال ہے لہٰذا درس میں کسی حالت میں بھی بند نہیں کر سکتا۔

(حیات نور صفحہ ۶۹۳)

غالباً انہی ایام کا ذکر کرتے ہوئے الفضل لکھتا ہے:

''ضعف کا یہ حال ہو گیا کہ بغیر سہارے کے بیٹھنا تو درکنار سر کو بھی خود نہیں ہلا سکتے۔ اس حالت میں ایک دن فرمایا کہ بول تو میں سکتا ہوں خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا درس کا انتظام کرو میں قرآن مجید سنا دوں۔''

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۰۲۔۵۰۳)

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب ایڈووکیٹ درس القرآن کا چشم دید حال یوں بیان کرتے ہیں:

میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے درس میں شامل ہوتا۔ خاکسار کو درس میں شامل ہونے کا اچھا موقع ملا۔ حضور باوجود بیماری کی حالت میں درس دینے کے لئے تشریف لاتے تھے اور اپنے مکان سے......اقصیٰ تک پہنچنے میں تین بار رک کر چلتے بیماری کی وجہ سے۔ حضور کا فرمانا تھا میں قرآن شریف بیان کرتا ہوا تھک نہیں سکتا۔ خواہ بہت ہی تکلیف لاحق ہوتی لوگ ہمہ تن گوش ہوتے تھے۔ (ایک غیر مطبوعہ انٹرویو)

آخری وصیت اور محبت قرآن

آپ نے ۴؍مارچ ۱۹۱۴ء کو عصر کے قریب لیٹے لیٹے اپنے جانشین کے بارے میں وصیت فرمائی جس میں دوسرے امور کے علاوہ آخر پہ یہ فقرہ بھی لکھا:

''قرآن وحدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام نورالدین۔ ۴؍مارچ ۱۹۱۴ء''

آپ کے درس القرآن کی اہمیت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

آپ نے درس القرآن کے سلسلہ میں حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے۔ صاحبزادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درس قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو۔ اگر تم نے دو تین سیپارہ بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جاوے گا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس علیہ السلام نے شاید پچاس مرتبہ کہی ہوگی۔'' (تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۷۴)

قادیان کی ایک نعمت حضرت مولوی صاحب کا درس القرآن

حضرت مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں:

درس القرآن شریف جو روزانہ حضرت مولوی صاحب موصوف ...... اقصیٰ میں دیا کرتے ہیں۔ اس کی ابتداء کچھ قادیان میں نہیں بلکہ مدت سے حضرت مولوی صاحب موصوف قران شریف کی اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

میں چھوٹا سا تھا جبکہ میں نے یہ درس جموں کشمیر میں سننا شروع کیا تھا اور یہی درس ہے جس نے مجھے ...... کیا اور پھر یہی درس ہے جس نے مجھے احمدی بنایا اور میں اس درس کو اس قدر متبرک پاتا ہوں کہ باوجود اتنا عرصہ سننے کے پھر بھی میں ہمیشہ اس کو اپنے واسطے نئے برکات کا موجب پاتا ہوں۔ حضرت مولوی صاحب کے اس درس میں مَیں نے یہ خوبی دیکھی ہے کہ بچے بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور جوان بھی اور بوڑھے بھی۔ بے علم بھی کچھ نہ کچھ حاصل کر لیتا ہے اور عالم بھی اپنے علم میں ترقی کرتا ہے۔ قادیان کی رہائش میں جو عظیم الشان نعمتیں ہم لوگوں کو حاصل ہیں ان میں سے ایک درس قرآن شریف بھی ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ قائم رکھے تا کہ ہم پر اسکی برکتیں اور رحمتیں اسکے ذریعہ نازل ہوں۔''

(بدر ۲؍اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)

قرآن شریف سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں

''میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور خوب سمجھ کر پڑھی ہیں۔ مجھے قرآن کے برابر پیاری کوئی کتاب نہیں ملی۔

اس سے بڑھ کر کوئی کتاب پسند نہیں۔قرآن کافی کتاب ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد۳ صفحہ۳۴۲)

قرآن شریف سے محبت

مجھے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا کی کتاب پسند آئی۔'' (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۵۰)

میرے پاس کوئی ایسا چاقو نہیں جس سے میں اپنا دل چیر کر تمہیں دکھا سکوں مجھے قرآن سے کس قدر محبت اور پیار ہے قرآن کا ایک ایک حرف کیسا عمدہ اور پیارا لگتا ہے۔ مجھے قرآن کے ذریعہ سے بڑی بڑی فرحتوں کے مقام پر پہنچایا جاتا ہے۔ (بدر ۱۵ر مئی ۱۹۱۳ء)

قرآن شریف کی ہر بار نئی جلوہ گری

میں جب قرآن شریف پڑھتا ہوں تو اسے نئی شان میں پاتا ہوں۔قرآن کے بعد کوئی کتاب آنے والی نہیں۔بس وہی نئی شان میں جلوہ گرہ ہوتا ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۱۰۷)

قرآن شریف حصول راحت کا ذریعہ

میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ قرآن شریف سے بڑھ کر راحت بخش کوئی اور کتاب اور اس کا مطالعہ نہیں ہے ...... مجھے قرآن اس قدر محبوب ہے کہ میں بار بار اس کا تذکرہ کرنا۔اس کا پیارا نام لینا اپنی غذا سمجھتا ہوں اور اس دُھن میں ابھی تک میں نے اس مضمون پر جو میں نے شروع کیا تھا۔کچھ بھی نہیں کہہ سکا یہی وجہ ہے کہ بعض آدمی میرے اس قسم کے طرز بیان کو پسند نہ کرتے ہوں۔مگر میں کیا کروں۔میں مجبور ہوں اپنے عشق کی وجہ سے بار بار اپنے محبوب کے تذکرہ سے ایک لذت ملتی ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۴۷)

حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح کو قرآن شریف کا یہاں تک عشق و محبت ہے کہ کوئی وقت آپ کا قرآن شریف سے خالی نہیں ہے اور اندر زنانہ مکان میں جابجا قرآن شریف رکھے ہوئے ہیں تا کہ دیکھنے میں دیر نہ لگے اور سستی وکسل برپا نہ ہو جہاں ہوں وہیں قرآن شریف دیکھ لیں۔ایک دفعہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''خدا تعالیٰ جو مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں اور طلب کروں تا کہ حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں پڑھاؤں،سناؤں''

(تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۷۴ از پیر سراج الحق نعمانی)

''آپ نے فرمایا مجھے قرآن مجید سے محبت ہے اور بہت محبت ہے۔قرآن مجید میری غذا ہے میں سخت کمزور ہوتا ہوں قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آ جاتی ہے۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۸)

میری دولت

''میرا تو اعتقاد ہے کہ اس کتاب کا ایک رکوع انسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنا دیتا ہے۔جس باغ میں مَیں رہتا ہوں اگر لوگوں کو خبر ہو جاوے تو مجھے بعض دفعہ خیال گذرتا ہے کہ میرے گھر سے قرآن نکال کر لے جاویں۔

(حقائق الفرقان جلد۳ صفحہ ۷۶)

قرآن شریف کے تین لفظوں سے غیر مذاہب کا ردّ

''اپنی بات بتاتا ہوں جس قدر مذاہب ہیں میں نے ان کو ٹٹولا ہے ان کو پرکھ پرکھ کر دیکھا ہے قرآن کریم کے تین تین لفظوں سے میں ان کو رد کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔'' (حقائق الفرقان جلد۴، صفحہ ۵۰۲)

محبت قرآن:

''قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زلفِ محبوب نظر آتے ہیں اور میرے مونہہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۷)

محترم ڈاکٹر عبیداللہ خان صاحب بٹالوی جو بہت مخلص اور احمدیت کے فدائی بزرگ تھے۔اپنی عمر کے آخری سالوں میں آپ کا اکثر حصہ......احمدیہ دہلی گیٹ لاہور میں گزرا اور سلسلہ احمدیہ کے تاریخی واقعات سنایا کرتے تھے۔محترم مولانا شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل نے ''حیات نور'' میں ڈاکٹر صاحب کا بیان ان الفاظ میں درج کیا ہے:

''حضرت مولانا حکیم صاحب کو قرآن کریم سے اس قدر عشق تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کہیں سے زکوٰۃ کی رقم بھی مجھے مل جائے تو میں اس سے بھی صحیح اور خوبصورت قرآن مجید چھپوا کر مستحقین میں تقسیم کردوں'

فرماتے تھے کہ:

''اپنی خلافت کے آخری ایام میں آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنے فرزند میاں عبدالحیٔ صاحب مرحوم سے روزانہ دو پارے سنا کرتے تھے۔''

''نیز آپ جنت اور جنت کی نعماء کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ نورالدین سے پوچھے کہ تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے تو میں تو یہی کہوں کہ مجھے قرآن مجید دیا جاوے''۔ (''حیات نور'' صفحہ ۳۲۱)

قرآن کریم کا ادب اور اس کے لئے غیرت

محترم قریشی ضیاء الدین صاحب ایڈووکیٹ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک طالبعلم نے قرآن کریم پر دوات رکھ دی۔ آپ اس کی اس حرکت کو دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا۔ میاں! اگر تمہارے منہ پر کوئی شخص گوبر اٹھا کر مار دے تو تمہیں کیسا برا لگے! قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھا کرو اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھا کرو۔ سب سے بالا یہی کلام رہنا چاہئے وغیرہ وغیرہ بہت دیر تک نصیحت فرماتے رہے۔

قرآن مخدوم ہے خادم نہیں

مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب جلد ساز ربوہ فرماتے ہیں کہ:

’’بعض لوگ قرآن مجید کے اندر اپنے خط وغیرہ رکھ لیتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول اس کو سخت ناپسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مخدوم ہے خادم نہیں‘‘۔ (حیات نور صفحہ ۶۹۴)

ریویو آف ریلیجنز نے آپ کی وفات پر ایک طویل شذرہ لکھا جس میں آپ کے عشق قرآن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

’’وہ قرآن کا خادم۔ قرآن کا استاد۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدا۔ حدیث کا والہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔

یہ آسمانی انسان زمین پر رہتا تھا لیکن اس کا تعلق آسمان سے ایک لحہ کے لئے بھی نہیں ٹوٹتا تھا۔ اس کو چلتے پھرتے لیٹتے بیٹھتے ہر گھڑی خدا اور اس کے رسول کی یاد و محبت کا زندگی بخش جام سرشار رکھے رہتا تھا۔ خدا کی کتاب اس کی محبوب اس کا ذکر اس کی غذا تھی۔ قرآن کی آیات میں اسے دلربا خدوخال نظر آتے اور اس کتاب کے معانی میں اسے چشمہ حیوان کے حیات جاوید بخشنے والے پانیوں کا ذخیرہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کی زندگی ہی قرآن تھی اور جب اس کی عمر طبعی کا پیمانہ لبریز ہونے کو تھا تو خدائے حی و قیوم کے ہاں سے بھی ختم قرآن کی مبارک آ گئی اور ذات باری وحمد نے فرمایا ’’خلیفۃ المسیح کو ختم قرآن مبارک ہو‘‘ (حیات نور صفحہ ۶۰۷)

یہ الہام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا نہیں بلکہ سید عابد علی شاہ صاحب کا تھا جو انہوں نے حضور کو سنایا۔:

(ضمیمہ پیغام صلح ۵؍ مارچ ۱۹۱۴ء)

ایک مخالف اخبار کے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات اور سلسلہ احمدیہ کے مستقبل کے بارے میں تبصرہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

’’کرزن گزٹ ایک اخبار ہے جو دہلی سے نکلتا ہے۔ اس نے جہاں حضرت صاحب کی وفات کا ذکر کیا وہاں ساتھ میں یہ بھی لکھا کہ اب مرزائیوں میں کیا رہ گیا ہے ان کا سر کٹ چکا ہے۔ ایک شخص جوان کا امام بنا ہے اس سے اور تو کچھ ہوگا نہیں۔ ہاں یہ ہے کہ وہ تمہیں کسی...... میں قرآن سنایا کرے۔‘‘

سو خدا کرے یہی ہو کہ میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں۔‘‘ (بدر ۷؍جنوری ۱۹۱۹ء)

سبحان اللہ اعتراض کا جواب بھی دیا تو کس شان سے کہ خدا کرے۔ میں تمہیں قرآن ہی سنایا کروں اور حقیقت بھی یہی ہے قرآن کے سوا اور ہے کیا جس کی تعلیم کی ضرورت ہو۔

ایک ممتاز صحافی کے تاثرات

مارچ ۱۹۱۳ء میں امرتسر کے ایک معزز صحافی معروف ناولسٹ ایم اسلم صاحب قادیان تشریف لائے انہوں نے قادیان میں جو دیکھا اس کا نقشہ اپنے الفاظ میں بیان کیا۔ اس میں سے صرف حضرت مولوی صاحب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے۔

’’مولوی نورالدین صاحب نے جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلّمہ پیشوا ہیں۔ جہاں تک میں نے دو دن ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا۔ مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصتاً للہ کے اصول پر نظر آیا کیونکہ مولوی صاحب کا طرز عمل قطعاً ریاء و منافقت سے پاک ہے اور ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایک ایسا زبردست جوش ہے جو معرفت توحید کے شفاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعہ ہر وقت ان کے بے ریا سینے سے اُبل اُبل کر تشنگان معرفتِ توحید کو فیضیاب کر رہا ہے اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں مَیں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی۔ یہ نہیں کہ وہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہے، نہیں بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہے اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قرآن مجید کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے کیونکہ جس قسم کی زبردست فلسفیانہ تفسیر قرآن مجید کی میں نے ان سے درس قرآن مجید کے موقعہ پر سنی ہے غالباً دنیا میں چند آدمی ایسا کرنے کی اہلیت اس وقت رکھتے ہوں گے۔ (حیات نور صفحہ ۶۱۱۔۶۱۲)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کا خراج تحسین

حضرت مولوی صاحب اگست ۱۸۹۴ء میں بہاول پور اور سندھ تشریف لے گئے نواب صاحب بہاول پور بیمار تھے حضرت خواجہ صاحب نے نواب صاحب کو حضرت مولوی صاحب کو علاج کے لئے بلوانے کی تحریک کی تھی جب نواب صاحب کے علاج کے بعد آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت خواجہ صاحب نے بذریعہ تار حضرت اقدس سے حضرت مولوی صاحب کے ٹھہرنے کی اجازت حاصل کر لی اور خواجہ صاحب نے کہا دراصل تو ہم آپ سے ملاقات کرنا اور قرآن کریم کے معارف سننا چاہتے تھے علاج تو آپ کو بلانے کا بہانہ تھا۔ غرض قرآن کریم کا درس شروع ہو گیا۔

حضرت خواجہ صاحب نے پادری عبداللہ آتھم کے مباہلہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس کو جو خطوط لکھے اور متفرق ذکر فرمایا۔ ان میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔ ایں مولوی ہم بلا ئیست کہ در ہندوستان او را علامہ میگویند

یہ مولوی نورالدین وہ بلا ہے جسے ہندوستان میں علامہ کہتے ہیں۔ (اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۴۳-۴۴)

مولانا عبیداللہ سندھی کی رائے

برصغیر پاک و ہند کے معروف عالم دین اور سیاسی راہنما مولانا عبیداللہ سندھی حضرت مولانا نورالدین کے بارے میں فرماتے ہیں:

''حکیم نورالدین بہت بڑے عالم قرآن تھے حاضرین میں سے ایک صاحب غصے میں آ گئے اور بڑے ناراض ہو کر کہنے لگے کہ مولانا وہ تو قادیانی تھے۔ مولانا مسکرائے اور بڑے تحمل سے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ حکیم نورالدین قادیانی نہیں ہے۔ میں نے جو بات کہی ہے وہ تو صرف اتنی ہے کہ وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے...... یہ باتیں حرم کے صحن میں ہوئیں۔

دوسرے دن میں نے مولانا کے مکان پر ان حکیم نورالدین کے بارے میں تفصیل چاہی۔ فرمانے لگے کہ میں حکیم صاحب سے قادیان میں متعدد بار ملا۔ واقعی وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے میں تو کہوں ہندوستان سے باہر میں کئی اسلامی ملکوں میں رہ چکا ہوں اور یہاں مکہ معظّمہ میں مختلف ملکوں سے بڑے بڑے مسلمان علماء آتے رہتے ہیں مجھے ان سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے آج تک علوم قرآن کا اتنا بڑا عالم نہیں دیکھا جتنے حکیم نورالدین تھے۔''

(عبیداللہ سندھی ارشادات و ملفوظات از پروفیسر محمد سرور صفحہ ۳۳-۳۴)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

حضرت مولوی صاحب کے عشق قرآن کے مضمون کو آپ کے آقا و مطاع حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سلسلہ احمدیہ کے آپ کے قلب صافی سے نکلے ہوئے پر معارف الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ آپ نے حضرت مولوی صاحب کے عشق قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) اس کو قرآنی دقائق کے استخراج اور حقائق فرقان کے خزانوں کی اشاعت میں عجیب ملکہ حاصل ہے۔ بے شبہ آپ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہیں اور اپنی شان اور پاک طینتی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہیں۔ آپ ایک بے مثال وجود ہیں جس کے ایک لمحہ سے انوار کی لہریں بہتی ہیں اور ایک ایک رشحہ کے ساتھ فکروں کے مشرب پھوٹتے ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ خیر الواہبین ہے آپ نخبۃ المتکلمین اور زبدۃ المولفین ہیں لوگ آپ کے زلال سے پیتے ہیں اور اس کی گفتگو کی شیشیاں شراب طہور کی طرح خریدتے ہیں آپ ابرار و اخیار اور مومنوں کا فخر ہیں ...... پس آپ خدام دین کے سردار ہیں اور میں آپ پر رشک کرنے والوں میں ہوں......

ان کے دل میں قرآن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ایسی محبت میں کسی اور کے دل میں نہیں دیکھتا۔آپ قرآن کے عاشق ہیں اور آپ کے چہرہ پر آیات مبین کی محبت ٹپکتی ہے آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں۔پس آپ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتے ہیں۔جو نہایت بعیدہ پوشیدہ ہوتے ہیں آپ کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی عطا ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ خیر الرازقین ہے۔خدائے تعالیٰ نے اس کو ان لوگوں میں سے بنایا ہے جو قوت و بصارت والے ہیں اور آپ کے کلام میں وہ حلاوت وطلاقت ودیعت کی گئی ہے۔جو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی اور آپ کی فطرت کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام سے پوری پوری مناسبت ہے خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کے لئے ودیعت رکھے گئے ہیں......

میں دیکھتا ہوں کہ مہمانوں کی طرح آپ پر نزول انوار متواتر ہو رہا ہے۔جب کبھی وہ کتاب اللہ کی تاویل کی طرف توجہ کرتو اسرار کے منبع کھول دیتے لطائف کے چشمے بہا دیتے۔عجیب وغریب پوشیدہ معارف ظاہر کرتے دقائق کے ذرات کی تدقیق کرتے اور حقائق کی انتہا تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتے ہیں۔ (آئینہ کمالات......صفحہ ۵۸۴تا ۵۸۹)

نوٹ: حضرت مولوی صاحب کے معارف قرآن جو آپ اپنے درس القرآن، خطاب تقاریر مضامین اور کتب میں بیان فرماتے رہے یہ علمی خزانہ الحکم، بدر، الفضل، پیغام صلح، تشحیذ الاذہان، ریویو آف ریلیجنز، رسالہ تعلیم ......نور، فاروق، احمدی وغیرہ اخبارات رسائل میں گذشتہ ۸۰ سال سے محفوظ مگر ایک عام احمدی کی نظروں سے اوجھل تھا اس علمی خزانہ کو مکرم مولوی سلطان احمد پیرکوٹی نے چار ضخیم جلدوں میں حقائق الفرقان کے نام سے یکجا کر دیا ہے۔احباب اس روحانی مائدہ کو حاصل کر کے اس سے استفادہ کریں۔

''الٰہی اسلام پر رحم فرما''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا ایک دردانگیز غیر مطبوعہ مکتوب

(لدھیانہ شہر کی ایک مسلم شخصیت کے نام)

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ''

اشاعت اسلام کی فکر ہزاروں مسلمانوں کو ہوگی۔ان میں سے آپ کو بھی ہے۔سید احمد خان نے ہزاروں روپیہ اس کام کے لئے جمع کیا۔

ندوۃ العلماء،انجمن نعمانیہ،انجمن اسلامیہ،حمایت الاسلام وغیرہ،مدرسۃ الٰہیات کانپور،حقانیہ دہلی وغیرہ مگر وحدۃ کی روح قوم اسلام میں نہیں اس لئے کچھ بھی کریں وہ مفید وبابرکت نہیں ہوتا۔**انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

خود آپ اپنے شہر میں گہری نگاہ کرو۔وہاں مولوی محمد،مولوی عبداللہ،مولوی عبدالعزیز،مولوی شاہدین،مولوی سعدی بلکہ مولوی مشتاق احمد ہے۔اتنے علماء شہر لدھیانہ نے کیا وحدۃ کی روح لدھیانہ پھونکی۔واعظ تھے کیا نتیجہ نکلا۔کس قدر لوگ وہاں ان کے علم وفضیلت سے تیار ہوئے۔اب مولوی محمد حسن ہیں کس قدر اشاعت اسلام کی فکر میں ہیں اور کتنے لوگ سال میں ان کی فضیلت سے متمتع ہوتے ہیں۔

آپ مرزا صاحب کے گونہ معتقد تھے۔آپنے ہمارے سامنے پنشن لی۔فارغ البال ہوئے قادیان میں ایک دن دل کھول کر مرزا سے نہ پوچھا کہ اشاعت(دین حق) کیونکر ممکن ہے اور کس طرح کی جاوے۔مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بچہ کی آپ مانتے تھے۔وہ آپ کو دم ہی نہیں لینے دیتا تھا۔جب اس نے کہا چل دئے۔کبھی آپ کو اتفاق نہیں ہوا کہ کسی شوریٰ میں آپ شریک ہوتے **وامرھم شوریٰ بینھم** کی تعمیل کب ہوئی۔

آپ بحمد اللہ فارغ البال میرے پاس نہ سہی کسی اہل الرای سے مل کر مشورہ فرماتے۔اعتراض کرنا بہت آسان ہے۔سنّی،شیعہ،مقلد باہم کیا کم اعتراض کرتے ہیں۔

میر صاحب!اپنی دھن اور خیالات میں لگے ہیں ان کے خلاف کون بولے۔اور وہ باہر کالج کے لئے شہر سے دور کچھ بنانا چاہتے ہیں۔جن دنوں ہر ایک شخص اپنے خیالات میں مست ہو۔اور مشورہ کو پسند ہی نہ کرے تو کون سمجھاوے۔مناسب تھا اگر ہم پر ان کو حسن ظن تھا تو آپ اس فارغ بالی میں کوئی روز کے لئے یہاں آجاتے کہ ہم چند آدم باہم مشورہ کرتے اگر کچھ فیصلہ ہوجاتا تو اس کے مطابق اشاعۃ کا انتظام کیا جاتا جو مجھ سے امداد ہوسکتی میں وہ سب دیتا جو آپ کر سکتے آپ کرتے۔آپ تمام دن تنہا کسی مکان میں اکیلے کیا سوچ سکتے ہیں الٰہی اسلام پر رحم فرما۔آپ کے شہر میں عیسائی،آریہ سکھ کیسے متفق کام کررہے ہیں۔مسلمانوں کو خودی خود پسندی۔دوسرے کے تحقیر وا کفار نے ہلاک کردیا ہے۔آپ میرے درد کو سوچیں۔

نورالدین-۳جولائی ۹ء

(ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نوراللہ مرقدہٗ کی

مدرسہ احمدیہ کے لئے مساعی حسنہ

(از: مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب)

27 مئی 1908ء کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جو پہلی تقریر فرمائی اس میں دیگر امور کے بیان کے ساتھ اطاعتِ خلافت، دس شرائط بیعت پر بدستور کاربند رہنے، قرآن کریم کو سیکھنے، مالی قربانی کرنے، واعظین کی تیاری اور دینی مدرسہ میں تعلیم و تربیت کا بالخصوص ذیل کے الفاظ میں ذکر فرمایا۔

فرمایا:

> ''تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ (منصب خلافت) کو اٹھاتا ہوں۔ وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں۔ ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے، واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگا اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر**۔ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی'' (الحکم ۶؍جون ۱۹۰۸ءصفحہ ۸)

مدرسہ احمدیہ کے قیام کی تحریک:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ابتدائے خلافت ہی میں یہ دلی خواہش تھی کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 1906ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں واعظین کی تیاری کے لئے جو ''شاخ دینیات'' جاری فرمائی تھی اسے وسعت دے کر ایک الگ ادارہ کی شکل دی جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے یہ تحریک پوری جماعت کے سامنے رکھی کہ دینی مدرسہ چلانے کے لئے عمدہ عمارت اور بہترین لائبریری کا ہونا ضروری ہے۔ یہ مدرسہ دنیا میں اشاعتِ ...... کا ایک مؤثر ذریعہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار بھی ہوگا لہٰذا احباب کو اس کے لئے بھرپور مالی قربانی کرنی چاہئے۔ (بدر ۱۸؍جون ۱۹۰۸ءصفحہ ۴ کالم نمبر ۲،۱)

واعظینِ جماعت کا تقرر:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے با قاعدہ کوئی واعظ دعوت الی اللہ کے لئے مقرر نہ تھے۔خلافت اولیٰ کے آغاز ہی میں اس کی بشدت ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی طرف سے اس کی تحریک ہوئی۔حضور کی اجازت و منظوری سے انجمن نے سب سے پہلے حضرت شیخ غلام احمد صاحب اور بعد ازاں مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی، حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو واعظ مقرر کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۱۶)

ابتدائی داعی الی اللہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی زریں ہدایت:

ابتدائی داعی الی اللہ حضرت شیخ غلام احمد صاحب کے تقرر کی منظوری دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ہدایت فرمائی:

> ''بڑے شہروں کی نسبت چھوٹے چھوٹے دیہات میں جانا چاہئے اور تھوڑا تھوڑا دو دو تین تین میل کا سفر روز کریں اور اسباب اٹھوانے کے لئے ان کے پاس آدمی ہو گاؤں کے لوگ مدد کر سکتے ہیں یا ٹٹو کر لیا کریں۔مطلب یہ ہے کہ گاؤں کے لوگوں کو اللہ اکبر......کی آواز پہنچ جائے اور موسم سرما کی ابتداء تک اس طرح آپ ایک ضلع کو ختم کر سکتے ہیں''

شیخ غلام احمد صاحب کے بعد مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی کا تقرر عمل میں آیا آپ پنجابی زبان کے مشہور شاعر بھی تھے ان کو شروع میں جموں، پونچھ، وزیر آباد، گوجرانوالہ وغیرہ کے شہروں اور دیہات میں بھجوایا گیا ان ابتدائی واعظین کے فرائض میں چندہ کی فراہمی اور نئی انجمنوں کا قیام بھی ہوتا تھا۔

حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی بھی عہد خلافت اولیٰ کے اوّلین واعظوں میں سے تھے۔آپ پنجابی زبان کے اعلیٰ درجہ کے واعظ تھے اور زبان بھی پُر تاثیر تھی۔

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی کا تقرر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے حکم سے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوا نیز خلافت اولیٰ کے عہد میں آپ نے ملک کے طول وعرض میں متعدد تقاریر کیں، معرکۃ الآراء مباحثے کئے اور متعدد جماعتیں قائم کیں۔ (تاریخِ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۱۶-۲۱۷)

مدرسہ احمدیہ کی بنیاد بحیثیت مستقل درسگاہ:

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی آغاز خلافت ہی سے یہ دلی خواہش تھی کہ حضرت اقدس

مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں ایک خالصۃً دینی مدرسہ قائم ہونا چاہئے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ صدرانجمن کے بعض سرکردہ لوگوں (جن میں سے اکثر بعد میں خلافت ثانیہ کی ابتداء میں مبائعین سے علیحدہ ہوگئے تھے) نے اس امر کی سخت مخالفت آپ کی یہ دلی تمنا پوری ہوگئی اور یکم مارچ 1909ء کو اس درسگاہ کی بنیاد رکھ دی گئی جس کا نام حضرت مولوی شیر علی صاحب کی رائے کے مطابق ''مدرسہ احمدیہ'' رکھا گیا۔

مدرسہ احمدیہ کے نصاب اور انتظام کے لئے سب کمیٹی کا تقرر:

مدرسہ احمدیہ کے باقاعدہ قیام سے ایک ماہ قبل 31 جنوری 1909ء کو ایک سب کمیٹی مدرسہ کے نصاب اور انتظام کے سلسلہ میں بنائی گئی جس کے ممبران میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحب اور حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب حضرت قاضی امیر حسین صاحب اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب جیسے جلیل القدر رفقاء بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی نے اس مدرسہ سے متعلق ایک تفصیلی سکیم پیش کی جسے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے بعد ضروری مشاورت منظور فرمایا۔ اس سکیم کی بعض شقیں درج ذیل تھیں۔

۱- اس مدرسہ میں گیارہ سال سے کم عمر کا لڑکا داخل نہ کیا جائے گا۔

۲- معیارِ قابلیت مروجہ پرائمری کا امتحان ہوگا۔

۳- جن لڑکوں نے پرائمری کا امتحان پاس نہ کیا ہو انہیں اس مدرسہ میں داخل ہونے کے لئے ایک داخلہ کا امتحان دینا ہوگا۔

۴- نصاب مدرسہ احمدیہ سات سال کے لئے تیار کیا گیا۔

۵- مجوزہ ہفت سالہ نصاب میں دو درجے ہوں گے۔ درجہ ادنیٰ کا امتحان پانچویں سال کے بعد اور درجہ اعلیٰ کا امتحان ساتویں سال کے بعد ہوگا اور کوئی طالبعلم درجہ ادنیٰ سے درجہ اعلیٰ میں ترقی نہ کر سکے گا جب تک وہ درجہ ادنیٰ کا امتحان پاس نہ کرلے اور نہ کسی طالب علم کو تکمیل تعلیم کی سند دی جائے گی جب تک وہ درجہ اعلیٰ کا امتحان پاس نہ کرلے۔

درجہ اعلیٰ میں طرز تعلیم:

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے مدرسہ کے لئے جو ہفت سالہ نصاب منظور فرمایا اس کے آخری دو سالوں کو درجہ اعلیٰ سے موسوم کیا گیا۔ چنانچہ ان دو سالوں کے لئے جو طرز تعلیم طے پایا وہ درج ذیل تھا۔

اوّل۔ مندرجہ ذیل چھ مضامین میں سے روزانہ ایک مضمون پر طلباء کو ایک گھنٹہ کا لیکچر دیا جائے گا۔

۱- فضائل اسلام ، ۲- مقابلہ مذاہب عالم ، ۳- مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا جواب، ۴- فلسفہ قدیم وجدید
۵- استنباط مسائل جمیع مذاہب عالم ، ٦- ادب ولغت

دوم۔ اس لیکچر کے علاوہ ایک گھنٹہ روزانہ باقاعدہ پڑھائی کے لئے مختص ہوگا جس میں حسب ذیل کتب پڑھائی جائیں

گی الجواب الصحیح، ردّ شیعہ، منہاج ابن تیمیہ، اعلام الموقعین ابن قیم، آئمہ ثلاثہ کی تین کتابیں، فصوص الحکم، احیاء العلوم زرقانی اور اشباہ والنظائر۔

سوم: چھ مضامین مذکورہ ضمن اوّل میں سے ایک ایک مضمون پر ہر پندرہ روز میں طالب علم خود ایک مضمون لکھے گا۔ مضمون کا عنوان اس مضمون کا پروفیسر تجویز کرے گا یہ مضامین محققانہ ہوں گے اور طالب علم بطور خود مطالعہ کتب کر کے ایسے مضامین تیار کرے گا۔

چہارم: ان کے علاوہ ہر ایک مضمون کے پروفیسر کا فرض ہوگا کہ اپنے اپنے مضمون کے متعلق ضروری کتابوں کے مطالعہ کی طلباء کو ہدایت کرے اور حسب ضرورت ان کے مطالعہ میں ان کو مدد دے۔

اس سکیم میں یہ بھی طے کیا گیا کہ جن طلباء کو مجلس درجہ اعلیٰ کی تعلیم کے قابل نہ سمجھے گی ان میں سے بعض کو بطور واعظ مقرر کر کے باہر بھیجا جائے گا اور بعض کو مولوی فاضل کے امتحان کے لئے تیار کیا جائے گا نیز جو طلباء بطور واعظ باہر بھیجے جانے ہوں ان کے لئے ضروری ہوگا کہ کم از کم ایک سال شفا خانہ میں عملی طور پر طبابت اور جراحی کا کام سیکھیں اور وہ شفا خانہ میں اس ڈاکٹر کی زیرنگرانی تعلیم اور تجربہ حاصل کریں گے جس کی نگرانی میں شفا خانہ ہو علاوہ ازیں ان سے وعظ بھی کرایا جائے گا اور مضامین بھی لکھوائے جائیں گے۔

جن طلباء کو مولوی فاضل کے امتحان کے لئے تیار کیا جائے گا ان کو ایک سال میں مولوی فاضل کے امتحان کی ایسی کتب جو نصاب ہفت سالہ میں شامل نہیں ہیں پڑھائی جائیں گی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۸۴-۲۸۵)

مدرسہ احمدیہ کے اولین اساتذہ کرام:

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی منظوری سے آپ کے عہد میں مدرسہ احمدیہ میں جن اساتذہ نے تدریسی فرائض سرانجام دیئے ان میں سے بعض حسب ذیل تھے۔

۱- حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر و اوّل مدرس دینیات، ۲-حضرت قاضی امیر حسین صاحب، ۳-حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب، ۴-حضرت حکیم فضل الدین بھیروی صاحب، ۵-حضرت ماسٹر عبدالرحیم نیّر صاحب، ۶-حضرت میر محمد اسحاق صاحب، ۷-حضرت مرزا برکت علی صاحب وغیرہ۔

مدرسہ احمدیہ کے اوّلین طلباء:

ابتداءً جب مدرسہ احمدیہ جاری ہوا تو اس میں ''شاخ دینیات'' کے طلباء اور بعض اور طلباء بھی داخل ہوئے جن کی مجموعی تعداد ستائیس تھی۔ نیز مدرسہ احمدیہ کی اپنی الگ سے عمارت نہ ہونے کی وجہ سے یہ ادارہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت میں ہی قائم کیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی گرانقدر اعانت سے اس کا مستقل مدرسہ تعمیر ہوگیا۔

مدرسہ احمدیہ کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں:

مدرسہ احمدیہ کے قیام کے ابتدائی سالوں میں طلباء مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں ہی رہتے تھے ان حالات میں اساتذہ اور طلباء کو کما حقہ یکسوئی میسر نہ تھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو بہت قلق ہوا۔ آپ نے ستمبر 1910ء میں انجمن کو توجہ دلائی کہ اس مدرسہ کا انتظام یا تو مدرسہ احمدیہ کے مدرس اوّل (ہیڈ ماسٹر) کی زیر نگرانی ہو یا کسی اور موزوں شخص کو اس کا ناظم مقرر کیا جائے۔ اس پر صدر انجمن نے بمنظوری حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مدرسہ احمدیہ کا پورا انتظام آپ ہی کے سپرد کر دیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ستمبر 1910ء تا مارچ 1914ء تک افسر مدرسہ احمدیہ رہے۔ آپ کا دور مدرسہ کی تاریخ میں یقیناً ایک سنہری دور ہے۔ آپ نے طالب علموں کے اندر علو ہمتی پیدا کرنے کے لئے متعدد طریق اختیار فرمائے۔ آپ نے حکماً طلباء کو زمین پر بیٹھ کر پڑھنے سے منع فرمایا۔ طالب علموں کو فن خطابت سکھانے کے لئے جلسوں اور لیکچروں کا انتظام فرمایا۔ ہر جمعرات کو نصف دن تعلیم ہوتی تھی اور باقی نصف وقت تعلیم خطابت ہوتی تھی۔

بورڈنگ ہاؤس کی صفائی کا خاص اہتمام ہونے لگا ہر ماہ میں ایک دفعہ لازماً آپ بورڈنگ کی صفائی کا جائزہ لیتے۔ مدرسہ احمدیہ کے طلباء کے کھیلنے کے لئے کوئی الگ گراؤنڈ نہ تھی آپ نے ان کے لئے کھیل کے میدان تیار کروائے تا کہ آئندہ بننے والے علماء صرف ملاں ہی نہ ہوں بلکہ ہر طرح چاق و چوبند ہوں۔

مدرسہ تعلیم الاسلام کے پاس تو ایک قیمتی لائبریری تھی مگر مدرسہ احمدیہ کے پاس کوئی لائبریری نہ تھی آپ نے اس ضرورت کو بشدت محسوس کرتے ہوئے اپنی لائبریری سے متعدد قیمتی کتب مرحمت فرمائیں۔ مدرسہ احمدیہ کے نظام تعلیم کو ٹھوس اور مستقل بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے آپ نے ایک نہایت اہم قدم یہ اٹھایا کہ اوائل 1912ء میں اپنے خرچ پر ہندوستان کا ایک لمبا دورہ کیا جس میں دیوبند، سہارنپور، ندوہ وغیرہ اسلامی مدارس کی تعلیم اور ان کے انتظام کا مشاہدہ فرمایا اور پھر اپنے تجربات کی روشنی میں مدرسہ احمدیہ میں اہم تبدیلیاں کر کے طلباء کے معیار تعلیم کو بلند سے بلند تر کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۹)

تعطیلات سے قبل طلباء و اساتذہ کو نصائح:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مدرسہ کے طلباء اور اساتذہ سے خصوصاً ان کی تعطیلات پر جانے سے قبل ملاقات فرماتے۔ ایسے ہی ایک موقع پر آپ نے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اب ہماری محنتوں اور کوششوں کے پھلوں کے دیکھنے کا وقت ہے۔ تم پر نماز کے لئے، اپنی

پڑھائی کے لئے کوئی نگران نہ ہوگا۔ چاہئے کہ نیک نمونہ دکھائیں اور مخالفوں کے اعتراضوں کا بڑی جوانمردی سے تحمل اور حوصلہ کے ساتھ جواب دیں اور دعا، استغفار اور لاحول کے ہتھیاروں سے کام لیں‘‘

بچوں کو بعض نہایت ہی مفید اور اہم نصائح:

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی مجلس میں وعظ و نصیحت اور دعاؤں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ایسی ہی ایک مجلس 23 جنوری 1909ء کو بعد از نماز مغرب...... مبارک میں منعقد ہوئی۔ اس میں آپ نے مدرسہ کے بچوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

’’تم جانتے ہو برسات میں جب آم کی گٹھلیاں زمین میں اگ آتی ہیں تو بچے اکھیڑ کر ان کی پیپیاں بناتے ہیں لیکن اگر اس آم کی گٹھلی پر پانچ چھ برس گزر جاویں تو باوجودیکہ یہ لڑکا بھی پانچ چھ برس گزرنے پر جوان اور مضبوط ہو جاوے گا لیکن پھر اس کا اکھیڑنا دشوار ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ جب تک جڑ زمین میں مضبوطی کے ساتھ نہ گڑ جائے اس وقت تک اکھیڑنا آسان ہے اور جڑ مضبوط ہونے کے بعد دشوار، عادات وعقائد بھی درخت کی طرح ہوتے ہیں۔ بری عادات کا اب اکھیڑنا آسان ہے لیکن جڑ پکڑ جانے کے بعد ان کا ترک کرنا یعنی اکھیڑنا ناممکن ہوگا۔ بعض بچوں کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ اگر شروع سے ہی اس کو دور نہ کرو گے تو پھر اس کا دور کرنا مشکل ہوگا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ جن کو بچپنے میں جھوٹ کی عادت پڑ گئی ہے۔ پھر عالم فاضل ہو کر بھی ان سے جھوٹ کی عادت نہیں چھوٹی ہے

’’دوسری نصیحت میں تم کو یہ کرتا ہوں کہ آج اگر تم نماز نہ پڑھو گے تو بڑے ہو کر تو بالکل ہی تم کو نماز کی عادت نہ رہے گی۔‘‘

(حیاتِ نور شیخ عبدالقادر سوداگرمل صفحہ ۴۲۶-۴۲۷)

واقفین زندگی، مخلصین واعظین اور تقویٰ شعار علماء کے حصول کی تڑپ:

1909ء میں مدیر الحکم ایک سفر پر جانے کا قصد رکھتے تھے وہ اجازت کے لئے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مقامی جماعت کے نام کوئی پیغام مرحمت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:

’’میرا پیغام تو ایک ہی ہے۔ خدا سے ڈر اور پھر کچھ کر‘‘

مزید فرمایا:

’’مجھے تو عملی حالت کی اصلاح کی ضرورت ہے بس یہی پیغام ہے جس کو چاہو دے دو‘‘

آخر پر آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر عنایت فرمائے جو جماعت کے لئے ایک مستقل لائحہ عمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔فرمایا:

''قوم میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے مطلوب ہیں جن کو دنیا کی پروا بھی نہ ہو۔ جب مقابلہ دین و دنیا کا آ کر پڑے۔ باہمت واعظ مطلوب ہیں جو اخلاص وصواب سے وعظ کریں، عاقبت اندیش صرف اللہ پر بھروسہ کرنے والے، دعاؤں کے قائل اور علم پر نہ گھمنڈ کرنے والے علماء مطلوب ہیں جن کو فکر لگی ہو کہ کیا کیا جائے کہ اللہ راضی ہو جائے۔'' (حیاتِ نور صفحہ ۴۴۰)

بیماری اور آخری ایام

(مرتبہ: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب)

۱۸؍نومبر ۱۹۱۰ء بروز جمعۃ المبارک قادیان میں آپ کو گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے ماتھے پر سخت چوٹ آئی اور بہت خون بہہ گیا۔ سات ماہ تک بستر علالت پر رہنا پڑا۔ ۱۹؍مئی ۱۹۱۱ء کو آپ نے علالت کے بعد پہلا جمعہ پڑھایا جس میں احباب کو تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کی لیکن اس طویل بیماری کے دوران بھی حضور اپنے جملہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

وسط جنوری ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ آپ رات گئے پیشاب کے لئے اُٹھے تو نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے سینے کے بل گر پڑے۔ اس کے باوجود اگلے دن درس کے لئے تشریف لے آئے۔ ۱۷، ۱۸؍جنوری کو طبیعت مزید خراب ہوگئی تو آپ نے شام کا درس گھر میں جاری کر دیا۔ ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ آپ کو آرام کرنا چاہئے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ مجھے تو درسوں سے تقویت ملتی ہے۔ حالت اب ایسی ہو رہی تھی کہ سہارے کے بغیر بیٹھنا محال ہو گیا اور بولنے سے ضعف ہونے لگا لیکن گھر میں درس جاری رکھا۔ ۲؍فروری کو آپ نے ایسا دردانگیز درس دیا کہ سب پر رقت طاری ہوگئی اور لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ اُسی روز عصر و مغرب کے درمیان درس میں فرمایا:

''میں جب مروں گا۔ تم میں سے بہت لوگ ہوں گے میری اس بات کو بطور وصیت یاد رکھنا کہ میری اولاد کے واسطے چندے ہرگز نہ کرنا اور ان کو مساکین کی مد میں نہ رکھنا، یتامیٰ کی مد میں نہ رکھنا۔ میری اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی قدرت سے دے گا جس طرح اس نے مجھے ہمیشہ دیا ہے...... میرے ذمہ کچھ قرض تھا۔ آج الحمدللہ اس کے دو حصّے ادا ہو گئے ہیں ایک حصّہ باقی ہے وہ انشاء اللہ کل ادا ہو جائے گا اور پھر میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں''

(تاریخ احمدیت جلد ۳ جدید ایڈیشن صفحہ ۵۰۲)

۸؍فروری کو آپ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے اس بیماری میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پانچ لاکھ عیسائی افریقہ میں مسلمان ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ مغربی افریقہ میں تعلیم یافتہ ہوں گے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ جدید ایڈیشن صفحہ ۵۰۲)

بیمار پُرسی کے لئے احباب جماعت نے آنا شروع کیا تو آپ نے اخبار الفضل ۱۱؍فروری ۱۹۱۴ء میں یہ اعلان شائع کروایا کہ دوست بیمار پُرسی کے لئے یہاں آنے کی بجائے اپنے اپنے مقام پر دُعا کریں یہی کافی ہے۔

۱۴؍فروری کو فرمایا کہ بول تو میں سکتا ہوں۔ خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ درس کا انتظام کرو کہ میں قرآن مجید سُنا دوں۔ پھر اپنے گھر والوں کو تلقین فرمائی کہ دکھوں میں کبھی نہ گھبرائیو۔ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کا ورد رکھیو۔ اپنے محسن نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتی رہیو نیز فرمایا جولوگ مجھے......نہیں سمجھتے انہیں کیا معلوم کہ نورالدین کا آخری وقت میں بھی لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ پر ایمان تھا۔فرمایا: میرا دل خوش ہے۔میں مطمئن ہوں اللہ تعالیٰ میرا مولیٰ ہے اور محمد رسول اللہ جیسا عظیم الشان (خاتم کمالات رسالت) میرا ہادی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ۵۰۳)

۱۵؍فروری کو حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی لاہور سے ایک یورپین ڈاکٹر ملول کو لے کر پہنچے۔انہوں نے معائنہ کیا اور بتایا کہ دل، پھیپھڑا ٹھیک ہے نبض بھی اچھی ہے البتہ معدہ میں کچھ قصور ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے اعصاب میں کمزوری ہے۔اس کے بعد دوسرے ڈاکٹروں کے مشورہ کے بعد قریباً وہی نسخہ تجویز کیا جو پہلے ہی زیرِ استعمال تھا۔ڈاکٹر صاحب نے آپ کا مزاج پوچھا تو فرمایا میں تو اچھا تھا ڈاکٹروں نے لٹا دیا ہے۔پھر فرمایا مجھے موت کا کوئی غم اور خوف نہیں۔ان الفاظ سے اتنی طمانیت اور جوش ٹپکتا تھا کہ ڈاکٹر بھی دنگ رہ گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ۵۰۳)

۱۹؍فروری کو حضرت اماں جان سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ عیادت کے لئے تشریف لائیں۔

۲۷؍فروری بروز جمعۃ المبارک آپ کھلی فضا میں رہنے کے لئے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی میں منتقل ہوگئے۔راستہ میں بورڈنگ ہاؤس کے پاس طلباء نے آپ کا استقبال کیا۔آپ نے ان کے لئے دردِ دل سے دُعا کی۔

حضور کو کوٹھی کے باہر کے شمالی کمرہ میں ٹھہرایا گیا اور باقی سب کمرے مہمانوں کے لئے خالی کرالئے گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بھی شب و روز کوٹھی میں رہنے لگے اور آپ کا اکثر وقت حضور کی خدمت میں گذرنے لگا۔

اس کوٹھی میں آکر آپ کو کافی آرام محسوس ہوا اور آپ نے حضرت نواب صاحب کو دُعائے خیر دی۔ یہاں بھی حضور بدستور قرآن مجید کے نوٹس سنتے رہے۔مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا کہ حضور چھبیسواں پارہ ختم ہوگیا ہے۔دُعا کے لئے آپ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔تیرا فضل، تیرا کرم، پھر فرمایا مجھ پر تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے عجیب عجیب بادل چڑھتے ہیں اور مجھ پر برستے ہیں اس بہار کی پھوار کو میں ہی سمجھتا ہوں۔یکم مارچ کو طبیعت بہتر رہی۔۲؍مارچ کو ضعف کی سخت شکایت پیدا ہوئی جس کا سلسلہ اگلے دنوں میں اور زیادہ تشویشناک صورت اختیار کرگیا۔

(تاریخ احمدیت جلد۳ جدید ایڈیشن صفحہ۵۰۳ تا ۵۰۶)

آپ کی وصیت:

۴؍مارچ کو نماز عصر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو یکا یک ضعف محسوس ہونے لگا۔اسی وقت آپ نے حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب کو قلم دوات لانے کا حکم دیا۔چنانچہ وہ قلم دوات اور کاغذ لے آئے اور آپ نے

لیٹے لیٹے کاغذ ہاتھ میں لیا اور مندرجہ ذیل وصیت لکھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ مع التسلیم۔

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش...... یتامیٰ ومساکین سے نہ ہو۔ کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جاوے۔ لائق لڑکے ادا کریں یا کتب جائداد وقف علی الاولاد ہو۔ میرا جانشین متقی ہو ہردلعزیز۔ عالم باعمل ہو حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگزر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیرخواہ تھا۔ وہ بھی خیرخواہ رہے۔ قرآن وحدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام۔

وصیت لکھ کر حضرت خلیفہ اوّل نے مولوی محمد علی صاحب کو حکم دیا کہ وہ سنا دیں۔ چنانچہ انہوں نے بآواز بلند پڑھ کر سنا دی۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین مرتبہ سنا دو۔ چنانچہ تین مرتبہ ہی انہوں نے اسے پڑھا۔ جب وصیت پڑھی جارہی تھی۔ حاضرین پر رقت واضطراب کا ایک دردناک سماں بندھا ہوا تھا۔ دل اور آنکھیں روتی تھیں۔ مولوی محمد علی صاحب تین مرتبہ وصیت سنا چکے تو آپ نے فرمایا کہ نواب صاحب کے سپرد کر دو وہ اسے محفوظ رکھیں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اصل کاغذ نواب صاحب کے سپرد کر دیا۔ حضرت نواب صاحب نے دستخط کے لئے یہ وصیت حضور کی خدمت میں پیش کی چنانچہ آپ نے اس پر دستخط کر دئے۔ وصیت پر مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اُور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بھی بطور گواہ دستخط کئے اور وصیت حضرت نواب صاحب نے محفوظ کر لی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۰۸)

آخری لمحات:

آپ کی آخری وصیت احبابِ جماعت کے لئے گویا بجلی تھی جس نے احباب جماعت کو تڑپا دیا۔ ہر لمحہ اس احساس کے ساتھ گذرنے لگا کہ اُن کا محبوب امام اور پیارا آقا اُن سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والا ہے۔ جس نے اپنے نورانی وجود سے برسوں تک ایوان خلافت کو روشن رکھا۔ آپ کی واپسی کو ذہن باور کرنے کو تیار نہ تھے۔ دل آنے والے خطرات کو محسوس کر کے لرز رہے تھے۔ اطباء نے علاج معالجہ کے لئے از سرِ نو مشورے کئے اور ساتھ ہی ہر جگہ سوز وگداز اور تضرع سے دُعائیں ہونے لگیں۔ دوسری طرف اس برگزیدہ وجود نے اپنی آخری منزل قریب آتے دیکھ کر اپنی بیماری کی شدّت کے باوجود قرآن مجید کے عملی نکات کو تیزی سے بیان کرنے کی طرف توجہ مبذول کر لی۔ بیماری کے انہی ایام میں آپ نے مسئلہ شق القمر پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

۱۳ر مارچ (بروز جمعہ) کی صبح طلوع ہوتے ہی آپ کی حالت نازک ترین صورت اختیار کر گئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو نہایت بے جگری سے دن رات آپ کی خدمت کے لئے کھڑے رہے

غیر معمولی تشویش کے ساتھ کوٹھی دارالسلام سے شہر آئے اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو فرمایا کہ بھائی جی آپ لاہور جائیں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کو کل سے لاہور بھیجا ہوا ہے۔ وہ ابھی کستوری لے کر نہیں لوٹے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت بے حد کمزور ہے کستوری کی ضرورت ہے۔ اگر حکیم صاحب کستوری لاتے ہوئے مل جائیں تو لوٹ آئیں ورنہ جس قدر جلد ممکن ہو کستوری کے لئے لاہور روانہ ہو جائیں۔ بھائی جی نے عرض کیا کہ وقت اتنا تنگ ہے کہ کوئی یکہ گاڑی پر نہیں پہنچا سکے گا۔ اس پر آپ فوراً گھر تشریف لے گئے اور اپنا سائیکل لاکر ان کے حوالہ کر دیا اور بھائی جی بٹالہ کی طرف چل پڑے۔ ادھر بھائی جی لاہور پہنچے ہوں گے کہ ادھر حضرت خلیفہ اوّل کی تکلیف میں بے حد اضافہ ہو گیا۔

حضرت خلیفہ اوّل کا وصال:

آخر وہ المناک گھڑی آن پہنچی جس کا تصور کر کے دل کانپ رہے تھے اور آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں یعنی سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل مولوی نورالدین صاحب بعد دوپہر ۲ بجکر ۲۰ منٹ کے قریب عین حالت نماز میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات سے پہلے آپ نے میاں عبدالحی صاحب کو بلایا اور فرمایا ''**لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پر میرا ایمان رہا اور اس پر مرتا ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب کو میں اچھا سمجھتا ہوں اس کے بعد میں حضرت امام بخاری کی کتاب کو خدا کی پسندیدہ سمجھتا ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں مجھے ان سے اتنی محبت تھی کہ جتنی میں نے ان کی اولاد سے کی تم سے نہیں کی۔ قوم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور مجھے پورا اطمینان ہے کہ وہ ضائع نہیں کرے گا۔ تم کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا، پڑھانا اور عمل کرنا۔ میں نے بہت کچھ دیکھا پر قرآن جیسی چیز نہ دیکھی۔ بے شک یہ خدا کی کتاب ہے باقی خدا کے سپرد!

میاں عبدالحی صاحب کے علاوہ آپ نے صاحبزادی امۃ الحی صاحبہ کو پیغام دیا کہ میرے مرنے کے بعد میاں صاحب سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں (بھی) درس دیا کریں۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ جدید ایڈیشن صفحہ ۵۰۶ تا ۵۱۲)

مورخہ ۱۳؍ مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ سوا دو بجے کے قریب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہوئی دوسرے دن عصر کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ منتخب ہوئے قریباً چھبیس گھنٹے کا وقفہ قادیان کی جماعت پر کسی قیامت سے کم نہ تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بیعت اور دُعا کے بعد کھڑے ہو کر درد انگیز تقریر فرمائی۔ اس تقریر کے بعد طبیعتوں میں سکون تھا۔ تفکرات کے بادل چھٹ گئے اور دلوں کو خدا تعالیٰ نے سکینت عطا فرمائی۔

حضرت خلیفہ اوّل کی تدفین:

دعا اور تقریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے شمالی میدان میں قریباً دو ہزار مردوں اور کئی سو عورتوں کے مجمع میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر حضور کی معیت میں مخلصین کا یہ بھاری مجمع جس کے ہر متنفس کا دل اس وقت رنج وخوشی کے دہرے جذبات کا مرکز بنا ہوا تھا حضرت خلیفہ اوّل کی نعش مبارک کو لے کر بہشتی مقبرہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس مبارک انسان کے مبارک وجود کو ہزاروں دعاؤں کے ساتھ اس کے آقا ومحبوب کے پہلو میں سلا دیا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ جدید ایڈیشن صفحہ ۵۲۱، ۵۲۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اغیار کی نظر میں

(ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب معاون صدر مجلس انصاراللہ پاکستان)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نوراللہ مرقدہٗ اپنے علم وعرفان اور تقویٰ کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بلند اور سب سے ممتاز مقام رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات میں اپنے مخلص اور جاں نثار خدام میں سب سے بڑھ کر جس وجود کو تعریفی کلمات سے نوازا ہے، وہ حضرت مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل) ہی ہیں اور یہ اعزاز رہتی دنیا تک سب اعزازات پر بھاری رہے گا لیکن وہ لوگ بھی جو حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان نہیں لائے تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو نہایت احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور آپ کی بزرگی اور علمیت وقابلیت کے دل سے گرویدہ تھے۔ ان میں جناب سرسیّد احمد خاں، جناب مولانا عبیداللہ سندھی، جناب مولانا محمد علی جوہر، جناب نواب وقارالملک، جناب مولانا ابوالکلام آزاد، جناب مولوی ظفر علی خاں، جناب علامہ شبلی نعمانی، جناب نواب محسن الملک، جناب مولوی عبدالحق حقّانی، جناب خواجہ حسن نظامی اور بعض دوسرے لیڈر آپ کی عظمتِ شان اور جلالت ومرتبت اور تبحر علمی کے قائل تھے۔

چند آراء درج ذیل کی جاتی ہیں۔

جناب سرسید احمد خاں

جناب سرسید احمد خاں بانی علی گڑھ کالج کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کا ایک خط جو آپ نے حضور کو تحریر کیا، تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس خط کا آغاز سرسیّد نے ان الفاظ سے کیا ہے۔

''جناب مولانا مخدوم ومکرمِ من جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب''

پھر لکھا:

> ''آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ جاہل پڑھ کر جب ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے مگر جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو اسے صوفی بننا پڑتا ہے۔ جب یہ ترقی کرے تو کیا بنتا ہے؟ سردست میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ افسوس کہ سوال آخر کو آپ نے لاجواب چھوڑا۔ مگر میں ان بزرگوں کا دیکھنے والا ہوں جو وحدت شہود کے مقر اور وحدت وجود میں ساکت تھے، اس لیے اس کا جواب اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہو جاتا ہے۔''

اس خط کا اختتام اس طرح ہوتا ہے:

''آپ کی اس عنایت کا جو آپ نے مجھ گنہگار پر کی اور اپنی متبرک شفقت دلی سے مجھے عزت بخشی، میں اس کا دل سے شکرادا کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اس گنہگار کے دلی ناچیز شکر کو قبول فرمائیں گے۔ والسلام مع الاکرام

سیّد احمد علی گڑھ ۸/مارچ ۱۸۹۷ء''

(''مکتوبات سرسیّد'' جلد دوم مرتبہ شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی ناشر مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور طبع ثانی جون ۱۹۸۵ء)

جناب مولانا عبیداللہ سندھی

برصغیر کے مشہور سیاسی و مذہبی لیڈر مولانا عبیداللہ سندھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے خاص معتقدین میں سے تھے اوراس کا برملا اظہار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے خط بنام ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی صاحب میں لکھتے ہیں۔

''آپ کو معلوم نہیں کہ میں مولانا نورالدین مرحوم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوا۔ آپ مولانا محمد علی اور مولانا صدرالدین سے دریافت کر سکتے ہیں کہ مولانا مرحوم میرے متعلق کیا خیال رکھتے تھے۔ ان کی دعاؤں کو میں اپنے لیے ایک ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ محض اس وجہ سے میرے دیوبندی کشمیری دوستوں نے میری تکفیر سے گریز نہیں کیا۔ مگر میری محبت اس پارٹی سے کم نہیں ہوئی۔''

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''مولانا نورالدین مرحوم کو علماء (دین حق) میں بہت بڑے درجہ پر مانتا ہوں ......اس لئے میں مولانا نورالدین کے خاص شاگردوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔''

(''مولانا عبیداللہ سندھی کے سیاسی مکتوبات صفحہ ۴۵، ۴۶'' مرتبہ محمد اسلم صاحب شائع کردہ ندوۃ المصنفین سمن آباد لاہور)

(Journal of the Punjab University Historical Society Volume XXII Jan 1980, Dec 1981 Department of History, University of the Punjab Lahore.)

جناب حکیم نیر واسطی

مشہور حکیم جناب سیّد علی احمد نیرّ واسطی نے ''طب العرب'' پر تشریحات میں حضرت مولانا کے متعلق تحریر کیا:

''اطبائے پنجاب میں حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست کشمیر و جموں کا نامِ نامی نہایت سربلند ہے جن کے گنگا جمنی طریقِ علاج نے نظامِ طب میں ایک عجیب تاثیر اور رنگینی پیدا کردی ہے۔

آپ ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی لاہور میں مفتی محمد قاسم صاحب سے پڑھی اور طب میں آپ نے لکھنؤ کے مشہور حکیم علی حسین صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا۔''

(تشریحات برکتاب ''طب العرب صفحہ ۴۴۴'' مرتبہ ایڈورڈ جی براؤن مطبوعات ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۱۹۵۴ء)

جناب حکیم محمد افضل صاحب

حکیم محمد افضل صاحب جنرل سیکرٹری پنجاب طبی کانفرنس لاہور نے آپ کے بارے میں لکھا:

''پنجاب کے نہایت مشہور طبیب ہوئے ہیں۔ سن پیدائش ۱۸۴۱ء لاہور۔ لکھنؤ بھوپال وغیرہ میں دینی اور طبی تعلیم حاصل کی۔ پھر ریاست جموں کشمیر میں عرصہ تک ریاست کے طبیب رہے۔ مہاراجہ صاحب آپ سے بہت عزت سے پیش آتے تھے۔ قیام جموں کے زمانہ میں حکیم صاحب کو مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے عقیدت ہوگئی۔ چنانچہ مرزا صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی تائید میں ''تائید براہین احمدیہ'' تالیف کی۔ ریاست سے قطع تعلق ہونے کے بعد وطن مالوف بھیرہ تشریف لے گئے۔ پھر مکان بنانے کے بعد آپ قادیان چلے آئے اور میرزا صاحب کے ایماء سے قادیان میں ہی مقیم ہوگئے اور اہل وعیال کو بھی وہیں منگالیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں حذاقت کا ڈنکہ بج گیا اور سل۔ دق۔ نامردی وغیرہ کے مریض بکثرت آنے لگے۔ کسی مریض کا علاج اگر یونانی طریقہ سے نہ ہوتا تھا تو آپ کو ویدک اور ڈاکٹری دوائیں اضافہ کرنے کے بعد عجیب وغریب کامیابی ہوتی تھی۔

''میرزا صاحب کے زمانہ حیات میں اگر ایک طرف میرزا صاحب کے اردگرد معتقدین ومریدین کا ہجوم ہوتا تھا تو دوسری طرف حکیم صاحب کے مکان پر مرضاء اور طلباء کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ خود میرزا صاحب حکیم صاحب کی شان میں تعریفی کلمات کہنے میں دریغ نہیں کرتے تھے اور حکیم صاحب کے علم وفضل کی قدرشناسی کرتے تھے۔

میرزا صاحب کے بعد جماعت احمدیہ نے متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ قرار دیا اور کئی سال اس منصب پر فائز رہنے کے بعد ۱۹۱۴ء میں بمقام قادیان ہی انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ علوم معقول ومنقول میں زبردست مہارت رکھتے تھے طب میں آپ کو درجہ اجتہاد حاصل تھا۔''

(''مجربات کانفرنس''، نمبر ۳ صفحہ ۷ مرتبہ حکیم محمد افضل صاحب جنرل سیکرٹری پنجاب پراونشنل طبی کانفرنس لاہور'' بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ ۵۲۷-۵۲۸)

جناب منشی عبدالعزیز خاں صاحب

باغبانپورہ کے ایک صاحب منشی عبدالعزیز خاں صاحب ناظم مدرسۃ المعلمین نے ۱۸۹۴ء میں ٹامس کارلائل کی کتاب ''ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ'' کے ایک لیکچر کا اردو ترجمہ ''اسلام اور اس کا بانی'' کے نام سے شائع کیا۔ اسے آپ کے نام پر معنون کرتے ہوئے لکھا:

''نذر بعالی خدمت فیض درجت عمدۃ المحققین ،قدوۃ المدققین ،حامی دینِ متین جناب حکیم مولوی نورالدین صاحب......ان قومی خدمات جلیلہ تقریری وتحریری ومذہبی توجہات جمیلہ لسانی ومالی کے لحاظ سے جو جناب کی ذاتِ بابرکات سے رفاہِ عام کے بارہ میں علی العموم اوراشاعتِ ...... کے پیرایہ میں علی الخصوص معرض ظہور میں آئی ہیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم جدید صفحہ ۵۷۳)

جناب مولانا عبدالمجید سالک

مولانا عبدالمجید سالک اپنی کتاب ''مسلم ثقافت ہندوستان میں'' کے صفحہ ۳۰۰-۳۰۱ پر لکھتے ہیں:

''آپ کی حذاقت وذہانت کا شہرہ نزدیک و دور پھیل گیا اور آپ ہندوستان کے چند منتخب اطباء میں شمار ہونے لگے۔اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی سے عقیدت ہو جانے کی وجہ سے آپ بھیرہ چھوڑ کر قادیان چلے گئے اور بقیہ عمر درس وتدریس علاج معالجہ اور پرورش غرباء میں بسر کردی۔آپ کل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کی سٹینڈنگ کمیٹی کے اعزازی ممبر اور رکن خصوصی بھی تھے۔مرزا صاحب کے انتقال کے بعد آپ ان کے خلیفہ اوّل قرار پائے۔''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم جدید صفحہ ۵۳۵-۵۳۶)

جناب مولانا سیّد عبدالحئی

جناب مولانا سیّد عبدالحئی بن فخر الدین الحسنی (م۱۳۴۱ھ) نے ایک کتاب ''نزھۃ الخواطر'' کے نام سے لکھی۔جس کا اردو ترجمہ مولانا انوارالحق قاسمی نے ''چودھویں صدی کے علمائے برصغیر'' کے نام سے کیا ہے۔اس میں علماء کے حالات حروف تہجی کے لحاظ سے درج کئے گئے ہیں۔سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بارہ میں ۵۳۸ ویں نمبر پر ''حکیم نورالدین بھیروی'' کے زیر عنوان تحریر کردہ مضمون حسب ذیل ہے:

''محترم ،فاضل ،نورالدین ابن حافظ غلام رسول بھیروی ،قادیانی جو مشہور ہیں خلیفۃ المسیح سے بڑے علماء میں سے تھے، ۱۲۵۸ھ میں ایک دیہات بھیرہ شاہ پور میں پنجاب کے شہروں میں ہے وہاں پیدا ہوئے ،جیسا کہ منقول ہے کہ ان کا نسب نامہ امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتعلم

علم فارسی ،خطاطی اور مبادی العربیہ پڑھی اور راولپنڈی کے کسی مدرسہ میں فارسی پڑھنے کے

لئے کسی کو اپنا استاذ مقرر کرلیا تھا اور اقلیدس، حساب اور جغرافیہ بھی پڑھا اور ان کے امتحانوں میں کامیاب ہوئے، پھر ابتدائی مدرسہ کے ناظم مقرر کر لئے گئے، مستقل چار سال تک اسی پر برقرار رہے، اسی عرصہ میں نحو، منطق اور علم العقائد کی کچھ کتابیں پڑھ لیں۔ پھر اس آمدنی سے کنارہ کش ہو گئے، مستقل پڑھنے پڑھانے میں لگے، شیخ احمد دین سے بھی کچھ کتاب پڑھی۔ مگر چونکہ ان کے استاد ادھر ادھر بہت زیادہ منتقل ہوتے رہے اس لئے انہیں چھوڑ کر لاہور منتقل ہو گئے۔ وہاں سے رام پور گئے۔ شیخ حسن شاہ، شیخ عزیز اللہ، شیخ ارشاد حسین، مفتی سعید اللہ اور شیخ عبدالعلی سے علم حاصل کیا۔ پڑھنا مکمل کر کے وہاں تین برس ٹھہرے رہے۔ پھر رام پور سے لکھنؤ کا سفر کیا، فن طب مشہور حکیم علی حسین سے پڑھا۔ ان کے ساتھ دو سال رہے، اس طرح یہ فن طب میں ماہر ہو گئے۔ پھر رام پور سے ریاست بھوپال کا سفر کیا۔ وہاں منشی جمال الدین خان مدارالمہام سے ملاقات کی۔ مفتی عبدالقیوم بن شیخ عبدالحی برھانوی سے فن فقہ وحدیث پڑھی۔ ۱۲۸۵ھ میں حج کے لئے سفر کر کے حجاز اقدس میں قیام کیا۔ شیخ محمد خزرجی، سیّد حسین، شیخ رحمت اللہ ہندی جو ''اظہار حق'' والے ہیں ان سے بھی پڑھا۔ شیخ جلیل، شیخ عبدالغنی بن ابی سعید دہلوی مہاجر مدینہ منورہ کے ساتھ رہے اور ان کے ہاتھ پر طریقہ مجددیہ میں بیعت کی۔ پھر بصرہ لوٹ آئے۔ اس کے بعد ان کے اور علماء شہر کے درمیان مباحثات اور مناظرات ہوئے۔ ایک زمانہ تک جموں شہر میں اقامت کی (یہ لفظ میم کی تشدید کے ساتھ ہے) اس طرح ان کو اس علاقہ کا خاص حکیم مقرر کرلیا گیا اور آپ کو اس شہر میں عام مقبولیت حاصل ہوئی لیکن آپ کے اور جمّوں شہر کے امیر کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کی وجہ سے ۱۳۰۹ھ کے قریب وظیفہ سے محروم کر دئے گئے۔

اس وقت جموں شہر میں مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات ہوئی جب مرزا نے ''براہین احمدیہ'' تصنیف کی تو حکیم صاحب نے ایک ''تصدیق براہین احمدیہ'' نام کی لکھی اور اس سے بیعت کی اور اس طرح اس کے مرید ہو گئے۔

حکیم نورالدین فی نفسہ بہت بڑے عالم تھے معقول اور منقول تمام علوم کے جامع تھے اور فن طب کے ماہر تھے بعضوں کی رائے یہ ہے کہ مرزا کے بارے میں جو دلیل اور علمی باتیں منقول ہیں ان ہی کی طرف سے ہیں۔

(''چودھویں صدی کے علمائے برصغیر'' صفحہ ۶۳۴ تا ۶۳۶۔ اردو ترجمہ ''نزہۃ الخواطر'' جلد ہشتم۔ ناشر دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۲۰۰۴ء)

جناب حکیم محمد حسن قرشی

جناب حکیم محمد حسن قرشی صاحب اپنی ''بیاض خاص''میں تحریر کرتے ہیں:

''حکیم (نورالدین) موصوف دورگزشتہ کے ان تین چار طبیبوں میں سے ہیں جن کا اسم گرامی ہندوستان کے طول وعرض میں غیر معمولی شہرت حاصل کئے ہوئے تھا۔لکھنؤ میں حکیم عبدالعزیز صاحب، دہلی میں حکیم عبدالمجید خاں صاحب اور پنجاب میں حکیم نورالدین صاحب۔ یہی تین ایسے طبیب تھے جو دوسرے سب طبیبوں سے ممتاز اور معالجہ میں شہرہ آفاق تھے۔''

(بیاضِ خاص صفحہ ۲۷۔بحوالہ حیات نور مرتبہ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب)

حضور......کی وفات پر تبصرے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہٗ جیسی ممتاز اور بلند پایہ روحانی علمی اور عاشق قرآن شخصیت کی المناک وفات ہرگز ایسی نہ تھی کہ اس کا نوٹس نہ لیا جاتا۔ چنانچہ ملکی پریس نے زوردار اداریئے اور شذرے تحریر کئے۔ ہر تبصرہ حضور کی سیرت کا ایک اہم پہلو لئے ہوئے تھا۔ان تحریرات نے یہ باور کروادیا کہ حضرت مولانا نورالدین جیسا قابل فرزند ہندوستان میں ایک عرصہ بعد پیدا ہوسکے گا۔

یہ تبصرے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔قارئین کے افادہ کے لئے چند تحریریں درج کی جاتی ہیں:

مولانا حامد انصاری صاحب ایڈیٹر مدینہ بجنور:

''آپ احمدی جماعت کے رکن رکین اور مرزا غلام احمد صاحب کے حقیقی جانشین تھے۔ آپ کی وفات احمدی جماعت کے لئے بہت زیادہ موجب افسوس ہے۔''

(بحوالہ اخبار''پیغامِ صلح''۲۹؍مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ا کالم ۳)

منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور

''آپ نے متعدد کتابیں اسلام کی تائید میں لکھیں اور متانت کے ساتھ معترضوں کو دندان شکن جواب دئے اور بعض تصانیف میں بڑی تحقیق وتدقیق کا ثبوت بہم پہنچایا۔سب سے زیادہ شہرت وعزت اپنی جماعت میں آپ کو قرآن شریف کے (حقائق) ومعارف کی تشریح کے باعث حاصل ہوئی۔جس میں آپ علوم جدید وتازہ تحقیقات فلسفیہ پر نظر رکھتے تھے اور اسلام کو فطرت

کے مطابق ثابت کرتے تھے۔‘‘

(بحوالہ اخبار ’’الفضل‘‘ قادیان ۱۸؍مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ۲ کالم۳)

مولانا محمد علی صاحب جوہر اخبار ہمدرد (دہلی)

’’مرحوم فرقہ احمدیہ کے ممتاز ترین رکن تھے اور اعلیٰ درجہ کی مذہبی قابلیت کے رکھنے کے علاوہ ایک مشہور طبیب بھی تھے۔‘‘

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد ایڈیٹر ’’الھلال‘‘ (کلکتہ)

’’حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی ثم قادیانی وہ علامہ دہر تھے جن کی ساری عمر قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں گزری۔ ہر مذہب وملت کے خلاف اسلام کا دفاع آپ نے آیات قرآنی سے کیا۔ آپ کے پاس علم تفسیر کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔‘‘

(الہلال ۱۸؍نومبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۳۷۳ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم جدید صفحہ ۵۲۳)

جناب میرزا حیرت دہلوی

جناب میرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر ’’کرزن گزٹ‘‘ دہلی تحریر فرماتے ہیں:

’’حکیم صاحب سے ہمیں ذاتی تعارف حاصل تھا۔ ذاتی تعارف ہی نہیں بلکہ ایک عرصہ تک ہم اور حکیم صاحب جموں میں ایک ساتھ رہے ہیں۔ یہاں تک تعلق بڑھا ہوا تھا کہ حکیم صاحب شام کا کھانا ہر روز آندھی آئے یا مینہ ہمارے مکان پر آ کے کھایا کرتے تھے۔ مغرب کی اور عشاء کی نماز ہم ان کے ساتھ پڑھتے تھے طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ نیک دل اور مخیّر تھے۔ صورت وشکل وجیہہ تھی۔ رنگت گندمی تھی۔ قد لمبا تھا۔ داڑھی اس قدر گھنی تھی کہ آنکھوں کے حلقوں تک داڑھی کے بال پہنچے ہوئے تھے۔ جموں میں اُن کے تحت مدرسے اور شفاخانے تھے جن کا انتظام وہ نہایت عمدگی اور نیک نیتی سے کرتے تھے۔ اس وقت حکیم فدا محمد خاں صاحب مرحوم مہاراجہ رنبیر سنگھ کے طبیب خاص تھے۔ اس عہدے میں گویا حکیم نورالدین صاحب ان کی ماتحتی میں بھی کام کیا کرتے تھے۔ حکیم صاحب موصوف کو دوسو ڈھائی سو روپے کی تنخواہ ملتی تھی۔ بعد ازاں مستقل اعلیٰ طبیب ہو گئے تھے اور آپ کو چھ سو سے سات سو تک اخیر دم تک تنخواہ ملتی رہی۔ آپ تعجب سے سُنیں گے کہ اس تنخواہ کا بڑا حصہ نہایت سیرچشمی اور فیاضی سے طلبا پر آپ خرچ کر دیا کرتے تھے۔ بہت سے طلباء آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ نہ صرف ان کی تعلیم کے آپ کفیل تھے بلکہ کھانا کپڑا بھی بڑی فراخی سے انہیں دیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی عمر میں صدہا بے خانماں اور غریب طلباء کو پرورش

بھی کیا اور پڑھا بھی دیا۔شیخ عبداللہ صاحب پلیڈر علی گڑھ اور ایڈیٹر رسالہ خاتون آپ ہی کے پروردہ اور...... کئے ہوئے ہیں۔شیخ صاحب پہلے کشمیری پنڈت تھے۔حکیم صاحب نے انہیں...... بھی کیا اور پڑھایا لکھایا بھی۔ یہاں تک کہ علی گڑھ کی تعلیم کا خرچ بھی آپ برابر اُٹھاتے رہے غرض یہ ہے کہ طبیعت میں ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آپ کی زندگی کے دو ہی بڑے بڑے مذاق تھے۔ایک طلباء کی پرورش اور تعلیم ، دوسرے نادر الوجود کتابوں کا جمع کرنا۔بس اسی میں آپ کی تنخواہ صرف ہو جاتی تھی۔آپ بہت ہی منکسر المزاج اور خلیق تھے۔ساتھ ہی ہر ایک کام سچائی اور راستبازی سے کرتے تھے۔آپ سے آپ کے عملہ کے آدمی بہت خوش تھے۔کبھی کسی کو آپ سے وجہ شکایت نہیں پیدا ہوئی۔آپ کی دینی علوم کی مہارت اور عربی قابلیت مسلّم تھی۔آپ اپنے عہدہ کے فرائض کی ادائیگی کے بعد طلباء کو بخاری و مسلم کا سبق بھی دیا کرتے تھے۔آپ کی واقفیت مذہبی بہت بڑھی ہوئی تھی۔''

(اخبار''کرزن گزٹ''دہلی ۲۳/مارچ ۱۹۱۴ء)

اخبار''طبیب''دہلی

اخبار''طبیب''دہلی رقمطراز ہے:

''افسوس کہ ہندوستان کے ایک مشہور و معروف طبیب مولوی حاجی حکیم نورالدین صاحب جو علوم دینیہ کے بھی متبحر عالم باعمل تھے اور جماعت احمدیہ کے محترم پیشوا۔کچھ عرصہ عوارض ضعف پیری میں مبتلا رہ کر آخر جمعہ گزشتہ کو قریباً اسی سال کی عمر پا کر رحلت فرما گئے۔ اِنَّا للہ و انا الیہ راجعون۔حکیم صاحب مغفور بلا لحاظ احمدی و غیر احمدی یا مسلم یا غیر مسلم سب کے ساتھ شفقت علی خلق اللہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔آپ کے طریق علاج میں یہ چند باتیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

الف۔ یار و اغیار،مومن و کافر سب کو ایک نظر دیکھنا۔

ب۔ طب یونانی و ویدک کے علاوہ مناسب موقعہ پر ڈاکٹری مجربات سے بھی ابنائے ملک و ملّت کو مستفید فرمانا۔

ج۔ بعض خطرناک امراض کا علاج قرآن شریف سے استخراج کرنا۔

د۔ دوا کے ساتھ دُعا بھی کرنا۔

ہ۔ علاج معالجہ کے معاملے میں کسی کی دنیوی وجاہت سے مرعوب نہ ہونا۔

و۔ مریضوں سے مطلق طمع نہ رکھنا اور آپ کا اعلیٰ درجہ توکّل و استغناء۔
ز۔ نادار و مستحق مریضوں کا نہ صرف علاج مفت کرنا بلکہ اپنی گرہ سے بھی ان کی دستگیری و پرورش کرنا خصوصاً طلباء قرآن و حدیث وطب کی۔

خدا تعالیٰ حکیم صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماوے۔''

(اخبار ''طبیب'' دہلی مورخہ ۲۳؍ مارچ ۱۹۱۴ء)

جناب حکیم عبدالکریم برہم۔ مدیر اخبار مشرق گورکھپور

جناب حکیم عبدالکریم صاحب برہم رقمطراز ہیں:

''احمدی سلسلہ میں یہ خلیفۃ المسیح اور عام طور سے مسلمانوں میں اپنے تبحر علمی اور زہد و اتقا کی خوبیوں سے نہایت محترم اور اسلام کے محاسن اور ان کی اشاعت میں کوشاں تھے۔ ان کی زندگی میں ہزارہا ایسے مواقع آئے کہ ان کی آزمائش ہوئی اور انہوں نے صداقت کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فضل و کرم اور ثمرۂ اعتماد و صبر انہیں بخشا تھا اس کی تفصیل سوانحعمری میں پائی جاتی ہے جس سے دل پر نقش ہوتا ہے کہ وہ ایک سچے خدا پرست اور پکے موحد تھے اور ان کی زندگی ...... کے پاک نمونہ پر بسر ہوئی۔ وہ صرف پیشوا نہیں تھے بلکہ اعلیٰ درجہ کے طبیب بھی تھے اور اعلیٰ درجہ کی کتابوں کے فراہم کرنے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کا خاص ذوق تھا۔''

(اخبار ''مشرق'' گورکھپور ۱۷؍ مارچ ۱۹۱۴ء، الفضل ۳۰؍ مارچ ۱۹۱۴ء کالم ۲ صفحہ ۱۶)

جناب مولانا ظفر علی خاں

مشہور ادیب جناب مولانا ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر روزنامہ ''زمیندار'' لاہور نے تحریر کیا:

''آج کی ہندوستانی برقی خبروں میں یہ خبر عام مسلمانوں اور بالخصوص احمدی دوستوں میں نہایت رنج و افسوس سے پڑھی جائے گی کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ایک زبردست عالم اور جیّد فاضل تھے۔ ۱۳؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو کئی ہفتے مسلسل علالت کے بعد دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولوی حکیم نورالدین اپنے عقیدت مندوں کی جماعت میں خلیفۃ المسیح کے لقب سے ملقب تھے اور مرزا غلام احمد مغفور کے جانشین کہلاتے تھے۔ اس لئے احمدی حضرات کو ان کی وفات سے

ایسا شدید صدمہ محسوس ہوگا جو انہیں مدت مدید تک بے قرار رکھے گا۔اگر مذہبی عقائد سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو بھی مولانا حکیم نور الدین کی شخصیت اور قابلیت ضرور اس قابل تھی کہ تمام مسلمانوں کو رنج وافسوس کرنا چاہئے۔کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کیا کرتا ہے۔الحق اپنے تبحر علم وفضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔افسوس ہے کہ آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔ہمیں اس حادثہ الم افزا میں اپنے احمدی دوستوں سے جن کے سر پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ گرا ہے دلی ہمدردی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ارحم الراحمین مولوی حکیم نورالدین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کے عقیدت مندوں اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔‘‘

(اخبار زمیندار ۱۶؍ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ، ۱۹؍مارچ ۱۹۱۴ء)

جناب منشی محمد دین فوق

جناب منشی محمد دین فوق صاحب ایڈیٹر’’کشمیری میگزین‘‘ لاہور لکھتے ہیں:

’’نہایت رنج وافسوس سے لکھا جاتا ہے کہ حکیم حافظ حاجی مولوی نورالدین صاحب جو بلحاظ عقائد جماعت احمدیہ کے خلیفۃ المسیح بلحاظ علم وفضل مسلمانوں کے مایۂ ناز اور بلحاظ ہمدردی عوام انسانیت کے لئے مایۂ افتخار تھے کچھ عرصہ کی علالت کے بعد ۱۳؍مارچ کو بعد دوپہر دو بجے قادیان میں انتقال فرما گئے ہیں۔مولوی نورالدین صاحب کی وفات پر احمدی اخبارات کے علاوہ تمام اسلامی اخبارات نے باوجود ان کے مذہبی عقائد سے اختلاف رکھنے کے نہایت رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مولوی نورالدین جیسا قابل فرزند ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک عرصہ کے بعد پیدا ہو سکے گا۔‘‘ (’’کشمیری میگزین‘‘ لاہور مورخہ ۲۱؍مارچ ۱۹۱۶ء، الفضل ۳۰؍مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۶ کالم ۱)

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ

’’علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ‘‘ نے لکھا:

’’قطع نظر اپنے مختص الفرقہ بعض خاص معتقدات کے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حکیم صاحب مرحوم ایک نہایت بلند پایہ عالم عامل اور علوم دینیہ کے بہت بڑے خادم تھے۔اس پیرانہ

سالی اور ضعف و مرض کی حالت میں بھی آپ کا بیشتر وقت تعلیم و تعلم میں صرف ہوتا تھا اور ایک طبیب حاذق ہونے کی حیثیت سے بھی آپ خلق اللہ کی بہت خدمت بجالاتے تھے۔اس لحاظ سے مرحوم کا انتقال واقعی سخت رنج و ملال کے قابل ہے۔''

(''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ''۱۸/مارچ ۱۹۱۴ء،الفضل ۳۰/مارچ ۱۹۱۴ء جلد ا نمبر۴۲ ب کالم ۱)

آریہ سماجی اخبار''مسافر''آگرہ

آریہ سماجی اخبار''مسافر''آگرہ لکھتا ہے:

''گو اصولاً ہمارے اور اُن کے خیالات میں اتنا ہی فرق تھا جتنا کہ قطب جنوبی و قطب شمالی کے درمیان ہے لیکن پھر بھی یہ نہ کہنا دیانت کا خون کرنا ہوگا کہ وہ راسخ الاعتقاد ایماندار و نیک آدمی تھے۔علاوہ ازیں ہم جانتے ہیں کہ ان کے دل میں اشاعت اسلام کا بڑا درد اور قرآن شریف کے پڑھنے پڑھانے سے خاص محبت تھی اور وہ مرنے سے چند یوم پہلے تک برابر دونوں کام سرانجام دیتے رہے۔''

(اخبار''مسافر''آگرہ مورخہ ۲۰/مارچ ۱۹۱۴ء،الفضل ۳۰/مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۶)

اخبار''وکیل''امرتسر

اخبار''وکیل''لکھتا ہے:

''مرحوم فرقہ احمدیہ کے ممتاز ترین رکن اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جانشین تھے۔آپ کے علم و فضل کا ہر شخص معترف تھا اور ان کے حلم اور بردباری کا عام شہرہ تھا۔ان کی روحانی عظمت و تقدس کے خود مرزا صاحب بھی قائل تھے۔''

(اخبار''وکیل''امرتسر ۱۸/مارچ ۱۹۱۴ء،الفضل ۳۰/مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۶)

اخبار''بھارت''

''بھارت''اخبار لکھتا ہے:

''آپ درویش منش اور منکسر المزاج خلیق اور ملنسار تھے۔عالم باکمال اور طبیب بے مثال تھے۔مذہب کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایام علالت میں بھی قرآن شریف کے ترجمے میں گہری دلچسپی لیتے رہے۔''

(اخبار''بھارت''۲۰/مارچ ۱۹۱۴ء،الفضل ۳۰/مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۶)

''میونسپل گزٹ''لاہور

''میونسپل گزٹ'' لکھتا ہے:

''نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ مرزائی جماعت کا کئی ہفتہ کی مسلسل اور سخت علالت کے بعد آخر۱۳؍مارچ کو بوقت۲ بجے شام قادیان میں انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم جیسا کہ زمانہ واقف ہے ایک بے بدل عالم اور زہد واتقا کے لحاظ سے مرزائی جماعت کے لئے تو واقعی ایک پاکباز ستودہ صفات خلیفہ تھے لیکن اگر ان کے مرزایانہ مذہبی عقائد کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے تو بھی وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک عالم متبحّر وجیّد فاضل تھے۔ کلام اللہ سے جو آپ کو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہوگا اور جس طرح آپ نے عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق ومعارف آشکار فرمانے میں گذارا۔ بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا کرتے ہوئے پائے جائیں گے۔حکمت میں آپ کو خاص دستگاہ تھی۔اسلام کے متعلق آپ نے نہایت تحقیق وتدقیق سے کئی کتابیں لکھیں اور معترضین کو دندان شکن جواب دیئے۔ بہرحال آپ کی وفات مرزائی جماعت کے لئے ایک صدمہ عظیم اور عام طور پر اہل ...... کے لئے بھی کچھ کم افسوسناک نہیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔''

(''میونسپل گزٹ''لاہور۱۹؍مارچ۱۹۱۴ء،الفضل۳۰؍مارچ۱۹۱۴ءصفحہ۱۶)

اخبار''افغان''

اخبار''افغان'' لکھتا ہے:

''احمدی جماعت کے خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب نے جو ایک متبحر عالم اور جیّد فاضل تھے،کئی مہینے کی مسلسل علالت کے بعد جمعۃ المبارک کے دن ٹھیک پونے دو بجے اس دارِفانی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔ہمیں اپنے احمدی دوستوں سے اس قومی و مذہبی صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور ہماری دعا ہے کہ خداوندکریم انہیں صبر عطا فرماوے۔''

(اخبار افغان۱۹؍مارچ۱۹۱۴ء،بحوالہ الفضل۳۰؍مارچ۱۹۱۴ءصفحہ۱۶)

اخبار ’’وطن‘‘ امرتسر

مولوی انشاء اللہ خاں صاحب ایڈیٹر اخبار ’’وطن‘‘ لکھتے ہیں:

’’مولوی صاحب کیا بلحاظ طبابت وحذاقت اور کیا بلحاظ سیاحت علم وفضیلت وعلمیت ایک برگزیدہ بزرگوار تھے۔علم سے ان کو عشق تھا اور فراہمی کتب کا خاص شوق۔ان کا پیدائشی وطن بھیرہ ضلع شاہ پور ہے مگر عمر کا بڑا حصہ باہر گذارا اور آخری حصہ قادیان میں۔‘‘

(اخبار وطن ۲۰ر مارچ ۱۹۱۴ء، الفضل ۳۰ر مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۶)

رسالہ ’’البلاغ‘‘ مالیر کوٹلہ

رسالہ ’’البلاغ‘‘ لکھتا ہے:

الوداع اے نورالدین!

مجھے افسوس ہے کہ میں تحریک احمدیہ کے کاروانِ سالار وحقائق معنوی کے نباض حکیم نور الدین کی قلمی تعزیت میں سب سے پیچھے ہوں۔ایک ایسی شخصیت جو وسعت علمی کے ساتھ زہد و تورع کے علمی مظاہر کا گنجینہ تھی۔اب ہم میں نہیں ہے۔معارف دینیہ اور دقائق طیبہ کے ساتھ ایک پُر وسعت مطالعہ کے امتزاج نے جو صحف آسمانی سے لے کر عام انسانوں پر محیط تھا۔نورالدین کو ایک ایسی اوج نظر پر فائز کر دیا تھا جہاں نوع انسانی کے جذبات کا طلسم سرآشکار ہو جاتا ہے۔یہی باعث تھا کہ اس کے معانی پرور تکلم کا ایک ہلکا سا تموّج کسی مخالف کی فسوں پرور بلند آہنگیوں پر ایک مُہر سکوت بن جاتا تھا۔اس کی تمام آب وگِل جوشِ دینی اور وسعتِ علمی کا ایک پُر ندرت مجموعہ تھی اور اس کی جہاں پیما تارِنظر ایک پُر جذب کمندِ حکمت تھی۔اس کے حکیمانہ تجسس نے کمالِ تورع کے ساتھ مِل کر لطائفِ سپہری کی آغوش اس کے لئے کھول دی تھی اور حکمتِ ازل کی کارسازیوں پر اس کا اعتماد سطح علمیت پر فائز ہو گیا تھا۔اس کی آخری زندگی کا بیشتر حصہ تحریک احمدیہ کے ساتھ وابستہ رہا ہے اور اس کے لیل ونہار اسی جہد دینی کے پُر مشقت مظاہر میں وقف ہوئے ہیں۔بے شبہ جس پُر خلوص ایثار اور شیفتہ پیوستگی کے ساتھ اس نے اپنے ہادی کا ساتھ دیا۔اس کی نظیر قدمائے ...... کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔مسیحا گردوں نشین ذات سے شائبہ مرگ کی وابستگی اور مہدی وعیسیٰ کے خصائص کا ایک ذات میں اجتماع ہندی ارباب اسلام کے لئے آشوب شوریدگی اور احتجاج کا ایک تلخ پیام تھا اور جس پُر خروش شدت کے ساتھ اہلِ اسلام کی جانب سے اس پُر

غرابت نکتہ آفرینی کا تخالف ہوا۔ وہ ایک آتش آفرین ادائے رعد کی طرح تھا لیکن نورالدین کا پیمانِ عقیدت ہجومِ مخالفت کی طوفان انگیزیوں کے باوجود بہ پیوستگی استوار تھا اور وہ ایک کوہ گراں کی طرح برق جہندہ اور ابر فروشندہ کے سامنے یکساں پائے ثبات پر قائم تھا۔ اس کی پُر خلوص استقامت سے بعید تھا کہ وہ پایانِ عمر تک اس سنگِ آستاں سے جُدا ہوا جہاں اُس کی پر محنت کاوشوں کو بالینِ آسائش ملی تھی۔ اگرچہ میں اپنے ادراک کو تحریک احمدیہ کی بعض نکتہ آفرینیوں کا ہم وفاق نہیں دیکھتا لیکن اس پُرگداز سوزش رُوحانی پر محوحیرت ہوں جس کے پُر تپش غلغلے میرے متحجر جذبات کو گریۂ محبت سے آشنا کر گئے ہیں۔

''نورالدین کی ذاتِ گرامی ہماری مادی نگاہوں سے مستور ہے لیکن مساحتِ گیتی پر اس کے نقشِ پا بدستور ثبت ہیں اور منزل استقامت کی جانب ہماری رہبری کر رہے ہیں۔ لطفِ ازل اس کی خاک پر عنبر بار ہو۔''

(رسالہ البلاغ مالیر کوٹلہ ماہ جولائی ۱۹۱۴ء جلد نمبر ۱ نمبر ۲ بحوالہ ''حیاتِ نور'' مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب صفحہ ۷۵۳-۷۵۴)

مندرجہ بالا آراء میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عظیم الشان کارناموں اور پاکیزہ سیرت کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے اور حضور کی مبارک زندگی کے حسین گوشوں کو تاریخی واقعات کی روشنی میں ایسے موثر اور خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ حضور کی روحانی عظمت، اخلاقی قوت اور علمی و عملی فضیلت کا اقرار کئے بغیر چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کے درجات کو ہر لحظہ بلند کرتے ہوئے اپنے محبوبوں کے حلقۂ خاص میں تخت نشین رکھے۔ آمین

حضرت مولانا حافظ حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل

کے علامہ اقبال سے تعلقات

(از: مکرم قمر احمد صاحب)

حضرت مولانا حکیم حافظ نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل) برصغیر پاک و ہند کے ایک جید عالم دین مفسر قرآن، محدّث اور شاہی حکیم تھے- آپ عربی، فارسی، ہندی اور سنسکرت کے عالم تھے- تمام مذاہب کے بالمقابل دین حق کی برتری ثابت کرنے میں کوشاں رہے- آپ کو پادریوں، پنڈتوں، دہریوں اور دیگر فرقوں سے کامیاب مباحثوں کا موقعہ ملا- ہندوؤں اور آریوں کے جواب میں آپ کی کتاب ''نورالدین'' اور عیسائیوں کے عقائد کے رد میں ''فصل الخطاب'' تحریر فرمائیں- آپ کو قرآن مجید سے عشق تھا- قرآن مجید ہی آپ کی روح کی غذا تھی۔ قرآن مجید کے درس و تدریس میں ساری عمر بسر کر دی۔

سیالکوٹ سے تعلق: آپ کے تبحر علمی کا ہندوستان بھر کے بڑے بڑے علماء کو اعتراف تھا- آپ چونکہ سرسید احمد خاں کی تحریک کے بارہ میں اچھا خیال رکھتے تھے اور سیالکوٹ بھی علی گڑھ تحریک کا ایک مضبوط مرکز تھا- اس لئے آپ کی سیالکوٹ میں آمد و رفت رہتی تھی- آپ جموں میں مہاراجہ کے شاہی حکیم تھے- اور جموں کے لئے سیالکوٹ سے ہو کر آنا ہوتا تھا- پھر ۱۸۸۹ء میں قبولِ احمدیت کے بعد یہ تعلق اور زیادہ ہو گیا کیونکہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء سیالکوٹ میں کوچہ حکیم میر حسام الدین صاحب میں قیام فرمایا تھا اس کوچہ میں علامہ اقبال کے والد شیخ نور محمد صاحب اور سید میر حسن صاحب وغیرہ کے مکانات تھے- اس طرح سیالکوٹ میں حضرت اقدس کو جاننے والے احباب آپ کی نیک فطرت اور تقویٰ وطہارت، پاکیزہ زندگی کے عینی شاہد موجود تھے۔ جب ۱۸۸۹ء میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو سیالکوٹ میں حضرت اقدس کے ماننے والے احباب کی خاصی تعداد ہو گئی اس سے حضرت مولوی صاحب کی سیالکوٹ میں آمد و رفت اور زیادہ ہو گئی- سیالکوٹ میں آمد و رفت کی ایک وجہ یہ تھی کہ شہر کی معروف علمی شخصیت مکرم غلام قادر فصیح صاحب آپ کے ہم زلف تھے-

علامہ اقبال کے استاد شمس العلماء سید میر حسن صاحب کے ساتھ آپ کے دیرینہ مراسم تھے۔ علامہ اقبال بھی آپ کی بہت عزت واحترام کرتے تھے- اہم مسائل میں آپ سے رجوع کرتے اور آپ کی اصابت رائے کے قائل تھے- جب

بھی کسی علمی مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی تو علامہ کی نظر حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کی طرف اٹھتی تھی- علامہ اقبال کے تعلیمی دور سے لے کر حضرت مولانا کی وفات تک آپ سے خط وکتابت رہی- خطوط میں اہم فقہی مسائل کے بارے میں استفسار کیا گیا ہے- اس سلسلہ میں چند واقعات ہدیہ قارئین ہیں-

O علامہ اقبال جن دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں زیرتعلیم تھے اور آپ کے استاد سرتھامس آرنلڈ تھے- جنہوں نے سرسید کی تحریک پر ''پریچنگ آف اسلام'' کے نام سے انگریزی میں کتاب تصنیف کی تھی جس کا اردو ترجمہ ''دعوت اسلام'' کے نام سے شائع ہوا- سرسید احمد خان کی وفات کے بعد پروفیسر آرنلڈ علی گڑھ سے گورنمنٹ کالج لاہور میں آ گئے تھے- مسٹر آرنلڈ تثلیث کے عقیدہ میں نہایت پختہ تھے بلکہ اپنے طلباء اور عام ملنے جلنے والے احباب سے تثلیث کے مسئلہ پر گفتگو کیا کرتے تھے- وہ عام طور پر کہا کرتے تھے کہ تثلیث کا مسئلہ کسی ایشیائی کے دماغ میں نہیں آ سکتا- یہ بات انہوں نے اپنے ہونہار شاگرد علامہ اقبال سے بھی کی- علامہ اقبال نے حضرت مولانا کے سامنے اس سوال کو رکھا- اس سلسلہ میں مرزا خدا بخش صاحب لکھتے ہیں-

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کہیں جا رہے تھے۔ ڈاکٹر محمد اقبال ان دنوں میں لاہور میں تھے- مسٹر آرنلڈ صاحب جو پہلے علی گڑھ کالج میں تھا اور بعدازاں اس کالج کو چھوڑ کر لاہور گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہو گیا تھا- اس بات کا مدعی تھا کہ تثلیث کا مسئلہ ایشیائی آدمی کے دماغ میں نہیں آ سکتا- اہل یورپ ہی کا دماغ اس کے سمجھنے اور اس کی حقیقت کی تہ تک پہنچنے کے لئے مناسب واقع ہوا ہے-

مسٹر اقبال نے اس امر کو آپ کے سامنے پیش کیا- آپ نے فرمایا کہ آپ مسٹر آرنلڈ صاحب کے پاس جائیں اور کہیں کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح اور درست ہے تو خود مسیح علیہ السلام اور پھر تمام حواری بھی ایشیائی تھے- انہوں نے اس کو اپنے دماغ میں کیسے جگہ دی ہوگی- جس کو سن کر مسٹر موصوف ایسا خاموش ہوا کہ صدائے برخاست کا مضمون صادق آتا ہے اور بعدازاں سنا گیا تھا کہ مسٹر موصوف نے یورپ کی بھاری کانفرنس میں اس لاینحل اعتراض کو پیش کیا تھا مگر کانفرنس سے کوئی تسلی بخش جواب نہ نکلا-

(''عسل مصفّٰی''، صفحہ ۷۲۵-۷۲۶ حصہ دوم از ابوالعطا مرزا خدا بخش صاحب قادیانی)

ڈاکٹر علامہ اقبال کی خط وکتابت: فقہ...... کے بارے میں حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں ۱۹۰۹ء میں ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال صاحب نے چار سوالات بھجوائے-

''۱- کیا کوئی غیرمسلم فرمانروا اپنی مسلمان رعایا کے لئے وضع قانون کرسکتا ہے؟

۲- کیا کوئی غیر مسلم جج از رُوئے قانون اسلامی مسلمانوں کے مقدمات فیصل کرسکتا ہے؟ کیا تاریخ اسلامی میں کسی ایسے غیر مسلم جج کی نظیر موجود ہے جو بحیثیت عہدہ مسلمانوں کے مقدمات فیصل کرتا ہو؟

۳- کیا مسلمان ہونے کے لئے شرع محمدیؐ کی پابندی لازمی ہے- اگر ہے تو ان مسلمان قوموں کی نسبت کیا حکم ہے- جن کے معاملات زیادہ تر رواج سے فیصل پاتے ہیں- اور جو خود اپنے آپ کو رواج کا پابند ظاہر کرتی ہیں-

۴- مسلمانوں کا ضابطہ تعزیری قریباً قریباً بالکل معطل ہے- نہ صرف ہندوستان میں بلکہ اسلامی ممالک میں بھی- کیا اس ضابطہ کی پابندی ضروری ہے- اگر ہے تو جو مسلمان اس کے پابند نہیں خواہ اس وجہ سے کہ وہ کسی غیر مسلم بادشاہ کے محکوم ہیں جو اس ضابطہ کا پابند نہیں یا کسی اور وجہ سے ان کے اسلام کی نسبت کیا حکم ہے؟‘‘

یہ سوالات عصر حاضر کے نہایت اہم سوالات تھے جن کے مفصل جوابات پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جیسی شخصیت ہی روشنی ڈال سکتی تھی- چنانچہ آپ نے ڈاکٹر صاحب کے سوالات کے اصولی اور مدلّل جوابات لکھ بھیجے جن کا خلاصہ یہ ہے-

۱- قرآن مجید گو مکمل ضابطہ حیات ہے مگر وہ مذاہب مختلفہ کو باہمہ اختلاف تباہ نہیں کرنا چاہتا- بلکہ قائم رکھنا چاہتا ہے- قانون اسلامی کے اصل الاصول قرآن مجید میں موجود ہیں- مگر ان کی تفصیل کو اطاعت اولی الامر کے نیچے رکھا ہے اور اسی پر...... آج تک اسلامیوں کا عمل ہے- ہر مسلمان کے لئے اطاعت اللہ اطاعت الرسول اور اطاعت اولی الامر ضروری ہے- اگر اولی الامر صریح مخالفت فرمان الٰہی اور فرمان نبویؐ کرے تو بقدر برداشت مسلمان اپنے شخصی و ذاتی معاملات میں اولی الامر کا حکم نہ مانے یا اس کا ملک چھوڑ دے- اولی الامر میں حکام و سلطان اول ہیں اور علماء درجہ دوم پر ہیں- تعزیری احکام کے ہم ذمہ دار نہیں ہوسکتے قرآن شریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال موجود ہے کہ آپ سلطنت فرعون کے ماتحت تھے اور ملکی قانون کی خلاف ورزی نہ کرسکتے تھے-

۲- غیر مسلم جج جب فرمانروا کی طرف سے ہے تو حقیقۃً فرمانروا ہی جج ہے اور اگر فرمانروا کی طرف سے نہیں بلکہ پنچائیتی طور پر ہے تو بھی جائز ہے- چنانچہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک موقعہ پر خود فرعون مصر کو اپنے معاملہ میں منصف مقرر فرمایا-

۳- شرع محمدی نام ہے قرآن، احکام نبویؐ، خلفاء راشدین، صحابہ، آئمہ دین (امام ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ، زفرؒ، حسنؒ) کے فیصلہ پر عملدرآمد کا- فتاویٰ عالمگیری بلکہ ہدایہ کے مقدمات دیوانی و فوجداری اور قوانین میں قرآن مجید و حدیث کے ہزارویں حصہ کا ذکر بھی نہیں آتا-

میونسپلٹی اور سیاست مدن کے قواعد کی چھان بین کی جائے تو غالباً سارے کا سارا عرف پر مبنی ہے اور فوجی قوانین

کی کوئی خاص کتاب میرے زیر مطالعہ آج تک نہیں آئی - اور اگر کوئی کتاب ایسی ہو بھی تو اس میں قرآن و حدیث کا ذکر بطور تبرک ہی آتا ہے- اور آئمہ دین کا ذکر بھی شاید ہی اس میں ملتا ہے- اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ان امور کی آزادی میں وقتی ضرورت عرف سے کام لیا گیا ہے-

۴-قرآنی نظریہ کے مطابق ایمان بتدریج ترقی کرتا رہتا ہے- پس جو لوگ لَا اِلٰـهَ اِلاَّ الله کہتے ہیں اور دل سے مانتے ہیں- وہ ایک حد تک مسلمان ہیں اور جو لوگ اس کے ساتھ پابند نماز بھی ہیں وہ پہلوں سے بڑھ کر مسلمان ہیں اور جو زکوٰۃ، روزہ اور حج کو بھی ادا کرتے ہیں وہ اور زیادہ پختہ مسلمان ہیں- علیٰ ھذا القیاس- سب مساوی الایمان نہیں اور ہرگز نہیں-''

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۰۷-۳۰۹)

عربی ادب کی کتب کے بارے میں علامہ کے خط کا جواب: ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے عربی ادب کی اعلیٰ ترین کتب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے راہنمائی چاہی- چنانچہ آپ نے ۲/دسمبر ۱۹۱۲ء کو عربی کے ادبی لٹریچر کی ایک فہرست بھجوائی اور لکھا کہ علم عربی ادب کی اعلیٰ سے اعلیٰ کتاب مخل بالطبع ہو کر عرض کرتا ہوں اور اس امر میں بڑے بڑے ادیب میرے ساتھ ہیں حتیٰ کہ جرمنی کے عربی دان بھی کہتے ہیں کہ عربی کی بہترین کتاب قرآن مجید ہے-

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۲۹-۴۳۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے محمد اقبال ڈاکٹر نے میرے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا ''ڈریپر'' (Draper John William (1811-1882 مر گیا- اس کا فلسفہ بھی مر گیا- یورپ ہر روز نئے فلسفہ کا دلدادہ ہے میرے دل میں آیا یہ کیا بات ہے- ظہر کا وضو کرنے لگا القا ہوا- انسان ہر انسان فنا ہوتا ہے اور نیا بنتا ہے کیا یہ انسان لغو ہے ہرگز نہیں- پھر القاء ہوا-

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ - (ہم انہیں درجہ بدرجہ تباہی کی طرف ان طرفوں سے کھینچ لائیں گے- جن کو وہ جانتے ہی نہیں- ناقل)

یہ تبدیلی ہمارا اپنا فعل ہے اور ایک حکمت پر مبنی ہے- حق کو آرہے ہیں-''

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۴۳ تا ۴۴۴)

بیوی کے بارے میں فتویٰ کہ طلاق ہوئی یا نہیں: ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے کہ علامہ نے لاہور کے ایک کشمیری خاندان میں نکاح کیا لیکن کسی شر پسند نے اس خاتون کے متعلق گمنام خطوط بھیج کر علامہ کو شکوک میں مبتلا کر دیا- لیکن بعد تحقیق خاتون

پاک دامن معلوم ہوئی تو علامہ کو رجوع کرنے کے بارے میں بعض شکوک لاحق تھے کہ انہوں نے دل میں طلاق کا ارادہ کیا تھا وغیرہ وغیرہ- کیا واقعی طلاق ہوگئی ہے یا نہیں- علامہ نے لاہور، امرتسر، لدھیانہ، دہلی، دیوبند، سہارن پور وغیرہ مقامات کے مستند اور اعلیٰ پایہ کے علماء کی طرف رجوع کرنے کی بجائے حضرت حکیم نورالدین صاحب کی طرف رجوع کیا اور اپنے ایک عزیز دوست کو حضرت مولانا کے پاس قادیان بھجوایا-

علامہ کے قدیمی رفیق اور سوانح نگار برصغیر پاک و ہند کے نامور صحافی مولانا عبدالمجید سالک نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

انہیں (یعنی علامہ اقبال کو...... ناقل) شبہ تھا کہ وہ چونکہ طلاق دینے کا ارادہ کر چکے تھے- اس لئے مبادا شرعاً طلاق ہی ہوچکی ہو- انہوں نے مرزا جلال الدین کو مولوی حکیم نورالدین کے پاس قادیان بھیجا کہ ''مسئلہ پوچھ آؤ''

مولوی صاحب نے کہا کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی- لیکن اگر آپ کے دل میں کوئی شبہ اور وسوسہ ہو تو نکاح کر لیجئے- چنانچہ ایک مولوی صاحب کو طلب کر کے علامہ اقبال کا نکاح اس خاتون سے دوبارہ پڑھوایا گیا-''

(ذکر اقبال صفحہ ۷۰ از مولانا عبدالمجید سالک شائع کردہ بزم اقبال ۱۹۵۵ء)

آفتاب اقبال کو تعلیم کے لئے قادیان بھجوایا: علامہ اقبال نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کی تعلیم کے لئے قادیان کا ہی انتخاب فرمایا۔ چنانچہ آفتاب اقبال ۱۴-۱۹۱۳ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں زیر تعلیم رہے۔ اسی طرح علامہ اقبال کے بہت بڑے مدح اور پیرو کار اور علامہ اقبال پر کئی کتب اور مقالوں کے مصنف سید نذیر نیازی صاحب بھی تعلیم الاسلام ہائی سکول میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے۔ ان کے والد سید عبدالغنی صاحب (برادر اصغر سید میر حسن صاحب) قادیان میں ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔

حضرت مولانا کے طبی مشورے: ڈاکٹر سعداللہ ایم اے پی ایچ ڈی نے علامہ اقبال کی زبان سے سنا ہوا ایک واقعہ تحریر کیا ہے:

''میری والدہ کو درد گردہ اس شدت سے ہوتا تھا کہ ہمیں ان کی موت سامنے نظر آیا کرتی تھی- ایک دفعہ وہ درد گردہ سے بے ہوش پڑی تھیں- رات کا وقت تھا کہ حکیم نورالدین صاحب قادیانی نے آ کر ہمارا دروازہ کھٹکھٹایا- حکیم صاحب نے جو گھر میں ہیجان دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے- ہم نے صورت حال بیان کی- حکیم صاحب نے کہا میں بھی ذرا دیکھوں- حکیم صاحب نے ایڑی کے قریب کسی رگ کو دبایا تو والدہ نے آنکھیں کھول دیں- حکیم صاحب نے کہا اب رات کا وقت ہے اس وقت تو سینک کرو- صبح باقاعدہ علاج ہوگا- صبح ہوئی تو حکیم صاحب نے والدہ کے لئے چوزہ تجویز کیا- کہا

اس کا شوربہ پئیں اور گوشت کھائیں- اس علاج کا یہ اثر ہوا کہ والدہ کو پھر عمر بھر درد گردہ کی شکایت نہ ہوئی - والدہ عرصہ دراز تک چوزہ کھاتی رہیں- کھاتے کھاتے تنگ آ گئیں تو حکیم صاحب کو لکھا گیا کہ اگر مناسب ہو تو چوزے کا بدل بتا دیں- جواب آیا ’’انڈا بدل ہے‘‘

’’ایک دفعہ جب میں انار کلی میں رہتا تھا- مجھے Gout کی شکایت ہوئی-حکیم نورالدین صاحب لاہور آئے ہوئے تھے-علی بخش کو ان کے پاس بھیجا کہ میں درد کی وجہ سے چلنے سے معذور ہوں- اگر آپ تشریف لے آئیں تو عنایت ہوگی-علی بخش کی معرفت جواب آیا کہ کھانا کھا کر مرغی کے پر کو حلق میں ڈال کر قے کرو- میں کھانا کھا چکا تھا-علی بخش مرغی کا پَر لایا قے کر دی- درد جاتا رہا-‘‘

(ملفوظات اقبال صفحہ ۱۵۶۔۱۵۷ مرتبہ محمود نظامی ناشر اشاعت منزل بل روڈ لاہور طبع ثانی اپریل ۱۹۴۹ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ذہانت وفراست

(مکرم مبشر احمد خالد صاحب مربی سلسلہ)

ذہانت کا لغوی معنیٰ ہے ذہن کی تیزی، فوراً سمجھ جانے کا ملکہ، حاضر جوابی اور بلا توقف کسی سوال کا درست جواب دینا۔ اور فراست کا لغوی معنیٰ ہے بھانپنا، دانائی، زُود فہمی۔ اور بعض آثار و علامات ونشانات سے اصل حقیقت تک پہنچ جانا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اِن دونوں خصوصیات کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ آپ کی حیات کے حالات و واقعات آپ کے مباحث، آپ کی کتب اور عوام الناس میں آپ کی غیر معمولی علمی لحاظ سے مقبولیت اس حقیقت پر روزِ روشن کی طرح دلالت کرتی ہے۔ اس زمانہ کے حکم وعدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کی ذہانت، فراست اور علمی قابلیت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولوی صاحب علوم فقہ اور حدیث وتفسیر میں اعلیٰ درجہ کے معلومات رکھتے ہیں۔ فلسفہ اور طبعی قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں ہر ایک فن کی کتابیں بلاد مصر وعرب وشام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ طیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں مناظرات دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں بہت ہی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں۔ حال میں کتاب تصدیق براہین احمدیہ بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے''۔

(حاشیہ فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک عربی تصنیف ''سر الخلافۃ'' میں اپنے دوستوں کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''(ترجمہ از عربی) میرے دوستوں میں ایک دوست سب سے محبوب اور میرے محبوں میں سب سے زیادہ مخلص، فاضل، علامہ، حاذق اور سریع الفہم عالم رموز کتاب مبین، عارف علوم الحکم والدین ہیں جن کا نام اپنی صفات کی طرح مولوی حکیم نورالدین ہے۔''

(سرّ الخلافہ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۸۱)

اسی طرح ''حمامۃ البشریٰ'' (1894ء) میں تحریر فرماتے ہیں:

''(ترجمہ از عربی) میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم حلیم اور اکمل الایمان و......اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات

والا ایک مبارک شخص بزرگ ،متقی ، عالم ، صالح ،فقیہ اور جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق حکیم، حاجی الحرمین، حافظ قرآن ،قوم کا قریشی نسب کا فاروقی ہے جس کا نام نامی مع لقب گرامی حکیم نورالدین بھیروی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دین و دنیا میں بڑا اجر دے اور صدق وصفا اور اخلاص اورمحبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اوّل نمبر پر ہے اور غیراللہ سے انقطاع اور ایثار اور خدمات دین میں وہ عجیب شخص ہے اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مختلف وجوہات سے بہت مال خرچ کیا ہے اور میں نے اس کو ان مخلصین سے پایا ہے جو ہر ایک رضا پر اور اولاد و ازواج پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور اس کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے مال اور جانیں صرف کرتے ہیں اور ہر حال میں شکر گذاری سے زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ شخص رقیق القلب صاف طبع حلیم ،کریم اور جامع الخیرات ، بدن کے تعہد اور اس کی لذات سے بہت دور ہے۔ بھلائی اور نیکی کا موقع اس کے ہاتھ سے کبھی ضائع نہیں ہوتا۔اور وہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعلاء اور تائید میں پانی کی طرح اپنا خون بہادے اور اپنی جان کو بھی خاتم النبیینؐ کی راہ میں صرف کرے۔ وہ ہر ایک بھلائی کے پیچھے چلتا ہے اور مفسدوں کی بیخ کنی کے واسطے ہر ایک سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبّ اس سے سبقت نہیں لے گیا۔

(''حمامۃ البشریٰ'' صفحہ ۱۴-۱۵۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۸۰-۱۸۱۔ از حضرت مسیح موعودؑ)

اسی طرح فرماتے ہیں:

(ترجمہ از عربی) ''جب اس نے ''دین'' کو مجروح دیکھا اور اس کو ایک مسافر سرگردان کی طرح یا اس درخت کی طرح پایا جو اپنی جگہ سے ہلایا جائے۔تو اس نے غم کو اپنا شعار بنالیا اور مارے غم کے اس کا عیش مکدّر ہوگیا اور وہ مضطر کی طرح دین کی مدد کو کھڑا ہوگیا اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو دقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں اور جس کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے بھری ہوئی ہیں۔ اور ان کے الفاظ نہایت دلربا، خوبصورت اور عمدہ ہیں جو کہ دیکھنے والوں کو شراب طہور پلاتی ہیں اور اس کی کتابوں کی مثال اس ریشم کی ہے جو مشک کے ساتھ آلودہ کیا جائے۔ پھر اس میں موتی اور یاقوت

اور بہت سی کستوری ملائی جائے پھر اس میں عنبر ملا کر معجون کی طرح بنا دیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتب ان تمام فوائد کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں جو دوسری کتب پر نوادر اور زائد مضامین کی کثرت سے اپنے اندر سمو لینے کی وجہ سے دوسری کتب پر فوقیت رکھتی ہیں اور بسبب اس کے کہ دلائل و براہین کے رسّوں کے ساتھ دلوں کو کشش کرتی ہیں۔ اپنے غیر پر فوقیت لے گئی ہیں۔ مبارکی ہے اس شخص کو جو ان کو حاصل کرے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۳-۵۸۴)

آپ کی ذہانت وفراست پر مبنی واقعات

ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی حیاتِ طیبہ کے چند ایسے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپ کی ذہانت وفراست کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱- آپ کے ایمان و اخلاص اور فہم و فراست کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ ابھی آپ کو رسالہ ''فتح اسلام'' کی اشاعت کا علم تک نہیں تھا۔ مگر ایک مولوی عطاء اللہ یہ کتاب اچھی طرح پڑھ کر لدھیانہ گیا۔ آپ بھی ان دنوں لدھیانہ میں ہی تھے۔ مولوی عطاء اللہ نے وہاں جا کر کئی لوگوں سے نہایت وثوق سے کہا کہ میں مولوی نورالدین صاحب کو مرزا صاحب سے ابھی الگ کر دوں گا۔ پھر آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ختم نبوت کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے اپنے اس زمانہ کے مسلک وعقیدہ کی روشنی میں مختصر سا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ اچھا اب اگر اس زمانہ میں کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کو آپ کیا سمجھیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ راستباز انسان ہے اور ہم نے اس کو راستباز مان لیا ہے پھر تو ہم کو کوئی دقت ہی نہیں کیونکہ ختم نبوت کے جو معنی وہ بتائے گا وہی ٹھیک ہوں گے...... آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ اٹھ کر چل دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مولوی نورالدین تو اب لاعلاج ہو چکا ہے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم نیا ایڈیشن صفحہ ۱۲۵)

۲- قریباً 1858ء میں جبکہ آپ کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی آپ نے نارمل سکول راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ آپ نارمل سکول میں سہ نثر ظہوری اور ابوالفضل کے پڑھنے میں طلباء کے سرتاج تھے مولوی سکندر علی صاحب ہیڈ ماسٹر سکول اتنے خوش ہوئے کہ آپ کی غیر حاضری کو بھی معاف کر دیا۔ اس غیر حاضری میں آپ کو یہ فائدہ ہوا کہ حساب اور جغرافیہ پڑھنے کے لئے آپ نے ایک استاد رکھ لیا۔ نارمل سکول آپ کے مکان سے دو تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ مگر اس طرح نارمل سکول کے آنے جانے میں جو وقت صرف ہوتا تھا اب وہ اقلیدس حساب اور جغرافیہ کے لئے مفت بچ جاتا تھا۔ تقسیم کسور و مرکب سیکھنے کے لئے آپ نے شیخ غلام نبی صاحب ہیڈ ماسٹر لون میانی کی خدمات حاصل کر لیں ان کا سیکھنا ہی تھا کہ مبادی الحساب کے چاروں حصے پڑھانے میں آپ شیخ صاحب کے بھی استاد ہو گئے۔ علم اقلیدس

منشی نہال چند ساکن شاہ پور سے سیکھا اور پہلے مقالہ کی چند شکلیں پڑھیں اس کے بعد محض خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نارمل سکول کے سارے تعلیمی حصہ پر حاوی ہو گئے۔ اور آپ نے تحصیل کا امتحان اس درجہ نمایاں کامیابی سے پاس کر لیا کہ آپ پنڈ دادنخان کے انگریزی مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر بنا دیئے گئے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم نیا ایڈیشن صفحہ ۳۰)

۳- تحصیل جہلم میں دریائے جہلم کے تھوڑے سے فاصلہ پر پنڈ دادنخاں کا قصبہ آباد ہے۔ اس قصبہ میں 9 فروری 1855ء کو ورنیکلر مڈل سکول جاری ہوا۔ جس میں فارسی اور انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی اور اس کی موجودہ عمارت کی بنیاد جیسا کہ اس کے بیرونی دروازہ کی گول ڈاٹ پر کندہ حروف سے پتہ چلتا ہے 1869ء میں رکھی گئی تھی۔ نومبر 1904ء میں یہ سکول ہائی سکول بنا دیا گیا۔ جو اب تک قائم ہے حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل اس سکول میں چار سال تک ہیڈ ماسٹر رہے۔ سکول کے فارسی مدرس آپ کی مخالفت میں اپنے شاگردوں کو امتحاناً سوال کرنے کے لئے بھیج دیتے مگر اپنی خداداد قابلیت سے آپ ان کا مکمل جواب دیتے۔ اس طرح آپ کی علمی لیاقت کا سکہ بیٹھ گیا۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم نیا ایڈیشن صفحہ ۳۱)

۴- ایک دفعہ بہت سے طالب علموں کا نحو کے ایک مسئلہ پر گرما گرم مباحثہ ہو رہا تھا جو سوال زیر بحث تھا اس کا ایک مکمل جواب خدا نے آپ کو سمجھایا اور آپ نے بلند آواز میں کہا کہ میں اصل سوال کا جواب دیتا ہوں بہت سے طالب علموں نے آپ کا مذاق اڑایا مگر پنجابی طالب علم آپ کے طرفدار ہو گئے اور کہا کہ پہلے امتحان لیا جائے کہ اس نے سوال سمجھا ہے یا نہیں اگر سوال سمجھا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے جواب کو توجہ اور قدر سے نہ سنا جائے۔ اس پر مباحثہ کسی قدر سرد پڑ گیا۔ آپ نے تجویز پیش کی کہ نحو کا کوئی بڑا عالم ثالث مقرر کرو۔ چنانچہ اتفاق رائے سے ایک بزرگ مولوی غلام نبی صاحب ثالث قرار پائے جب ان کے سامنے یہ معاملہ رکھا گیا تو انہوں نے آپ سے اصل سوال اور اس کا جواب سن کر کہا۔ کہ اس سوال کے دو جواب ''شرح ملا جامی'' میں لکھے ہیں پھر وہ جواب بھی سنائے مگر وہ جواب اس درجہ کمزور تھے کہ خود مولوی صاحب نے تسلیم کیا کہ یہ بہت کمزور ہیں مگر آپ کے جواب کو بہت صحیح قرار دیا۔ نیز کہا کہ یہ لوگ تو آپ سے کبھی نہ مانتے جب تک وہی جواب نہ سنتے جو کتاب میں درج ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب آپ کے غور و فکر کا نتیجہ ہے۔

فلسفہ کی کتاب میبذی پڑھنے میں آپ کو یہ افسوسناک تجربہ ہوا کہ جو باتیں آپ کے دل میں کھٹکتی تھیں ان کے بارے میں اساتذہ کا ذہن بھی صاف نہیں ہوتا تھا سمجھانا تو درکنار وہ خود بھی نہیں سمجھتے تھے اس وجہ سے نہ صرف اس کتاب سے آپ کو سخت کراہت پیدا ہو گئی بلکہ آپ کو پہلی مرتبہ بڑی شدت سے یہ احساس پیدا ہوا کہ ہندوستان کی اسلامی درسگاہوں کا نظام تعلیم یکسر بدلنے کے لائق ہے۔ نصاب کافی غور و فکر اور بڑے فہم و تدبر سے مقرر کیا جانا چاہئے۔ باقاعدہ امتحان ہونا چاہیئے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۴،۳۵)

۵- منشی جمال الدین صاحب ...... کو قرآن کریم کی اشاعت کا بے حد شوق تھا۔ آپ بعد نماز مغرب قرآن شریف کا لوگوں کو لفظی ترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل کو بھی وہاں اس درس میں شریک ہونے کا اتفاق ہو گیا۔ اس وقت منشی صاحب موصوف اس آیت کا ترجمہ کر رہے تھے **و اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا امنا و اذا خلا بعضهم الی بعض** (بقرہ ع۹) آپ نے کہا کہ کیا اجازت ہے کہ ہم لوگ کچھ سوال بھی کریں۔ منشی صاحب نے کہا بڑی خوشی سے۔ آپ نے فرمایا یہاں بھی منافقوں کا ذکر ہے اور یہاں خدا تعالیٰ نے نرم لفظ بولا ہے یعنی **بعضهم الی بعض**۔ اور اس سورۃ کے ابتداء میں جہاں انہیں منافقین کا ذکر ہے وہاں بڑا تیز لفظ استعمال ہوا ہے یعنی یہ کہا گیا ہے **اذا خلوا الی شیطینهم** (بقرہ ع۲) اس نرمی اور اس سختی کی کیا وجہ ہے منشی صاحب نے فرمایا۔ ہمیں تو نہیں آتا۔ کیا آپ جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے خیال میں یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مدینہ منورہ میں دو قسم کے منافق رہتے تھے۔ ایک اہل کتاب اور ایک مشرک۔ اہل کتاب منافق کے لئے نرم لفظ استعمال ہوا ہے اور مشرک منافق کے لئے سخت۔ منشی صاحب اس نکتہ کو سن کر اس قدر مسرور ہوئے کہ اسی وقت اپنی مسند سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جہاں آپ تھے وہاں آ گئے اور آپ کو فرمایا کہ آپ مسند پر جا بیٹھیں۔ اب آپ ہی قرآن پڑھایا کریں اور ہم آپ سے قرآن سیکھیں گے۔ اس طرح ایک ہی نکتہ پر آپ قرآن مجید کے مدرس و مفسر بن گئے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے معارف اور نکات ایسے سکھلا دیئے تھے کہ جب آپ بیان فرماتے تو اس سے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچتا اور منشی صاحب کو آپ کا قرآن پڑھانا ایسا پسند آیا کہ آپ سے بے حد محبت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے بغیر کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۴۶-۴۷ نیا ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے اپنے بیان فرمودہ واقعات:

۶- جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ ۔ یہ مولویوں کا ایک فقرہ ہے۔ ہر بات میں ایک احتمال نکال دیتے اور کہہ دیتے ہیں جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ ۔ میں نے ایک مولوی سے کہا کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ جس میں کوئی احتمال ہو وہ دلیل میں پیش نہ کیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب احتمال آتا ہے تو پھر استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ استدلال میں تو احتمال نکل سکتا ہے۔ ایسے طریق سے استدلال بھی باطل ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ احتمال سے کام نہ لو۔ استدلال سے کام لو۔ (از مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۶۴ مرتبہ اکبر شاہ نجیب آبادی)

۷- اسی طرح فرمایا: سورۃ المرسلات پڑھاتے ہوئے جب یہ آیت آئی **فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ** تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہاری ساری حدیثوں کا تو رد ہو گیا۔ میں نے کہا تیری اس بات کا بھی رد ہو گیا۔

۸- فرمایا: ایک دفعہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور عبداللہ ٹونکی دونوں مجھ سے بحث کرنے کے لئے آئے۔ محمد حسین

نے کہا کہ شرائط میں لکھواتا ہوں۔ میں نے کہا اچھا۔ پہلی ہی شرط میں لکھایا کہ حقیقت و مجاز میں جب ہمارے تمہارے درمیان تفرقہ ہوگا تو...... میں نے کہا یہ پہلی شرط ہی غلط ہے۔ آپ تو اہل حدیث ہیں اور حقیقت و مجاز کا تفرقہ تو بدعت ہے۔ سب سے پہلے تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے ابتدا میں حقیقت و مجاز کا تفرقہ ہوا ہے۔ عبداللہ ٹونکی نے کہا کہ اٹھو چلو۔ یہاں تو مطول پر بھی پانی پھر گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ضرور کوئی بات ہے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۶۵)

۹- فرمایا: ایک مسیحی نے مجھ سے کہا کہ بائیبل کے معنی ہم ہی خوب کر سکتے ہیں، تم نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا توریت کے معنی پھر تو یہودی ہی خوب کر سکتے ہیں، تم نہیں کر سکتے۔ (از مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۸۲)

۱۰- فرمایا: ایک پادری نے مجھ سے کہا کہ بہشت میں کھائیں گے تو پاخانہ کیوں نہ پھریں گے۔ میں نے کہا کہ تو نے نو مہینے ماں کے پیٹ میں کھایا کیا وہاں پاخانہ بھی پھرتا تھا۔ چپ ہو گیا۔

(از مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۸۳)

۱۱- فرمایا: میں ایک گاڑی پر سوار ایک انگریز پادری کی کوٹھی کے سامنے سے گزرا۔ میرے ساتھ ایک گریجویٹ لڑکا بھی سوار تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ اس انگریز سے ضرور ملاقات کریں۔ بڑا فلسفی ہے۔ اس نے زیادہ مبالغہ کیا تو میں نے کہا کہ مسیحی فلسفی نہیں ہوسکتا۔ اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ اچھا تم اوّل اس کے پاس جا کر کہو کہ مجھ کو تھری ون (تثلیث) کے مسئلہ کی فلاسفی سمجھا دیجئے۔ وہ لڑکا بے تکلف فوراً اس کے پاس چلا گیا اور اس سے تھری ون (تثلیث) کے مسئلہ کی فلاسفی دریافت کی۔ پادری نے جواب میں کہا کہ اس مسئلہ کے صحیح ہونے کی دلیل یہی کافی ہے کہ ہم نے اس کو مان لیا اور ایشیائی دماغ اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ وہ لڑکا واپس آیا اور کہا کہ اس نے ہماری بڑی تحقیر کی اور کہا کہ اس کا فہم ایشیائی دماغوں سے بالاتر ہے۔ میں نے کہا کہ تم پھر جاؤ اور اس سے کہو تمہارا خدا (مسیح) بھی ایشیائی تھا اور اسی کے مرید پولوس، پطرس بھی ایشیائی۔ آپ کے قاعدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تینوں اس مسئلہ کو نہیں سمجھے تھے۔ جب تمہارا خدا اور اس کے خلیفے بھی نہیں سمجھ سکے تو تم کیسے سمجھ گئے؟ وہ پادری سن کر ہنس پڑا۔ وہ لڑکا سمجھ گیا کہ یہ ہنسنا لاجواب ہونے کی علامت ہے۔ (از مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۸۳)

۱۲- ایک دفعہ میں ریل میں آتا تھا۔ ایک عیسائی مجھے ملا۔ اس نے کہا اب تو اسلام کے مقابل میں ایسی کتاب لکھی گئی ہے کہ اسلام اس کے سامنے ہرگز نہ ٹھہرے گا۔ میں نے کہا وہ ایسی کون سی کتاب ہے؟ کہنے لگا کہ اس کتاب کا نام تنقید القرآن ہے اور پادری عمادالدین نے لکھی ہے۔ میں نے کہا اس کی کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ تنقید سناؤ۔ اس نے کہا قرآن نے جو یہ دعویٰ کیا ہے یہ خاص قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اور چونکہ نبی کریمؐ قریش مکہ میں سے تھے، دوسروں کی زبان نہیں بول سکتے تھے۔ اس کتاب میں یہی ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن میں فلاں لفظ فلاں زبان سے اور

فلاں لفظ فلاں زبان سے آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص قریش میں سے نہ تھے اور قرآن شریف بھی خاص قریش کی زبان میں نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ دیکھو میں بھیرہ کا رہنے والا پنجابی آدمی ہوں اور اردو بولتا ہوں تو کیا اس سے میرا پنجابی ہونا باطل ہو جائے گا؟ اور پھر قرآن شریف میں یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ خاص قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو کر سوچنے لگا اور کہا کہ آپ ہی بتائیں کہ آیا قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت ہے یا نہیں جس میں لکھا ہو کہ یہ قریش ہی کی زبان میں نازل ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ نہیں لکھا بلکہ وہاں تو صرف یہ لکھا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ یہ سن کر مجھ سے کہنے لگا کہ آپ نے اس کتاب کا ستیاناس ہی کر دیا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۶)

۱۳- فرمایا: سفر میں ایک بادشاہ کی مجلس میں بڑے طویل وعریض مقام پر سفید چاندنی بچھی تھی اور نرم نرم ہوا کے باعث اس میں خوشنما تموج ہوتا تھا جو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اسی حال میں وہ بادشاہ اپنے وزیر سے جو دہریہ مزاج تھا، ہستی باری تعالیٰ پر بحث کر رہا تھا۔ بادشاہ نے مجھ سے فرمایا کہ ہستی باری کی کوئی دلیل بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ دلربا تموج چاندنی کا۔ بادشاہ نے جب اس طرف دیکھا تو اس کو نہایت اچھا معلوم ہوا اور مجھ سے کہا کہ کیونکر؟ میں نے عرض کیا کہ اس تموج کا باعث چاندنی کا ارادہ ہے یا اس میں طبعی خواہش ہے؟ وزیر نے کہا کہ یہ تموج ہوا کی خاص رفتار کے باعث ہے اور یہ متاثر چاندنی بے ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس طرح اس وقت ہوا کی طبعی خاصیت ہے؟ اس نے کہا ایک خاص انقباض کے باعث ہوا میں یہ خاص رفتار ہے۔ میں نے کہا یہ انقباض بالا رادہ ہے؟ اور مجھے یقین تھا یہ فلسفی ہے دو تین قدم سے زیادہ نہیں چلے گا۔ اس نے کہا کہ اس انقباض خاص کا سبب غیر معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا وہ غیر معلوم سبب ارادہ رکھتا ہے کہ نہیں؟ اس پر بولا کہ ایک گریٹ پاور اس انتظام کا موجب ہے۔ اس پر میں نے اور بادشاہ نے معاً کہا یہ اصطلاحی لفظ ہے۔ اس کو اللہ، پرمیشر، گاڈ جو چاہو کہو۔ تب اس نے کہا کہ میں منکر نہیں بلکہ طالب دلیل ہوں۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۷-۲۸۸)

۱۴- فرمایا: مجھ سے ایک آریہ نے اعتراض کیا کہ تم قبلہ کی سمت کو کیوں معزز سمجھتے ہو اور نمازوں میں اس طرف کو منہ کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہون کرتے وقت تم اس طرف پشت کیوں نہیں کر لیتے؟ پھر اب جو تم نے مجھ سے بات کی تو میری طرف پشت کیوں نہیں کی؟ کہنے لگا اب کبھی یہ اعتراض نہ کروں گا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۲۸۹)

۱۵- فرمایا: 'ایک دہریہ میرے پاس بہت آتا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ ایک ہندو قرآن کا بڑا ماہر ہے اور وہ تمہارا واقف نہیں۔ واقف ہو کر شاید بحث نہ کرے۔ لہٰذا ابھی چلو۔ میں گیا۔ اس سے کہا کہ سنا ہے آپ قرآن شریف کو خوب جانتے ہیں اور آپ نے کچھ اعتراض بھی کئے ہیں۔ غرض بہت سی باتوں کے بعد اس نے کہا کہ ذرات عالم مفقود نہیں ہوتے اور قرآن میں لکھا ہے کہ مفقود ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ دو دعوے ہیں۔ ایک کا ثبوت آپ کے ذمہ

کہ مفقود نہیں ہوتے اور دوسرا قرآن کے ذمہ کہ مفقود ہو جاتے ہیں۔قرآن کریم منگایا گیا۔اس نے آیت نکالی **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ**۔میں نے کہا كُلُّ کا ترجمہ کیا ہوا؟ کہا ہر چیز۔ مَنْ کا ترجمہ نہ کر سکا۔ **عَلَيْهَا** کا ترجمہ کیا۔جوزمین پر ہیں۔میں نے کہا اس سے تو ثابت ہوا کہ جو زمین کے اوپر اوپر ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ سب نہیں۔پھر میں نے کہا۔کہ اس میں مفقود کا لفظ نہیں۔معدوم کا لفظ بھی نہیں؟اب فَانٍ کا ترجمہ باقی ہے کہ معدوم معنی ہیں یا نہیں؟ وہ کچھ حیران پریشان سا رہ گیا۔‘‘ (ازمرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ۲۹۲)

۱۶- فرمایا:’’میں ایک مرتبہ راولپنڈی گیا۔ایک آریہ دوست نے میری خاطر عمدہ عمدہ خربوزے لا کر میرے آگے رکھے۔اپنے ہی ہاتھ سے کاٹنے لگا۔پہلے بیج علیحدہ کئے۔پھر قاشیں بنائیں۔پھر چھلکے علیحدہ کئے۔پھر شکر ملائی۔جب میرے آگے رکھنے لگا تو کہا گوشت کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ میں نے کہا۔بندہ تو کوئی گوشت نہیں کھاتا۔یہ سوال بے ہودہ ہے۔حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ بڑے مہاتما ہیں۔یہ بھلا گوشت کے مجوز ہو سکتے ہیں؟ وہ میرے طرز مباحثہ سے ناواقف تھا۔میں نے کہا کہ میں نے اپنی مدت العمر میں ایک برہمن کو گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔(ایک اودھ کی طرف کا برہمن تھا۔وہ کشمیر میں فوج کا کرنیل تھا۔بازار سے گوشت لاتا اور راستہ میں کچا ہی کھاتا ہوا جاتا) میں نے ایک قاش اٹھائی اور کہا کہ اس کا نام خربوزہ تو نہیں ہے۔خربوزہ تو وہ تھا جس کا اکثر حصہ یعنی بیج اور چھلکا وغیرہ تم نے پھینک دیا ہے۔یہ کیا ہے؟ کہا یہ تو شکر مل کر کوئی مرکب چیز ہی بن گئی ہے جو کچھ اس کا نام رکھا جائے۔میں نے کہا۔انسان ایسا مرکب ہے کہ خربوزہ تک کو نہیں کھا سکتا یہ بھلا گوشت کیا کھا سکتا ہے؟ ہمارے گھر میں گوشت آتا ہے اس میں گھی،زعفران، دارچینی،خشخاش،بیسن وغیرہ چیزیں ملا کر پکاتے ہیں۔وہ ایک مرکب تیار ہوتا ہے اس کو گوشت نہیں کہہ سکتے۔ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں گوشت بھی ہے۔بھلا انسان بکری کی طرح ساگ بھی کہاں کھا سکتا ہے؟‘‘ (ازمرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ۲۹۲-۲۹۳)

۱۷- فرمایا: ’’ایک مرتبہ میں کچہری میں بغرض ادائے شہادت گیا۔وکیل نے سوال کیا کہ تم مولوی ہو؟ میں نے کہا نہیں۔وہ خاموش رہ گیا۔بات یہ تھی کہ وہ مجھ پر دروغ حلفی کا مقدمہ قائم کرنا چاہتا تھا یعنی میں اگر کہتا کہ میں مولوی ہوں تو وہ مجھ سے کہتا کہ سارٹیفکیٹ دکھاؤ۔پنجاب یونیورسٹی میں امتحان ہوتا ہے جس میں مولوی،مولوی عالم،مولوی فاضل کی سندیں لوگ حاصل کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ میں نے یہ امتحان نہیں دیا۔اور مولوی سے وہی یونیورسٹی کا سند یافتہ مولوی مراد لیا جاتا۔میں اس کی اس منصوبہ بازی کو فوراً فراست سے سمجھ گیا تھا۔‘‘

(ازمرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ۲۹۶-۲۹۷)

سوانحی خاکہ

حضرت الحاج حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل

(مرتبہ: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب)

پیدائش: آپ 1841ء بمطابق 1258ھ میں بھیرہ ضلع شاہ پور کے محلّہ معماراں میں پیدا ہوئے۔

والدین: آپ کے والدمحترم کا نام حضرت حافظ غلام رسول صاحب اور والدہ محترمہ کا نام حضرت نور بخت صاحبہ تھا۔ آپ کے چھ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔جن کے نام درج ذیل ہیں۔

بھائی: ا- مکرم مولوی سلطان احمد صاحب ۲- مکرم مولوی غلام نبی صاحب

۳- مکرم حکیم غلام احمد صاحب ۴- مکرم مولوی محمد بخش صاحب

۵- مکرم غلام محی الدین صاحب ۶- نام معلوم نہیں ہو سکا۔

بہنیں: ا- محترمہ غلام بی بی صاحبہ ۲- محترمہ امام بی بی صاحبہ

آپ کے والدمحترم، تمام بھائی اور ایک بہن جماعت احمدیہ کے قیام سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ایک بہن زندہ رہیں جن کا قادیان میں آنا ثابت ہے اور آپ کے زمانہ میں ہی احمدی ہو گئی تھیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 جدید ایڈیشن صفحہ 53,23)

حصولِ علم: آپ نے اپنی والدہ کی گود میں قرآن مجید اور والدہ سے ہی پنجابی زبان میں فقہ کی کتابیں پڑھیں اور کچھ حصہ قرآن شریف کا آپ نے اپنے والدمحترم سے بھی پڑھا تھا۔

1853ء: بڑے بھائی مکرم مولوی سلطان احمد صاحب کے پاس لاہور گئے وہاں پر منشی محمد قاسم صاحب سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

1855ء: لاہور سے بھیرہ واپسی اور عربی، فارسی کی تعلیم کا حصول۔

1858ء: راولپنڈی کے نارمل سکول میں داخلہ لیا۔نمایاں تعلیمی کامیابی پر آپ کو پنڈ دادنخاں کے مڈل سکول کا ہیڈ ماسٹر بنا دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت سے استعفیٰ دے کر رامپور، مرادآباد اور لکھنؤ کا حصولِ علم کے لئے سفر کیا۔

1864ء: سفر میرٹھ، دہلی و بھوپال۔

1865-66ء: سفر حرمین شریفین، حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ۔ مدینہ میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔

حضرت شاہ عبدالغنی سے چالیس احادیث کا راوی بننے کا شرف حاصل کیا۔

1869ء: مکہ معظّمہ کو واپسی ہوئی اور دوسری دفعہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

1870-71ء: ہندوستان واپسی، پھر بمبئی، دہلی اور لاہور سے ہوتے ہوئے بھیرہ واپسی۔ پہلی شادی اہلیہ کا نام محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ تھا جو مفتی شیخ مکرم صاحب قریشی عثمانی بھیروی کی صاحبزادی تھیں۔ نیز بھیرہ میں آپ نے درس وتدریس اور مطب کا آغاز فرمایا۔

1877ء: آپ کے بڑے بھائی مکرم مولوی سلطان احمد صاحب کا انتقال۔ سفر بھوپال۔ چند ماہ تک بھوپال میں ملازمت۔ پھر بھیرہ واپسی ریاست جموں وکشمیر میں ملازمت۔

1879ء: کشمیر میں بوجہ سخت قحط کے ہیضہ کی وبا اور آپ کی عظیم الشان طبی خدمات۔ نومبر 1879ء میں کتاب ''فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحۃ الکتاب'' شائع ہوئی۔

1880ء: انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ممبر بنے۔

1881ء: ایک ماہ کا سفرِ جموں جس میں آپ نے قرآن کریم کے چودہ پارے حفظ کر لئے۔

1882ء: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گورداسپور کے ایک صاحب شیخ رکن الدین صاحب کی معرفت غائبانہ تعارف۔ ریاست کے وزیر اعظم سے آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار ''نشان نمائی کی عالمگیر دعوت'' مِلا۔

1884ء: انجمن حمایت اسلام کے ممبر بنے۔

1885ء: پہلی بار قادیان آمد اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور ملاقات اسی سال دوبارہ ملاقات اور حضور علیہ السلام کا ارشاد کہ عیسائیت کے مقابل پر کتاب لکھیں۔

1886ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف ''سرمہ چشم آریہ'' اور ''سراج منیر'' کی اشاعت میں حصہ لیا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی سے تعلق ہوا۔

1887ء: ''نور افشاں'' میں پادری تھامس ہاول کے ''شحنۂ حق'' پر اعتراضات کے جواب میں ایک زبردست مضمون ''منشور محمدی''، بنگلور میں کئی قسطوں میں شائع کرایا۔ سرسیّد احمد خاں کی قائم کردہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی معاونت کی۔

1888ء: آپ کی بیماری اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ کی عیادت اور بیمار پُرسی کے لئے جموں تشریف لے جانا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب آپ کی شاگردی میں آئے۔

1889ء: حضرت مولوی صاحب کا عقد ثانی لدھیانہ میں حضرت منشی احمد جان صاحب کی صاحبزادی حضرت

صغریٰ بیگم صاحبہ سے شادی۔ اس شادی میں حضرت مسیح موعودؑ کی شرکت۔

23 مارچ 1889ء: لدھیانہ میں بیعت اولیٰ جس میں سب سے پہلے آپ کو بیعت کی سعادت حاصل ہوئی اور عورتوں میں آپ کی اہلیہ حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ نے سب سے پہلے بیعت کی۔

1889ء: حضرت مولوی صاحب کی والدہ ماجدہ حضرت نور بخت صاحبہ کا انتقال۔ ''تصدیق براہین احمدیہ'' کی تصنیف واشاعت۔

1890ء: راجہ امر سنگھ نے آپ کا پہلا فوٹو لیا۔ جو 1907ء میں رسالہ ''حکیم حاذق'' میں پہلی دفعہ شائع ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت پر ایمان۔

1891ء: پہلے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت۔

1892ء: سفر لاہور اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں آپ کی تائید میں تقریر۔ ''ازالہ اوہام'' کی اشاعت میں اعانت۔ جلسہ سالانہ قادیان کے مہمانوں کے لئے قادیان میں ایک مکان تعمیر کرایا۔ ریاست جموں وکشمیر سے ملازمت کا خاتمہ۔ بھیرہ واپسی اور وہاں پر شفاخانہ اور عالی شان مکان کی تعمیر کا آغاز۔

1893ء: انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور پُر معارف لیکچر۔ قادیان کی طرف مستقل ہجرت اور ''الدار'' میں رہائش۔ امرتسر کے مشہور مباحثہ جو بعد ازاں کتابی صورت میں بعنوان ''جنگ مقدس'' شائع ہوا، میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معاونت۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں عربی زبان میں مضمون اور قصیدہ رقم فرمایا جو ''کرامات الصادقین'' میں شائع ہوا۔

1894ء: جلسہ سالانہ قادیان میں آپ کی تقریر۔

1895ء: ریاست جموں کا سفر۔ مہاراجہ جموں کی طرف سے دوبارہ ملازمت کی درخواست۔ آپ نے انکار کر دیا۔

1896ء: سفر بہاولپور اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف سے ملاقات۔ سفر مالیر کوٹلہ اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کا آپ سے قرآن مجید پڑھنا۔

جلسہ مذاہب عالم لاہور میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' آپ کی صدارت میں پڑھا گیا۔

1897ء: پادری مارٹن کلارک کے مقدمہ میں جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کپتان ڈگلس کی عدالت میں دائر کیا تھا۔ آپ عدالت میں گواہی کے لئے پیش ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفرِ ملتان۔ جلسہ سالانہ قادیان پر ایمان افروز تقریر۔

1898ء: ''الحکم'' کی قلمی معاونت کا آغاز۔ آپ کی صاحبزادی حفصہ کی شادی حضرت حکیم مفتی فضل الرحمان

صاحب سے ہوئی۔آپ کی صاحبزادی امامہ کی وفات۔سفر مالیر کوٹلہ۔

1899ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر گورداسپور، دھاریوال۔ولادت صاحبزادہ میاں عبدالحئی صاحب۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ پہلا فوٹو۔

1900ء: علامہ شبلی نعمانی سے خط وکتابت اوران کو دعوتِ حق۔آپ کی تجویز پر قومی ضرورتوں کے لئے آمد وخرچ کا حساب رکھنے کے لئے رجسٹر کھولے گئے۔

1901ء: سفر سیالکوٹ اور گورداسپور۔ولادت صاحبزادی سیّدہ امۃ الحئی صاحبہ۔آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کیا۔اس کا صرف ایک پارہ آپ کی زندگی میں چھپ سکا۔

1902ء: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا نکاح پڑھایا۔اخبار البدر کی قلمی معاونت۔

1903ء: آپ کے صاحبزادہ عبدالقیوم کی ولادت۔سفرِ کپورتھلہ فونوگراف میں آپ کا وعظ ریکارڈ ہوا۔

1904ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر لاہور اور سیالکوٹ نیز مقدمات کرم دین کے سلسلہ میں کچھ عرصہ گورداسپور میں قیام۔کتاب ''نورالدین' اور رسالہ ''ابطال الوہیت مسیح'' کی اشاعت۔

1905ء: شدید بیماری جس میں آپ نے وصیت تحریر فرمائی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے آپ کی شفایابی کی بشارت دی۔آپ کی حرم اوّل محترمہ فاطمہ صاحبہ کا انتقال۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی۔صاحبزادہ عبدالقیوم کی وفات۔میاں عبدالسلام صاحب کی ولادت۔انجمن کارپرداز مصالح قبرستان کی بنیاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے آپ کو چندوں کا امین مقرر کیا گیا۔

1906ء: مسائل نماز پر دینیات کا پہلا رسالہ شائع فرمایا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ کا پہلا صدر مقرر فرمایا۔رسالہ ''مبادی الصرف والنحو'' شائع فرمایا۔

1907ء: آپ کا ترجمہ شدہ پہلا پارہ قرآن شائع ہوا۔

آریہ سماج وچھو والی لاہور نے مذاہب کانفرنس منعقد کی۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون اس کانفرنس میں پڑھا۔

26 مئی 1908ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔27 مئی قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر کے طور پر احباب جماعت سے بیعت لی۔بیعت سے پہلے خطاب پھر حضرت اقدسؑ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بیت المال کا محکمہ قائم فرمایا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں دینی مدرسہ کے لئے تحریک۔واعظین سلسلہ کا تقرر۔بھیرہ کی جائیداد سلسلہ احمدیہ کے لئے وقف کر دی۔لنگر خانہ کا انتظام صدر انجمن کی نگرانی میں دے دیا گیا۔......مبارک میں آپ کا اعتکاف اور درس قرآن۔منکرین نظام خلافت کی مخالفانہ کوششوں کا آغاز۔آپ کے دور

کا پہلا جلسہ سالانہ تین ہزار احمدیوں نے شرکت کی۔

1908ء: آپ نے خوشنویس حضرات کو تحریک فرمائی کہ وہ قادیان میں آ کر رہیں تا سلسلہ کے کام بروقت ہو سکیں۔ جماعت مبایعین کی مکمل فہرست تیار کرنے کی ہدایت۔

1909ء: یتامیٰ، مساکین اور طلبہ کی امداد کی تحریک۔ استحکام خلافت پر زبردست تقریر۔ 250 نمائندگان شوریٰ کا اجلاس اور دوبارہ بیعت۔ مدرسہ احمدیہ کا مستقل درسگاہ کی حیثیت سے آغاز۔

خواجہ حسن نظامی صاحب اور نواب وقار الملک سے آپ کی خط و کتابت۔ بھیرہ میں ''......نور'' بنوائی۔ اخبار نور کا اجراء۔ مسیحی لیکچروں کے جواب میں حضور کے حکم سے لاہور میں جماعت کی طرف سے لیکچر دیئے گئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا فتویٰ کفر سے رجوع اور اپنے بیٹے ابواسحاق اور عبدالباسط کو حصولِ تعلیم کے لئے قادیان بھجوایا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ 306، 307)

1910ء: 5 مارچ کو......نور قادیان کی بنیاد رکھی اور بیوت الذکر کے حقیقی فلسفہ پر پُر معارف تقریر فرمائی۔ ایک کمرہ تیار ہونے پر 23 اپریل کو افتتاح فرمایا۔

......اقصیٰ قادیان کی توسیع۔ وقارِ عمل میں حضور خود شامل ہوئے۔ الانذار کے نام سے ایک اعلان شائع فرمایا۔ دسمبر 1909ء کا جلسہ سالانہ مارچ 1910ء میں ہوا جس میں بیعت لیتے وقت کچھ الفاظ کا اضافہ فرمایا۔ سفر ملتان ایک گواہی کے سلسلہ میں۔

ملتان سے واپسی پر احمدیہ بلڈنگ لاہور میں ''اسلام اور دیگر مذاہب'' کے عنوان پر پبلک تقریر فرمائی۔ 18 نومبر گھوڑے سے گرنے کا واقعہ۔ بورڈنگ ہاؤس تعلیم الاسلام ہائی سکول کی شاندار عمارت کی بھی اسی سال بنیاد رکھی گئی جس کے تین پہلو ستمبر تک تیار ہو گئے۔ جلسہ سالانہ 1910ء پر آپ کے خطابات۔ ایک تقریر میں آپ نے فرمایا ''میرا نام آسمان میں عبدالباسط ہے۔ باسط اُسے کہتے ہیں جو فراخی سے دیتا ہے۔ میرا مولیٰ وقت پر مجھے ہر چیز دیتا ہے''

(الحکم 7 جنوری 1911ء صفحہ 10، 12)

1911ء: رسالہ احمدی کا اجراء۔ انجمن انصار اللہ کا قیام۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے چندہ کی تحریک۔ مخالفین کے ساتھ نیکی کی تلقین۔ شہنشاہ جارج پنجم کے دربار تاجپوشی کے موقعہ پر نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے رخصت کے سلسلے میں میموریل بھجوانے کی تحریک کی۔ خطاب جلسہ سالانہ 1911ء جس میں باہمی اتحاد و اتفاق پر زور دیا۔

1912ء: 10 مارچ کو ایک یادگاری دُعائے خاص کرائی۔ دورِ خلافت کا آخری سفرِ لاہور۔ لاہور میں آپ کی تقاریر۔ ''مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین'' کی اشاعت۔ رسالہ ''احمدی خاتون'' کا اجراء۔ خواجہ کمال الدین صاحب کا سفرِ انگلستان اور حضور کی آپ کو نصائح۔ ''کلام امیر'' کے نام سے اخبار ''بدر'' میں مستقل

ضمیمہ کی اشاعت جس میں حضور کے درس، ڈائری، سوانح، آپ کے فرمودہ مباحث و لطائف اور خطوط درج ہونے لگے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کا سفر مصر و عرب۔ بنگال میں احمدیت اور حضرت مولوی سیّد عبدالواحد صاحب کی بیعت۔

دو تحریکیں: ا- علم الرؤیا پر نئی کتاب تیار کرنے کی تحریک

۲- خدا تعالیٰ کی ہستی، صفات، افعال اور کلام پاک کی اشاعت پر رسالے اور ٹریکٹ شائع کئے جائیں نیز حدیث شریف کی اشاعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں۔

انجمن (داعیان) کا قیام۔ خطبات نور کی اشاعت۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب سے خط و کتابت۔ تقریر جلسہ سالانہ اتحاد و اتفاق کی ضرورت پر زور۔

1913ء: درس قرآن کے لئے ہال تعمیر کرنے کی تحریک۔ کلمات قرآنی کی فہرست تیار کرنے کی تحریک۔ بخاری شریف کا عام درس دینا شروع کیا۔ امرتسر سے ایک غیر از جماعت صحافی مکرم محمد اسلم صاحب کی قادیان آمد اوران کے تاثرات کی اشاعت۔ اولوالعزم امام کے لئے آپ کی دردانگیز دُعا۔ ''الفضل'' کا اجراء۔ ''پیغام صلح'' کا اجراء لاہور سے۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب کا سفر انگلستان اور یورپ میں پہلے مشن کا قیام۔ سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا سفر مصر و شام۔ حضور نے چند دعائیہ پنجابی اشعار کہے۔ اٹھوال گاؤں میں احمدیت۔ حضور کے پانچویں بیٹے صاحبزادہ عبداللہ کی پیدائش۔ (یہ بچہ 9ء جون 1914ء کو وفات پا گیا)

لاہور سے گمنام ٹریکٹوں کی اشاعت اور حضور کی ناراضگی۔ اخبار ''الحق'' قادیان کا ٹریکٹوں کے خلاف احتجاج۔ اخبار ''بدر'' کی بندش۔ آپ کے دور کا آخری جلسہ سالانہ اور آپ کی اس جلسہ پر دو تقریریں۔

1914ء: آپ کی اجازت سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی دعوت الی اللہ کی ملک گیر سکیم اور اس کے لئے ''دعوت الی الخیر فنڈ'' کا قیام۔ حضور کا مولوی محمد علی صاحب سے انگریزی ترجمہ قرآن کے نوٹ سننا۔ ''الحکم'' کے احیاء کی کوشش اور مالی معاونت۔

مرض الموت کا آغاز۔ کوٹھی دارالسلام میں منتقلی۔ حضور نے 4 مارچ کو تحریری وصیت لکھی۔ 14 مارچ دوپہر دو بج کر بیس منٹ پر انتقالِ پُر ملال۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

قدرتِ ثانیہ کے ظہور پر احباب کرام کا اخلاص و وفا اور اظہارِ عقیدت

(از: مکرم احمد طاہر مرزا صاحب)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت قبل الہامی طور پر اطلاع بخشی تھی کہ ''ستائیس کو ایک واقعہ ہمارے متعلق''۔

(الحکم قادیان ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء و تذکرہ طبع ۲۰۰۴ء ص ۶۳۰)

چنانچہ چھبیس مئی کو حضورؑ کا وصال ہوا اور ستائیس مئی کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تدفین سے قبل اس عالم نے ایک نادر الوقوع نظارہ دیکھا۔ جب مقبرہ بہشتی قادیان میں درختوں کے درمیان مقام ظہور قدرتِ ثانیہ پر قدیم سے سنت الٰہی کے مطابق خلافت احمدیہ یعنی آسمانی بادشاہت کا ظہور ہوا۔ اس عظیم الشان ظہور کے بارہ میں ہزاروں سال قبل الٰہی نوشتوں میں پیش خبریاں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ طالمود میں پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ مسیح ثانی کی بادشاہت ہزاروں سال چلے گی:

The Kingdom of the Messiah will endure for thousands of years.

(Joseph Barclay, The Talmud, 1st ed .London: Johan Murray, 1878 .introduction, P37)

یعنی مسیح کی بادشاہت ہزاروں سال تک قائم رہے گی۔ سلسلہ احمدیہ میں ۲۶ مئی ۱۹۰۷ کا دن غمناک و نمناک تھا قضائے الٰہی کے سامنے کسی کی کچھ نہیں چلتی۔ مشیت ایزدی کے تحت اس سے اگلے روز قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ ان ایام کے بارہ میں حضرت ملک نیاز محمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

> ''میرے بڑے بھائی حکیم دین محمد صاحب نے میرے لئے پشاور میں ملازمت کی تجویز کر کے غالباً ۲۲ مئی کو وہاں بھیج دیا۔ ۲۳ مئی کو وہاں پہنچا۔ وہاں کام نہ بنا۔ ۲۴ مئی کو میں واپس لاہور آ گیا۔ ۲۵ کے دن رہنے کے بعد ۲۶ کو حضور کی وفات ہوگئی۔
>
> میں اپنے بھائی صاحب کے پاس ہربنس سنگھ کی حویلی میں لاہور رہتا تھا۔ بازار میں میں اور بھائی صاحب کسی کام کے لئے جا رہے تھے کہ غالباً چودھری عبدالحئی صاحب کاٹھ گڑھ والے نے بتلایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوگئی۔ یہ خبر سنتے ہی میرا اپنا یہ حال ہوا کہ تمام بدن سن اور بے حس ہو گیا۔ کچھ منٹوں کے بعد ہوش ٹھیک ہوئی۔ اس وقت تک کہ میرے والد صاحب

اور والدہ صاحبہ اور بھائی اور لڑکے اور کئی عزیز فوت ہوئے ہیں مگر ایسا صدمہ جیسا کہ حضور کی وفات کو سن کر ہوا تھا کبھی نہیں ہوا۔ میرے بھائی حکیم دین محمد صاحب کے پاس میرے علاوہ میرے تایازاد بھائی جو کہ غیر احمدی تھے۔ اپنی لڑکی کے ساتھ جو کہ بیمار تھی معالجہ کے لئے ٹھہرے ہوئے تھے۔ بھائی صاحب نے مجھے فرمایا کہ ان کی خاطر تم یہاں ٹھہرو۔ اور میں جنازہ کے ساتھ قادیان جاؤں گا۔ میں نے کہا یہ آپ کے مہمان ہیں۔ آپ ٹھہریں یا نہ ٹھہریں میں تو جنازہ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔ ہمارے آپس کے اس تکرار کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ بھائی میں اکیلا ہی رہوں گا۔ آپ دونوں جائیں۔ چنانچہ ہم یہ فیصلہ کر کے احمدیہ بلڈنگز میں پہنچے......حضور کو غسل دے کر آپ کا جنازہ غالباً پڑھ کر ایک مکان میں رکھا گیا جس میں سب لوگ جا کر زیارت کرتے تھے۔ ہم بھی وہاں گئے اور زیارت کی۔ مکان کے باہر بابا پیغمبرا سنگھ کھڑا تھا۔ اور اس کو کوئی اندر نہ جانے دیتا تھا۔ جس پر وہ رو پڑا اور کہنے لگا کہ ''تہاڈا وکھرا پیوسی۔ میرا پیو نہ تھا۔'' یعنی کیا آپ لوگوں کا علیحدہ باپ تھا۔ میرا باپ نہ تھا۔ مجھے کیوں نہیں دیکھنے دیتے۔ اس پر کسی نے اندر بھجوا دیا۔ دوپہر کے بعد غالباً تین چار بجے کے وقت احمدیہ بلڈنگز سے جنازہ چارپائی پر اٹھایا گیا اور سٹیشن کی طرف لے کر احباب جماعت چل پڑے۔ جنازے کے پیچھے بھی پولیس تھی۔ اور آگے بھی پولیس تھی۔ درمیان میں جنازہ اٹھانے والے دوست تھے۔ سٹیشن پر جب جنازہ پہنچا تو وہاں پر ایک صندوق جس میں مشک کافور ڈال کر برف بنوا کر ڈالی ہوئی تھی۔ اس میں حضور کا جسم مبارک رکھا گیا۔......غرض یہ کہ ایک گاڑی میں وہ صندوق رکھا گیا اور چند دوست بھی اس صندوق کے پاس بیٹھ گئے۔ ایک ڈبہ اہل بیت اور حضرت خلیفہ اول وغیرہ کے لئے ریزرو کرایا گیا تھا۔ باقی احباب جماعت گاڑی کے دوسرے ڈبوں میں سوار ہو گئے۔ امرتسر کے سٹیشن پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین صاحب...... نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نو بجے کے قریب گاڑی بٹالہ پہنچی۔ جنازے والا ڈبہ اور ریزرو ڈبہ دونوں کاٹے گئے۔ حضرت ام المومنین اور دیگر خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے لوگوں کو ڈبہ سے نکال کر پلیٹ فارم پر اتارا گیا۔ اور سٹیشن کے پاس ٹھہرایا گیا۔ ہم لوگوں کے پہرے مقرر کئے گئے۔ جو کہ ہم نے باری باری ادا کئے۔ پچھلی رات حضور کا جنازہ صندوق سے نکال کر ایک چارپائی پر جس کو لمبے لمبے بانس بندھے ہوئے تھے۔ اٹھایا گیا۔ اور قادیان کو لے کر روانہ ہوئے۔ صبح سویرے کا وقت ٹھنڈی ہوا اور جنازہ پر اس قدر خوشبو چھڑکی ہوئی تھی کہ سڑک میں سے جہاں سے جنازہ گزرتا تھا۔

سڑک معطر ہو جاتی تھی۔ہم لوگ بھی جنازے کے ساتھ تھے۔ لمبے لمبے بانسوں کی وجہ سے ایک وقت میں بہت سے لوگ کندھا دے سکتے تھے۔صبح کی نماز بعض لوگوں نے نہر پر آ کر پڑھی۔اور بعض لوگوں نے نہر پر آنے سے پہلے ہی پڑھ لی تھی۔نہر گزرنے کے بعد ایک شخص جو کہ جٹ زمیندار تھا۔راستہ میں ملا۔ جنازہ جب گزر چکا تو اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ میں نے اسے بتلایا کہ مرزا صاحب کا جنازہ ہے۔اس نے دوبارہ پوچھا کہ کیا مرزا صاحب قادیان والے کا۔تو میں نے کہا ،ہاں۔ یہ جواب سن کر اس پر کچھ ایسا صدمہ ہوا کہ وہ وہیں بیٹھ گیا۔اور میں دور تک اس کو دیکھتا گیا۔کہ وہ بہت دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔نہر سے کچھ دور جانے پر مولوی محمد علی صاحب وغیرہ قادیان سے آ کر ملے اور وہ بے صبری سے روتے رہے۔کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے انہیں کہا کہ آپ کیوں اتنی بے صبری دکھلاتے ہیں۔ میں نے حضرت (اماں جان) کا نمونہ دیکھا ہے۔جن کے وہ سرتاج تھے جب حضور فوت ہو گئے تو حضرت (اماں جان) نے کہا۔

’’اے خدا یہ تو ہمیں چھوڑے جاتے ہیں۔تو ہمارا ساتھ نہ چھوڑنا‘‘۔

پھر جنازہ لے کر سیدھے بہشتی مقبرہ کے ساتھ والے باغ میں پہنچے۔ وہاں بہت عورتیں جمع تھیں اور بلند آواز سے رو رہی تھیں۔ اور خواجہ صاحب نے وہی مندرجہ بالا الفاظ کہہ کر چپ کرایا۔ پھر جنازہ باغ والے مکان کے اندر رکھا گیا۔ عام لوگوں کو زیارت کرانے کے لئے یہ طریق اختیار کیا گیا کہ غربی دروازے سے لوگ زیارت کر کے مشرقی دروازے سے نکل جاتے تھے۔مرزا سلطان احمد صاحب کو جو کہ ان دنوں جالندھر میں افسر مال تھے۔تاریں دی گئی تھیں ان کا انتظار تھا۔ وہ بعد دوپہر آ گئے۔ان کو بوجہ دورہ پر ہونے کے تاریں دیر سے ملی تھیں۔اس لئے وہ دیر سے آئے۔ عام طور پر لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ مرزا سلطان احمد صاحب حضور کے مخالف ہیں۔ اس لئے میرے دل میں بھی یہی خیال تھا کہ ان کے دل میں کیا صدمہ ہوگا۔لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ آئے تو اس قدر روتے تھے کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور ہم سے رونے میں ہرگز کم نہیں تھے۔

برف کا وہ صندوق جس میں آپ کا جسم اطہر رکھ کر بٹالہ تک لائے تھے۔ وہ پھر قادیان باغ میں بمع برف کے پڑا تھا۔ میں نے اس خیال سے کہ حضور کا جسم اس برف سے چھو چکا ہے۔تھوڑی سی برف اٹھا کر کھائی۔تب مجھے معلوم ہوا کہ اس میں مشک کا فور ڈال کر بنائی گئی ہے۔

تدفین سے پہلے ضروری ہے کہ جماعت کسی ایک ہاتھ پر جمع ہو کر ایک سلک میں منسلک ہو جائے

حضرت خلیفۃ المسیح اول مولوی نورالدین صاحب ...... نے مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدفین سے پہلے ضروری ہے کہ جماعت کسی ایک ہاتھ پر جمع ہو کر ایک سلک میں منسلک ہو جائے۔ اس لئے میر ناصر نواب صاحب، (حضرت اماں جان)، مرزا محمود احمد صاحب، مولوی غلام حسین صاحب پشاوری وغیرہ وغیرہ اصحاب مل کر مشورہ کر کے فیصلہ کریں۔ اور کسی ایک شخص کو منتخب کریں۔ جس کو آپ لوگ منتخب کریں گے سب سے پہلے اس کے ہاتھ پر میں بیعت کرونگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ وہی پڑھائے گا۔ جس کو آپ منتخب کریں گے۔ اس کے بعد وہ سب چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد آ کر عرض کیا کہ ہم نے حضرت ام المومنین اور سب سے مشورہ کیا ہے۔ حضور کے سوا کوئی اس قابل نہیں جس کے ہاتھ پر ہم سب لوگ بیعت کریں۔ اس پر حضرت خلیفہ اول کھڑے ہو گئے اور ایک تقریر فرمائی۔ جس میں یہ فرمایا کہ ''یہ بہت بڑا بوجھ ہے اور اتنا بڑا بوجھ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو بوجھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے میرے باپ پر پڑا۔ اگر کسی پہاڑ پر پڑتا تو وہ چور چور ہو جاتا۔ یہ اتنا بڑا بوجھ ہے کہ میں تو اسے اٹھانے کی اپنے میں مطلق طاقت نہیں پاتا چونکہ آپ سب لوگ اس بات پر متفق ہیں۔ اس لئے میں خدا تعالیٰ کے بھروسہ پر اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں''۔ اس کے بعد وہاں ایک چارپائی پڑی تھی۔ حضرت میاں محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اس چارپائی پر آپ جیسے کوئی گر پڑتا ہے بیٹھ گئے۔ اور میاں صاحب کو اپنے پاس ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ یہ بات خاص طور پر میں نے نوٹ کی۔ کہ سب سے پہلے جس شخص کا ہاتھ بیعت کے لئے آپ نے پکڑا وہ خلیفہ ثانی تھے اور اس چارپائی پر بیٹھ کر بیعت لینی شروع کر دی۔ اس پہلی پارٹی میں احقر نے بھی بیعت کی تھی۔

غالباً نماز ظہر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت خلیفہ اول نے نماز جنازہ پڑھائی۔ میاں سلطان احمد صاحب بھی آ چکے تھے۔ اتفاق سے مرزا سلطان احمد صاحب جنازہ میں میرے ساتھ کھڑے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بہت رو رہے تھے۔ جنازے کے بعد حضرت خلیفہ اول قبر پر تشریف لے گئے چونکہ آپ پر بعد بیعت ایک قسم کا ضعف ہو گیا تھا اس لئے قبر کے نزدیک چارپائی پر تاوقتیکہ قبر درست نہیں ہوئی۔ لیٹے رہے۔''

(رجسٹر روایات جلد نمبر ۳، روایات حضرت ملک نیاز محمد صاحب صفحہ ۲۳۵ تا ۲۳۹)

سیدنا حضرت حاجی الحرمین مولٰنا حکیم نور الدین صاحب بھیروی نور اللہ مرقدہ نے مسندِ قدرت ثانیہ پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پہلے خطاب میں فرمایا:

''میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو ابدی اور ازلی ہمارا خدا ہے۔ ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کرتا ہے۔ جب کر چکتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو بلا لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابھی بلادشام میں نہیں پہنچے تھے کہ رستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر وکسریٰ کی کنجیوں کا ذکر فرمایا کہ مجھے دی گئیں ہیں مگر آپؐ نے وہ کنجیاں (چابیاں) نہ دیکھیں کہ چل دیئے۔ ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کریں گے کئی پیشگوئیاں کی تھیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں میرے خیال میں یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ بتدریج کام کرتا ہے۔ اور پھر جسے مخاطب کرتا ہے کبھی اس سے مراد اس کا مثیل بھی ہوتا ہے۔ پہلے پارہ میں فرمایا کہ تم نے موسیٰ سے پانی مانگا۔ اور ایسا ہی اور جگہ فرمایا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے۔ پس خدا کی باتیں رنگ برنگ شکلوں میں پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی یہ بھی سنت ہے کہ بعض مواعید الٰہیہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں اسی لئے فرمایا۔ **یصبکم بعض الذی یعدکم** ۔(مومن:۲۹) اس بعض الذی پر خوب غور کرو کہ اس میں یہی سرّ تھا۔ کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے نہ ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ **یوعد وَلَا یُوفِی** ۔یعنی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ نادان سمجھتا ہے کہ اُس نے وفا نہیں کی حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ یا اس کی مثل پورا ہو جاتا ہے۔

میری پچھلی زندگی پر غور کر لو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہشمند نہیں۔ میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کیلئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان بھی اسی لئے رہا ہوں اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔

......اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور میرا سارا

خیال ان ہی سے وابستہ ہوگیا۔اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ایک شخص دوسرے کیلئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبدرکھا ہے۔اس عبودیت کا بوجھ اپنی ذات کیلئے مشکل سے اٹھایا جاتا ہے۔کوئی دوسرے کیلئے کیا اور کیونکر اٹھائے۔ طبائع کے اختلاف پرنظر کرکے یک رنگ ہونے کیلئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ میں تو حضرت صاحب کے کاموں میں حیران ہو جاتا ہوں کہ اول بیمار پھراس قدر بوجھ۔نثر، نظم، تصنیف، دیگرضروری کام۔ادھر میں حضرت صاحب کے قریب عمر، وہاں تائیدات روزانہ موجود۔ یہاں میری حالت ناگفتہ بہ۔اسی لئے فرمایا: فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا۔(آل عمران:۱۰۴)

کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔......اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔اگر یہ بات تمہیں منظور ہوتو میں طوعاً وکرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں۔ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے، واعظین کے بہم پہنچانے اوران امور کو جو وقتاً فوقتاً اللہ میرے دل میں ڈالے شامل کرتا ہوں۔پھرتعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اورمنشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔اور میں اس بوجھ کوصرف اللہ کیلئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایاوَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ۔یادرکھوکہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی فقط۔''

(الحکم قادیان ۶رجون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷)

حضور کے اس پُر معارف خطاب کے بعد بالاتفاق احباب نے فدائیت و وفا کا اظہار کیا۔کہ ہم آپ کے سبھی احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر بنیں اور ہمارے مسیح موعودؑ کے جانشین ہوں۔ چنانچہ اسی جگہ ۱۲۰۰ کے قریب احمدیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور یوں قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔مردوں کی بیعت کے بعد مستورات نے بھی بیعت خلافت کی اورسب سے اول بیعت کنندہ سیدۃ النساء حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا، حرم سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے بیعت کی۔

قدرت ثانیہ کے ظہور پر کئی احباب نے اپنے فدایانہ جذبات کا اظہار کیا۔جن میں سے بطور نمونہ بعض نمونے پیش خدمت ہیں۔

انت الصدّیق

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی فرماتے ہیں:

''یہ ایک بالکل واضح بات ہے کہ نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے لیکن لوگ پھر بھی اس طریق کو بھول جاتے ہیں۔ وقت سے پہلے وہ ان باتوں کو اپنی مجالس میں دُہراتے اور ان کا اقرار کرتے ہیں لیکن عین موقع پر اِن کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے تو حضرت خلیفہ اوّل کو اس قدر صدمہ ہوا کہ شدتِ غم کی وجہ سے آپ کے منہ سے بات تک نہیں نکلتی تھی اور ضعف اس قدر تھا کہ کبھی کمر پر ہاتھ رکھتے اور کبھی ماتھے پر ہاتھ رکھتے اسی حالت میں مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے حضرت خلیفہ اوّل کا ہاتھ پکڑ کر کہا اَنْتَ الصِّدِّیْقُ اور بعض اور فقرات بھی کہے جن کا مفہوم یہ تھا کہ خلافت اسلام کی سنت ہے لیکن بعد میں مولوی سید محمد احسن صاحب اِس بات پر قائم نہ رہے اور اُنہوں نے خلافت سے منہ پھیر لیا۔''

(''ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے''، انوار العلوم جلد ۱۸ ص ۲۶۱)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب...... بیان فرماتے ہیں:

''جس وقت لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب اس کمرہ میں موجود نہیں تھے۔ جس میں آپ نے وفات پائی۔ جب حضرت مولوی صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ آئے اور حضرت صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر جلد ہی اس کمرے سے باہر تشریف لے گئے۔ جب حضرت مولوی صاحب کا قدم دروازے سے باہر ہوا۔ اس وقت سید محمد احسن صاحب (امروہی) نے رقّت بھری آواز میں حضرت مولوی صاحب سے کہا۔ انت صِدّیقی

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ یہاں اس سوال کو رہنے دیں۔ قادیان جا کر فیصلہ ہوگا۔ خاکسار کا خیال ہے اس مکالمہ کو میرے سوا کسی نے نہیں سنا۔''

(سیرت المہدی حصہ اول، روایت نمبر ۱۴ ص ۱۱)

قدرت ثانیہ کا ظہور

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام...... نے الوصیۃ میں فرمایا تھا کہ:

''وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں۔لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا''

......حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وصیت کی تکمیل اور تعمیل کیلئے قدرت ثانیہ کے مظہر اول حضرت خلیفۃ المسیح نے اخبارات میں اعلان کر دیا ہے کہ لوگ مل کر دعائیں۔وہ اعلان سب احباب نے پڑھ لیا اور میرا خیال ہے کہ اس پر بھی عمل کیا جاتا ہوگا۔قادیان دارالامان میں اس مقصد کیلئے چند احباب نے مل کر ایک مجمع بنایا ہے۔جو فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دعا میں مصروف ہوتا ہے۔اس مجمع کی اغراض میں مذاکرہ علمیہ اور محبت ومواساۃ کا بڑھانا بھی رکھا ہے۔اگرچہ یہ اغراض بظاہر ایسے اغراض ہیں کہ ہر احمدی اقرار بیعت کے ساتھ ان کو اپنا فرض سمجھتا ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور ومرسل اور ان کے خلفاء اور نواب جن امور کی اپنی بیعت یا تعلیم میں رکھتے ہیں وہ بے محل نہیں ہوا کرتی۔حضرت خلیفۃ اللہ نے جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا تو اس کی جڑ حد سے بڑھی ہوئی دنیا پرستی تھی اور ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے جو اقرار بیعت میں اس کے ساتھ باہم محبت بڑھانے اور قرآن کریم کے پڑھنے کا اقرار لیا تو اس کی جڑ ان امور کی طرف کمی توجہ تھی اور ہے۔یہ لوگ طبیب روحانی ہوتے جس مرض میں قوم کو مبتلا دیکھتے ہیں اسی کا علاج کرتے ہیں۔میری اپنی سمجھ اور فکر میں یہی وہ سرّ ہے جو بعض احادیث کے مضامین میں رکھا گیا ہے......۔اسی لئے خلیفۃ المسیح نے اسے اپنے اقرار بیعت میں داخل کرلیا۔غرض حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی تعمیل کی خاطر یہ انتظام کیا ہے کہ جب وہ احباب جو شامل ہوسکیں۔مل کر باقاعدہ ہر روز دعا کریں اور اس طرح پر باہم محبت اور تعلق بھی بڑھتا رہے گا۔محبت اور مواساۃ کو بڑھانے کیلئے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ یہ لوگ آٹھویں دن باہم مل کر کھانا کھاتے ہیں۔اپنے اپنے گھروں سے کھانا لے آئے اور ایک جگہ بیٹھ کر کھالیا۔اسی طرح ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک رہنے کو مستعد رہنا ضروری سمجھا گیا۔اس تجویز کو حضرت خلیفۃ المسیح نے اگر عملی طور پر اس کی پابندی ہو بہت پسند فرمایا ہے......۔

بہرحال میرا مقصد اس نوٹ سے صرف یہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد اور ہدایت کے ماتحت ہم لوگوں کا فرض ہے کہ اس قدرتِ ثانیہ کے ظہور کیلئے مل مل کر دعائیں کریں اور باہم محبت اور مواساۃ کو بڑھائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے آمین۔اس

مجمع کے محرک حضرت میر ناصر نواب صاحب ہیں۔اللہ تعالیٰ ان نیک ارادے میں برکت دے آمین۔ (الحکم قادیان ۲۲؍اگست ۱۹۰۸ءص ۵)

حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی کا اخلاص

حضرت سید محمود عالم صاحب بیان کرتے ہیں:

''مئی ۱۹۰۸ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف لے گئے اور بعد میں حضرت خلیفہ اول کو بھی بلوا بھیجا۔تو حضرت خلیفہ اول مجھے بھی ساتھ لے گئے۔حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت میں آپ کے دائیں بازو میں کھڑا تھا لاہور سے جنازہ کے ساتھ قادیان آیا۔جب حضرت خلیفہ اول نے باغ میں لوگوں سے بیعت لی۔میں اس وقت چارپائی پر آپ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے اس وقت جو تقریر کی اور حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے رورو کر جو معافی مانگی۔وہ میرے دماغ میں اب تک گونج رہا ہے۔بیعت کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی۔پھر باغ والے مکان میں حضرت کا تابوت زیارت کیلئے رکھا گیا اور چہرہ سے کپڑا اتار دیا گیا۔لوگ مغربی دروازہ سے گزر کر زیارت کرتے ہوئے مشرقی دروازے سے نکل جاتے۔''

(رجسٹر روایات جلد۴ روایات حضرت سید محمود عالم صاحب صفحہ ۲۸)

شکرانِ نعمت

حضرت فضل الدین صاحب احمدی از پشاور تحریر فرماتے ہیں:

''وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے ہم میں اپنے مرسل کو بھیجا تھا وہ اپنا کام کر کے اور ہم میں تقریباً ۷۶ برس رہ اپنے محبوب حقیقی سے جاملا جس نے کہ اس کو ہماری ہدایت کیلئے بھیجا تھا۔بہت سے لوگ ہیں جو افسوس کریں گے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کر سکے اور کہیں گے کاش! کہ ہمیں اس مرسل کی زندگی میں خبر ملتی۔لیکن ایسے لوگ یاد رکھیں کہ ابھی وہ دروازہ بند نہیں ہوا۔اس خدا کے برگزیدہ کا جانشین خدا کی مرضی کے مطابق مقرر ہو چکا ہے۔اور وہ اسی راہ کی طرف لے جاتا ہے جس کی طرف اس کے آقا حضرت مسیح موعود لے جاتے تھے۔لہٰذا جو شخص وہ انعام ایزدی حاصل کرنا چاہے جو خدا تعالیٰ نے اپنے مرسل کی معرفت ہم پر نازل فرمائے تھے۔ان کیلئے میں ڈنکے کی آواز سے کہتا ہوں کہ وہ حضرت خلیفۃ اللہ کی بیعت کر کے وہی انعامات حاصل کر سکتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔اسی طرح آج ہم یہ کہنے کو تیار ہیں کہ ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ کے تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔کیونکہ آج جب کہ تمام مذہب کے مدعی اپنے آپ کو سچا کرنے کے درپے ہیں۔خدا تعالیٰ نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور ہمیں وہ مکالمات عنایت فرمائے جو آج سوائے احمدی جماعت کے اور کسی پر نہیں اور خدا کے فضل سے صرف یہی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ خدا تعالیٰ ہر زمانہ میں بولتا ہے۔جس کے نشان یہ جماعت بھی اپنے آقا حضرت مسیح موعود مہدی مسعود کے ہاتھ دیکھ چکی ہے۔لہٰذا ہمیں ان تمام انعامات کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ وہ ہم ہی ہوں جو تمام جہان سے بڑھ کر ثابت ہوں۔آخر ایک قوم تو ایسی ضرور ہوگی۔پر افسوس یہ ہے کہیں یہ فضیلت ہمارے گھروں سے نکل کر اور گھروں میں نہ چلی جائے۔اس لئے بڑی کوشش سے حبل اللہ کو مضبوط ہو کر پکڑو اور خدا تعالیٰ کے انعامات کو یاد کر کے اس کا شکریہ ادا کرتے رہو کیونکہ شکریہ سے انعامات بڑھتے ہیں۔''

(الحکم قادیان ۱۰ستمبر ۱۹۰۸ص ۳)

وہ فیض جو ید اللہ علی الجماعۃ میں مذکور ہیں

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب بھیرویؓ تحریر فرماتے ہیں:

''خلیفۃ المسیح کی بیعت واجب ہے۔کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب ہم حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود ومہدی مسعود مانتے ہیں تو اب علامہ نورالدین کی بیعت کی کیا ضرورت ہے۔یاد رکھو کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس میں وحدت نہ ہو اور وحدت بغیر اس کے ناممکن ہے جب تک ایک بزرگ کے تحت میں ہو کر کل کام نہ کئے جائیں۔جو بھیڑ ریوڑ سے یہ سمجھ کر جدا ہوتی ہے کہ ساتھ ساتھ مقید کیوں پھروں۔وہ ایک دن بھیڑیے کے قابو میں آجاتی ہے۔جو شاخ اپنے تئیں ہری سمجھ کر جڑ سے تعلق رکھنا ضروری نہ سمجھے وہ آخر سوکھے گی۔

ہر شخص اپنی ذات کیلئے خود ذمہ دار ہے۔پس کسی انجمن یا کسی جگہ کے امام کا بیعت کر لینا سب کیلئے کافی نہیں ہو سکتا۔ہر ایک کی بیعت کیلئے خط لکھنا چاہئے تا وہ اس فیض سے حصہ لے جو ید اللہ علی الجماعۃ میں مذکور ہیں''

(اخبار بدر قادیان ۹ جولائی ۱۹۰۸ص ۱)

حضرت نورالدین

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب بھیروی اپنے اخلاص کا مزید اظہار یوں کرتے ہیں:

''اے پیارے خدا اے حقیقی محبوب اور سچے معبود تیرا شکر ہم کیونکر ادا کرسکیں کہ اس پاک کلام کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں امداد حاصل کرنے کے واسطے تو نے ہمیں ہمارے مسیح و مہدی کے بعد اس کا ایک ایسا خلیفہ عطاء کیا جس کی عمر ساری اس ''نورنامہ'' کے پڑھنے اور پڑھانے اور سمجھنے اور سمجھانے اور سننے اور سنانے میں ایسی صرف ہوئی ہے کہ اس کا نام نورالدین کسی انسانی خیال سے نہیں بلکہ ملائکہ کی تحریک سے رکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آسمان پر پہلے سے یہ مقدر تھا کہ یہ وجود دین محمدی کے واسطے ایک نور ہو کر چمکے اور روئے زمین کو اپنی روشنی سے منور کر کے مخلوق الٰہی کو ہدایت کی طرف لائے۔ پھر کس زبان سے تیرا شکر ہو۔ اے پروردگار حقیقی! تیرے احسانات کا جو نے اس ناچیز راقم پر کئے کہ جب بچہ تھا جب میں تیرے حضور ہدایت کیلئے چلایا اور تو نے جلدی میری آواز کو سنا اور اپنے ملائکہ بھیجے جو بہتوں کے ہاتھ سے چھین کر مجھے نور کی حفاظت میں پہنچا گئے اور آج بیس سال کا عرصہ گزرتا ہے جو مجھے اس درس مبارک کے سننے کا موقع عطا کیا گیا۔ اے رحمٰن ربّ تو مجھ پر رحم فرما کہ تجھ سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہیں۔ **اللّٰھم انفعنا ما علّمتنا و علِّمنا ما ینفعنا و زِدْنا علماً**۔ اے خدا جتنا علم تو نے ہمیں عطا کیا ہے اس سے ہمیں نفع بخش اور آئندہ ہمیں وہ باتیں سکھا جو ہمیں نفع دیں اور ہمارا علم بڑھا۔

حضرت ابی المکرّم و استاذی المعظم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المہدی والمسیح کو ہمیشہ سے یہ تڑپ رہی ہے کہ ایک جماعت قرآن شریف کو پڑھنے پڑھانے والی ہو۔ یہ خواہش آپ کی خدا تعالیٰ نے بہت وسیع پیمانے پر پوری کر دی ہے۔ کشمیر کے پہاڑوں میں جب میں آپ کے پاس ترجمہ قرآن شریف کا پڑھتا تھا تو معدودے چند تین چار آدمی ہوتے تھے۔ لیکن اب......اقصیٰ میں درس کے وقت روزانہ اوسط ڈیڑھ دو سو کی ہوتی ہے اور بعض دفعہ حاضرین کی کئی سو تک تعداد پہنچتی ہے اور پھر اس کے ذریعے سے اور رسولں اور اخباروں کے ذریعے سے جماعت احمدیہ کے کئی ہزار آدمی اس درس میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔''

(اخبار بدر قادیان ۷ استمبر ۱۹۰۸ ص ۱)

یا د رکھنا چاہئے اس جگہ منہاج نبوت کے خلاف کوئی معاملہ نہیں ہوا

۲۱؍جون ۱۹۰۸ کو پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری لیکچر (پیغام صلح) سنانے کی تقریب ہوئی۔اس موقعہ پر مکرم مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ارشاد پر لاہور میں ایک پُر جوش لیکچر دیا۔جس کے بعض حصص پیش خدمت ہیں۔

''میرا دراصل کچھ کہنے کا منشا نہ تھا مگر روانگی کے وقت خلیفۃ المسیح ...... نے فرمایا تھا کہ ایسے موقع پر جبکہ بہت سے دوست مختلف شہروں میں سے ایک جگہ جمع ہوں ضرور کچھ بیان کیا جاوے۔ان لوگوں کا خیال بلکہ یقین تھا کہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی یہ کارخانہ درہم برہم ہوجائے گا۔اور درخت جڑ سے اکھڑ جائے گا۔ثناءاللہ اور عبدالحکیم کی تحریروں کو دیکھ لو۔ان کا یہی مقصد تھا کہ یہ سلسلہ نیست ونابود ہو جائے۔اب جائے غور ہے کہ ان کی وہ امیدیں پوری ہوئیں یا خاک میں ملیں اور ان کو بجز حسرت و یاس کے کچھ ہاتھ بھی آیا؟

آج کل ان بیچاروں کی ساری امیدیں اس وقت پر منحصر تھیں مگر خدا کی شان کہ جب وہ وقت آیا تو ان کی تمام امیدوں اور آرزوؤں پر پانی پھر گیا۔اور ان کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔زبان نہ سہی مگر ان کے دل تو اس بات کو مان گئے ہوں گے۔خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم میں خود اپنے دل کو اور اپنے احباب کے دلوں کو دیکھتا ہوں تو ایسا پاتا ہوں کہ جس طرح کسی عظیم الشان فتح کے بعد ایک انشراح اور اطمینان ہوتا ہے۔کوئی قبض نہیں کوئی گھبراہٹ نہیں نہ کسی قسم کی کمزوری ہے اور نہ ہی تزلزل۔کیا یہ اس قدرت ثانیہ کی ابتداء نہیں جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا تھا؟

یاد رکھنا چاہئے کہ اس جگہ منہاج نبوت کے خلاف کوئی معاملہ نہیں ہوا جو کسی کے دل میں کسی اعتراض کی جرأت پیش کرتا۔میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اے حق کے مخالفو! اور سچائی کے دشمنو! منہاج نبوت کے خلاف کوئی امر اس سلسلہ میں بتاؤ تو ہم سب کچھ ترک کر دیں گے۔''

(الحکم قادیان ۱۸ جولائی ۱۹۰۸)

قدرت ثانیہ کے واسطے مل جل کر دعائیں کریں

مکرم جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب صاحب بیان کرتے ہیں:

''بالآخر ایک اور بات جو میں عرض کرنی بھول گیا وہ یہ ہے حسب الارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ......

ہم نے یہاں لاہور میں التزام کرلیا ہے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کا درس ہر روز شام کو ہوتا ہے اور تمام احمدی اس میں شامل ہوتے ہیں اور قدرت ثانیہ کے واسطے دعائیں بھی کی جاتی ہیں۔لہٰذا تمام احمدی احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے شہروں میں شرائط بیعت کے مطابق درس قرآن اور حدیث جاری کریں اور اس کا پورا التزام رکھیں۔کسی کو یہ خیال درس قرآن سے روک نہ دے کہ ان میں کوئی باقاعدہ سند یافتہ یا عالم فاضل مولوی موجود نہیں ہے۔قرآن شریف کے واسطے اللہ تعالیٰ نے شرط تقویٰ رکھی ہے تقویٰ ہونا چاہئے قرآن اللہ تعالیٰ خود سیکھا دے گا......۔

بہرحال درس قرآن اور حدیث کو عملی رنگ میں قائم کریں اور اس کا التزام رکھیں اور ساتھ ہی خاتمہ پر قدرت ثانیہ کے واسطے مل جل کر اور دل سے دعائیں کی جاویں۔''

(الحکم قادیان ۲۲/اگست ۱۹۰۸ء ص ۴)

خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ہاتھ پھر دکھایا

مؤسس الحکم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الکبیر تحریر کرتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اپنی قدرت کا ہاتھ پھر دکھایا اور ہم سب کو ایک واجب الاحترام معالج کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اسے اپنا امام یقین کرنے کی توفیق دی۔پس ایک ایسی قوم جس کے اندر وحدت کی روح پھونکی جا چکی ہے اور جبکہ خلیفۃ المسیح نے عہد لیا ہو کہ:

میں اخوت اور محبت کو بڑھاہوں گا۔

تو ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہم اخوت اور محبت کے رشتہ کو ایسا مضبوط اور مستحکم کریں کہ انما المومنون اخوۃ (الحجرات:۱۱) کا صحیح مضمون ہم پر صادق آجاوے۔''

(الحکم قادیان ۲۶ جولائی ۱۹۰۸ء)

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ہم ٹھیک ایک صدی بعد ۲۷مئی ۲۰۰۸ء میں خلافت احمدیہ کے ظہور کا صد سالہ جشن منانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہمیشہ ہمیش ہمیں اس حبل اللہ کے ساتھ چمٹا رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم نسلاً بعد نسلٍ لوائے خلافت کے سائے تلے دائمی طور پر اپنی دین و دنیا اور آخرت سنوارنے کیلئے پناہ لیتے رہیں۔آمین۔